

UNIVERSAL
LIBRARY

OU-232686

UNIVERSAL
LIBRARY

سلسلہ آصفیہ

جلد چہارم
تاریخ دولہن

حصہ دوم

جس میں تمام حالات شاہان ہمایوں اور احمد گروگو لکھنڈہ و خاندیس وغیرہ کے بڑی شیخ و سبط سے اس نفاذ تک مندرج
ہیں جس تک کہ دکن کا مالک ہندوؤں کے جگڑوں سے بالکل پاک و صاف رہا

اور جو

بعد مبارک

حضرت خاقان ابن خاقان سکندر شوکت دلاور باب میر محبوب علی خان بہادر شیخ جنگ نظام الدولہ نظام الملک
مظفر الملک آصف جاہ ساوس والی دکن خلد الدولہ

وہ ہاتھ دنگرانی

شہس العالی مولوی سید علی صاحب بلگرامی - بی - اے بی - ایل - ایف - جی - ایس

ایسٹینٹ ایل اسکول آف مائنس لندن

و مہیا دی ایشیاٹک سوسائٹی آف گریٹ برٹن اینڈ آئرلینڈ

ممبر آف وی نارتھ آف انگلینڈ انٹیلی جنٹ سوسائٹی آف مائنس انجینئرس

ممبر ایسٹ ایشیاٹک سوسائٹی کنگڈم آف سسٹمی

بے - ایل گولڈ میڈلسٹ کلکتہ یونیورسٹی

متن سنسکرت مدراس یونیورسٹی وغیرہ وغیرہ

سمت تعلیمات وریلو سے و ہدایات و صفائی وغیرہ ممالک و سرکار نظام

سر سوشلہ علوم و فنون میں مرتب ہوئی

اور مطبع مفید عام گرہ میں تمام محمد قادر علی خان بی بی

۱۸۵۵

سلسلہ آصفیہ

جلد ہجادم
تاریخ و گن

حصہ دوم

جس میں تمام حالات شاہان ہمایاں و بڑوہ و گنگوڑہ و خاندیس وغیرہ کے بڑی شرح و سبط سے اس زمانہ تک منبج
ہیں جب تک کہ وکن کا ملک ہندوؤں کے حکمرانوں سے بالکل پاک و صاف رہا

ادرجو

بعد مبارک

حضرت خاقان ابن خاقان سکندر شوکت دارا دربان میر محبوب علی خان بہار شیخ جنگ نظام الدولہ نظام الملک
مظفر الملک آصف جاہ ساؤس والی وکن خلد الدولہ

وہ ہایت ونگراتی

شش العلماء مولوی سید علی صاحب گلرامی - بی - اے - بی - ایل - ایف - جی - ایس

ایسویٹ ایل اسکول آف مائنس لندن

و ممبران دی ایشیاٹک و سائنسی آف کریٹ برٹن ایڈز ایلینڈ

ممبران دی نارمنڈ آف انگلینڈ انسٹی ٹیوشن آف مائنس انجینرس

ممبر ایشیاٹک سوسائٹی بنگال و بھوبھی

بے - ایل - گولڈ میڈلٹ کلکتہ یونیورسٹی

ممنسن سنسکرت مدراس یونیورسٹی وغیرہ وغیرہ

مستحق تعزیرات دریلو سے معذرت و صفائی وغیرہ ممالک محمد سرکار نظام

سررشتہ علوم و فنون میں مرتب ہوئی

ایرطب مفید عام الرہ میں باہتمام محمد قادر علی خان فیضی

شعبہ

فہرست مضامین تالیف و تکرار

حصہ دوم

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۱	حسین شاہ کے مرنے پر احمد نگر	۷	علی عادل شاہ اور مرتضیٰ شاہ کا	
۲	میر مرتضیٰ شاہ کی تخت نشینی اور	۸	حکمہ برابر پر - - - - -	۲۱
۳	خونہ ہمایون کا اقتدار - - - -	۲۳	ابراہیم قطب شاہ یا تراج دور	
۴	علی عادل شاہ کی فتوحات	۲۴	مرتضیٰ شاہ کا علی عادل شاہ کے	
۵	کرناٹک میں - - - - -	۲۵	برخلاف اور شاہ گاہیم نا اتفاقی	
۶	علی عادل شاہ کا بیجا پور کی حفاظت	۲۶	ہو جانا - - - - -	۳۲
۷	کرنا اور ادوس کو رونق دینا - - -	۲۷	سرحد نظام شاہ پر کشور خان کی	
۸	علی عادل شاہ کی بیجا پور کی کرناٹک	۲۸	فتوحات - - - - -	۳۳
۹	کے بعد مرتضیٰ شاہ اور ابراہیم	۲۹	مرتضیٰ شاہ کا خونہ ہمایون کے	
۱۰	قطب شاہ اور تغال خان کا حملہ	۳۰	دفعہ تسلط کی تدابیر کرنا - - -	۳۵
۱۱	بیجا پور پر - - - - -	۳۱	خونہ ہمایون کے معزولی اور	
۱۲	بیجا پور پر نا کامیابی پر - - - -	۳۲	مرتضیٰ شاہ کی خود مختاری - - -	۳۷
۱۳	افواج متفقد کی واپسی بیجا پور سے	۳۳	مرتضیٰ شاہ کی جوش میں آکر	

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
	پرتگالیوں کا عروج اور ان کے	۱۸	کشور خان کو قتل کرنا۔ اور قلعہ دار	
۵۰	جو روٹم۔ - - - - -		اور اپنے تمام علاقہ کو علی عادل شاہ	
	مرتضیٰ شاہ کے قلعہ رکیندہ پر	۱۹	سے واپس لینا۔ - - - - -	
۵۲	پرتگالیوں کے مقابلہ میں ناکامیابی		ابراہیم قطب شاہ کا مرتضیٰ کی	۱۳
	علی عادل شاہ کی ناکامیابی گواہ	۲۰	مدد کو جانا اور ابو الحسن کا ابراہیم	
۵۴	اور ادھونی کو فتح کرنا۔ - - - - -		شاہ اور مرتضیٰ شاہ مین دشمنی	
	مرتضیٰ نظام شاہ اور علی عادل شاہ	۲۱	کر دینا۔ - - - - -	
	کا برابر میدان کرناٹک کی فتوحات		ابراہیم قطب شاہ کا اپنے بیٹے	۱۴
۵۵	کے لیے عہد پیمان۔ - - - - -		عبدالقاد کو قتل کرنا۔ - - - - -	
	افواج نظام شاہی و عادل شاہی	۲۲	مرتضیٰ شاہ کا احسین کے بجائے	۱۵
۵۷	کی ناکامیابی تلنگانہ میں۔ - - - - -		جمال الدین حسین کو منصب وکالت	
۵۸	سرداران برکی تاخت تلنگانہ میں	۲۳	دینا۔ - - - - -	
۵۹	علی عادل شاہ کا توکل کو فتح کرنا۔	۲۴	ابراہیم قطب شاہ کے سردار	۱۶
	علی عادل شاہ کا قلعہ دار و روہنگا	۲۵	رفعت خان لاری ملک نائب	
۶۰	کو فتح کرنا۔ - - - - -		کا بیٹا پورا راج بوندی و راجبندی	
	علی عادل شاہ کا جرہ و چند کوٹ	۲۶	کو فتح کرنا۔ - - - - -	
۶۲	کو فتح کرنا۔ - - - - -		ملک نائب کا علاقہ قائم کوٹ	۱۷
	ابراہیم قطب شاہ کا علی عادل شاہ	۲۷	کو فتح کرنا۔ - - - - -	

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۴۶	مینیت و نابود ہونا۔۔۔۔۔	۴۳	کوجانا۔۔۔۔۔	۴۸
۴۷	سلطنت برار خاندان عمار شاہیہ	۴۴	ابراریم قطب شاہ کا کوئٹہ کو فتح کرنا	۴۹
۴۸	کا خاتمہ۔۔۔۔۔	۴۵	شہنشاہ کا کوئٹہ کو فتح کرنا	۵۰
۴۹	برہان عمار الملک کا بلوہ برائین	۴۶	عدول شاہ کا مطیع ہونا۔۔۔۔۔	۵۱
۵۰	اور مرتضیٰ شاہ کا برار اور خاندان	۴۷	امراے برکی کا محاصرہ پٹنہ میں	۵۲
۵۱	کوجانا۔۔۔۔۔	۴۸	یغوت کرنا اور افغان قتل۔۔۔۔۔	۵۳
۵۲	شاہ مرزا اصفہانی کا صاحب خان	۴۹	مرتضیٰ نظام شاہ کا حملہ برار پر۔۔۔۔۔	۵۴
۵۳	کی دسلطنت سے مرتضیٰ شاہ	۵۰	مرتضیٰ نظام شاہ کے تعاقب سے	۵۵
۵۴	کوہ کا جنگی خان کو قتل کر دینا۔۔۔۔۔	۵۱	تغال خان کا برہانپور کو ہٹا دینا	۵۶
۵۵	مرتضیٰ شاہ کی عزت گزرتی۔۔۔۔۔	۵۲	گجرات کے جنگی اور چنگیز خان	۵۷
۵۶	مرتضیٰ شاہ کا اکبر بادشاہ دہلی کے	۵۳	گجراتی کا حملہ خاندان پر۔۔۔۔۔	۵۸
۵۷	مالوہ میں آنے کی خبر سن کر مقابلہ	۵۴	مالوہ اور گجرات پر جلال الدین محمد	۵۹
۵۸	کو نکلتا۔۔۔۔۔	۵۵	اکبر بادشاہ ہندوستان کا قبضہ	۶۰
۵۹	مرتضیٰ شاہ کا تخت و تاج ترک	۶۱	مرتضیٰ شاہ کا تغال کو قلعہ پٹنہ میں	۶۱
۶۰	کرنا کا ارادہ۔۔۔۔۔	۶۲	لیہنہ۔۔۔۔۔	۶۲
۶۱	مرتضیٰ شاہ کے معشوق صاحب	۶۳	مرتضیٰ شاہ کا برار پر قبضہ اور اندان	۶۳
۶۲	خان کی برہمنی۔۔۔۔۔	۶۴	عمار شاہیہ و تغال خان۔۔۔۔۔	۶۴
۶۳	صاحب خان کا حسین خان			

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۹۹	علی عادل شاہ کی عادات و اطوار وغیرہ	۵۲	تشریف فرما امرا کے غریب	۴۵
۱۰۰	بیجا نگر کے ہیرے کا تذکرہ - -	۵۳	فساد - - - - -	۴۶
	ابراہیم عادل شاہ ثانی کی تخت نشینی	۵۴	امرا کے غریب کا صاحب خان کی	۴۷
	اور علی عادل شاہ کی تجویز و تکفین		شکایت مرضی شاہ سے کرنا اور صلاہت	۴۸
۱۰۲	اور قصاص - - - - -	۵۹	خان کا اقتدار - - - - -	۴۹
۱۰۵	کامل خان کا وکیل السلطنت ہونا اور	۵۵	مرضی شاہ کا صاحب خان کے پیچھے	۵۰
۱۰۶	اور وکیل نا عاقبت اندیشی - - - -		بیدار کو جاننا اور اس کے بہائی شاہزادہ	۵۱
۱۰۷	حاجی کشور خان کا کامل خان کو قتل کرنا	۵۶	برہان کو مارنا - - - - -	۵۲
۱۰۸	حاجی کشور خان کا وکیل سلطنت مقرر ہونا	۵۷	مرضی شاہ کا خوش اخلاقی سے بدول	۵۳
	صلابت خان اور نظام شاہی سلطنت	۵۸	امرا کو راضی کر کے شاہزادہ برہان کو شکست	۵۴
	کا اس چین - اور صلاہت خان کا	۹۲	دینا - - - - -	۵۵
۱۱۰	اسلامی سکھ کو جاری کرنا - - - -		سیر مرضی سر لشکر بزرگ صاحب خان	۵۶
	ابراہیم قلیب شاہ کا امیر منبیل کو یہ جگر	۵۹	کو قتل کر دینا - - - - -	۵۷
۱۱۲	پرگنات کا کن وغیرہ کا فتح کرنا - -	۹۴	امر پرستی - - - - -	۵۸
	افضل خان کا امیر شاہ میر اور بزرگ ملک	۹۵	علی عادل شاہ کا امر پرستی کے باعث	۵۹
۱۱۳	کو شکست دینا - - - - -	۹۶	سے قتل ہونا - - - - -	۶۰
	امرا کی کشور خان سے بے طعن اور بکا	۹۷	علی عادل شاہ کے عہد کے کارکنان	۶۱
۱۱۴	مصطفیٰ خان کو قتل کرنا - - - -	۹۸	سلطنت - - - - -	۶۲

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۱۳۰	ابراریم قطب شاہ کی عادات اور اولاد وغیرہ - - - - -	۱۱۶	مصطفیٰ خان اردستانی کے حالات - - - - -	۶۲
۱۳۱	محمد قلی قطب شاہ کا تخت نشین ہونا شاہی فوج کی مدد کو جانا۔ اور عادل شاہ صلح - - - - -	۱۱۹	کشتورخان کا باندی بی کو قید کرنا۔ - - امراے جوش کے خوف سے	۶۳
۱۳۲	محمد قلی قطب شاہ اور تبرہ املاک کا بیجا پور پر - - - - -	۱۲۰	کشتورخان کا فرار اور قتل - - - - - اخلاص خان کا دیکھل اسطنت	۶۴
۱۳۳	محمد قلی قطب شاہ اور تبرہ املاک کی والیسی بیجا پور سے - - - - -	۱۲۱	ہو کر نیک و بد انتظام کرنا - - محمد امین خان کا خط اور شاہ ابوالحسن	۶۵
۱۳۴	سلطنت بیجا پور کی خلاصی شمنوں کے دلاور خان کا بیجا پور کی حکومت	۱۲۲	در قرضی خان انجمنی خلاصی - - افضل خان کا قتل - - - - -	۶۶
۱۳۵	اخلاص خان سے چین لینا - - دلاور خان کا بیجا پور کرنا - - - - -	۱۲۵	عین الملک کا اخلاص خان دلاور خان وحید خان کو گرفتار کرنا۔ اور مقصود خان	۶۷
۱۳۶	امراے ملتہ کے باہمی بیخ و فساد اخلاص خان کو قید کر کے دلاور خان اور وحید خان کا بیجا پور کی حکومت پر	۱۲۶	کے ذریعے سے جھوٹ جانا۔ - - قطب شاہی اور نظام شاہی فوجوں	۶۸
۱۳۷	متصرف ہونا۔ - - - - - دلاور خان کا تنہا حکومت بیجا پور پر	۱۲۷	بیجا پور لگ بھگ جانا۔ - - - - - ابراریم قطب شاہ کا رائے مارو کو	۶۹
۱۳۸		۱۲۸	دیکھل سلطنت کرنا اور ابراریم قطب شاہ کی موت - - - - -	۷۰
۱۳۹		۱۲۹		

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۱۵۱	ہدکنا - - - - -		قانع ہونا اور سرکشوں کا بندوبست	
	مرتضیٰ شاہ کا جواہرات کو جلانا اور شاہزادہ	۸۷	کر کے مذہب سنت و جماعت کو رواج	
۱۵۳	میرزا حسین کے قتل کا ارادہ کرنا۔ -	۱۴۲	دینا۔ - - - - -	
	علی خان قطب شاہی کی بغاوت اور	۸۸	بیس خان کی کرناٹک پر چڑھائی اور	۸۱
	یحیٰم داود خان اور طاهر محمد خان کا او سے	۱۴۶	تاکا میانی۔ - - - - -	
۱۵۴	قتل کرنا۔ - - - - -		دلاور خان کا ہمیشہ و ابراہیم عادل شاہ	۸۲
	ابراہیم عادل شاہ کی ہمیشہ محمد قلی	۸۹	کا میرزا حسین بن مرتضیٰ شاہ سے	
	قطب شاہ سے شادی اور سلطنت	۱۴۸	کھلی کرنا۔ - - - - -	
۱۵۶	نظام شاہی سے رخ۔ - - - - -		صلابت خان اور سید مرتضیٰ مرشد	۸۳
	ابراہیم عادل شاہ کی دہلی سلطنت	۹۰	برادر کی لڑائی اور سید مرتضیٰ کا برہان پور	
	نظام شاہی اور قطب شاہی کو اور	"	کو قرار۔ - - - - -	
	صلابت خان کی معزولی اور چاند		اشا خراہ برہان کا احمد نگر ہو کر براہ گجرات	۸۴
	سلطان ہمیشہ محمد قلی کے آجائے	۱۵۰	اکبر کے پاس جانا۔ - - - - -	
۱۵۷	پردون سے صلح۔ - - - - -		سید مرتضیٰ وغیرہ امرا کے برابر کاراچہ	۸۵
	مرتضیٰ شاہ کا اپنے بیٹے یحیٰ بن حسین	۹۱	علی خان والی خاندیس کے پاس ہو کر	
۱۵۸	کے قتل کے درپے ہونا۔ -	"	اکبر کے پاس جانا۔ - - - - -	
	مرزا خان نام مرتضیٰ شاہ کو معزول کر کے	۹۲	مرزا عزیز کو کہ کی دکن پر تاخت اور	۸۶
	میرزا حسین کو تخت نشین کرنے کا		راجہ علی خان اور مدد نقی نظیری کا او سے	

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۱۶۹	کا پیلنا - - - - -	۱۵۹	ارادہ اور دلاور خان کی امداد - - -	۸۳
۱۷۰	مرزا خان کے میران حسین کو قید کرنے اور اسماعیل کو بادشاہ بنانے	۱۶۰	مرزا خان کے ارادہ کا حل بیان کرنا	۹۳
۱۷۱	پرسینوں کا بیوہ - - - - -	۱۶۱	میران حسین کا اپنے باپ مرتضیٰ شاہ کو حاکم کرنا	۹۴
۱۷۲	جمال خان مہدوی سینوں کے سردار	۱۶۲	ابراہیم عادل شاہ کا احمد نگر سے ناراض ہو کر واپس ہونا - - -	۹۵
۱۷۳	سے مرزا خان کی شکست - - -	۱۶۳	مرضیٰ شاہ کی حالت پر رائے - - -	۹۶
۱۷۴	میران حسین شاہ کا قتل اور جمال خان کا غریبوں کے نکالنے میں اصرار	۱۶۴	میران حسین کی برقعہ اور درباران مملکت کا قتل - - - - -	۹۷
۱۷۵	جمال خان کا مرزا خان اور دروغیوں کو قتل کرنا - - - - -	۱۶۵	مرزا خان کا میران حسین کو قید کر کے اسماعیل ابن شاہزادہ برہان کو تخت پر بیٹھانا - - - - -	۹۸
۱۷۶	افواہ کہ دلاور خان ابراہیم عادل شاہ کو معزول کرنا چاہتا ہے - - -	۱۶۶	دکن میں ایزاتیوں کے نہ آنے کی وجہ اور شیعہ مذہب کے انقلاب کی بنا - - - - -	۹۹
۱۷۷	دلاور خان کا ناراض ہو کر سلطنت کے کام سے کندہ کش ہونا - -	۱۶۷	میران سید مہدی جونیپور اور پٹانوں میں اون کی مہدویت کے اعتقاد	۱۰۰
۱۷۸	ابراہیم عادل شاہ کا دلاور خان کو قید کر کے پیراوسہ سلطنت کا کام دینا	۱۶۸		
۱۷۹	دلاور خان کا اپنے استحکام کی تدابیر کرنا اور بیل خان کو مال بار کو بھیجنا	۱۶۹		

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۱۰۹	صلابت خان اور دلاور خان کی	۱۱۵	جمال خان کا احمد الملک کو برہان کے	
	جمال خان پر چڑھائی اور صلابت خان		روکنے کا حکم دیکر خود دلاور خان کے	
	کی شکست اور دلاور خان اور		مقابلہ کو جانا۔ - - - - -	۱۸۹
	جمال خان کی صلح۔ - - - -	۱۸۱	دلاور خان کا عین الملک اور انکس	
۱۱۰	بیل خان کا مالابار سے خراج		کے ترک رفاقت کے باعث جمال خان	
	وصول کر کے لانا۔ اور دلاور خان		سے شکست کمانا۔	۱۹۰
	کا او سے پڑا کر اندھا کرنا۔ - - -	۱۸۲ اور ۱۸۳	جمال خان کا برہان کے واقعہ کو اور	
۱۱۱	جمال خان کا باقی غریبوں کو کھانا		دلاور خان کا جمال خان کے تعاقب	
	اور صلابت خان کی وفات۔ - - -	۱۸۴	مین جانا۔ - - - - -	۱۹۲
۱۱۲	شاہزادہ برہان کے احمد نگر کے	۱۱۸	ابراہیم عادل شاہ کا دلاور خان کی	
	قبضہ کے لیے امر اسے برار سے		حراست سے بھاگنا۔ - - - -	۱۹۲
	نوٹ جوڑا اور اکبر کے ایلیچون کا کن	۱۱۹	دلاور خان کا ابراہیم عادل شاہ کی	
	کو آنا۔ - - - - -	۱۸۵	اگر فتاری کو جانا۔ گا اپنے لشکر کی رہائی	
۱۱۳	راجہ علی خان اور دلاور خان کی		کے باعث بیدر کو بھاگنا۔ - - -	۱۹۴
	برہان کی امداد کے لیے آمادگی۔ -	۱۸۶	ابراہیم عادل شاہ کا خود مختار ہو کر اہل	
۱۱۴	برہان کا ابراہیم عادل شاہ کو بولانا		سنت و جماعت کا خطبہ پڑھنا۔ -	۱۹۵
	اور دلاور خان کی حکومت سے	۱۲۱	برہان احمد جہ علی خان کے مقابلہ	
	ابراہیم کی آزادی کی خواہش۔ -	۱۸۸	مین جمال خاں کا حملہ اور قتل۔ - - -	۱۹۶

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
	برطان شاہ کا جمنگر کو راجہ علی خان کا	۱۲۹	پرتگالیوں کے ہاتھ سے وکٹی	
	ہیر پانپور کو ابراہیم عادل شاہ کا بیچ پڑا		اور حبشیوں کا قتل اور برطان شاہ	
	کوجنا - - - - -	۱۴۰	کی خوشی - - - - -	۲۰۸
۱۲۳	برطان شاہ کا دلاور خان کی بھڑکے	۱۳۰	نہمن خان کا لیبار سے خراج	
	سلطنت عادل شاہی چملا اور ایک		وصول کر نیکی جانا - - - - -	۲۰۹
	قلوہ سرحد پر بنانا - - - - -	۱۴۸	ابراہیم عادل شاہ کے بہائی شاہزادہ	
۱۲۴	ابراہیم عادل شاہ کا دلاور خان کو بولانا		اسمعیل کی بغاوت - - - - -	۲۱۱
	اور خلافت عہد گرفتار کر کے اندھا کرنا	۲۰۰	برطان شاہ اور عین الملک کا وعدہ	
۱۲۵	دلاور خان کے اوصاف - - - - -	۲۰۱	اسمعیل کی امداد کے لیے - اور	
۱۲۶	ابراہیم کا برطان کی دفعیہ کو فوج بھیجتا		عین الملک کا بیچ پڑا کر آنا - - - - -	۲۱۲
	اور برطان کے لشکرین دہلاؤ تھلا اور	۱۳۳	سلطنت بیچ پڑا زمین ابراہیم عادل شاہ	
	تیرنگ خان کا قتل - - - - -	۲۰۳	کے برخلاف غدر - - - - -	۲۱۴
۱۲۷	برطان شاہ کے املاک اور سے تخت	۱۳۴	حمید خان اور اسمعیل خان کا جا کر	
	سے اقامت لے گا ارادہ اور ابراہیم		عین الملک کو قتل اور شاہزادہ	
	عادل شاہ سے اس کی صلح - - - - -	۲۰۴	اسمعیل کو قید کرنا - - - - -	۲۱۶
۱۲۸	برطان شاہ کا وکٹی حبشیوں کو پرتگالیوں	۱۳۵	شاہزادہ اسمعیل کا قتل اور برطان شاہ	
	کے دفعیہ کو بھیجا اور ایکس کے آئینکا		کی والپس دفعیہ - - - - -	۲۱۸
	اندیشہ - - - - -	۲۰۶	شہر حیدر آباد کا آباد ہونا - - - - -	۲۱۹

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۲۲۸	کرناٹک مین - - - - -	۲۲۰	ابراہیم برید و قاسم برید ثانی و الیان	۱۳۷
	اعتبار خان قطب شاہی کی فتح و بخت		بید - - - - -	
	راجہ ایتنگر پراودر شہر کا ستری مک		علی برید ثانی اور وینکا دوی کی تحریک	۱۳۸
۲۳۰	آخت و تاراج - - - - -		سے برہان شاہ کا حملہ ابراہیم عادل شاہ	
	محمد قلی کے پٹان اور ہندو سرداروں	۱۴۲	پراودر برہان شاہ کی شکست اور جاہلی	
	کی بغاوت اور امین املاک کا اد سے		کے باعث اپنے بیٹے ابراہیم کو دلی	
۲۳۲	فرز کرنا - - - - -	۲۲۲	عمد کرنا - - - - -	
	شاہی صاحب مصنوعی کا خروج	۱۴۵	اغلاص خان کی بغاوت اور برہان	۱۳۹
۲۳۳	قطب شاہی عملداری مین - - - - -	۲۲۴	شاہ کی موت - - - - -	
	ابراہیم نظام شاہ کی تخت نشینی	۱۴۶	محمد قلی قطب شاہ کا حملہ کرناٹک پر	۱۴۰
۲۳۵	اور ابراہیم عادل شاہ پر فوج کشی -		اور موسارک و تندمال و کلکو و جنگل	
۲۳۷	ابراہیم نظام کا قتل - - - - -	۱۴۷	مزی و کنڈی کو ڈھیر و علاقہ جات کی	
	ابراہیم عادل شاہ کی واپسی بیجا پور	۱۴۸	نسج - - - - -	۲۲۶
	کو اور ادھونی کی خلاصی اور موسے		محمد قلی قطب شاہ کا پنگنڈہ پر محاصرہ	۱۴۱
۲۳۹	مبارک رسول مقبول معلم - - - - -	۲۲۷	اور ناگامیاب واپس آنا - - - - -	
	سیان خجھو کا حمد شاہ کو تخت نشین	۱۴۹	آزاد خان قطب شاہی سردار کی	۱۴۲
۲۴۱	کرنا - - - - -		کیلنڈراجہ اودو گیر پر فوج - اور رستم خان	
	اختہ ہخان کا موتی شاہ کو باؤٹار	۱۵۰	کی شکست و پتھر جارج اور منو براج سے	

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
	شاہزادہ مراد اور چاند سلطانہ کے	۱۵۷	بنانا۔ اور درمیان منجموں کا شاہزادہ
۲۵۴	مابین برار کا علاقہ دینے پر صلح۔	۲۴۳	مراد سے مرد طلب کرنا۔ - -
	سہادر شاہ کا احمد نگر میں بادشاہ ہونا	۱۵۸	شاہزادہ مراد اور خانمان کا حملہ
۲۵۶	اور شاہزادہ مراد کا برائین انتظام	۲۴۴	احمد نگر پر - - - -
	قطب شاہی تاریخ میں واقعات	۱۵۹	احمد نگر کا محاصرہ۔ اور چاند بی بی کا
	کی تاریخ نہ لکھنے سے وقتیں اور	۲۴۵	سہادر شاہ کا خطبہ پڑھنا۔ - - -
۲۵۷	لکھنے والے کسکوٹ کی بغاوت		احمد نگر کے پانچ دعویدار۔ اور خانمان
	لکھنے والے کی بغاوت اور امین الملک	۱۶۰	کا اخلاص خان کو شکست دینا
	کا اس سے شکست دیکر قاسم کوٹ	۲۴۶	اور آہنگ خان کا احمد نگر میں جانا۔
۲۵۹	پر قبضہ کرنا۔ - - - -		سہیل خان کی سپہ سالاری میں
	محمد قلی کی دینک پتی رائے	۱۶۱	قادر سلطان قطب شاہی اور میان
	بنکٹہ سے مصاحبت اور راجہ		منجموں اور اخلاص خان نغم شاہی
۲۶۰	راہچند رائے جٹا پور کی اطاعت	۲۴۸	کا اکٹہ ہونا۔ - - - -
	راہچند میں رومی واقف کا بلوہ۔	۱۶۲	شاہزادہ مراد کا قلعہ میں سرنگ لگانا
	اور عادل خان اور زرین العابدین	۲۴۹	اور چاند بی بی کا اونیٹن کنوودانا۔
۲۶۱	کا اس سے فرور کرنا۔ - - -		شاہزادہ مراد کا سرنگ ارڈا کرنا
	احمد نگر میں محمد خانی پیشوا کی اور	۱۶۳	یہ حملہ اور چاند سلطانہ کا اس سے
	کشتی پر گرفتاری اور آہنگ خان	۲۵۲	روکنا۔ - - - -

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
	قتل برادوسے فتح کر کے بہادر نظام	۲۶۳	کاپیشوا مقرر ہونا - - - -	
۲۷۷	شاہ کو قید کرنا - - - -		دکینون اور غلیون کی ٹرائی راجہ علیچ	۱۶۴
	بہادر خان کی حماقت اور اکبر کا خاندیس	۱۷۲	اور راجہ راجندر کا قتل - اور خاندان	
	کو فتح کرنا - اور سلاطین فاروقیہ	۲۶۴	کے مقابلہ میں سیل خان کی شکست	
۲۷۹	خاندیس کا خاتمہ - - - -		خاندان کی واپسی دکن سے اور	۱۶۵
	شاہزادہ محمد سلیم کی اکبر سے بغاوت	۱۷۳	ابو الفضل کا سپہ سالار دکن بھر ہونا	
۲۸۳	اور اکبر کا دکن سے آگرہ کو روانہ ہونا -	۲۶۸	چاند سلطانہ اور آہنگ خان کی بخشش	۱۶۶
	اکبر کا سلیم کو نصیحتیں کرنا اور بنگالہ	۱۷۴	اور رفیع الدین شیرازی کا صلح کے لیے	
	اور اورلیہ دینا اور سلیم کا ابوالفضل	۲۶۹	آنا - - - - -	
۲۸۴	کو قتل کرنا - - - - -		رفیع الدین کا سیل خان کے پاس	۱۶۷
۲۸۷	ابو الفضل کے حالات - - - -	۲۷۰	شاہ درگ بین جانا - - - -	
	راوت راو و ہنید و دستا دیو و	۱۷۶	رفیع الدین کا چاند سلطانہ اور	۱۶۸
	مکندر راج - کہنہ اور دستا دیو کا	۲۷۱	آہنگ خان کے درمیان پڑنا -	
۲۸۹	اطاعت کرنا - - - - -		رفیع الدین کی کوشش رائیگان ہونا	۱۶۹
	مکندر راج اور کسراج کا فساد اور	۲۷۳	اور اوس کی واپسی بجا پور کو - -	
	سید حسین کی سپہ سالاری میں	۲۷۵	اکبر بادشاہ کا حملہ خاندیس اور احمد نگر پر	۱۷۰
	اوس کا فوج - اور چلی پور پر مسلمانوں		شاہزادہ و انبیال اور خاندان کا	۱۷۱
۲۹۲	کا قبضہ - - - - -		احمد نگر پر حملہ اور چاند سلطانہ کے	

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۱۷۸	سلطنت قطب شاہی میں شیوا اور ہندون کا فحش اور میر محمد امین کا وزیر اعظم مقرر ہونا۔ - - -	۲۹۴	۱۷۹	مرفعی نظام شاہانی کی تخت نشینی اور عنبر اور خانخاناں کی لڑائی کے بعد صلح۔ - - -
۱۷۹	۱۸۰	۲۹۶	۱۸۱	۲۹۷
۱۸۰	۱۸۱	۲۹۸	۱۸۲	۲۹۹
۱۸۱	۱۸۲	۳۰۰	۱۸۳	۳۰۱
۱۸۲	۱۸۳	۳۰۲	۱۸۴	۳۰۳
۱۸۳	۱۸۴	۳۰۴	۱۸۵	۳۰۵
۱۸۴	۱۸۵	۳۰۶	۱۸۶	۳۰۷
۱۸۵	۱۸۶	۳۰۸	۱۸۷	۳۰۹
۱۸۶	۱۸۷	۳۱۰	۱۸۸	۳۱۱
۱۸۷	۱۸۹	۳۱۲	۱۹۰	۳۱۳
۱۸۸	۱۹۰	۳۱۴	۱۹۱	۳۱۵
۱۸۹	۱۹۱	۳۱۶	۱۹۲	۳۱۷
۱۹۰	۱۹۲	۳۱۸	۱۹۳	۳۱۹
۱۹۱	۱۹۴	۳۲۰	۱۹۵	۳۲۱
۱۹۲	۱۹۶	۳۲۲	۱۹۷	۳۲۳
۱۹۳	۱۹۸	۳۲۴	۱۹۹	۳۲۵
۱۹۴	۱۹۹	۳۲۶	۲۰۰	۳۲۷
۱۹۵	۲۰۰	۳۲۸	۲۰۱	۳۲۹
۱۹۶	۲۰۱	۳۳۰	۲۰۲	۳۳۱
۱۹۷	۲۰۲	۳۳۲	۲۰۳	۳۳۳
۱۹۸	۲۰۳	۳۳۴	۲۰۴	۳۳۵
۱۹۹	۲۰۴	۳۳۶	۲۰۵	۳۳۷
۲۰۰	۲۰۵	۳۳۸	۲۰۶	۳۳۹
۲۰۱	۲۰۶	۳۴۰	۲۰۷	۳۴۱
۲۰۲	۲۰۷	۳۴۲	۲۰۸	۳۴۳
۲۰۳	۲۰۸	۳۴۴	۲۰۹	۳۴۵
۲۰۴	۲۰۹	۳۴۶	۲۱۰	۳۴۷
۲۰۵	۲۱۰	۳۴۸	۲۱۱	۳۴۹
۲۰۶	۲۱۱	۳۵۰	۲۱۲	۳۵۱
۲۰۷	۲۱۲	۳۵۲	۲۱۳	۳۵۳
۲۰۸	۲۱۳	۳۵۴	۲۱۴	۳۵۵
۲۰۹	۲۱۴	۳۵۶	۲۱۵	۳۵۷
۲۱۰	۲۱۵	۳۵۸	۲۱۶	۳۵۹
۲۱۱	۲۱۶	۳۶۰	۲۱۷	۳۶۱
۲۱۲	۲۱۷	۳۶۲	۲۱۸	۳۶۳
۲۱۳	۲۱۸	۳۶۴	۲۱۹	۳۶۵
۲۱۴	۲۱۹	۳۶۶	۲۲۰	۳۶۷
۲۱۵	۲۲۰	۳۶۸	۲۲۱	۳۶۹
۲۱۶	۲۲۱	۳۷۰	۲۲۲	۳۷۱
۲۱۷	۲۲۲	۳۷۲	۲۲۳	۳۷۳
۲۱۸	۲۲۳	۳۷۴	۲۲۴	۳۷۵
۲۱۹	۲۲۴	۳۷۶	۲۲۵	۳۷۷
۲۲۰	۲۲۵	۳۷۸	۲۲۶	۳۷۹
۲۲۱	۲۲۶	۳۸۰	۲۲۷	۳۸۱
۲۲۲	۲۲۷	۳۸۲	۲۲۸	۳۸۳
۲۲۳	۲۲۸	۳۸۴	۲۲۹	۳۸۵
۲۲۴	۲۲۹	۳۸۶	۲۳۰	۳۸۷
۲۲۵	۲۳۰	۳۸۸	۲۳۱	۳۸۹
۲۲۶	۲۳۱	۳۹۰	۲۳۲	۳۹۱
۲۲۷	۲۳۲	۳۹۲	۲۳۳	۳۹۳
۲۲۸	۲۳۳	۳۹۴	۲۳۴	۳۹۵
۲۲۹	۲۳۴	۳۹۶	۲۳۵	۳۹۷
۲۳۰	۲۳۵	۳۹۸	۲۳۶	۳۹۹
۲۳۱	۲۳۶	۴۰۰	۲۳۷	۴۰۱
۲۳۲	۲۳۷	۴۰۲	۲۳۸	۴۰۳
۲۳۳	۲۳۸	۴۰۴	۲۳۹	۴۰۵
۲۳۴	۲۳۹	۴۰۶	۲۴۰	۴۰۷
۲۳۵	۲۴۰	۴۰۸	۲۴۱	۴۰۹
۲۳۶	۲۴۱	۴۱۰	۲۴۲	۴۱۱
۲۳۷	۲۴۲	۴۱۲	۲۴۳	۴۱۳
۲۳۸	۲۴۳	۴۱۴	۲۴۴	۴۱۵
۲۳۹	۲۴۴	۴۱۶	۲۴۵	۴۱۷
۲۴۰	۲۴۵	۴۱۸	۲۴۶	۴۱۹
۲۴۱	۲۴۶	۴۲۰	۲۴۷	۴۲۱
۲۴۲	۲۴۷	۴۲۲	۲۴۸	۴۲۳
۲۴۳	۲۴۸	۴۲۴	۲۴۹	۴۲۵
۲۴۴	۲۴۹	۴۲۶	۲۵۰	۴۲۷
۲۴۵	۲۵۰	۴۲۸	۲۵۱	۴۲۹
۲۴۶	۲۵۱	۴۳۰	۲۵۲	۴۳۱
۲۴۷	۲۵۲	۴۳۲	۲۵۳	۴۳۳
۲۴۸	۲۵۳	۴۳۴	۲۵۴	۴۳۵
۲۴۹	۲۵۴	۴۳۶	۲۵۵	۴۳۷
۲۵۰	۲۵۵	۴۳۸	۲۵۶	۴۳۹
۲۵۱	۲۵۶	۴۴۰	۲۵۷	۴۴۱
۲۵۲	۲۵۷	۴۴۲	۲۵۸	۴۴۳
۲۵۳	۲۵۸	۴۴۴	۲۵۹	۴۴۵
۲۵۴	۲۵۹	۴۴۶	۲۶۰	۴۴۷
۲۵۵	۲۶۰	۴۴۸	۲۶۱	۴۴۹
۲۵۶	۲۶۱	۴۵۰	۲۶۲	۴۵۱
۲۵۷	۲۶۲	۴۵۲	۲۶۳	۴۵۳
۲۵۸	۲۶۳	۴۵۴	۲۶۴	۴۵۵
۲۵۹	۲۶۴	۴۵۶	۲۶۵	۴۵۷
۲۶۰	۲۶۵	۴۵۸	۲۶۶	۴۵۹
۲۶۱	۲۶۶	۴۶۰	۲۶۷	۴۶۱
۲۶۲	۲۶۷	۴۶۲	۲۶۸	۴۶۳
۲۶۳	۲۶۸	۴۶۴	۲۶۹	۴۶۵
۲۶۴	۲۶۹	۴۶۶	۲۷۰	۴۶۷
۲۶۵	۲۷۰	۴۶۸	۲۷۱	۴۶۹
۲۶۶	۲۷۱	۴۷۰	۲۷۲	۴۷۱
۲۶۷	۲۷۲	۴۷۲	۲۷۳	۴۷۳
۲۶۸	۲۷۳	۴۷۴	۲۷۴	۴۷۵
۲۶۹	۲۷۴	۴۷۶	۲۷۵	۴۷۷
۲۷۰	۲۷۵	۴۷۸	۲۷۶	۴۷۹
۲۷۱	۲۷۶	۴۸۰	۲۷۷	۴۸۱
۲۷۲	۲۷۷	۴۸۲	۲۷۸	۴۸۳
۲۷۳	۲۷۸	۴۸۴	۲۷۹	۴۸۵
۲۷۴	۲۷۹	۴۸۶	۲۸۰	۴۸۷
۲۷۵	۲۸۰	۴۸۸	۲۸۱	۴۸۹
۲۷۶	۲۸۱	۴۹۰	۲۸۲	۴۹۱
۲۷۷	۲۸۲	۴۹۲	۲۸۳	۴۹۳
۲۷۸	۲۸۳	۴۹۴	۲۸۴	۴۹۵
۲۷۹	۲۸۴	۴۹۶	۲۸۵	۴۹۷
۲۸۰	۲۸۵	۴۹۸	۲۸۶	۴۹۹
۲۸۱	۲۸۶	۵۰۰	۲۸۷	۵۰۱
۲۸۲	۲۸۷	۵۰۲	۲۸۸	۵۰۳
۲۸۳	۲۸۸	۵۰۴	۲۸۹	۵۰۵
۲۸۴	۲۸۹	۵۰۶	۲۹۰	۵۰۷
۲۸۵	۲۹۰	۵۰۸	۲۹۱	۵۰۹
۲۸۶	۲۹۱	۵۱۰	۲۹۲	۵۱۱
۲۸۷	۲۹۲	۵۱۲	۲۹۳	۵۱۳
۲۸۸	۲۹۳	۵۱۴	۲۹۴	۵۱۵
۲۸۹	۲۹۴	۵۱۶	۲۹۵	۵۱۷
۲۹۰	۲۹۵	۵۱۸	۲۹۶	۵۱۹
۲۹۱	۲۹۶	۵۲۰	۲۹۷	۵۲۱
۲۹۲	۲۹۷	۵۲۲	۲۹۸	۵۲۳
۲۹۳	۲۹۸	۵۲۴	۲۹۹	۵۲۵
۲۹۴	۲۹۹	۵۲۶	۳۰۰	۵۲۷
۲۹۵	۳۰۰	۵۲۸	۳۰۱	۵۲۹
۲۹۶	۳۰۱	۵۳۰	۳۰۲	۵۳۱
۲۹۷	۳۰۲	۵۳۲	۳۰۳	۵۳۳
۲۹۸	۳۰۳	۵۳۴	۳۰۴	۵۳۵
۲۹۹	۳۰۴	۵۳۶	۳۰۵	۵۳۷
۳۰۰	۳۰۵	۵۳۸	۳۰۶	۵۳۹
۳۰۱	۳۰۶	۵۴۰	۳۰۷	۵۴۱
۳۰۲	۳۰۷	۵۴۲	۳۰۸	۵۴۳
۳۰۳	۳۰۸	۵۴۴	۳۰۹	۵۴۵
۳۰۴	۳۰۹	۵۴۶	۳۱۰	۵۴۷
۳۰۵	۳۱۰	۵۴۸	۳۱۱	۵۴۹
۳۰۶	۳۱۱	۵۵۰	۳۱۲	۵۵۱
۳۰۷	۳۱۲	۵۵۲	۳۱۳	۵۵۳
۳۰۸	۳۱۳	۵۵۴	۳۱۴	۵۵۵
۳۰۹	۳۱۴	۵۵۶	۳۱۵	۵۵۷
۳۱۰	۳۱۵	۵۵۸	۳۱۶	۵۵۹
۳۱۱	۳۱۶	۵۶۰	۳۱۷	۵۶۱
۳۱۲	۳۱۷	۵۶۲	۳۱۸	۵۶۳
۳۱۳	۳۱۸	۵۶۴	۳۱۹	۵۶۵
۳۱۴	۳۱۹	۵۶۶	۳۲۰	۵۶۷
۳۱۵	۳۲۰	۵۶۸	۳۲۱	۵۶۹
۳۱۶	۳۲۱	۵۷۰	۳۲۲	۵۷۱
۳۱۷	۳۲۲	۵۷۲	۳۲۳	۵۷۳
۳۱۸	۳۲۳	۵۷۴	۳۲۴	۵۷۵
۳۱۹	۳۲۴	۵۷۶	۳۲۵	۵۷۷
۳۲۰	۳۲۵	۵۷۸	۳۲۶	۵۷۹
۳۲۱	۳۲۶	۵۸۰	۳۲۷	۵۸۱
۳۲۲	۳۲۷	۵۸۲	۳۲۸	۵۸۳
۳۲۳	۳۲۸	۵۸۴	۳۲۹	۵۸۵
۳۲۴	۳۲۹	۵۸۶	۳۳۰	۵۸۷
۳۲۵	۳۳۰	۵۸۸	۳۳۱	۵۸۹
۳۲۶	۳۳۱	۵۹۰	۳۳۲	۵۹۱
۳۲۷	۳۳۲	۵۹۲	۳۳۳	۵۹۳
۳۲۸	۳۳۳	۵۹۴	۳۳۴	۵۹۵
۳۲۹	۳۳۴	۵۹۶	۳۳۵	۵۹۷
۳۳۰	۳۳۵	۵۹۸	۳۳۶	۵۹۹
۳۳۱	۳۳۶	۶۰۰	۳۳۷	۶۰۱
۳۳۲	۳۳۷	۶۰۲	۳۳۸	۶۰۳
۳۳۳	۳۳۸	۶۰۴	۳۳۹	۶۰۵
۳۳۴	۳۳۹	۶۰۶	۳۴۰	۶۰۷
۳۳۵	۳۴۰	۶۰۸	۳۴۱	۶۰۹
۳۳۶	۳۴۱	۶۱۰	۳۴۲	۶۱۱
۳۳۷	۳۴۲	۶۱۲	۳۴۳	۶۱۳
۳۳۸	۳۴۳	۶۱۴	۳۴۴	۶۱۵
۳۳۹	۳۴۴	۶۱۶	۳۴۵	۶۱۷
۳۴۰	۳۴۵	۶۱۸	۳۴۶	۶۱۹
۳۴۱	۳۴۶	۶۲۰	۳۴۷	۶۲۱
۳۴۲	۳۴۷	۶۲۲	۳۴۸	۶۲۳
۳۴۳	۳۴۸	۶۲۴	۳۴۹	۶۲۵
۳۴۴	۳۴۹	۶۲۶	۳۵۰	۶۲۷
۳۴۵	۳۵۰	۶۲۸	۳۵۱	۶۲۹
۳۴۶	۳۵۱	۶۳۰	۳۵۲	۶۳۱
۳۴۷	۳۵۲	۶۳۲	۳۵۳	۶۳۳
۳۴۸	۳۵۳	۶۳۴	۳۵۴	۶۳۵
۳۴۹	۳۵۴	۶۳۶	۳۵۵	۶۳۷
۳۵۰	۳۵۵	۶۳۸	۳۵۶	۶۳۹
۳۵۱	۳۵۶	۶۴۰	۳۵۷	۶۴۱
۳۵۲	۳۵۷	۶۴۲	۳۵۸	۶۴۳
۳۵۳	۳۵۸	۶۴۴	۳۵۹	۶۴۵
۳۵۴	۳۵۹	۶۴۶	۳۶۰	۶۴۷
۳۵۵	۳۶۰	۶۴۸	۳۶۱	۶۴۹
۳۵۶	۳۶۱	۶۵۰	۳۶۲	۶۵۱
۳۵۷	۳۶۲	۶۵۲	۳۶۳	۶۵۳
۳۵۸	۳۶۳	۶۵۴	۳۶۴	۶۵۵
۳۵۹	۳۶۴	۶۵۶	۳۶۵	۶۵۷
۳۶۰	۳۶۵	۶۵۸	۳۶۶	۶۵۹
۳۶۱	۳۶۶	۶۶۰	۳۶۷	۶۶۱
۳۶۲	۳۶۷	۶۶۲	۳۶۸	۶۶۳
۳۶۳	۳۶۸	۶۶۴	۳۶۹	۶۶۵
۳۶۴	۳۶۹	۶۶۶	۳۷۰	۶۶۷
۳۶۵	۳۷۰	۶۶۸	۳۷۱	۶۶۹
۳۶۶	۳۷۱	۶۷۰	۳۷۲	۶۷۱
۳۶۷	۳۷۲	۶۷۲	۳۷۳	۶۷۳
۳۶۸	۳۷۳	۶۷۴	۳۷۴	۶۷۵
۳۶۹	۳۷۴	۶۷۶	۳۷۵	۶۷۷
۳۷۰	۳۷۵	۶۷۸	۳۷۶	۶۷۹
۳۷۱	۳۷۶	۶۸۰	۳۷۷	۶۸۱
۳۷۲	۳۷۷	۶۸۲	۳۷۸	۶۸۳
۳۷۳	۳۷۸	۶۸۴	۳۷۹	۶۸۵
۳۷۴	۳۷۹	۶۸۶	۳۸۰	۶۸۷
۳۷۵	۳۸۰	۶۸۸	۳۸۱	۶۸۹
۳۷۶	۳۸۱	۶۹۰	۳۸۲	۶۹۱
۳۷۷	۳۸۲	۶۹۲	۳۸۳	۶۹۳
۳۷۸				

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۳۴۰	میں خلیل ہونا - - - -	۳۲۱	۲۰۱	۱۹۳
۳۴۱	یا قوت خان وغیرہ ام اے نظام	۳۲۲	۲۰۲	۱۹۴
۳۴۲	شاہی کی بغاوت کے باعث ملک	۳۲۳	۲۰۳	۱۹۵
۳۴۳	عبد کی شکست مشہ نواز خان سے	۳۲۴	۲۰۴	۱۹۶
۳۴۴	شاہزادہ خرم کے مختصر حالات اور	۳۲۵	۲۰۵	۱۹۷
۳۴۵	اوس کا دکن کی مہم پر روانہ ہونا - -	۳۲۶	۲۰۶	۱۹۸
۳۴۶	سلطان محمد قطب شاہ ابراہیم عادل	۳۲۷	۲۰۷	۱۹۹
۳۴۷	شاہ اور ملک عنبر کا شاہزادہ خرم	۳۲۸	۲۰۸	۲۰۰
۳۴۸	کی اطاعت کرنا اور قلعہ احمد نگر کی واپسی	۳۲۹	۲۰۹	
۳۴۹	جہانگیر کا گجرات کو اور کشمیر کو جانا - -	۳۳۰	۲۱۰	
۳۵۰	مرزا علی والی بیدر کو قید کر کے ابراہیم	۳۳۱	۲۱۱	
۳۵۱	عادل شاہ کا علاقہ بیدر کو اور ادھونی	۳۳۲	۲۱۲	
۳۵۲	کے فساد پر کرنل کو داخل ممالک	۳۳۳	۲۱۳	
۳۵۳	محمود سے کرنا - - - - -	۳۳۴	۲۱۴	
۳۵۴	ملک عنبر کی تاخت جہانگیری علاقوں پر	۳۳۵	۲۱۵	
۳۵۵	اور جہانگیر کا شہر احمد نگر کی طرف - -	۳۳۶	۲۱۶	
۳۵۶	شاہجہان کا شہر - - سے نوہر کرنا اور	۳۳۷	۲۱۷	
۳۵۷	برہانپور میں پہونچنا - - - - -	۳۳۸	۲۱۸	
۳۵۸		۳۳۹	۲۱۹	
۳۵۹		۳۴۰	۲۲۰	
۳۶۰		۳۴۱	۲۲۱	
۳۶۱		۳۴۲	۲۲۲	
۳۶۲		۳۴۳	۲۲۳	
۳۶۳		۳۴۴	۲۲۴	
۳۶۴		۳۴۵	۲۲۵	
۳۶۵		۳۴۶	۲۲۶	
۳۶۶		۳۴۷	۲۲۷	
۳۶۷		۳۴۸	۲۲۸	
۳۶۸		۳۴۹	۲۲۹	
۳۶۹		۳۵۰	۲۳۰	
۳۷۰		۳۵۱	۲۳۱	
۳۷۱		۳۵۲	۲۳۲	
۳۷۲		۳۵۳	۲۳۳	
۳۷۳		۳۵۴	۲۳۴	
۳۷۴		۳۵۵	۲۳۵	
۳۷۵		۳۵۶	۲۳۶	
۳۷۶		۳۵۷	۲۳۷	
۳۷۷		۳۵۸	۲۳۸	
۳۷۸		۳۵۹	۲۳۹	
۳۷۹		۳۶۰	۲۴۰	
۳۸۰		۳۶۱	۲۴۱	
۳۸۱		۳۶۲	۲۴۲	
۳۸۲		۳۶۳	۲۴۳	
۳۸۳		۳۶۴	۲۴۴	
۳۸۴		۳۶۵	۲۴۵	
۳۸۵		۳۶۶	۲۴۶	
۳۸۶		۳۶۷	۲۴۷	
۳۸۷		۳۶۸	۲۴۸	
۳۸۸		۳۶۹	۲۴۹	
۳۸۹		۳۷۰	۲۵۰	
۳۹۰		۳۷۱	۲۵۱	
۳۹۱		۳۷۲	۲۵۲	
۳۹۲		۳۷۳	۲۵۳	
۳۹۳		۳۷۴	۲۵۴	
۳۹۴		۳۷۵	۲۵۵	
۳۹۵		۳۷۶	۲۵۶	
۳۹۶		۳۷۷	۲۵۷	
۳۹۷		۳۷۸	۲۵۸	
۳۹۸		۳۷۹	۲۵۹	
۳۹۹		۳۸۰	۲۶۰	
۴۰۰		۳۸۱	۲۶۱	
۴۰۱		۳۸۲	۲۶۲	
۴۰۲		۳۸۳	۲۶۳	
۴۰۳		۳۸۴	۲۶۴	
۴۰۴		۳۸۵	۲۶۵	
۴۰۵		۳۸۶	۲۶۶	
۴۰۶		۳۸۷	۲۶۷	
۴۰۷		۳۸۸	۲۶۸	
۴۰۸		۳۸۹	۲۶۹	
۴۰۹		۳۹۰	۲۷۰	
۴۱۰		۳۹۱	۲۷۱	
۴۱۱		۳۹۲	۲۷۲	
۴۱۲		۳۹۳	۲۷۳	
۴۱۳		۳۹۴	۲۷۴	
۴۱۴		۳۹۵	۲۷۵	
۴۱۵		۳۹۶	۲۷۶	
۴۱۶		۳۹۷	۲۷۷	
۴۱۷		۳۹۸	۲۷۸	
۴۱۸		۳۹۹	۲۷۹	
۴۱۹		۴۰۰	۲۸۰	
۴۲۰		۴۰۱	۲۸۱	
۴۲۱		۴۰۲	۲۸۲	
۴۲۲		۴۰۳	۲۸۳	
۴۲۳		۴۰۴	۲۸۴	
۴۲۴		۴۰۵	۲۸۵	
۴۲۵		۴۰۶	۲۸۶	
۴۲۶		۴۰۷	۲۸۷	
۴۲۷		۴۰۸	۲۸۸	
۴۲۸		۴۰۹	۲۸۹	
۴۲۹		۴۱۰	۲۹۰	
۴۳۰		۴۱۱	۲۹۱	
۴۳۱		۴۱۲	۲۹۲	
۴۳۲		۴۱۳	۲۹۳	
۴۳۳		۴۱۴	۲۹۴	
۴۳۴		۴۱۵	۲۹۵	
۴۳۵		۴۱۶	۲۹۶	
۴۳۶		۴۱۷	۲۹۷	
۴۳۷		۴۱۸	۲۹۸	
۴۳۸		۴۱۹	۲۹۹	
۴۳۹		۴۲۰	۳۰۰	
۴۴۰		۴۲۱	۳۰۱	
۴۴۱		۴۲۲	۳۰۲	
۴۴۲		۴۲۳	۳۰۳	
۴۴۳		۴۲۴	۳۰۴	
۴۴۴		۴۲۵	۳۰۵	
۴۴۵		۴۲۶	۳۰۶	
۴۴۶		۴۲۷	۳۰۷	
۴۴۷		۴۲۸	۳۰۸	
۴۴۸		۴۲۹	۳۰۹	
۴۴۹		۴۳۰	۳۱۰	
۴۵۰		۴۳۱	۳۱۱	
۴۵۱		۴۳۲	۳۱۲	
۴۵۲		۴۳۳	۳۱۳	
۴۵۳		۴۳۴	۳۱۴	
۴۵۴		۴۳۵	۳۱۵	
۴۵۵		۴۳۶	۳۱۶	
۴۵۶		۴۳۷	۳۱۷	
۴۵۷		۴۳۸	۳۱۸	
۴۵۸		۴۳۹	۳۱۹	
۴۵۹		۴۴۰	۳۲۰	
۴۶۰		۴۴۱	۳۲۱	
۴۶۱		۴۴۲	۳۲۲	
۴۶۲		۴۴۳	۳۲۳	
۴۶۳		۴۴۴	۳۲۴	
۴۶۴		۴۴۵	۳۲۵	
۴۶۵		۴۴۶	۳۲۶	
۴۶۶		۴۴۷	۳۲۷	
۴۶۷		۴۴۸	۳۲۸	
۴۶۸		۴۴۹	۳۲۹	
۴۶۹		۴۵۰	۳۳۰	
۴۷۰		۴۵۱	۳۳۱	
۴۷۱		۴۵۲	۳۳۲	
۴۷۲		۴۵۳	۳۳۳	
۴۷۳		۴۵۴	۳۳۴	
۴۷۴		۴۵۵	۳۳۵	
۴۷۵		۴۵۶	۳۳۶	
۴۷۶		۴۵۷	۳۳۷	
۴۷۷		۴۵۸	۳۳۸	
۴۷۸		۴۵۹	۳۳۹	
۴۷۹		۴۶۰	۳۴۰	
۴۸۰		۴۶۱	۳۴۱	
۴۸۱		۴۶۲	۳۴۲	
۴۸۲		۴۶۳	۳۴۳	
۴۸۳		۴۶۴	۳۴۴	
۴۸۴		۴۶۵	۳۴۵	
۴۸۵		۴۶۶	۳۴۶	
۴۸۶		۴۶۷	۳۴۷	
۴۸۷		۴۶۸	۳۴۸	
۴۸۸		۴۶۹	۳۴۹	
۴۸۹		۴۷۰	۳۵۰	
۴۹۰		۴۷۱	۳۵۱	
۴۹۱		۴۷۲	۳۵۲	
۴۹۲		۴۷۳	۳۵۳	
۴۹۳		۴۷۴	۳۵۴	
۴۹۴		۴۷۵	۳۵۵	
۴۹۵		۴۷۶	۳۵۶	
۴۹۶		۴۷۷	۳۵۷	
۴۹۷		۴۷۸	۳۵۸	
۴۹۸		۴۷۹	۳۵۹	
۴۹۹		۴۸۰	۳۶۰	
۵۰۰		۴۸۱	۳۶۱	
۵۰۱		۴۸۲	۳۶۲	
۵۰۲		۴۸۳	۳۶۳	
۵۰۳		۴۸۴	۳۶۴	
۵۰۴		۴۸۵	۳۶۵	
۵۰۵		۴۸۶	۳۶۶	
۵۰۶		۴۸۷	۳۶۷	
۵۰۷		۴۸۸	۳۶۸	
۵۰۸		۴۸۹	۳۶۹	
۵۰۹		۴۹۰	۳۷۰	
۵۱۰		۴۹۱	۳۷۱	
۵۱۱		۴۹۲	۳۷۲	
۵۱۲		۴۹۳	۳۷۳	
۵۱۳		۴۹۴	۳۷۴	
۵۱۴		۴۹۵	۳۷۵	
۵۱۵		۴۹۶	۳۷۶	
۵۱۶		۴۹۷	۳۷۷	
۵۱۷		۴۹۸	۳۷۸	
۵۱۸		۴۹۹	۳۷۹	
۵۱۹		۵۰۰	۳۸۰	
۵۲۰		۵۰۱	۳۸۱	
۵۲۱		۵۰۲	۳۸۲	
۵۲۲		۵۰۳	۳۸۳	
۵۲۳		۵۰۴	۳۸۴	
۵۲۴		۵۰۵	۳۸۵	
۵۲۵		۵۰۶	۳۸۶	
۵۲۶		۵۰۷	۳۸۷	
۵۲۷		۵۰۸	۳۸۸	
۵۲۸		۵۰۹	۳۸۹	
۵۲۹		۵۱۰	۳۹۰	
۵۳۰		۵۱۱	۳۹۱	
۵۳۱		۵۱۲	۳۹۲	
۵۳۲		۵۱۳	۳۹۳	
۵۳۳		۵۱۴	۳۹۴	
۵۳۴		۵۱۵	۳۹۵	
۵۳۵		۵۱۶	۳۹۶	
۵۳۶		۵۱۷	۳۹۷	
۵۳۷		۵۱۸	۳۹۸	
۵۳۸		۵۱۹	۳۹۹	
۵۳۹		۵۲۰	۴۰۰	
۵۴۰		۵۲۱	۴۰۱	
۵۴۱		۵۲۲	۴۰۲	
۵۴۲		۵۲۳	۴۰۳	
۵۴۳		۵۲۴	۴۰۴	
۵۴۴		۵۲۵	۴۰۵	
۵۴۵		۵۲۶	۴۰۶	
۵۴۶		۵۲۷	۴۰۷	
۵۴۷		۵۲۸	۴۰۸	
۵۴۸		۵۲۹	۴۰۹	
۵۴۹		۵۳۰	۴۱۰	
۵۵۰		۵۳۱	۴۱۱	
۵۵۱		۵۳۲	۴۱۲	
۵۵۲		۵۳۳	۴۱۳	
۵۵۳		۵۳۴	۴۱۴	
۵۵۴		۵۳۵	۴۱۵	
۵۵۵		۵۳۶	۴۱۶	
۵۵۶		۵۳۷	۴۱۷	
۵۵۷		۵۳۸	۴۱۸	
۵۵۸		۵۳۹	۴۱۹	
۵۵۹		۵۴۰	۴۲۰	
۵۶۰		۵۴۱	۴۲۱	
۵۶۱		۵۴۲	۴۲۲	
۵۶۲		۵۴۳	۴۲۳	
۵۶۳		۵۴۴	۴۲۴	
۵۶۴		۵۴۵	۴۲۵	
۵۶۵		۵۴۶	۴۲۶	
۵۶۶		۵۴۷	۴۲۷	
۵۶۷		۵۴۸	۴۲۸	
۵۶۸		۵۴۹	۴۲۹	
۵۶۹		۵۵۰	۴۳۰	
۵۷۰		۵۵۱	۴۳۱	
۵۷۱		۵۵۲	۴۳۲	
۵۷۲		۵۵۳	۴۳۳	
۵۷۳		۵۵۴	۴۳۴	
۵۷۴		۵۵۵	۴۳۵	
۵۷۵		۵۵۶	۴۳۶	
۵۷۶		۵۵۷	۴۳۷	
۵۷۷		۵۵۸	۴۳۸	
۵۷۸		۵۵۹	۴۳۹	
۵۷۹		۵۶۰	۴۴۰	
۵۸۰		۵۶۱	۴۴۱	
۵۸۱		۵۶۲	۴۴۲	
۵۸۲		۵۶۳	۴۴۳	
۵۸۳		۵۶۴	۴۴۴	
۵۸۴		۵۶۵	۴۴۵	
۵۸۵		۵۶۶	۴۴۶	
۵۸۶		۵۶۷	۴۴۷	
۵۸۷		۵۶۸	۴۴۸	
۵۸۸		۵۶۹	۴۴۹	
۵۸۹		۵۷۰	۴۵۰	
۵۹۰		۵۷۱	۴۵۱	
۵۹۱		۵۷۲	۴۵۲	
۵۹۲		۵۷۳	۴۵۳	
۵۹۳		۵۷۴	۴۵۴	
۵۹۴				

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
	شاہجہان کو باغی قرار دینا - اور		شاہجہان کا دریائے تابی سے	۲۰۸
	شاہجہان اور جہانگیر کا دہلی کے	۳۵۶	عبور کرنا - - - - -	
۳۶۷	قریب مقابلہ اور شاہجہان کی شکست		شاہجہان کا عین کی فوج کو متواثر شکستین	۲۰۹
	شاہزادہ پرویز کا زہر دیا اور ترنا اور	۳۵۷	دیکر کٹر کی تک پہنچنا - - - - -	
	برہانپور سے شاہجہان کا ہنگامہ		شاہجہان کا دولت آباد کو محاصرہ	۲۱۰
	اور عبداللہ خان کی شکست		کرنا اور احمد نگر کے محاصرہ کو اڑھانا	
۳۷۰	گجرات میں - - - - -		اور تمام بادشاہی علاقہ کو واپس لے	
	شاہجہان کے رفیقوں کا او سے	۳۵۹	لینا - - - - -	
	چوڑنا اور سلطان محمد قطب شاہ	۳۶۱	شاہجہان اور عین کی صلح - - - - -	۲۱۱
	کا او سے مجلی پٹن میں پیش کش		عین اور شاہجہان کی صلح کی شرطیں	۲۱۲
	سیجنا اور شاہجہان کا بنگالہ بہار	۳۶۲	اور اونکی تعین - - - - -	
۳۷۲	پر قبضہ - - - - -		نورجہان اور شاہجہان کی عداوت	۲۱۳
	شاہزادہ پرویز کا ملا محمد لاری سپاہی	۲۱۸	اور جہانگیر کا قندھار کی محم پر جہانگیر کا حکم	
	ابراہیم عادل شاہ کو دکن کا بیست	۳۶۴	اور پنجاب کا ملک شاہجہان کو دینا	
۳۷۳	سیر در کے بنگالہ کو جانا - - - - -		نورجہان کا شاہجہان کے نام - - - - -	۲۱۴
	ملک عزیز کا سلطان محمد قطب شاہ	۲۱۹	پنجاب کو اور قندھار کی محم کو مسترد	
	سے روپیہ وصول کرنا - اور ابراہیم	۳۶۶	کرا کے شہر یاب کے نام پر مقرر کرنا	
	عادل شاہ کو سبجا پور میں محصور کرنا		نورجہان کا جہانگیر کو بدظن کر کے	۲۱۵

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۲۲۰	شاہجہان کا اجمیر اور ٹٹہ کو جانا اور جہانگیر کا مصابت خان کے قید سے رہا ہونا۔ اور پرنس کے مرنے پر شاہجہان کا ناسک کو آنا۔ - ۳۹۶	۲۲۷	اور جہانگیر کی اور عادل شاہی فوجوں کو شکست دیکر برہانپور تک لوٹنا۔ ۳۷۵	
۲۲۱	حمید خان اور اوس کی بی بی کی عزت اور اقتدار بڑھانا۔ - ۳۹۸	۲۲۸	شاہجہان کا دکن کو آنا اور ملک غنیمت کا اوسے مردوینا مگر شاہزادہ پر وزیر کے تعاقب سے نظام شاہی عملداری میں چلا آنا۔ اور جہانگیر سے صلح کرنا۔ - - - - ۳۷۷	
۲۲۲	حمید خان کی بی بی کا ابراہیم عادل شاہ کو شکست دینا۔ - - - - ۴۰۰	۲۲۹	وفات سلطان محمد قطب شاہ - ۳۷۹	۲۲۱
۲۲۳	یاقوت خان کا شاہجہان کے باس چلا جانا اور حمید خان کی بی بی کا شاہجہان سے کل نظام شاہی گیا ہوا علاقہ وول لے لینا۔ - ۴۰۲	۲۳۰	سلطان محمد قطب شاہ کی عمرات عبداللہ قطب شاہ کی پرورش اور تخت نشینی۔ - - - - ۳۸۳	۲۲۲
۲۲۴	شہر نور سپور کی آبادی اور ویرانی نور سپور کی وجہ تسمیہ اور لفظ نور کی شہرت۔ - - - - ۴۰۴	۲۳۱	۱۷۱۷ء قطب شاہی کا عمل و نفس اور بیجا پور دولت آباد اور شاہجہان کے المیچین کا آنا۔ ۳۸۸	۲۲۳
۲۲۵	مصابت خان کا جہانگیر کو قید کر لینا مگر اوس کو بادشاہ بنائے رکھنا۔ ۳۸۹	۲۳۲	ملک غنیمت کی وفات اور اوس کی لیاقت۔ - - - - ۳۹۲	۲۲۴
۲۲۶	طبقات ثلثہ توالان وعید نورس منخرج ابراہیم عادل شاہ ملقب	۲۳۳		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
	ابراہیم عادل شاہ کی وصیت	۲۳۹	۴۰۷	بجلیت گز - - - - -
	سلطان محمد کی دلی عہدی کے لیے			۲۳۴ ابراہیم عادل شاہ کا سارستی کی پیش
۴۲۱ د	امداد کی وفات - - - - -			اگرنا اور شاہ صبغۃ اللہ کا اوسو نصیحت
۴۲۲	ابراہیم عادل شاہ کے	۴۱۰		کر کے باز رکنا - - - - -
۴۲۳	اوصاف - - - - -			۲۳۵ شاہ صبغۃ اللہ کا ابراہیم عادل شاہ کو
۴۲۶	سلطان محمد عادل شاہ کی تخت نشینی	۴۱۱		بے موقع نصیحتیں کرنا - - - - -
	جہانگیر کا مرنا در آصف خان کا	۴۱۲		۲۳۶ انگریزوں کی خوش انتظامی اور ابراہیم
	شازجہان کی بادشاہی کے واسطے			عادل شاہ کا شاہ صبغۃ اللہ کو خارج
	دور بخش کو بادشاہ بنا کر شہر یا کو قید	۴۱۴		کرنا - - - - -
۴۲۷	اگرنا اور شاہ جہاز کا بادشاہ ہونا -			۲۳۷ شاہ جہان خان ابراہیم عادل شاہ کا
	بیجا پور پر برہان نظام شاہ کا درستیہ	۴۱۶		وزیر - - - - -
	فوج ہینا گانا کا سیاب رہنا اور کنہ			۲۳۸ ابراہیم عادل شاہ کے بڑے بڑے
۴۲۹	راوہا کو ہینا پور کی لغات - -	۴۲۰		۲۳۹ میر اور اوس کے بیٹے - - - - -

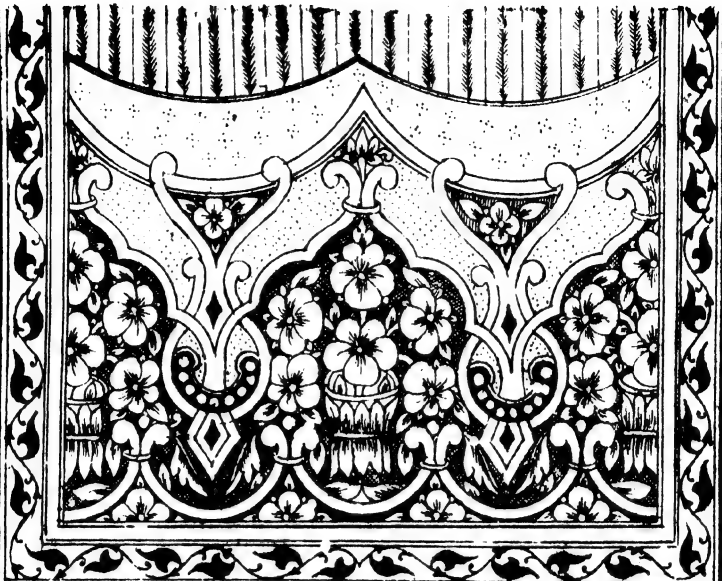
بالتحقیق





ہمارا خیال تھا کہ اس حصہ دوم میں اورنگ زیب عالمگیر کا حال تمام ہو جائیگا۔ مگر اس کی انتہا تک اس کی ابتدا بھی نہ ہوئی۔ اب امید ہے کہ تیسری جلد میں عالمگیر کا حال ختم ہو۔ اس لئے سلاطین آصفیہ کا حال چوتھی جلد سے شروع ہوگا۔ اور ایسے ہی سلاطین آصفیہ کا حال ہم سمجھ ہوئے تھے کہ دو جلد میں آجائیگا۔ مگر جیسی یہ جلد ہے ایسی چار جلدوں میں بھی اب اس کا ختم ہونا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ اس وجہ سے اس تاریخ کی سات آٹھ جلدوں سے کم ضمانت نہوگی۔





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

۱۔ حسین شاہ کے مرنے پر احمد نگرین حسین شاہ والی احمد نگر شراب خواری اور عیاشی میں اپنے باپ مرتضیٰ نظام شاہ کی تحت نشینی اور کاہی باپ تھا۔ اس جوانی کے ہی عالم میں تو اسے جیمانی غورہ ہمالیوں کا اقتدار۔

آیا۔ تو کثرت مہاشرت اور افراط شراب خواری سے گیارہ دن۔ کے بعد روز چار شنبہ فہم ذیقعد ۹۲۷ ہجری کو مر گیا۔ اوس کی تاریخ وفات ہے ع آفتاب دکن بشت پیمان۔ اگر یہ بادشاہ

۹۹۷

زندہ رہتا تو علی عادل شاہ بادشاہ بجا پور کہ مادشاہی کا ناشکل تھی۔ بے ایمانی تو اوس کو وراشت میں ملی تھی۔ سید خان عین الملک صلابت خان اور جہانگیر خان کے قتل سے اوس کا باجی بن تجوی ظاہر ہے۔ مگر دل کا طیرا مضبوط اور واقعی بہ درتہ اس کے زمانہ میں احمد نگر کی سلطنت سے شولا پور اور کلپانی کے علاقہ منحل گئے۔ مگر جو صورتیں پڑی تھیں اودن سے

ترقی کی امید تھی لیکن بے وقت کی موت نے سب امیدیں خاک میں ملا دیں۔ اس کے بعد اس کے چار بیٹے اور چار بیٹیاں باقی رہیں۔ خونزہ ہمالیوں میں باجیوں خواجگی پس سرزادہ جہان شاہ قراقرم و نیلو بادشاہ آذربائیجان کی بیٹی اس کی بی بی تھی اوس سے در بیٹے مرتضیٰ اور برہان اور دو بیٹیاں چاند بی بی زوجہ علی عادل شاہ و خدیجہ بی بی مشکوٰۃ جمال الدین حسین آنجنو تھیں باقی دو بیٹے شاہ قاسم اور شاہ منصور اور دو بیٹیاں آقابی بی بی زوجہ میر عبدالوہاب بن سید عبدالعظیم بی بی جمالی زوجہ ابراہیم قطب شاہ کنیزوں سے تھیں۔ مرتضیٰ شاہ جو اس وقت جوان ہو چلا تھا باپ کی جگہ تخت نشین ہوا۔ مگر نو جوانی کے باعث خونزہ ہمالیوں اوس کی مان تکفل امورات سلطنت رہی۔ ملا عنایت الدین پشوا اور قاسم بیگ حکیم دونو ہر روز اوس کے پاس جاتے اور وہ پردہ میں بیٹھ کر ان سے امورات سلطنت میں مشورہ لیتی اور احکام جاری کرتی۔ خونزہ ہمالیوں کے دو بہائی عین الملک و تاج خان اور ایک خواجہ سرا اعتبار خان تھا۔ ان پر اوس کا بڑا اعتبار تھا اوس نے انہیں بڑا اختیار دے رکھا تھا۔ مرتضیٰ شاہ ہمیشہ لمو و لعب اور امر اسے غریب کے ساتھ دل لگیوں میں مشغول رہا کرتا تھا بلکہ یوں سمجھنا چاہیے کہ ماں نے ہی اپنی حکمرانی اور فرماں روائی کے لیے اسے کھیل کود میں لگا رکھا تھا۔ خونزہ ہمالیوں کو بڑی لالچ و عورت نہ تھی۔ مگر لیاقت سے خالی ہی نہ تھی۔

۲۔ علی عادل شاہ کی فوت
اب کیا تھا۔ اب تو علی اول شاہ کو بے ملنگے دل کی مراد مل گئی
کربانک میں .. جب حسین شاہ کا بالکل کھٹکا ہی سٹ کیا۔ فوج لیکر راجہ کو کھجور
کیا۔ اور گرد و نواح کے علاقہ تجارت میں فوج بھیجی۔ زمیندار اور رئیس مطیع ہونا شروع ہوئے
اس نے جس اورن کے ساتھ رعایتیں کیں۔ خلافت دے۔ جاگیہ دین۔ پہلے

علاقہ تاجتیر ایک امیر اور رئیس کے بجال رکھے۔ جب اہل قلعہ نے یہ حالت دیکھی۔ اور اودن کو کمین سے مدد اور رسد نہ ملی۔ تو اونہوں نے اونیز قلعہ داران مگل ایٹگری دماکری نے اطاعت اختیار کر لی۔ پھر علی عادل شاہ نے اپنے معتمد سردار دودن کو اودن قلعوں میں متعین کیا۔ اور اودن کی مرست کر کے بیجا پور کو لوٹ آیا گو وہ کرناٹک سے لوٹ آیا۔ مگر اس موقع مناسب کو اوس نے مفت ضائع کرنا مناسب نہ سمجھا اور کرناٹک کے فتوحات کا کال ارادہ کر لیا۔ بیجا نگر ندی کے واسطے کنارہ تھا۔ اوس کے بائیں کنارہ پردس میل کو ایک قلعہ اناگندی تھا۔ بیجا نگر کی تباہی پر علی عادل شاہ نے اسے آباد کیا۔ یلنراج راجہ کا چھوٹا بیٹا جو لڑائی کی خرابی پر علی عادل شاہ کے پاس حاضر ہو گیا تھا۔ اور اناگندی کے قریب ایک غار میں بسر اوقات کرتا تھا۔ علی عادل شاہ کا طریقہ تھا۔ علی عادل شاہ نے یہ قلعہ اوسے دیدیا اور تمام اثاثہ سلطنت دیکر اوسے وہاں کاراجہ کر دیا۔ اور اوسے اپنا بیٹا بنالیا۔ اور نیکٹا دری کو جس نے اب نلکا پڑھ میں دارا حکومت قرار دیا تھا لکھ بیجا۔ کہ یلنراج کو ہم نے اناگندی کا راجہ کیا ہے۔ اوس سے کچھ مزاحمت نہ کرنا۔ نیکٹا دری میں اس قدر طاقت کمان تھی کہ وہ اس کے خلاف کرتا۔ یلنراج وہاں کاراجہ ہو گیا۔ جب علی عادل شاہ نے قلعہ جات راجہ پور وغیرہ لیے تو اب اوس نے چاہا کہ نیکٹا دری سے کرناٹک کا ملک یلنراج کو دلا دے اور اناگندی اور بیجا نگر اپنے قبضہ میں کر لے۔

۵۹۷۳

۳۔ علی عادل شاہ کا بیجا پور کی انگو حسین شاہ دیا گیا تھا۔ مگر ابھی اوس کے کارکن سب موجود تھے۔ حفاظت کرنا اور اوس کو رونق دینا اونہیں نہ یاد تھا کہ علی عادل شاہ نے دومرتبہ مہم نگر پڑ پڑ پائی کر کے اوسے تباہ کیا ہے۔ دوسرے اب اوس کو کرناٹک کی فتح کے خیالات ہو رہے تھے اس سے حاسدوں کے مددکار سے خیال تھا کہ مبادا پاس پڑوس کے حاکم تغنی ہو کر اوس پڑ پڑ پائی کریں

اس لیے اس نے پہلے شہر بیجاپور کی حفاظت کی طرف توجہ کی اور کشورخان کو جو اس وقت بیجاپور میں سب سے بڑا صاحب تدبیر خیال کیا جاتا تھا حکم دیا کہ شہر کی تفصیل نچتہ بنا سے چنانچہ یہ تفصیل ۳۷ھ میں شروع کی گئی اور تین برس تک بنتی رہی۔ اس تفصیل کا دور چہ فرسخ تھا۔ دیوار کی چوڑائی ۸ گز اور بلندی ۸ گز تھی۔ ۱۲۰ برج نہایت مستحکم اور دیوار پر چہ ہزار لنگرہ اور ۷۰ لکڑیوں کی تھیں۔ مگر کٹر کیان بعد میں بند کر دی گئیں۔ کل شہر کے چہ دروازے رکھے۔ مغربی دروازہ کا نام مکہ دروازہ تھا۔ باقی دروازوں کے نام ارن قصبات کے نام پر رکھے گئے تھے کہ جس کی طرف وہاں سے راستے جاتے تھے۔ اس تفصیل کے گرد ایک خندق بڑی چوڑی اور عمیق کھودی تھی جس کا باقی کبھی خشک نہیں ہوتا تھا۔ جب یہ تفصیل ختم ہو گئی تو امر اور دیگر عایا نے اس میں مکانات بنا کر جس سے شہر کو بڑی آرائش ہو گئی۔ چونکہ کہ ابراہیم عادل شاہ نے بنوایا تھا اس کے دو حصہ اور دو خندق تھے۔ ان خندقوں میں بھی پانی بہا رہتا تھا۔ یہ دو حصہ شہر میں تھے سوائے اس کے شہر کے حصار کے اندر علی عادل شاہ نے تین باغ بھی لگائے تھے۔ یہ بہت بڑے بڑے باغات تھے۔ اول باغ کا نام باغ دوازہ امام تھا۔ یہاں پہلے بارہ باغ تھے اور زمین ملا کر ایک کر دیا تھا۔ اور یہ نام رکھ دیا تھا۔ دوسرے باغ کا نام باغ علوی اور تیسرے کا نام باغ علی تھا۔ پھر اور امر نے بھی اپنے اپنے مکانات کے احاطوں میں پائین باغ لگائے تھے۔ یہاں تک کہ ان سے شہر میں سو سے نہایت افراد سے ملتے تھے۔ پھر کشورخان کو حکم دیا تو وہ سخت بہتر کے پتار کو کاٹ کر دوفرخ سے نہ لایا۔ اور قلعہ کے پاس ایک حوض بنایا اس کا نام کا بنج رکھا۔ اس نہر سے اس حوض میں ہمیشہ پانی بہا رہتا تھا اور تمام شہر میں وہاں سے پانی جاتا تھا۔ بیجاپور سے باہر ایک فرسخ ایک گاؤں شاہ پور تھا۔ وہاں اطراف و جوانب سے تاجر اور مسافر اس

کثرت سے آتے تھے۔ کہ وہ ایک بندرگاہ معلوم ہوتا تھا اور اس کی آبادی ایسی بڑھ گئی تھی۔
 کشمیر کے اور اس کے درمیان صرف اسی فصیل اور خندق کا فاصلہ رہ گیا تھا۔ پہر اسی
 کشورخان۔ نے ایک جامع مسجد بھی بنوائی تھی اور وہ بھی تین سال میں اسی فصیل کے ساتھ
 تیار ہوئی تھی۔

۴۔ علی عادل شاہ کی فوج کشی غرض کہ ۹۷۲ھ میں علی عادل شاہ نے ارادہ کیا کہ خود ملکنڈہ اور تہل
 کرناٹک کے باعث مرتضیٰ شاہ کو جاکر اس سے فتح کرے۔ مگر کشورخان نے کہا کہ۔ کرناٹک میں اس
 اور ابراہیم قطب شاہ اور تغال خان کا حملہ بجا پور پر۔ وقت کوئی بڑا راجہ تو ہے ہی نہیں۔ ملک میں چاروں طرف پارہ
 پارہ ملک لیکر اراج کے سردار اور قلعہ دار خود مختار بن بیٹھے ہیں۔ ان
 پارہ گیروں سے (جو رفتہ رفتہ بالیکار ہو گیا) ملک لینے کے لیے بادشاہ کو خود جانے کی ضرورت
 نہیں ہے۔ اس سبب سے علی عادل شاہ نے کشورخان کو بھی بیس ہزار سوار دیکر وینکٹا دری پر
 ترنامل کو بھیجا۔ جب۔ خبر مشہور ہوئی تو اوہر تو وینکٹا دری نے خونخوار ہمایون اور مرتضیٰ شاہ کو اکٹھا کہ
 حسین شاہ نے یہ ملک یکجا بخایت کیا ہے۔ اب علی عادل شاہ اسے لینا چاہتا ہے۔ براہ
 مہربانی آپ میری حمایت کیجئے۔ اور اس بلا سے مجھے نجات دلائے۔ اور اوہر ابراہیم قطب شاہ
 نے بھی احمد نگر کو ایک قاصد دوڑایا۔ او کہلا بھیجا کہ آپ کو معلوم ہے۔ آج کل ممالک جنوبی
 من کوئی حاکم ذی قدرت نہیں ہے۔ اس لئے علی عادل شاہ نے کشورخان کو اس کی تسخیر کے
 لیے بھیجا ہے وہ ضرور وہاں کامیاب ہوگا۔ مگر اس کامیابی سے مجھے اور آپ دونوں کو نقصان
 ہے۔ کیونکہ اس وقت علی عادل شاہ سے عمدہ برائی شکل ہو رہی ہے۔ اگر اس کو اور ملک
 ہاتھ لگ گیا تو ضرور ہے کہ ہم کو۔ اڑمانا مشکل ہو جائیگا۔ اس کا بندوبست کیجئے۔ میں
 اور آپ دونوں اس کے ملک پر حملہ کریں اور اس کا کچھ ملک چھین لیں۔ تاکہ ہم اور وہ مساوی ہوں

ورنہ وہ بھی اور ملک فتح نہ کرے۔ خنزہر ہمایون نے اس خبر کو سنتے ہی مرتضیٰ نظام شاہ کی طرف سے ابراہیم کو لکھا کہ ہم آتے ہیں آپ بھی تیار ہو جیئے۔ اور اودھ تغال خان سے مدد مانگی۔ اس زمانہ میں تغال خان نے دریا عمواد شاہ کے بیٹوں کو قید کر رکھا تھا اور خود براہ کمالک بن بیٹھا تھا۔ جب علی عادل شاہ نے سنا کہ مرتضیٰ شاہ کا ارادہ ہے کہ میرے ملک پر حملہ کرے تو وہ خود ہی فوج لیکر اوس کے ملک کو چلا۔ جب خنزہر ہمایون نے سنا کہ تغال خان مدد دینے کو راضی ہے۔ اور علی عادل شاہ احمد نگر کو آتا ہے۔ تو اوس نے مرتضیٰ شاہ کو ساتھ لیا اور تغال خان سے شامل ہونے کے لیے براہ کی طرف کو کوچ کیا۔ اور ابراہیم قطب شاہ کو لکھا کہ آپ کی امداد کے امید پر ہم نے خان اعظم تغال خان کے اتفاق سے براہ کو لاس بیجا پور کا ارادہ کیا ہے۔ آپ بھی جلد آئے یہ سنتے ہی ابراہیم بھی چل کھڑا۔ اودھ سے مرتضیٰ اور تغال خان کا بیٹا مشیر الملک اپنی اپنی فوجوں سے آئے۔ اور یہ تینوں لشکر قندبار اور کولاس کے درمیان اکٹھے ہو گئے۔

۵۔ بیجا پور پر نا کامیابی علی عادل شاہ کو غالباً یہ خیال بھی نہ تھا کہ اس طرح اوس لے برخلاف تینوں بادشاہ متفق ہو جائیں گے۔ وہ صرف احمد نگر والوں کو ہی اپنا دشمن سمجھتا تھا اوس نے انہی نہیں کیا تھا کہ علی برید شاہ کو ہی اپنے ساتھ ملا لیتا اب اوس کو ٹبری فکر ہوئی۔ اوس نے بیجا پور کو لوٹنا مناسب نہ سمجھا کہ مباد اکمین وہ وہاں گھر جاے۔ اور شاہ دیک میں ٹھہرا رہا۔ مگر بیجا پور کی حفاظت کو اچھی فوج بھیج دی۔ اور کشور خان کو لکھا کہ وہ کرناٹک سے بیجا پور کو لوٹ آئے یہ تینوں متفقہ لشکر بیجا پور پہنچے اور شاہ پور کے حوض پر قیام کیا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ حصار شہر ابھی زیر تعمیر ہے تو یہ خوش ہو گئے کہ اس وقت قلعہ کھاتھا آنا سہل ہے۔ علی عادل شاہ کی فوج وہاں ان کے آنے سے ایک روز پہلے پہنچ چکی تھی۔ امرانے آتے ہی شہر کے

چھوٹوں و دروازوں کو آپس میں تقسیم کر لیا تھا۔ اور ہر ایک اپنی اپنی سمت کی حفاظت کا مکمل
 ہو گیا تھا۔ چھ ہزار خاص خیل بھی آگئے تھے تیسرے روز دشمنوں نے حصار کے گرد دورہ کیا۔
 تاکہ ایسا مقام تلاش کریں کہ جواہی بنانہ ہو اور اوہر سے ہم اندر گس سکیں۔ جہاں سے
 دورہ شروع ہوا وہیں سے قلعہ پر سے ایک توپ کا فیر ہوا۔ کہ جس سے ایک ہاتی اور دو
 گھوڑے مر گئے۔ اس سبب سے دشمن پیچھے ہٹ گئے۔ اور دروازے سے دورہ شروع کیا
 جب ساردار دروازہ کے سامنے آئے تو محافظین قلعہ نے حملہ کیا۔ اور سخت لڑایا اگر قلعہ میں
 ہباگ گئے۔ منگلی دروازے والوں نے بھی بڑا خوب لڑائی کی۔ ہٹنڈیا نام ایک ہندو سردار
 دو ہزار سواروں کا افسر تھا۔ اوس کی فوج میں تمام گھوڑا تھیں۔ اور ایسی عمدہ تھیں
 کہ ہر ایک کی قیمت تین سو ہون خیال کی جاتی تھی۔ اوس نے اپنی سب فوج کو ایک کیمین
 میں چبا دیا۔ اور تین سو سواروں سے سامنے آیا۔ دشمنوں نے اوس پر حملہ کیا وہ پیچھے کو
 ہٹا۔ اور ہٹتے ہٹتے کیمین پر لایا۔ کہ یکایک اوس کی بقیہ فوج دشمن پھیل پڑی۔ اور بہت
 نقصان پہونچایا۔ کچھ ہاتی گھوڑے چھین لیے اب دوپہر کا وقت تھا۔ گرمی شدت سے بڑھی
 تھی۔ پانی کی قلت تھی۔ دشمنوں نے اندپور کے حوض کا قصد کیا۔ دروازہ اندپور کا خان
 و نصیر الملک پیر محمد مقرب خان وغیرہ حوالدار متعین تھے۔ انہوں نے بڑا کڑا سنا گھیر لیا۔
 جب دشمنوں میں بے آبی کے باعث تشویش پہلی تو عادل شاہیوں نے انہیں مارنا لوٹنا
 شروع کیا اور بہت کچھ پریشان کیا۔ اسی میں دور سے گردوغبار اڑتا نظر آیا معلوم ہوا کہ کچھ
 فوج آرہی ہے۔ طرین متردو تھے کہ کون ہے۔ جب سوار قریب آئے تو معلوم ہوا کہ کشو خان
 ہے جو ترنامل سے آ رہا ہے اس سے اہل قلعہ کو ہمت بڑھ گئی اور انہوں نے محاصرین کو
 نکل نکل مارنا شروع کیا۔ کشو خان نے ڈیرہ سوہاتی اور چار پانچ ہزار گھوڑے چھین لیے۔

نظام شاہیوں کو بڑی شکست ہوئی مولانا عفایت احمد دارالمہام نظام شاہی کو مشیر زادہ نام ایک عادل شاہی سپاہی نے گرفتار کر لیا۔ مگر اپنے گھوڑے چھوڑ کر اگر یہ تعظیم تمام اوسے اوسے کے لشکر میں بھیجی یا اسی طرح مولانا جمال الدین نظام شاہ کا خزانہ دار بھی مع رفقا گرفتار ہو کاس خان جو اس وقت علی عادل شاہ کے یہاں سر لشکر اور بیجا پور کا محافظ تھا پہلے نظام شاہ کا نوکر تھا اوس کا غالباً یہ خیال ہو گا کہ اگر کبھی عادل شاہ سے ناموافقیت ہوئی تو نظام شاہ کے یہاں پہنچا گھوڑا اس سبب سے اوس نے نہ صرف جمال الدین وغیرہ کو چھوڑ ہی دیا بلکہ کچھ میوہ جات بھی نظام شاہ کو بھیجے۔ اور لکھا کہ اب تک تو یہاں ضرر میں ہی محافظ تھا۔ جہاں تک مجھ سے ہو سکتا تھا میں آپ کی رعایت کرتا تھا۔ مگر اب کشور خان آگیا ہے۔ وہ آپ کی رعایت نہ کرے گا بہتر ہے کہ آپ یہاں سے اپنے ملک کو ہٹ جائے۔

۶۔ افواج متفقہ کی دہلی کو کہ شہر بیجا پور پر افواج متفقہ کو ناکامیابی ہوئی مگر علاقہ بیجا پور میں تمام بیجا پور سے۔ پرگنات و قریات انہوں نے دیران کر دیے۔ علی عادل شاہ کو علاقہ کو گئی مین جا بجا ہنگام اور وہ نہایت پریشان ہوا۔ آخر اوس نے ابراہیم قطب شاہ کو صلح کے واسطے لکھا۔ اس کا تو ہمیشہ کا قاعدہ تھا کہ دورنگے کام کیا کرتا تھا۔ اوس کو یہ بھی منظور نہ تھا کہ علی عادل شاہ دہلی چائے۔ اور اتنی کی قوت بڑھ جائے۔ اوس نے مرتضیٰ اور تھال خان کو سمجھا جو جاکر احمد نگر اور برار کو واپس کیا۔ اور آپ بھی چل دیا۔ اب کشور خان نے تمام لہرے عادل شاہی کو جمع کیا اور کہا کہ ایسا موقع چہرہ ملیگا۔ نظام شاہ اکیلا ہے۔ اوسکی فوج بیدل و منتشر ہے۔ چلو کہوشش کرو اور اومیں گرفتار کر لو۔ شاہ ابوالحسن وادشاہ طاہر جس کے خیالات بھی کامل غمان کی طرح کے ہے تمہے کشور خان کی راہ سے متفق نہوا۔ بلکہ کہا کہ اگر بس دھت تعاقب کیا جائیگا۔ تو سلطنت نظام شاہی برباد ہو جائیگی اور دکن میں ہر تمام

ملک کا ایک ہی مالک ہو جائیگا۔ مگر کشور خان نے ابو الحسن کی رائے کے برخلاف متعاقب کیا اور بہت آدمیوں کو مارا اور قید کر لیا۔ گھوڑے ہائی چمین لئے۔ اور سرحد تک برابر تیار تا چلا گیا بعد ازاں سب امیر شاہ درک کے مقام پر علی عادل شاہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور بادشاہ کے ساتھ بیجا پور کو واپس آئے۔

۷۔ علی عادل شاہ اور مرصعی شاہ کا حملہ برار پر جب نظام شاہ اور تغال خان اور براہیم قطب شاہ اپنے اپنے ملکوں کو چلے گئے تو علی عادل شاہ نے انتقام کی فکر کی۔ پہلے تغال خان والی برار سے بدلہ لینے کا ارادہ کیا۔ کیونکہ ان تینوں میں یہی کمزور تھا۔ اور کچھ دے دلا کر خونخوار ہمایوں کو اپنا دوست بنالیا۔ اور تغال خان پر اس سے اتفاق کر کے دو سو سال اس بنا پر یورش کی کہ وہ سب بادشاہوں کے ساتھ بیجا پور کے حملہ میں شریک نہ ہوتا تھا۔ یہ دونو بادشاہ نواحی اوسہ میں آئے اور ملکر یہ ٹھہرا لیا کہ پہلے برار اور پرتلنگانہ کو فتح کر لیں۔ ایلمچو تک خوب غارت کیا۔ اور کاشتکاری کو ایسا تباہ و برباد کیا کہ ملک میں خاک اڑنے لگی۔ تغال خان قلعہ کا دیں میں حصن ہو گیا مگر جب ایام بابرش قریب آ گئے اور تغال خان نے علی عادل شاہ کو جو ان دونوں میں زبردست تھا۔ دولاکھ ہون اور پچاس ہائی اور بہت سے تحفے تجاویف بھیج دیے اور اسے راضی کر لیا۔ تو علی عادل شاہ نے برسات کے زمانہ سے تین مہینے شاہ کو برار سے واپس ہونے پر راضی کر لیا۔ اور تلنگانہ کی فتح کا ارادہ کیا۔ پانچہ اخلاص خان اور عزیز الملک دو نظام شاہی سردار آگے آگے تلنگانہ کے ارادہ سے کولاس کی طرف کو چلے۔ اور جب دونوں بدوین کا کا دیں سے کوئی ہوا تو عادل شاہ کے پانچ ہزار برک فوج نے انتقام شاہ کا اسباب کمین گاہ۔ سے ٹکرا بوت لیا۔ اور منصور خان نظام شاہی سردار جب مقابلہ پر آیا تو اسے بھی قتل کر ڈالا اس سبب سے دونو بادشاہوں میں رنجش ہو گئی۔ خود ہی آپس میں

لڑنے کو کہڑے ہو گئے۔ گرد و توپوں کے خیر خواہوں نے رفع فساد کرادیا۔ اور یہ ٹھہرایا کہ عادل شاہ پہلے کوچ کر کے چلا جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا عادل شاہ اول اپنے وطن کو چلا آیا۔ بعد ازاں نظام شاہ احمد نگر چلا گیا۔ اس مفت کی بخشش سے ابراہیم قطب شاہ کا بڑا فائدہ ہو گیا۔ ورنہ اس کی سلطنت کو سخت نقصان پہونچتا۔

۸۔ ابراہیم قطب شاہ یلمترج اور تفضی شاہ جب ابراہیم قطب شاہ نے سنا کہ علی عادل شاہ اس سے تباہ کا علی عادل شاہ کے برخلاف اوٹنا کرنا چاہتا ہے تو اس نے بھی نظام شاہ کو کانٹھا۔ اور رسل و رسالے مگر باہم نا اتفاقی ہو جانا۔

بھیجا اپنی وفاداری اور عادل شاہ کی یہ عمدی جتا کر ملاقات کی خواہش کی۔ اور لکھا کہ آپ دریا کے کشنا کے کنارے آئے اور میں اور یلمترج بھی جو میرے ساتھ متفق ہے وہاں آتے ہیں نظام شاہ بھی علی عادل شاہ سے ناراض ہو رہا تھا اس نے بھی ابراہیم قطب شاہ کے آدمیوں کے پہونچنے سے پہلے ہی اسی قسم کی ابراہیم سے استدعا کی تھی۔ جب ایلمیون کے ذریعے سے دونوں بادشاہ راضی ہو گئے۔ تو ابراہیم نے یلمترج کو بھی راضی کر لیا۔ بعد ازاں تینوں شخص مع افواج دریا کے کشنا کے کنارے آکر ملاقاتی ہوئے اور یہ تجویز پیش کی کہ تینوں ملکر بیجا پور پر حملہ کریں۔ مرتضیٰ شاہ کا تو عدم وجود اس وقت تک یسکان تھا خونہ ہمایون مالک ہو رہی تھی۔ اس کے مشیروں نے یلمترج کے پاس آدمی بھیجا کہ دو لاکھ ہون لغل بہا کے دو یلمترج یہ سنتے ہی گمیر آیا۔ اس کا خیال تھا کہ ان کے ساتھ شامل ہونے سے بیجا نگر کا ملک جو عادل شاہ نے لے لیا ہے اسے پہر مل جائیگا۔ اس نے ابراہیم سے کہا کہ یہ معاملہ تو دگرگون ہوتا معلوم ہوتا ہے۔ روپیہ کی طلبی کے مجھ سے پہ۔ ابراہیم قطب شاہ نے خوترہ ہمایون اور مرتضیٰ شاہ کو کہلا بھیجا۔ کہ ایک زبردست آدمی سے یہ عادل شاہ سے مقابلہ ہے یہ وقت یلمترج سے بچاؤ نے کامین ہے بہتر ہے کہ تلافی یافت کیجئے۔ یلمترج کے پاس

دس ہزار سوار پیادہ بہن اور وہ میرے بہرہ پر آئے۔ مین نہیں چاہتا کہ کسی طرح بدعہدی کی جائے۔ مگر نظام شاہ نے کچھ نہ سنا اور قریب تھا کہ یلترج اور نظام شاہ سے لڑائی ہو جائے کہ ابراہیم قطب شاہ نے یلترج سے صلاح کی اور دونوں نے اپنے اپنے ملکوں کو کوچ کر دیا۔ جب یہ لوگ یہاں اکٹھے ہوئے تھے تو علی عادل شاہ بھی فوج لیکر آگیا تھا جب اوس نے دیکھا کہ ابراہیم قطب شاہ اور یلترج چلے گئے تو اوس نے نظام شاہ کو گھیرا۔ اس لینے نہا ام شاہ نے اپنے ملک کا راستہ بند دیکھ کر ابراہیم قطب شاہ کے ملک کا ارادہ کیا۔ اور کوٹلیکنڈہ اور ہینپورہ میں لوٹ مار پھاڑی۔ ابراہیم نے صلابت خان اور عام خان اور مقرب خان کو اون کے مقابلہ میں بھیجا۔ اور تمام علاقہ نظام شاہ کے برخلاف اڑھ کھڑا ہوا جس سے اوسے نہایت پریشانی ہوئی۔ قطب شاہی سردار دن میں تہ مقرب خان اور نظام شاہی لوگوں میں معتمد خان سرفروخت مارے گئے اور کمال خان نظام شاہی رضی ہوا لاچار نظام شاہ اپنے ملک کو واپس ہوا۔ اور چون توں احمد نگر کو پہنچ گیا۔

۹۔ سرحد نظام، پرتو خان، کشور خان کی خیر خواہی اور جانفشانی کو دیکھ کر علی عادل شاہ نے کے فتوحات۔ اوس کام تہ اس وقت بہت بڑا دیا تھا اور اسے اسد خان لاری کا

منصب اور علم دیا تھا کہ جس پر شیر شہزہ کی صورت منقش تھی۔ اور نہایت خاطر کرتا تھا۔ یہاں تک کہ علی عادل شاہ کے امرا اوس سے مدد کرنے لگے تھے اور چاہتے تھے کہ اسے بادشاہ کی نظروں سے کسی طرح گرا دیں اس سبب سے کشور خان نے یہ ارادہ کیا کہ وہ بیجا پور میں نہ رہے۔ بلکہ باہر علاقہ میں کہیں رہا کرے۔ اس زمانہ میں خونہ ہمایون نے احمد نگر کا نصف ملک اپنے ہمایون وغیرہ کو جاگیر میں دیدیا تھا اور وہ بڑی بے پروائی سے عیش کیا کرتے تھے۔ اوس نے حسب بہتر یہ تدبیر سوچا کہ نظام شاہ کے ملک پر حملہ کرنے کے لیے

عادل شاہ کو بڑھایا۔ اور اوس سے اجازت لیکر پہلے قصبہ کندالہ کی تسخیر کی طرف جو قصبہ چاکنہ سے بیس کوس پر ہے تو جد کی۔ اور نظام شاہی قلعہ دارون سے مل ملا کر ۵۷ فہرین اوس سے لے لیا۔ جب خنزہ ہمایون کو اس کی خبر پہونچی تو اوس نے کچھ دکنی سرداروں کو کشورخان کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ مگر کشورخان نے انہیں قصبہ کچ کے قریب شکست دی۔ اور دشمن بجال پریشان احمد نگر کو ہماگ گئے۔ اب کشورخان نے رعایا کو تسلی و دلاسا دیکر خریف و بیج کا محمولہ سرحد نظام شاہی سے قریب بیس لاکھ ہون کے وصول کیا۔ اور جہان فتح پانی تھی وہاں قلعہ بنانے کا ارادہ کیا۔ اور علی عادل شاہ سے کہا کہ شاہ درک سے دس فرسخ پر ایک قلعہ ماہ درک تھا جواب بالکل منہدم ہو گیا ہے۔ اگر اجازت ہو تو وہاں ایک قلعہ بنا لیا جائے۔ جس سے نظام شاہی ملک پر پناہ لیکر خوب حملہ ہو سکتا ہے۔ اس میں امرائے عادل شاہی کی رائے میں اختلاف ہوا۔ مولانا غنایت اللہ شیرازی مخاطب بہ افضل خان نے قرآن سے استخارہ کیا۔ تو آیت قمال نکلی۔ لوگوں نے اسے بدشگونی سمجھا۔ مگر کشورخان نے کہا کہ اس آیت کا مطلب دو نوزیق سے ہو سکتا ہے آخر علی عادل شاہ نے فیصلہ کیا کہ کشورخان کو اختیار ہے جو چاہے کرے۔ اوس نے اجازت حاصل ہوتے ہی ایک سنگین مضبوط قلعہ بنایا۔ جواب دہارور کے نام سے مشہور ہے۔ آگس خان ایک سردار بھی اس قلعہ کی تعمیر میں شریک تھا اور کشورخان سے عداوت رکھتا تھا اوس نے اپنی سمت میں ایک رشتہ اس بہانہ سے چھوڑ دیا کہ ادھر سے مویشی آیا جائے اگر نیگے جب قلعہ تیار ہو گیا تو کشورخان نے اوسے تپ و تفتنگ سے خوب مضبوط کیا۔ اور جالیں ہڑا کر کٹدی غلہ نظام شاہی علاقہ سے لوٹ کر اوس میں جمع کیا۔ اور عادل شاہیوں کو نظام شاہی سے بد پر خوب غلبہ ہو گیا۔

۱۔ مرتضیٰ شاہ کا خورہ ہمایون کے خورہ ہمایون کے عہد میں امراے قیدی بے اختیار ہو گئے تھے
 دفع تسلط کے تدبیر کرنا۔ اور مرتضیٰ شاہ کے پاس رہا کر۔ تھے۔ انہوں نے کنویر خان کے
 تسلط کو خورہ ہمایون کے آدمیوں کی غفلت سے منسوب کیا اور شاہ جمال الدین حسین انجو
 اور مرتضیٰ خان اوس کے برادر زادہ اور قاسم بیگ حکیم و شاہ احمد نے مرتضیٰ شاہ سے
 خلوت میں خورہ ہمایون کی شکایت کی۔ مرتضیٰ شاہ نے کہا کہ تمام امرا و والدہ کے بنائے
 ہوئے ہیں میں انہیں کس طرح دفع کر کے خود مختار ہو سکتا ہوں اس پر امرانے کہا
 کہ اخلاص خان و منشی خان و فرہاد خان امراے حبشی ملکہ خورہ ہمایون کا علاج کر سکتے
 ہیں۔ مرتضیٰ شاہ نے انہیں اس کام کے سرانجام کی اجازت دیدی انہوں نے ان
 حبشیوں کو لگانٹا اور مرتضیٰ کے پاس سلام کے بہانہ سے لائے۔ جب مرتضیٰ بخوبی راضی
 ہو گیا۔ تو جمال الدین حسین انجو و شاہ احمد و مرتضیٰ خان اوس نے کچھ عورتوں اور خواجہ سراؤں
 کو حرم میں بھیج کر خورہ ہمایون کو گرفتار کر لیا۔ اتفاقاً خورہ ہمایون نے اسی وقت مرتضیٰ
 کو کسی کام سے لیے حرم میں بولایا۔ مرتضیٰ کو گمان ہوا کہ میری ماں کو اس منصوبہ کی خبر ہو گئی
 ہے اور اوس نے مجھے سلطنت سے معزول کر دینے کے لیے بولایا ہے۔ اس لئے اندر جاتے
 ہی اپنی بریت کے واسطے ماں سے یہ تمام داستان کہدی کہ فلان فلان شخص تجھے پکڑ کر
 مقید کرنا چاہتے ہیں۔ جب اوسے یہ خبر لگ گئی تو وہ فوراً شام کے وقت پردہ کے پیچھے
 آکر بیٹھی۔ اور جمال الدین حسین انجو کو گرفتار کر کے مقید کر دیا فرہاد خان اخلاص نان حبشی خاں اس
 خبر کو سنتے ہی فوراً قلعہ سے باہر چلے گئے۔ اور شاہ احمد اور مرتضیٰ خان ہی اپنے پیادوں
 کے ساتھ ہو کر قلعہ سے اپنے گہر چلے گئے۔ اور سید مرتضیٰ سبزواری اور خواجہ میر کے دبیر
 اصفاہانی وغیرہ زیب جو نظام شاہ کے خاصہ خیل تھے اور ان پر اس سازش میں شریک

ہونے کا شبہ تھا سوار ہو کر قلعہ سے باہر نکل گئے خنزہ ہمایون نے مرتضیٰ خان کی گرفتاری کے لیے آدمی بھیجے۔ مگر وہ رید مرتضیٰ سبزواری اور خواجہ میرک وغیرہ کے اتفاق سے بیجاپور کو بہاگ گیا۔ اور فرہاد خان وغیرہ تمام شب کا لے چوتراہ پر اپنی فوجوں سمیت ٹھہرے رہے کہ اپنے بچوں کو لو لاکر گجرات کو بہاگ جائیں خنزہ ہمایون نے قاسم بیگ کو ان کے پاس بھیجا۔ کہ تم اس معاملہ میں شریک نہ تھے تم کو کیوں خوف ہے چاہیے کہ اپنے اپنے گہروں میں چلے آؤ۔ مگر انہوں نے قاسم بیگ سے کہا سب کو معلوم ہے کہ ہم تم اس سازش میں شریک تھے۔ خنزہ ہمایون اس وقت کو ٹالتی ہے اس کے بعد سب کو قتل کر دیگی بہتر ہے کہ تو بھی ہمارے ہی ساتھ رہ اور یہاں سے نکل چل قاسم بیگ کے بھی خیال میں آگیا۔ اور وہ بھی بہر خنزہ ہمایون کے پاس لوٹ کر نہ گیا۔ بلکہ اپنے بیٹے کمان الدین حسین کو بھی بولالیا۔ اور ایک جواہرات کا صندوق جو اس کی تمام عمر کی کمائی تھی شاہ رفیع الدین ولد شاہ محمد طاہر کو امانتاً سپرد کر کے فرہاد وغیرہ کے ساتھ گجرات کو چلا۔ خنزہ ہمایون نے یہ سن کر کچھ آدمی ان کے تعاقب میں بھیجے اخلاص خان اور حبشی خان احمد نگر کو واپس چلے آئے۔ اور کمال الدین حسین جو سترہ سال کا لڑکا تھا گرفتار ہو گیا۔ اور خنزہ ہمایون نے اسے قید کر دیا۔ مگر قاسم بیگ اور فرہاد خان بہاگ کر گجرات چلے گئے۔ اس کے بعد خنزہ ہمایون نے کمال الدین حسین کو چھوڑ کر اسے پہر اس کی جاگیر ات دیدین اور فرہاد خان گجرات سے اور شاہ احمد اور مرتضیٰ خان بیجاپور سے قولنامہ بھیجنے پر لوٹ آئے۔ مگر قاسم بیگ نہیں آیا۔ اور اس نے کسی کو یہی بکر شاہ رفیع الدین حسین سے اپنا صندوق منگایا۔ رفیع الدین نے سربہرہ صندوق اس آدمی کو دیدیا۔ مگر جب قاسم بیگ کے پاس پہونچا اور اس نے مہر کو لکھنا شروع کیا تو اس میں جواہرات نہ پائے اس پر اسی وقت قاسم بیگ نے

ایک چنچ ماری اور بیمار پر کر چند روز میں مر گیا۔ یہ واقعہ ۹۷۷ھ کا ہے۔

۱۱۔ خونزہ ہمایون کی مغرولی چونکہ کشور خان نے اب بڑا شور مچا رکھا تھا۔ خونزہ ہمایون بہت اور مرتضیٰ شاہ کی خود مختاری مشغوش تھی۔ ملا عنایت اسد اور کشور خان کی موافقت کے

کے خیال سے خونزہ ہمایون نے ملا عنایت اسد کو قلعہ چوند میں قید کر دیا اور پراچھا سازو سامان کر کے ۹۷۷ھ میں مرتضیٰ شاہ کو لیکر کشور خان کے دفع کے لیے چلی۔ جب لشکر دامن کالور

میں پہنچا۔ تو ملا حسین تبریزی و شاہ احمد مرتضیٰ خان مصاحبین مرتضیٰ شاہ نے پہر دلیری کی اور مرتضیٰ شاہ کو خونزہ ہمایون کی گرفتاری کی تحریص دلائی۔ اس وقت مرتضیٰ شاہ بھی

اپنی مان سے بہت کشیدہ ہو رہا تھا۔ ابکی مرتبہ اپنے ارادہ میں خوب ثابت قدم رہا اور اس سے شکاک کی اجازت لیکر صبح کو باہر جانیکا ارادہ کیا۔ ادر فرہاد خان اخلاص خان و عبثی خان

سے کھلا ہیجا کہ میں صبح کو والدہ کی اجازت سے شکرا کو جاتا ہوں چاہیے کہ آپ اوزیر اکثر امرا میسر ساتھ ہوں یہ لوگ سمجھ گئے۔ جب صبح کو مرتضیٰ شاہ نکلا تو عین الملک اور تاج خان

اور اعتبار خان کے سوا تمام امیر اوس کے ہمراہ ہوئے خونزہ ہمایون بھی ایک علاقہ دور تھی وہ بھی تار گئی۔ اور شکرا کے بہانہ سے اپنے رفقا اور معتبر آدمیوں کو ساتھ لیکر باہر نکل گئی

مگر ایک آج کی کسر رہ گئی وقت معین سے پہلے لوٹ آئی۔ بہانہ اوس کی غیبت میں پہرہ چوکی والے اپنے اپنے فرد گاہوں میں آرام کرنے کو پہلے گئے تھے۔ خونزہ ہمایون مکان میں اکیلی

تھے۔ مرتضیٰ شاہ نے اس موقع کو غنیمت تصور کر کے عبثی خان کو جو ایک اہم تاجر شخص تھا خونزہ ہمایون کی گرفتاری کے واسطے بھیجا۔ ادر فرہاد خان اخلاص خان جی بھیجے سے گئے۔ اور

خود بھی اپنے خاصہ خیل اور امرا سے مجلس کو لیکر متعاقب روانہ ہوئے۔ جب عبثی خان سر پر وہ کے متصل پہنچا تو خونزہ ہمایون برقع پہن کر کش اور شمشیر و خنجر لیکر گڑھے پر سوار ہو مقبل ہوئی

حبشی خان بھی جیسے سوار تھا اسی طرح سوار ہی آگے آیا۔ اور اوس سے کہا کہ بادشاہ کا حکم ہے کہ جیسے اور بیگمات حرم میں رہتی ہیں اسی طرح آپ بھی حرم میں رہا کریں اور مہمان سلطنت میں کچھ دخل نہ دیں۔ خونزہ ہمایون نے کہا۔ اے غلام تو یہ کیا بکتا ہے۔ اب حبشی خان نے چاہا کہ اوسے بازو پکڑ کر گھوڑے پر سے اوتار لے۔ اوس نے خنجر نکالا مگر حبشی خان زبردست جوان تھا اوس نے ہاتھ پکڑ کر خنجر چسبن لیا۔ عین الملک اور تاج الملک نے بہن کی خلاصی کے لیے کچھ کوشش نہ کی بہاگ گئے۔ حبشی خان خونزہ ہمایون کو بالکی میں سوار کر کر مرتضیٰ شاہ کے پاس لے آیا۔ بیٹے نے مان کو فوراً پہرہ والوں کے سپرد کر دیا۔ اور پہرہ تابدہ زست قید رہی۔ اور مرتضیٰ شاہ خود مختار ہو گیا۔ یہ عورت بادشاہی کے لایق نہ تھی اور امور اس سلطنت کو خوب سمجھتی تھی۔ مرتضیٰ شاہ کی اوس کو بڑی محبت تھی اس وجہ سے اوس نے اوسے عزت دے رکھی تھی۔ اور امرا و اراکین دورنگے ہو رہے تھے جس سے سلطنت کے کام کی قدر ڈھیلے پڑ گئے تھے۔ اگر یہ محبت نہ ہوتی تو تمام امیر اوس کے کہنے میں ہوتے۔ اور سب کام اچھے پلتے۔ چونکہ ملازمین تبریزی نے اس وقت بڑی نیہ خواہی کی تھی مرتضیٰ شاہ نے اوسے خطاب خانخانان دیکر اپنا پیشوا مقرر کیا۔ اور کمال الدین حسین پسر قاسم بیگ حکیم کو جو گجرات سے واپس آگیا تھا باپ کا ہی خطاب دیا۔ اور شاہ احمد کو مرتضیٰ خان کا خطاب دیکر اعتبار خان خواجہ سرا کی جاگیر اور منصب عنایت کیا اور عین الملک اور تاج خان کے ثعالب میں فوج بھیجی۔ عین الملک تو گجرات کی طرف سے پکڑا آیا۔ مگر تاج خان ابراہیم قطب شاہ کی مدد میں بہاگ گیا۔ اور پھر مرتضیٰ شاہ نے انہنگا کو لوٹ کر جو امرائے غریب اور اکی خدمت میں حاضر ہوئے سب کو مناصب اور خطابات لایقہ دیکر مسرور و مشکور بنایا۔

۱۲۔ مرتضیٰ شاہ کا جو بیٹا گھر اب مرتضیٰ شاہ نے کشورخان کے استیصال کا ارادہ کیا۔ اور ابراہیم کشورخان کو قتل کرنا اور قلعہ دہار دور قطب شاہ کو اپنی مدد کے لیے بلا لیا۔ اور اچھی فوج لیکر دہار دور کو روٹ اپنی تمام علاقہ کا عادل شاہ سے دوایا۔ ہوا کشورخان بھی غافل نہ تھا۔ اس نے عادل شاہ کو کہا کہ اس وقت مرتضیٰ شاہ بڑے ساز و سامان سے آ رہا ہے۔ آپ میری مدد کو کچھ فوج بھیجئے۔ اور خود بھی تشریف لائے عادل شاہ نے مدد بھیجی۔ مگر کشورخان کو اس مدد سے بڑا نقصان پہونچا۔ کشورخان کہ بہادر اور اچھا سپاہی تھا۔ مگر لہذا نہ تھا۔ دربار میں اس کے دشمن بہت ہو گئے تھے۔ شاہ ابوالحسن اور عین الملک و نورخان وغیرہ اس کے برخلاف تھے شاہ ابوالحسن نے علی عادل شاہ کو کچھ ایسی باتیں سوچوائیں کہ وہ خود کشورخان کی مدد کو نہ گیا بلکہ عین الملک و نورخان وغیرہ کو روانہ کیا۔ شاہ ابوالحسن نے عین الملک اور نورخان سے کہا کہ اگر کشورخان کی تم نے یہاں مدد کی تو تمہارا نام مطلق نہ ہوگا بلکہ فتح اوسی کے نام رہیگی۔ اور اسی کا اعزاز بڑھایگا بہتر ہے کہ تم اس سے جدا ہو کر کوئی کام کرو۔ مرتضیٰ شاہ اس وقت دہار دور سے ایک منزل پر ایک ندی کے کنارہ پڑا ہوا تھا۔ اور اپنے مخصوصوں کے ساتھ اپنے ہاتھ سے کھانا پکھا رہا تھا کہ اسی میں ایک جاسوس کشورخان کے پاس سے آیا۔ اور مرتضیٰ شاہ کو ایک کاغذ بھر دیا۔ اس میں کشورخان کی طرف سے لکھا ہوا تھا کہ دولت آباد کو ہم نے دیدہ و دانستہ تمہارے پاس چھوڑ دیا ہے بہتر ہے کہ لوٹ جاؤ ورنہ اسے اپنی زمین پر خوش خواہیڈ۔ مرتضیٰ شاہ ان گستاخانہ باتوں سے نہایت بوش میں آگیا۔ اور غیرت میں آکر اسی وقت گھوڑے پر سوار ہو کر کہا۔ کہ میں گھوڑے سے اس وقت اترونگا جب کہ قلعہ دہار دور فتح کر لوں گا اور سیدہ دہار دور کے قلعہ پر چاہر بچا۔ اس کے امر نے کہا کہ قلعہ کنائی کے یہ طریق نہیں ہو کر تھے۔ ایسا مضبوط قلعہ کہیں ایسی آسانی سے فتح ہو سکتا ہے۔ اس نے کہ کہ

اگر میری اجل نہیں آئی ہے تو میں اسے فتح کر لوں گا۔ ورنہ اسی طرح مرجاؤں گا۔ جب امرانے اوس کے استقلال کو دیکھا۔ تو اوس سے ہتھیار پھینکنے کے واسطے درخواست کی ہتھیار تو اوس نے بمشکل کہنے سننے سے سنت رسول صلعم بھجکیرین لئے۔ مگر منہ نہ پھیرا۔ سید ہا قلعہ پر بڑھا چلا گیا۔ عین الملک اور نورخان یکا یک کشورخان کی مرضی کے خلاف قلعہ سے باہر چلے گئے اور کشورخان سے کہا کہ ہم مین مرتضیٰ کے مقابلہ کی تاب نہیں ہے۔ ہم احمد نگر کو جاتے ہیں اور ادھر لوٹ مار بچاتے ہیں۔ مرتضیٰ یہ دیکھ کر دبا دھڑک چوڑا کر خود چلا جایگا اس وقت ان کے اس قول سے اس شعر کے معنی عیان تھے ۵

کین رہ کہ تو میری بدتر کسانست

ترسم نہ رسی یہ کعبہ اے اعرابی

گو یہ لوگ تو ادھر گئے مگر کشورخان نے ہمت نہ ہاری اور جو کچھ تھوڑے بہت اپنے آدمی تھے وہ لیکر قلعہ کی حفاظت کی۔ غرض کہ اہل قلعہ نے دیکھتے ہی گولیوں اور تیروں کا مینہ برسا نہ شروع کیا۔ نظام شاہی آدمی متواتر ضائع ہونے لگے قلعہ سے پچاس گز کا فاصلہ رہ گیا۔ مگر کسی کی مجال نہ تھی کہ مرتضیٰ شاہ سے رکنے کو کہے۔ یہاں تک کہ خود اوس کے دربار بھی دو تین گولیاں آکر گرین مگر اوس نے خیال بھی نہ کیا۔ قلعہ میں گھسنے کے ارادہ سے آگے بڑھا چلا گیا۔ کشورخان نے جب یہ حالت دیکھی تو اوس نے بھی کمی نہ کی۔ خود ہتھیار باندھ آپ بھی کھڑا ہو گیا۔ اور قلعہ کی دیوار پر سامنے آکر لوگوں کو لڑائی کی تحریص و ترغیب دینے لگا۔ قضا را کشورخان کے ناف کے نیچے ایک تیرا کر لگا۔ اور وہ اوسی وقت مر گیا۔ اور اوس کی فوج بے دل ہو کر فوراً قلعہ سے بھاگی۔ جب ادھر سے لڑائی بند ہوئی تو مرتضیٰ شاہ کے آدمیوں کو اول تو تعجب ہوا اور پھر جب کٹر کی آواز سے قلعہ میں گھس کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ کشورخان مارا گیا ہے اور قلعہ کی فوج بھاگ ہی ہے۔ مرتضیٰ شاہ قلعہ میں آیا۔ اور قلعہ فتح ہونے پر گھوڑے

سے اور امر تفضی شاہ نے جو اس وقت عزم بالخزم کیا تانی الواقع دنیا کے بڑے بڑے کام تو ایسے ہی پکے ارادوں سے ہوا کرتے ہیں **نظم**

سلاطین کہ کشور کشائی کنند +	بہ توفیق حق بادشاہی کنند
چو تائید یا بند از لطف حق +	شو حال ایشان بدیگر نسق
نباشد چو دیگر کسان کارشان	بودیو العجب حمید کردارشان
چو سازند اسلام ہمت بلند	بہ بند خلق بہ خم کنند
اگر بفرستنج کہ کشور کنند	بیک حملہ خلق مسخر کنند

اس میں بادشاہ اور گدا کی تو کچھ تخصیص نہیں جو کوئی شخص بڑا کام کرنا چاہے وہ بادشاہ ہے اگر وہ کام طاقت بشری سے باہر نہیں ہے اور اس کا ارادہ ایسا ہی مضبوط ہے تو ضرور وہ کام ہو جاتا ہے۔ یوں تو ہر کوئی چاہتا ہے کہ میں بادشاہ ہو جاؤں مگر یہ دیکھنا چاہیے کہ ایسے کتنے ہیں جو اس کے حصول کا ایسا پکا ارادہ کر کے اس پر عمل ہی کر سہیں ہمارے نزدیک تو شخص اس قسم کا پکا ارادہ کرے وہ ضرور اب بھی ایسے ہی فتوحات حاصل کر سکتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مرتضیٰ شاہ کی سلامتی اس وقت بڑے خطرہ میں تھی اور ممکن تھا کہ کشور خان کے بجائے وہ ہی قتل ہو جاتا۔ مگر یہ ہمت جو مرتضیٰ شاہ نے کی اس کام کے لیے یہ بھی ضروری تھا، اور اسی سے خدا نے مرتضیٰ کی مدد کی اور اسے فتح نصیب ہوئی۔ غرض کہ مرتضیٰ شاہ جب قلعہ میرزا یا تو کشور خان کا سرکٹوایا۔ اور اس کی کمال کینچنگر ہٹس بہر وایا۔ لیکن اس نے پس ماندوں کو خلعت دیکر رہا کر دیا۔ انہیں بین یا قوت جیشی کشور خان کا ایک غلام تھا کشور خان کی لاش اس کو دیدی گئی۔ اس پر اس نے مرتضیٰ شاہ سے کہا کہ سب کو خلعت ملے ہیں کشور خان کو بھی خلعت عنایت ہو۔ مرتضیٰ شاہ نے مطلب

سمجھکر حکم دیا کہ اوسکی کمال ہی اوسے ہی دیدی جاے بعد ازان سبھی لاش
سے ملا دیا گیا۔ اور جنازہ بجا پور میں لایا گیا۔ اور کشور خان۔ کہ باغ میں جو شہر کے اندر
تھا دفن کیا گیا۔ کہتے ہیں کہ جس وقت کشور خان ہتھیار باندھ کر لڑائی کے لیے کھڑا ہوا
اوس وقت ایک شخص نے کلیات ابن سینا^۱ میں نال دیکھی تھی تو یہ شعر نکلا تھا۔

کسے کہ تلخ مرصع صلیح بر سر داشت	نماز شام در اخیست زیر سر دیدم
---------------------------------	-------------------------------

گو گوگون نے اس نال کو اور نیز اوس نال کو جو قلعہ بنا تے وقت دیکھی گئی تھی کشور خان
کے لیے برا بیان کیا ہے۔ مگر در حقیقت کسی نال سے اگے کا سچا حال نہیں معلوم
ہوتا۔ یہ خیالات سب غلط اور لغو ہیں۔ البتہ ان قانون سے اگر وہ اچھی ہوں تو
معتقدین کی ہمتیں بڑھ جاتی ہیں اور اگر بری ہوں تو اودن کے دل ٹوٹ جاتے
ہیں اور بار بار ان خیالات سے نفع کے بجائے نقصان اور نقصان کے بجائے نفع
پہونچ جاتا ہے۔ مرتضیٰ شاہ کو معلوم تھا کہ کشور خان سے عادل شاہی امر اناراض
ہیں اور اسی سبب سے اوس نے اودن کوگون کی کچھ فکر نہ کی تھی جو کہ احمد نگر لوگئے ہوئے
تھے۔ اب جب وہ دہار کو فتح کر چکا تو اوس نے فوراً احمد نگر کو طرف خواجہ میرک دبیر کی
مدداری میں فرما دیا۔ بادشاہ نے غلام خان وغیرہ کو پانچ چھ ہزار سوار سے بھیجا۔ خواجہ میرک
جب قریب پہونچا تو خود تو ایک کیمین میں چھپ گیا اور اودن کو مقابلہ کو آگے کیا۔
جب فریقین آمنے سامنے ہوئے تو عین معرکہ کے وقت چالیس بادشاہی ہاتی جن سے
۱۵ اصل تاج میں دیوان حافظ لکھا ہوا ہے۔ مگر ہمارے شمس العلماء^۲ سید علی صاحب بلگرامی
نے اس مقام کو دیکھا فرمایا کہ یہ شعر کلیات ابن سینا کا ہے۔ چنانچہ اُس کتاب کو دیکھا گیا تو یہ شعر وہیں
نکلا اور ارقم نے شکریہ کے ساتھ اس غلطی کو صحیح کر دیا۔

ساتھ چار سو خاصہ خیل اور شاہی سبز علم تھے یکایک لیکر نکلا اور افواہ اور رائی کہ مرتضیٰ نظام
شاہ خود آگیا۔ گو عین الملک اور نور خان کے پاس دس بارہ ہزار سوار تھے مگر ان پر
ایسا رعب چہایا کہ وہ اس افواہ کو سنتے ہی بہاگ نکلے خواجہ میرک نے تعاقب کیا۔
عین الملک تو مارا گیا اور نور خان زندہ گرفتار ہوا اور حیدر الملک کہ کشور خان نے فتح کیا
تہا سب جاتا رہا اور عادل شاہ کا نصف لشکر ان نالایقوں کی نافرمانی سے برباد ہو گیا
اور روپیہ اور محنت اور جانیں جو اس کی تسخیر میں خرچ ہوئی تھیں سب مفت ضائع گئیں
اور نا اتفاقی کا نتیجہ جو ہمیشہ ہوا کرتا ہے وہ ہی ہو کر رہا۔

۱۳۔ ابراہیم قطب شاہ کا مرتضیٰ شاہ اب علی عادل شاہ نے پچاس ہزار سوار لیے اور کشور خان
کی مدد کو جانا اور ابوالحسن کا ابراہیم شاہ کے انتقام کو چلا۔ ابراہیم قطب شاہ کے پاس جب مرتضیٰ شاہ
اور مرتضیٰ شاہ مین دشمنی کرا دیتا کا خط بطلب امداد آیا تھا تو وہ یہی بیان سے روانہ ہو گیا تھا
اور راستہ میں مکناہ کے مقام سے علی برید کو بھی ساتھ لے لیا تھا۔ جب موضع واگردری
میں پہنچے جہاں ملاقات کا وعدہ تھا تو مرتضیٰ شاہ استقبال کو آیا۔ اور ابراہیم قطب شاہ
بھی لشکر سے نکلا کالے چہرہ پر دو نو کی ملاقات ہوئی۔ دونوں بادشاہوں نے شکوہ شکایت کے
بعد دوستی کا عہد و پیمان کیا اور حضرت علی کرم اللہ کے ہاتھ کے کہے ہوئے قرآن پر دو نو
نے ہاتھ رکھ کر قسمیں کمائیں اور یحیٰ پور کے فتح کرنے کی صلاح طہرائی۔ جب یہ خبہ مین
علی عادل شاہ کو پہنچا تو چونکہ ابوالحسن کی تحریک سے یہ ابراہیم قطب شاہ اور مرتضیٰ شاہ
کا اتفاق ہوا تھا عادل ناہمخت پریشان ہوا اور اسکو خوب معلوم ہو گیا کہ میر اپیشوا شاہ
ابوالحسن دعا باز ہے اور مرتضیٰ شاہ سے ملا ہوا ہے اسے پکڑ کر قید کر دیا۔ کچھ دنوں پیشتر
سیر مرتضیٰ شاہ سے کسی بات پر ناراض ہو کر عادل شاہ کے پاس آگیا تھا "مرشاہ ابوالحسن"

بڑا دوست تھا سنتے ہی وہ علی عادل شاہ کے پاس گیا۔ اور عرض کی کہ اگر آپ ابوالحسن کو
 چھوڑ دین تو میں آپ کی مرتضیٰ شاہ سے صلح کر لے دیتا ہوں۔ چونکہ علی عادل شاہ
 مخالفین کے اتفاق اور اپنے اچھے لشکر کی تباہی سے گمراہ ہوا تھا۔ اور چاہتا تھا
 کہ کیسے اس مہلک سے نجات ملے اوس نے فوراً درخواست کو منظور کر لیا۔ اب سید مرتضیٰ
 چپکے سے نظام شاہ کے لشکر میں ملا حسین تبریزی خانخانان کے پاس گیا۔ اور اوسے بہت
 سے تحفے تحایف دیکر خاموش بیٹھ گیا۔ ہر چند اوس نے آنے کی وجہ دریافت کی مگر کچھ
 جواب نہ دیا۔ منہ اتنا کہا کہ اگر مرتضیٰ شاہ کے پاس لے چلین تو میں اس کی وجہ بتاؤں گا
 چونکہ عزربر سر فرلادہنی نرم شود۔ روپیہ سب کچھ کرا دیتا ہے ان تحفوں سے ملا
 ممنون ہو رہا تھا وہ اسی وقت اسے مرتضیٰ شاہ کے پاس لے گیا۔ جب سید مرتضیٰ
 بادشاہ کی خدمت میں پہونچا تو سرزمین پر رکھا پڑ گیا ہر چند اوس سے سراوٹھلنے کو کہا گیا۔
 مگر اوس نے نہ مانا آخر لاچار مرتضیٰ شاہ نے اوس سے وعدہ کیا کہ جو تیرا مدعا ہے میں اسے
 پورا کر دوں گا تو مجھے بات کرتے اوس نے سراوٹھا کر کہا۔ کہ شاہ طاہر لے احسانات
 جو آپ کے آبا و اجداد کے اوپر ہیں وہ بخوبی معلوم ہیں اس وقت اسکا بیٹا شاہ ابوالحسن
 صرف آپ کی خیر خواہی کی وجہ سے مجبوس کیا گیا ہے۔ اگر آپ عادل شاہ سے
 صلح اسوقت نہ کریں گے تو وہ ضرور قتل کر دیا جائیگا۔ مرتضیٰ شاہ نے سوچا کہ لڑائی کے
 دو رخ ہوا کرتے ہیں اگر صلح ہو جائے تو بھت سے اوس سے اقرار کر لیا کہ ابوالحسن
 ہمارا پیرا رہے اگر وہ یہاں آجائیگا تو اوس وقت میں صلح کر لیں گے۔ سید مرتضیٰ اس وعدہ
 سے خوش ہو کر فوراً عادل شاہ کے پاس آیا۔ اور شاہ ابوالحسن کی صلح سے بادشاہ
 لے پاس گیا اور تمام کیفیت کہہ سنائی۔ اس لئے علی عادل شاہ نے ابوالحسن کو چھوڑ دیا

اور تحفے تحالیف دیکر اسے مرتضیٰ شاہ کے پاس بھیجا۔ شاہ ابوالحسن نے مرتضیٰ شاہ سے
 جاکر کہا۔ کہ علی عادل شاہ سے جو کچھ رنج تہادہ اب مٹ گیا کیونکہ آپ کی فتح ہو گئی۔ عادل شاہ
 سے ابراہیم قطب شاہ کے ہر سہ پر اس سے زیادہ بگڑنا اچھا نہیں ہے۔ ابراہیم دورنگا
 آدمی ہے وہ ادھر تو آپ سے ملا ہوا ہے اور ادھر عادل شاہ سے بھی پیغام سلام کرتا
 رہتا ہے چنانچہ اس کا خط جو اس نے علی عادل شاہ کو آپ کے برخلاف لکھا ہے وہ
 یہ موجود ہے اور قطب شاہ کا خط لکھ کر مرتضیٰ شاہ کو دکھایا۔ جب ابوالحسن نے مرتضیٰ شاہ کو
 عادل شاہ کی طرف سے ایسی بڑی ہائی اور ملاحین خانہ ان کے اسکی تائید کی تو وہ فقط عادل شاہ سے رضی ہی نہیں
 ہو گیا۔ بلکہ ابراہیم قطب شاہ سے بگڑ بیٹھا۔ اور ایسے سو کہ عہد پیمان کو بالائے طاق رکھ کر اپنے باپ دادا کی موروثی
 بد عہدی پڑے کہہ کر اپنے معاون ابراہیم قطب شاہ کے لشکر کے لوٹنے اور اسے اور علی برید کے قید
 کرنے کے لیے فوج متعین کر دی۔ ابراہیم قطب شاہ سنتے ہی ڈیرہ خیمہ چھوڑ صرف پانچ سو
 آدمیوں سے گوگندہ کو ہاگا۔ مرتضیٰ شاہ کی فوج نے ابراہیم قطب شاہ کا ڈیرہ خیمہ
 لوٹ لیا۔ اور اس کا تعاقب کیا۔

۱۱۔ ابراہیم قطب شاہ کا بیٹا جب ابراہیم قطب شاہ ہاگا اور امرا سے مرتضیٰ شاہ نے اس کا
 بیٹے عبدالقادر کو قتل کرنا۔ تعاقب کر کے بہت تنگ کیا۔ ڈیرہ سوہانی تھمیں لیے۔ کہتے ہی
 امرا اور بہت سے سپاہی مار ڈالے۔ اور پہرہی پہنا نہیں چھوڑتے تھے تو ابراہیم کے بیٹے
 عبدالقادر نے چوڑا بہادر اور ذی علم اور خوشنویس تہا یہ دیکھ کر اپنے باپ سے درخواست
 کی کہ نظام شاہی فوج بڑی چھپا کئے جلی آتی ہے اگر کمترین کو حکم ہو تو میں ان کے پیچھے جا کر
 مین سے نہیں لہی سزا دوں کہ دوسروں کے کان کٹرے ہر جا میں اور ہر کسی کو اس قسم کی
 جرات نہ رہے۔ ابراہیم کو وہ معاملہ یاد تھا جو اس کے بڑے بیٹا کی مجبشتہ نے اپنے باپ سے

کیا تھا۔ اوس نے سوچا کہ عبد القادر کے ساتھ میرے امیر ضرور متفق ہو گئے ہیں اب
 نہیں کہیں آئندہ مجھے اس سے نقصان ہو پئے۔ اس وقت تو اوس نے بیٹے کی بات کا
 کچھ جواب نہ دیا۔ جب کہ لکڑہ میں آیا تو عبد القادر کو پکڑ کر قید کر دیا۔ اور پھر ہر دلا کر
 مروا ڈالا۔

۱۵۔ مرتضیٰ شاہ کا ملاحین اور پھر مرتضیٰ شاہ نے ابراہیم قطب شاہ سے بد عہدی کی تھی اور پھر
 کے بجائے جمال الدین کو خاں خانان کے کینے سننے سے ملا عنایت اللہ کو قید سے نکال کر
 منصب و کالت دینا قتل کر دیا تھا۔ اس لیے اوس کے امر خود اوس سے متفرق ہو گئے
 تھے۔ اور اکثر اوس کی شکایت کرتے لگے تھے اب جب قطب شاہ کو لکڑہ آگیا تو اوس نے
 اس وجہ سے کہ ملاحین کے باعث سے یہ حادثہ ہوا ہے اپنے قلم و دین یہ حکم دیدیا کہ جس
 کسی کے پاس کتاب ہو وہ اوس پر یہ عبارت لکھ دے کہ اُستاد نوری جراح تبریز کے محلہ کمال
 میں رہتا ہے اور کس و ناکس کے گہر دانت جس کسی کے ہلنے لگتے ہیں دو دو پیسے میں کو کھانا
 پیرا کرتا ہے اور یہودی عورتوں کی پاکی لیا کرتا ہے اوس کا بیٹا حسین جراح مرتضیٰ نظام شاہ
 سکندر اسے اسطو تہ بیر کا ذیل السلطنت ہے اور اوس کے ساتھ اٹراکین میں محمد خیر پورہ فرس
 اور شوخی قنبر اور ملار دانتی نے بدکاری کی ہے اور پھر مرتضیٰ شاہ کو لکھا کہ آپ نے مفسدون
 کے بہکانے سے جو بے مروتی کی اور ہمارے ہاتی لے لئے۔ ہاتی تو ہمارے جنگل میں بہت
 ہوتے ہیں۔ یہ تو ہم نے آپ کے پیش کش کئے گا یا وجود اوس کے کہ آپ کے یہاں
 بہت لوگ شریف موجود ہیں استاد نوری جراح۔ کے بیٹے کو آپ نے ابراہیم کی سلطنت بنایا ہے
 یہ بڑے تعجب کی بات ہے۔ مرتضیٰ شاہ نے دیکھا۔ کہ کہیں ابراہیم قطب شاہ علی عادل شاہ سے
 ملکر اپنے ہاتھوں کا دعویٰ لے کرے اور بے مروتی کا بدلہ لے اس لیے یہ سب بلا ملاحین

پڑالی۔ اور اس سے خدمت پیشوائی سے معزول کر کے بجائے ادس کے جمال الدین حسین کو خلعت و منصب و کالت عنایت کیا۔

۹۹ھ

۱۶۔ ابراہیم قطب شاہ کے سردار ۹۹ھ میں ابراہیم کی فوج شمال مشرق میں راجمندی سے دو کوس تک پہنچ گئی تھی اور قلعہ پٹی سر یا ویلی سر کو سر کر لیا تھا۔ مگر راج کے جھگڑے کے باعث ابراہیم نے اپنی فوج کو طلب کر لیا تھا۔ اب جب ابراہیم قطب شاہ

بجائے لڑائی سے لوٹ کر آیا تو ایک سال کے بعد ۹۹ھ میں دس ہزار سوار سے رفعت خان لاری المظاہر ملک نائب کو راجمندی کی فتح کے لئے پہنچا اور عین الملک و صلابت خان و ملک شیرن وغیرہ سرداروں کو بھی اس کے ساتھ کیا۔ اس وقت راجمندی اور مٹیا پور پر ایک مدت سے شتاب خان قابض تھا جو ورننگل سے بہاگ کر دہان چلا گیا تھا معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص قوام الملک صغیر کے نابھونین سے تھا مگر مفصل حال اس کا کہیں نہیں ملتا۔ اس زمانہ میں اس کے پاس دس ہزار آدمی کی جمعیت تھی اور مٹیا پور میں رہتا تھا۔ اور راجمندی کے قلعہ والوں کو ضرورت کے وقت مدد پہنچاتا تھا اس لئے قطب شاہیوں نے پہلے مٹیا پور پر حملہ کا ارادہ کیا۔ شتاب خان اپنی فوج سے مقابلہ کو آیا۔ مگر شکست کھا کر پہلے قلعہ نشین ہو گیا اور بہرہ معلوم کس وجہ سے اپنے اہل و عیال کو لیکر قلعہ راج بوندی کو چلا گیا جو تھوڑے فاصلہ پر ایک قلعہ کوہ پر واقع ہے اس سبب سے قطب شاہیوں نے مٹیا پور پر قابض ہو کر اس کا دہان بھی لے لیا۔ اس راستہ میں بڑا گنا جھنگل تھا شتاب خان نے اپنے آدمی جھنگل میں چھپا دیے تھے جو گولہ اور تیروں سے دشمنوں کو مارے تے اور

پٹروں کی آڑ میں چپ جلتے تھے اسوجہ سے قطب شاہیوں کو جنگل کاٹ کر یا آگ لگا کر چلنا پڑتا جس سے دن بزمین صاف ہو میل راستہ طے ہوتا تھا۔ جب اس طرح سے یہ لوگ راج بوندی تک بھی پہنچ گئے اور شتاب خان نے دیکھا کہ وہاں ٹھرنے کا موقع نہیں ہے تو وہ قلعے کے پچھلے دروازہ سے نکل کر راجمندری کو چلا گیا۔ اور دودیا راجہ قاسم کوٹہ سے مدد مانگی۔ راجہ قاسم کوٹہ جانا تھا۔ کہ اگر شتاب خان مغلوب ہو گیا تو قطب شاہی فوج مجھے کب چین لینے دیگی اس سبب سے اس نے شتاب خان کی مدد کرنا اپنا فرض سمجھا۔ اور گردونواح کے اور چھوٹے چھوٹے راجاؤں کو بھی ساتھ لے لیا۔ اور یہ سب اکٹھے ہو کر تین ہزار سوار اور تیس ہزار پیادہ سے قطب شاہی کے مقابل ہوئے۔ مگر ہندوؤں کو شکست ہوئی اور دودیا اور شتاب خان راجمندری کے قلعہ میں پناہ گیر ہوئے۔ اور تین چار مہینے کے محاصرہ کے بعد صلح کا بیغام کیا۔ اور ملو پنڈت قطب شاہی کو قلعہ میں بولایا۔ پنڈت نے نوٹ کر ہندوؤں کی طرف سے ایسی باتیں کہیں کہ جس سے ملک نائب اور ملا خیاالی جو اس کے ساتھ تہا دولوں نے بوجہ امن انہیں مع اہل و عیال نکلی جانے کی اجازت دیدی۔ اور چہ برس کی لڑائی بھڑائی کے بعد قلعہ راجمندری پر ۹۷۹ھ میں قطب شاہیوں کا قبضہ ہو گیا۔ فتح کی تاریخ ہجری ۹۷۹ھ کے بعد کا فرائی بدست آمد۔ بعد ازاں دودیا اور قاسم کوٹہ کو چلا گیا۔ اور شتاب خان نے جیسا کہ مگر کی طرف کا راستہ لیا۔ پھر اسکے بعد شتاب خان کا حال نہیں معلوم کیا گیا۔

۱۷۔ ملک نائب کا علاقہ اسی لڑائی کے زمانہ میں ایرا ہیم قطب شاہی نے اپنی فوج کو علاقہ قاسم کوٹہ کو فتح کرنا۔ قاسم کوٹہ پر سے بڑھنے کا حکم دیا تھا۔ ورنہ راج علاقہ کو بال و دار کو کم کا راجہ تھا۔ میں ہزار فوج سے پہلے سامانوں کا وہ ہی مقابل ہوا۔ مگر شکست کھا کر

بھاگ گیا اور یہ دونو مقام قطب شاہ کے قبضہ میں آ گئے۔ انہیں مقامون کے پاس دو بہائی سردار راج اور بہائی بلند رجھوٹے چھوٹے راجہ تھے۔ وراجمندری وغیرہ کے فتوحات کو سنکر انہوں نے مسلمانوں کی اطاعت اختیار کر لی۔ بہائی بلند رجھوٹے چھوٹے راجہ کو راج کیا گیا۔ اور سردار راج ابراہیم قطب شاہ کے پاس کو لکھنڈہ چلا آیا ایک اور راجہ کو بال ویرا سے تھا وہ خوف سے بنگالہ کی طرف بھاگ گیا۔ اور اس کے علاقہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ اس سے آگے ولب راج ایک راجہ علاقہ دیادی میں راج کرتا تھا۔ جب مسلمان اس کی طرف کو بڑھے تو وہ ایک پہاڑی قلعہ دیور پورال میں جا چلا۔ اس کے گرد میں بڑا جنگل تھا اور قلعہ ایک بلند پہاڑ پر عین سمندر کے کنارہ واقع تھا۔ اور راجہ کے پاس بیٹل ہزار فوج تھی۔ اس نے بھی شکست کھائی اور چار مہینے محصور رہنے کے بعد اطاعت اختیار کر لی۔ اس سے آگے علاقہ جسر میں دو بہائی نرننگ دسورنگ حاکم تھے اس قلعہ میں ایک راستہ صرف دو پہاڑوں کی گھاٹی میں ہو کر جاتا تھا اس گھاٹی میں انہوں نے ایک سنگین دیوار بنائی اور وہاں ایک گہری کھائی کھودی اور اس پر توپیں چڑھائیں اور مسلمانوں سے لڑنے کے لئے مستعد ہوئے مگر بڑی سخت لڑائی کے بعد دونو بہائی گرفتار ہو گئے۔ اور ملک پر مسلمانوں کا داخل ہو گیا۔ جب دو برس کے عرصہ میں یہ ملک انہوں نے لے لیا تو اب ایک زبردست راہ دے سنا دیو پور چڑھائی گئی۔ پہاڑوں اور جنگلوں کے سبب سے اس کے ملک میں جانا ایک بڑا مشکل کام تھا۔ مگر مسلمانوں نے پہلے قلعہ پوتنور کو جو دسنا دیو کے بائی کے قبضہ میں تھا مسخر کر لیا۔ اور وہاں کے حاکم کو مع زن و فرزند گرد آ کر کر کے قلعہ کندہ دیو پور پر آگے بڑھے۔ یہ قلعہ اس وقت اچھا قلعہ تھا اور دسنا دیو اسے بڑا بہت نام سمجھتا تھا۔ جب یہ بھی فتح ہو گیا تو اب مسلمانوں نے دسنا دیو کی دارالحکومت کا رخ کیا۔ دسنا دیو پور اس قلعہ کی کمانڈ پر آدہ اور باقی ہزار سوار اور

پانچ سو ہائی سے مقابل ہوا۔ مگر شکست کھا کر قلعہ میں متحصن ہوا۔ بعد ازاں تیس ہزار جون اور چالیس ہائی سالانہ دینے کے وعدہ پر ملاعت اختیار کرنی اور ملک نائب نے جسے بنگلہ صلیب کا قطب شاہ کی طرف سے کامل اختیار دیدیا گیا تھا اوس کا ملک اوسی کے پاس رہنے دیا۔ اور یہاں علاقہ قاسم کوٹہ کی فتح ۹۸۲ھ میں ختم ہو گئی۔

۱۸۔ پرتگالیوں کا عروج پرتگالیوں نے اسمیل عادل شاہ کے وقت میں گو اہر قبضہ کر لیا تھا اور اونکے پوروسم۔ اور پھر بندر دیو کو بھی گجراتیوں سے لے لیا تھا۔ اور اگرچہ ہندوستان

۵۹۷۵-۸

میں بحر دوچار ساحلی بستیوں کے اور کین اون کا قبضہ نہ تھا۔ مگر وہ اس تھوڑے مقبوضات بحری کے باعث اپنے آپ کو مشرقی ملکوں کا ایک بڑا بادشاہ تصور کرتے تھے۔ گو اگو اونیون

نے دارالریاست بنایا اوس کو بطلج سے سجایا۔ عمارات عالیشان مکانات خوشنما فصیل وحصار مستحکم دستوار وہ بنا سکے کہ ہندوستان یون کی عقل حیران تھی کہ یہ کیا طلسمات کا عالم ہے ہندوستان یون سے اونیون نے وہ ناتے رشتے جوڑے کہ کبھی ٹوٹیں ہی نہیں۔

امیرون اور غریبون کی جو عورتیں اون کی تھیں امین عیسائی بنا کر شادی کر لیتے فقط عورت کا عیسائی ہو جانا ہی پرتگالی کے ساتھ شادی کرنے کے لئے کافی تھا۔ سو یہاں کے

وحشی پستندون میں مذہب کا بادلنا کچھ عیب نہ تھا۔ یہاں کے ہندو اور اقطاع ہند کی طرح متعصب نہیں ہوتے۔ اونیون عیسائی ہو جانا کوئی بڑی بات نہ تھی۔ ایک ہنسی کی نقل جاتی تھی کہ پرتگالی

سروں اور ہندوستانی عورتوں میں بادی نے ایک دن اتھوڑے لگائے کہ اتفاق سے جب بڑی بچہ گئی تھوڑے دو دنوں کو پہنچا تھا نہ دولہن دولہا کو اب بادی صاحب کی ہی عقل جبر میں تھی کہ یوں اس کا فیصلہ کریں اور کس راہ کو

کس زکے حوالہ کریں۔ آخر کو یہ بھی کہہ جس کے ہاتھ لگے وہ اسی کی ہے۔ پرتگالیوں کی ساری تاریخ ایسی لڑائی جھگڑوں سے پر ہے جس میں ساحل بحر کی آبادیان اکثر ملین ہو سکتیں۔ وہاں کے

باشندے غصہ و خراب ہوئے۔ رعایا پر جو رستم کرنا کا شیوہ اون پر ختم تھا۔ مسلمانوں کی
 ذلیل و تکلیف میں کوئی کسر باقی نہیں رکھتے تھے۔ اون کو اگر تیار کر کے پہنکی سفد دھوبی
 سب ہی رزیا کام ذلیل کرنے کے لئے لیتے تھے۔ اون کے منہ پر تھوک دیتے۔ اون
 کو سفر نہیں کرنے دیتے تھے۔ حج والوں کو تباہ کرتے اور حج نہ کرنے دینے کی تو اذنیوں
 نے قسم ہی کھائی تھی۔ اون کا مال چھین لیتے اون کے مکانوں کو جلا دیتے مسجدوں کو
 ہونک کر اون کے محراب اور مصلے اوکھڑ کر یا مال کرتے کہی اون کو غلاط گاہ
 ناتے یا اپنے کلیسے اون کی جگہ قائم کرتے تھے اونکی کتابوں کو ایندھن کی جگہ جلاتے
 در مسلمانوں کے ہاتھ پاؤں رسوں میں کسکر دیا میں ڈبو دیتے اور کہی بہرون اور ٹی میں
 بن دیتے تھے۔ کہی کوڑے مار کر مار ڈالتے۔ کہی تنگ و تارک قید خانوں میں زندہ درگور
 کرتے تھے۔ قیدی اس قید میں زندگی سے ایسے نیرا ہوتے کہ دستار کا پھندا گلے میں ڈال
 نیدہستی سے آزاد ہوتے تھے ان سب پر طرہ یہ تھا کہ اون کو طرہ طرہ سے ترک اسلام اور
 عیسائی ہو نے پر مجبور کرتے مولویوں کی مٹی خراب کرتے کہی دھمکاتے کہی روپیہ کی طمع
 دیتے۔ اور کہی اپنی عورتوں کو خوب لباس اور زیور سے آراستہ کر کے اون پر فروغیتہ کراتے
 بھی مسلمان عورتوں کو وہ دھمکیاں دیتے کہ بیچاروں کے پوشش و حواس باختہ ہو جاتے
 رض پادری صاحبوں کی زبان تو وعظ و بند میں بند تھی مگر تو بون نے اپنا منہ کھول کر دناؤں
 سے بے کون کے کپ کپاتے بدن سے صلیب کے آگے گھٹنا گھوا یا اور سزائوں کو اسلام
 ہٹا کر عیسائی بنایا۔ یہ حالت اون کی منہ مسلمانوں ہی کے ساتھ نہ تھی بلکہ ہندو مسلمان
 دونوں یکساں تھے۔ سپاہی بچوں کو سینوں پر لگا دیتے۔ اور جب وہ غل مچاتے تو گور صاحب
 زراتے کہ مرغ خوب لگڑوں کون بولتے ہیں۔ ان خلیوں کے باعث سے اون کو ہزاری رعایا

اپنی جان سے نالان اور اودن کے زوال سلطنت کی دل و جان سے خواہاں تھی۔

۱۹۔ مرتضیٰ شاہ کی قلعہ ریکندہ پر جب یہ سب باتیں مرتضیٰ شاہ کو معلوم ہوئیں اور خبر لگی کہ قلعہ پرتکالیوں کے مقابلہ میں ناکامیابی ریکندہ پر جو بندر چول کے پاس ہے پرتکالی قابض ہیں تو اودن کے

دفعیہ کے لیے ۹۶۹ھ میں شاہ جمال الدین حسین اور شاہ احمد مرتضیٰ خان کے استصواب سے جو اس وقت اوس کے مدار المہام تھے کوچ کیا پرتکالی توپ و تفنگ اور باروت کے

حقون سے مارنے میں خوب ماہر تھے اور مسلمان نہ صرف ان ہتھیاروں کے استعمال میں کم تجربہ کار تھے بلکہ دیدہ دانستہ حماقت کرتے تھے خاکریز نقب اور ساباط سے جو اون کے معمولی آلات قلعہ کشائی تھے ہرگز کام نہ لیتے تھے بلکہ جب محاصرہ کیا تو جوہن نزد باتین بنا کر

قلعہ پر چڑھنا اور پرتکالیوں کو مسح کرنا چاہتے تھے مگر یہ کیونکر ہو سکتا تھا پرتکالیوں کی گلندازی سے ہزاروں مسلمان آنا فنا میں قتل ہو جاتے کہ تجنیز و تکفین کی ہی مہلت نہ ملتی۔ جب مسلمان

بہت مرے اور مجبور ہوئے تو اودنوں نے قلعہ کا ایسا محاصرہ کیا کہ دخول و خروج کے تمام ابواب بند کر دیے۔ اب قلعہ والے گمہرائے۔ اور چاہا کہ کلک رکھیں اور بندر گاہوں کو ہباگ

جائیں۔ مگر پرتکالیوں کی اور فرما دیا خان اخلاص خان حبشی سرداروں کو تاجرون کا مال لوٹ لوٹ کر دیا اور انکو کاٹھنڈ لیا۔ یہ لوگ دن کو فوج بھیج کر لڑاتے اور اودن کے گلے کٹواتے اور

پرتکالیوں سے رشوت لے لے کر رات کو اودن میں شراب اور سامان رسد سلمین پہنچاتے شاہ جمال الدین حسین نوجوانی کے عالم میں ہر وقت شہ اب و کبار سے مست رہتا اور امورات

سلطنت خواہ میرک پرچہ و بیٹی یا تھا۔ مرتضیٰ شاہ طول محاصرہ سے بہت گمہرایا۔ اور شاہ جمال الدین حسین کی بے پروائی کی شکایت کر۔ نہ لگا۔ اسی زمانہ میں کسین مسلمانوں کا ایک

جہاز بندر جزوں سے بن چول کو آتا تھا۔ پرتکالیوں نے اسے لوٹ لیا۔ اور اس کے آدمیوں کو

قید کر لیا۔ ان میں رستم خان و شمشیر خان دو پٹھان جوان تھے جو فن سپاہگری سے واقف تھے۔ پرتگالیوں نے انہیں اپنے سپاہیوں میں زبردستی شامل کر لیا۔ اور لشکر اسلام پر اُن سے گولیاں چلاوئیں وہ ایک روز کمین انہیں پرتگالیوں کی ایک مجلس میں بیٹھے تھے۔ میر مجلس نے بیان کیا کہ نغام شاہ کے تمام سردار ہم سے ملے ہوئے ہیں صرف ایک خواجہ میرک باقی رہ گیا جو وہ قابو میں نہیں آتا ہے۔ اُس زمانہ میں مسلمانوں سے قومیت ایسی زائل نہیں ہوئی تھی جیسے اب آجکل آپ دیکھتے ہیں۔ ان دونوں نے ایک پرچہ پر لکھا کہ ہم فلان وقت فلان مقام سے تمہارے لشکر میں آتے ہیں اور خواجہ میرک کے سمت کی طرف ایک تیرہ بن باندہ کرہینک دیا۔ اور رات کے وقت اپنی زنجیروں کو توڑ قلعہ پر چڑھ خواجہ میرک کی طرف دیا اور پرے سے کو دڑے۔ جب مرتضیٰ شاہ کو اس کی خبر ہوئی تو فوراً انہیں خلدت میں بلا کر اہل قلعہ کی قوت و ضعف کا حال پوچھا انہوں نے کہا کہ قلعہ دوائے تو بڑے عیش و عشرت سے بسر کرتے ہیں کبھی اور حبشی امیروں سے رشوتیں لے لے کر روغن مرغ اور بیڑ بکری اور تمام آسائش کی چیزیں انہیں پہنچا۔ تے ہیں۔ خواجہ میرک کے سوا اُن سے سب ملے ہوئے ہیں یہ سنتے ہی مرتضیٰ شاہ کو شاہ جمال الدین حسین سے کمال رنج ہوا۔ وہ اس حال کو سننے ہی لازمت سے استعفا دیکر بلا اجازت احمد نگر کو چلا گیا۔ مرتضیٰ شاہ نے بھی پرتگالیوں سے انتقام بغیر لیے اُن وجوہات سے جز۔ اکا آئندہ ذکر آتا ہے دوسرے کی لڑائی بڑائی اور ہزار ہا فوج کا گلہ کٹوانے کے بعد احمد نگر کو کوچ کر دیا۔ یہاں آکر فرہاد خان اخلاص خان کو قید کر لیا۔ اور شاہ جمال الدین حسین کو اُس کی جورو سمیت برہانپور کو نکال دیا۔ اور خواجہ میرک دبیر اصفہانی کو چنگیز خان کا خطاب دیکر اپنے پیشوا اور خداوند خان کو جسکی مان جہن اور باپ ایک شخص مژدہ کا باشندہ تھا

اور جو بڑا جسیم اور طویل القد تھا اور نیز جب شہید خان شیرازی کو اپنا بڑا امیر بنایا۔

۲۰۔ علی عادل شاہ کی ناکامیابی جس زمانہ میں مرتضیٰ شاہ پرتکالیون پر گیا تھا تو اسی زمانہ میں گو اپرا اور ادھونی کو فتح کرنا علی عادل شاہ اور کلی کوٹ کے راجہ نے بھی جاہات تک اونیہیں

اپنے اپنے علاقوں سے خارج کر دیں علی عادل شاہ دس مہینے تک گوا کا محاصرہ کئے پڑا رہا اور بارہ ہزار آدمی اپنے مروادے مگر جب اوس نے سوچا کہ چند گز زمین کے لیے ہہینوں اور برسوں پڑے رہنا اور ہزاروں فوج کے گلے کٹوانا اور اون کرنا تک کے ملکوں

کو چھوڑنا جو ایک ادنیٰ سی کوشش سے فتح ہو سکتے ہیں کیسی کسک کھلا غلطی اور حماقت ہے تو اوس نے اس خیال سے اور نیز دوسرے ملکی وجوہات سے جن کا آئندہ ذکر آتا ہے

دہان سے ٹوٹنا ضروری سمجھا اور بنے نیل مرام محاصرہ اٹھا کر چلا آیا۔ پرتکالیون کے مقابلہ میں مسلمانوں کی ناکامیابی کا بڑا سبب تو یہی تھا۔ کہ مسلمانوں کو توپ اور بندوق کی قدر نہیں

معلوم تھی اور جہاز رانی سے ناواقف تھے۔ جب مسلمان حملہ کرتے تو پرتکالی اونیہیں دور ہی دور سے بندوق کی ایسی بار بار تے کہ پاس پہنچنے نہ دیتے اور سامان رسد جہازوں کے

ذریعے سے دوسرے ملکوں سے لے آتے۔ دوسرا ایک سبب یہ بھی تھا۔ کہ پرتکالی بندرگاہ کے سوا اور آگے خشکی میں کہی نہ جاتے تھے۔ اسلئے مسلمان اونیہیں اپنی فرمان روائی

کا مخالف ہی زیادہ نہ سمجھتے تھے۔ اور جو نقصان کہ اون کا ہو جانا مجبوراً اوس پر صبر کر لیتے تھے۔ علی عادل شاہ نے دہان سے آتے ہی نہ ۹۸۹ میں شاہ ابوالحسن کی تحریک سے

آنکس خان ایک سردار کو آٹھ ہزار فوج دیکر قلعہ ادھونی کی فتح کے لیے روانہ کیا۔ یہ قلعہ ایک پہاڑ کی چوٹی پر بنا تھا۔ اور نہایت وسیع اور مضبوط تھا اوس کے اندر پڑے پڑے حوض تھے

جو پانی سے ہمیشہ بہرے رہتے تھے۔ بجائنگر کے راجاؤں نے سلاطین ہہین کی روک کھڑے

اسے بنایا تھا۔ جو راجہ کہ گدی پر بیٹھا گیا وہ اس کا است حکام کرتا گیا تھا۔ یہاں تک کہ اوس کے کیا رہ حصار تھے ساہا ط اور نقب اور توپ سے اس کا ٹورنا بعبدا ز عقل معلوم ہوتا تھا سلاطین ہندی نے ہر چند کوششیں کیں مگر ازمین اس پر کبھی قبضہ نصیب نہوا۔ اس وقت رامراج کا ایک بڑا امیر اوس پر قابض تھا اور رامراج کے دارثون کی اطاعت کو ترک کر فود مختار انہ کا حکم تھا انگس خان سے مقابل ہوا۔ مگر شکست کھا کر قلعہ نشین ہونا پڑا۔ لیکن جب مدت تک محاصرہ رہنے کے باعث غلہ اور آذوقہ قلعہ میں نہ رہا تو اطاعت اختیار کر لی۔

۲۱۔ مرتضیٰ نظام شاہ اور علی عادل شاہ
ابراہیم قطب شاہ کو اس زمانہ میں اپنے شمال مشرقی
کا برار بیدر اور کرناٹک کے فتوحات
ملکوں کے فتوحات میں مصروف تھا۔ مگر وہ مرتضیٰ شاہ
کے لیے عہد ویمان - - کی دغا بازی اور بد عہدی سے ایسا خار کھا سے بیٹھا رہتا

کہ اوس کی تباہی کا موقع تک رہا تھا۔ اس زمانہ میں یہ مشہور تھا کہ مرتضیٰ شاہ کا ارادہ برار بیدر کے فتح کرنے کا ہے مگر اس وقت مرتضیٰ شاہ اور علی عادل شاہ دونوں پر نکالیوں کے مقابلہ میں انہی مغربی سرحدوں پر گئے ہوئے ہیں بہتر ہے کہ اس موقع سے فائدہ اٹھائے۔ تھال خان کو اوس نے تحفے تجاویف بھیجے اور علی برید شاہ اور تھال خان کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ تھال خان نے اپنے نیٹے شمشیر الملک کو دو تین ہزار سوار سے است حکام دوستی کی غرض سے ابراہیم قطب شاہ کی ملاقات کے لیے بھیجا۔ ابراہیم بھی شکار کا ہمانہ لڑ کے اوس کے استقبال کے لیے گیا۔ کولاس اور بیدر کے مابین دونوں کی ملاقات ہوئی۔ علی برید بھی ان سے آکر ملا۔ اور تینوں نے ملکر مرتضیٰ شاہ سے عہد شکنی کا انتقام لینے کا ارادہ کیا۔ اور علی عادل شاہ کو جو اس وقت گوا سے لوٹ آیا تھا اور خواجہ میرک و میر الخطاب بچنگیز خان کی لیاقتوں سے متوحش ہو رہا تھا انہی ملاقات کے لئے بلوایا۔ عادل شاہ بھی اپنی نوج لیکر چلا۔ ان سے اڑنٹوں کو سننے ہی مرتضیٰ نظام

پر کیا لیون کو چھوڑ فوراً ریکندہ سے چلا۔ اور اس خوض سے کہ علی عادل شاہ مخالفون میں
 شرک نہ ہو جائے بسبیل استعمال بجا پور کو کوچ کیا۔ اور تحفے تحائف دیکر علی عادل شاہ کے
 پاس چنگیز خان کو بھیجا۔ یہ سفیر نذر رک کے مقام پر علی عادل شاہ کے پاس پہنچا۔ اور میٹھی
 میٹھی باتوں سے علی عادل شاہ کے دل سے زنگ کہ ورت کو دھو ڈالا۔ اور صلح کی جانب مائل
 کر لیا۔ پھر دونو بادشاہوں نے آپس میں ملاقات کی۔ اور یہ ٹھہرایا کہ قطب شاہ اور برید شاہ
 کو اس سازش کی سزا دی جاوے۔ جب ابراہیم قطب شاہ نے یہ سنا تو اس نے شمشیر الملک
 کو تو خلعت وغیرہ دیکر برا کر خضعت کیا۔ اور علی برید شاہ اپنے ملک کو چلا گیا۔ اور برید کی محافطت
 میں مشغول ہوا۔ اور ابراہیم قطب شاہ کو لکھنڈ چلا آیا۔ اور حملہ روکنے کے سامان کئے۔ اب
 مرتضیٰ شاہ اور علی عادل شاہ تلنگانہ اور برید پر چلے۔ مرتضیٰ شاہ تو برید پر آیا۔ اور علی عادل شاہ
 مکھٹانہ کے حوض پر ٹھہرا۔ اور دونو ملکوں میں غارت گری کا بازار گرم کر دیا۔ ابراہیم نے صلابت خان
 اور حبشی خان دونامی سرداروں کو دس ہزار پیادہ اور چار ہزار ار سے علی عادل شاہ
 کے مقابلہ کو بھیجا۔ تاکہ وہ جنگ قزاقی سے مخالف کو تنگ کریں۔ سوائے اس کے اپنے
 تلنگوں کو بھی حکم دیا۔ کہ اپنے طریق پر دشمن کے لشکر میں راتوں کو بائیں اور اون کی ناک کان
 کاٹ لائیں۔ فی مبینہ ایک ہون اور فی گونش ایک ہر تاب انعام مقرر کر دیا۔ اس طرح پر
 دن میں صلابت خان اور حبشی خان قزاقانہ دشمن کی رسد بولٹے اور رات کو تلنگے مخالفون
 کے ناک کان کاٹ لاتے۔ اس وجہ سے دشمن کبھی تھکلیت ہوئی۔ اب مرتضیٰ شاہ اور
 علی عادل شاہ نے صلح کی اور باہم یہ عہد پیمان کیا۔ کہ مرتضیٰ شاہ برابر اور برید برتھن
 ہو جائے۔ اور علی عادل شاہ کرناٹک کے ملک میں اسی تیر ملک فتح کرے جو برابر اور برید کے
 برابر ہو۔ تاکہ ایک کہ وہ سے پرچہ فوجیت نہ ہو جائے اور ابراہیم قطب شاہ جیسا ہے ویسا ہی رہے

جب یہ عہد پہچان ہو گئے۔ تو دونو بادشاہ نے جنوں کی تیاری کے واسطے اپنے اپنے ملکوں کو واپس چلے گئے اور اس فرض سے کہ برید شاہ اور قطب شاہ اُن کے اداوون میں فوریہ طالین مرتضیٰ شاہ مرزا یا دگا بیگ اور حیدر سلطان کی سپہ سالاری میں اور علی عادل شاہ کامل خان اور یار قلی بیگ کی سرداری میں پندرہ پندرہ ہزار آدمی کو لاس کے پاس سرحد پر جھڑ گئے تاکہ یہ فوج ان دونو کو روکے رکھے۔

۲۲۔ افواج نظام شاہی اور جب نظام شاہی اور عادل شاہی سرداروں نے کو لاس پر تنگ کرنا عادل شاہی کی ناکامی کیا شروع کیا تو ابراہیم قطب شاہ نے امیر شاہ محمد کو آٹھ ہزار سوار چیدہ تلنگانہ میں - - - دیکر اور مرزا حسین بیگ ترکمان کو چار سو غریب جو انوں سے اُن کے دفعیہ کو روانہ کیا۔ جب یہ لوگ کو لاس اور ونگلور کے باہر پہنچے۔ تو حیدر نظام شاہی دو تین ہزار سوار اور تین چار ہزار پادے لیکر قلعہ ونگلور سے ان کے مقابلہ کو آیا۔ مگر مرزا حسین نے اسے شکست دی اور قلعہ ونگلور بھی لے لیا۔ پھر نظام شاہی دیگلور اور قندہار کے درمیان چلے گئے۔ قطب شاہی سپاہ بھی اُن کے پیچھے دہان پہنچی۔ مخالفوں کی طرف سے یونٹ رائڈ بسو رزاد کوئی اچھہ ہزار گھوڑیوں کے سواروں سے آگے آئے۔ اور ہر مرزا حسین بیگ و علی قلی خان و شاہ قلی بیگ و عزیز بیگ و غیرہ غریب اور ترکمان چار سو آدمی سے سامنے ہوئے شام تک لڑائی ہوتی رہی۔ دو سے روز نظام شاہی اور عادل شاہی آٹھ ہزار فوج لڑائی کو آئی۔ اوہر سے پہرہ چار سو جوان آگے بکھلے۔ اور صلابت خان افشار دو ہزار جوان سے اُن کی، دیکو پیچھے سے گیا۔ امیر شاہ محمد خود بھی فوج لیکر مستعد ہوا۔ خوب لڑائی ہوئی اور دونو فوجیں دست بہرت ہو گئیں۔ مگر حملہ آور مغلوب ہو کر ایک منزل پیچھے ہٹ گئے اور قطب شاہی بھی اُن کے تعاقب میں وہیں جا پہنچے۔ تیسرے دن پہر

سمت لڑائی ہوئی۔ امام قلی بیگ یا قوت خان حبشی و یوسف آقا قلی ترکمان نظام شاہی سرداروں
 نین سے اور شاہ قلی بیگ افشار اور امام قلی بیگ ترکمان قطب شاہی عمدہ دارون میں سے
 مارے گئے۔ مگر قطب شاہیوں کو بھی غلبہ رہا۔ اسی طرح علی التواتر ایک مہینہ لڑائیاں
 ہوتی رہیں۔ اور اکثر قطب شاہیوں کو بھی غلبہ ہوتا رہا۔ یہ تو ہمیشہ کا قاعدہ تھا کہ سرداران
 دکنی مفت کی جاگیریں اور خزانہ کھاتے کھاتے آرام طلب ہو جاتے تھے۔ اس وقت بھی
 غریب اور ترکمان خوب لڑے اور دکنی سپاہ نے سستی کی اس۔ یہ ابراہیم قطب شاہ
 نے امیر شاہ محمد کو حکم بھیجا کہ دکنی سپاہ کو بھیج کر دے ورنہ اون کے حق میں اچھا نہ ہوگا
 دکنیوں نے کہا کہ ہم کو اور غریبوں کو جزا احمد اکام سپرد کئے جائیں تو ہماری کارگزاری معلوم ہو۔
 اس طرح ہر جو کچھ ہم کرتے ہیں اوس سے اونہیں کا نام ہوتا ہے اور ہم سب سے آرام طلب گئے
 جاتے ہیں۔ اس پر امیر شاہ محمد نے غریب اور ترکمان کو عادل شاہ کی سرحد پر تاخت و تاراج
 کے لیے بھیجا۔ اب صف دکنی اور دشمنوں کے مقابل ہو گئے۔ دشمنوں نے اونہیں
 گمیر لیا۔ خوب لڑائی ہوئی۔ قریب تھا کہ قطب شاہی سپاہ مغلوب ہو جائے مگر جو غریب اور
 ترکمان عادل شاہی سے جدا رہے تھے وہ اونہیں جب اپنے پیچھے جانے کا سبب
 معلوم ہوا اور خیال ہوا کہ دکنی امیر دشمنوں پر کمین فتح پاکر ہم سے کمین بازی نہ جیت جائیں
 تو بلا حکم وہاں سے لوٹے اور عین معرکہ کے وقت دکنیوں کی مدد کو آگئے اور ایک جنگی
 فیل کو آگے کر کے مخالفوں کی صفیں چیر کر اندر گس گئے۔ اور اون کا علم کاٹ کر ہینکے یا
 دشمن کے بہت آدمی قتل اور اسیر ہو گئے۔ تین ہزار لہوڑے اور کئی ماتی لوٹ مین
 آنے بعد از ان نظام شاہی اور عادل شاہی فوجیں اپنے اپنے ملکوں کو واپس چلی گئیں۔

۲۳۔ سردار ان برکات کو تاخت نہ گمانہ میں ماضی نظام شاہ اور علی عادل شاہ کے معاہدہ سے

پیشتر علی عادل شاہ نے جوت راو دیو نالنگ دھو جس نالنگ کو تو نامہ بھیجا اپنی امداد کے لیے بولا لیا تھا۔ نالنگ اس ملک میں ایک فوجی سردار کو کہتے تھے جو اس وقت کی انگریزی فوج کے کپٹن کی طرح ہوتا تھا۔ یہ لوگ دس ہزار سوار سے علی عادل شاہ کے لشکر میں شامل ہو گئے تھے۔ جب مرتضیٰ شاہ اور علی عادل شاہ برار اور کرناٹک کو چلے گئے تو ان سرداران برکی نے بھی قطب شاہی ملکوں میں تاخت و تاراج شروع کی۔ علی عادل شاہ کی ایک بی بی بھی جو غالباً چاند بی بی ہوگی ان کے ساتھ تھی اور بادشاہ نے انہیں نشان ماہی مراتب بھی دیا تھا۔ ابراہیم قطب شاہ نے ان کے دفعیہ کے لیے علامت خان و حمید خان و حبیب خان کو پانچ ہزار سوار سے بھیجا۔ برکی فوج ان کے سامنے کیا ٹھہر سکتی تھی علی عادل شاہ کی بی بی کو تو وہ مشکل لے گئے مگر نشان ماہی مراتب اور اپنے دو ہاتھی فتح لشکر و فتح جنگ چھوڑ گئے۔

۲۴۔ علی عادل شاہ کا معاہدہ کے بعد علی عادل شاہ لوٹ کر بیجا پور آیا اور پہلے قلعہ تور کل تو رکھ کر فرار کرنا۔ کی فتح کو چلا جو راج کے عہد میں علی عادل شاہ کے قبضہ میں نکل گیا تھا قلعہ کا پانچ مہینے محاصرہ رہا بعد اس کے بڑی توپ ٹوٹ گئی جس سے اہل قلعہ نہایت خوش ہوئے اور سمجھے کہ اب قلعہ بچ جائیگا۔ چونکہ اس میں شاہ ابو الحسن کی خطا تھی اور اوس نے دیدہ و دانستہ توپ کی طرف سے غفلت کی تھی کہ جس سے توپ ٹوٹ گئی تھی۔

۳۱۔ اٹلے علی عادل شاہ نے اسے خدمت سے موقوف کر دیا۔ اور بیجاے اوس کے مصطفیٰ خان اردستانی کو جو قطب شاہ کے یہاں سے نکل کر عادل شاہ کے پاس چلا آیا تھا وکیل اور امیر جملہ مقرر کیا۔ مصطفیٰ خان نے ایسی کوشش کی کہ دو مہینے میں ہی اہل قلعہ بھجور ہو گئے۔ اور صلح کا پیغام بھیجا۔ مصطفیٰ خان نے اس شرط پر صلح منظور کی کہ دھماں کا دیوانی و نمکٹی اور اوس کے رشتہ دار گرفتار کر کے بادشاہ کو دیدے جائیں۔ چنانچہ اہل قلعہ نے

ونیکٹی کو رشتہ داروں سمیت پکا کر مصطفیٰ خلیفہ کے حوالہ کر دیا۔ اور باقی لوگ مع اپنے اہل و عیال اور اسباب و اموال کے باہر چلے گئے جب قلعہ پر قبضہ ہو گیا تو علی عادل شہانے ونیکٹی کو مس متعلقان قتل کرادیا۔

۱۵۔ علی عادل شاہ کا آرنٹلک میں دارور کا ایک بڑا مضبوط قلعہ تھا راج کے بعد اوس پر قلعہ پکا پورا کونستح کرنا ایک امیر قابض ہو گیا تھا۔ اور ننگا داری قراج کے بیٹے کو فتنہ کچھ باقی بھیج دیتا تھا۔ باقی بالکل خود مختار تھا۔ تو رکل کے قبضہ کے بعد علی عادل شہانے اس پر توجہ کی اور چہ عینے کے محاصرہ کے بعد اسے بھی بوجہ امن لے لیا۔ پھر سات مہینے بیان ٹھہرا رہا۔ اور جب گردنوح کے انتظام سے فاختہ ہو گیا تو اب بیکار پور کی تخمینہ کارا ارادہ کیا۔ بسب و زر نام ایک شخص راج کا مینول داہتا۔ راج کے بعد وہ اسپر قابض ہو گیا تھا۔ جب علی عادل شاہ اوس طرف کو بڑھا تو اوس نے اپنے بیٹے کو ایک ہزار سوار اور دس ہزار پیادہ دیکر جنگل اور کوہستان میں بھیج دیا۔ کہ وہ مسلمانوں کی رسد بند کر دے۔ اور خود تعین متحصن ہو کر ونیکٹا داری کو لکھا۔ کہ میں نے اب تک جو آپ کی اطاعت نہ کی ادس سے میں اب بہت پشیمان ہوں میرے قصور معاف کیجئے میں فلاں مقدار زربخش کش ہر سال خدمت میں بھیجا کرونگا۔ آپ میری مدد کیجئے۔ یا لکھی۔ داکا دھیمے ورنہ میں تباہ ہو جاؤنگا۔ وننگا داری نے جواب لکھا۔ کہ مجھے خود ملکن ری اور چند رگری کی ہی حفاظت نہیں ہوتی جو میرے پاس اس وقت چھوٹا سا علاقہ باقی رہ گیا ہے۔ اگر تجھے کچھ ہو سکے تو روپیہ خرچ کر کے صلح کر لئے۔ ورنہ اپنے گردنوح کے ام کو راضی کر کے اپنے بیٹے کے ساتھ متفق کر دے۔ کہ وہ مسلمانوں کی رسد بند کر دین اور راتوں کو ان کے لشکر میں جا کر چوری کریں اور سپاہیوں کو غافل پکا کر مارا لیا کریں۔ میں نے بھی اودن ادرا کو فدیہ مان تیری اعانت کے لئے لکھ دئے ہیں کہ جو تیرے پاس بڑوس ہیں میں

جب یہ جواب آیا۔ تو بلب وزیر نے رایان قلعه جبرہ و چند کوٹی کو روکو لکھا کہ آپ لوگ مجھے اتفاق کیلئے ورنہ ہم تم سب ایک ہی ناو میں سوار ہیں اگر میں ڈوبتا تو آپ لوگ بھی کبھی نہیں بچ سکیں گے۔ اب یہ لوگ سب متفق ہو گئے۔ اور چوری اور راہ زنی سے نقصان پہنچانا شروع کیا۔ کرناٹکی پیادہ بدن پراٹھی کا تیل مل لیتے کہ اونکو پکڑتے وقت لوگ جلدی نہ کر سکیں۔ اور اتنے میں وہ ہلکا جائیں۔ اور راتوں کو چھپ کر لشکر میں آنے اور سوتے ہوئے سپاہیوں کو قتل کر جاتے۔ اور اس طرح ہر ایک ایک دودو کر کے لشکر میں گتے کہ کسی کو خبر بھی نہ ہوتی اور اس کثرت سے آئے کہ یکے دون سپاہیوں کو ہر شب میں ٹھکانے لگا جاتے۔ اس بے خبری اور خواب کی حالت میں جب بہت سے لوگ قتل ہوئے تو یہ مشہور ہوا۔ کہ پھر لوگ اپنے مر گھٹوں کی خاک جو جادو سے بھر پڑتی ہے اڑھانے نہیں اور جس خیمہ یا کھربڑال دیتے ہیں وہ ان کے آدمی خواب سے بیدار نہیں ہوتے اور اگر جاگ بھی جائیں تو جب تک کہ چور رعبہ درمیں اوس وقت تک اودن میں قوت تکم اور بہت نہیں ہوتی۔ ہے۔ ان افواہوں سے لشکر اسلام ایسا گہرا کہ علی عادل شاہ نے مراجعت کے سامان کر دے۔ مگر مصطفیٰ خان۔ نے کہا کہ یہ کچھ بات نہیں ہے۔ اوس نے سرداران برکی کو جن کی فوج کی تعداد چھ ہزار تھی اور مدت سے مفت کی تو اہلین کہا یا کر۔ تے تے۔ اور جو چوری اور مارا نے میں انہیں کرناٹکیوں کی طرح تے کرناٹکیوں کے مقابلہ پر مقرر کیا۔ اور اٹھنے پر زیادہ لشکر کے گرد پھرے لیے ایک ایک گز کے فاصلہ پر بٹھاے اور حکم دیا۔ کہ کسی کو لشکر میں نہ آنے دین۔ اور اگر کسی طرح سے کوئی آجائے اور شور و غوغا ہو تو ہوشیار ہو جائیں اور جسے لشکر سے باہر جاتا دیکھیں اوسے قتل کر دیں۔ اس لیے رات کو کوئی لشکر کا آدمی لشکر سے باہر نہیں جاتا تھا۔ اور اگر چور کسی طرح از گس آتے تو تترہ کیے جاتے تے اس سبب

کرناٹکیوں نے لشکر میں آنا اور قتل کرنا موقوف کر دیا۔ اور مسلمانوں کے لشکر کو امن مل گئی۔ اور رسد بھی لشکر میں آنے لگی اور رفتہ رفتہ اس قدر از رانی ہو گئی کہ جس کی انتہا نہیں۔ اس طرح ہر ایک سال کامل امر اسے برکی اور کرناٹکیوں میں ڈرائیاں ہوتی رہیں اور مسلمان قلعہ کا محاصرہ کئے پڑے رہے۔ اتنا قاب لب وزیر کا بیٹا اپنی موت سے مر گیا۔ اور ریاں گرد نواح بھی گمراہ گئے اور اپنے اپنے علاقہ جات کو لوٹ گئے۔ کہ جس سے بلب وزیر کو رعب پہنچنا موقوف ہو گئی۔ اور اس نے پندرہ مہینے کے محاصرہ کے بعد قلعہ بلب و عدہ امن قلعہ خالی کرنے کی درخواست کی۔ مصطفیٰ خان اپنا لشکر لیکر قلعہ کے دروازہ پر کھڑا ہو گیا۔ اور بلب وزیر مع اپنے عیال و اطفال اور تمام اہل قلعہ کے ٹھکڑ کرناٹک کے ملک میں چلا گیا۔ اور قلعہ مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔

۲۶۔ علی عادل شاہ کا جرحہ و چندر اس قلعہ کے فتح پر مصطفیٰ خان کو علی عادل شاہ نے ایسا خلعت کوئی کو فتح کرنا اور مصطفیٰ خان کے اختیارات۔

بدولت ہوئی تھی۔ علی عادل شاہ ایک بڑا عیاش بادشاہ تھا۔ خود تو مشوق اور سادہ زماروں میں بڑا رہتا اور کچھ کام نہ کرتا تھا۔ تمام کاروبار سلطنت پہلے کشور خان پر چھوڑ رکھتا تھا۔ اور اب مصطفیٰ خان کو دیدیا تھا۔ یہاں تک کہ خاص مہر شاہی بھی جو بادشاہ کی انگوٹھی میں رہا کرتی تھی مصطفیٰ خان کو حوالہ کر کے حکم دیدیا تھا۔ کہ ابھی ہر اسے اس حکام جاری کیا کرے میری اجازت لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے جب چار مہینے اور گزر گئے اور یہاں کا انتظام مصطفیٰ خان نے کر لیا تو علی عادل شاہ کی اجازت سے تیس ہزار سوار اور توپخانہ وغیرہ لیکر جہڑ اور چندر کوئی کی فتح کو چلا جہڑ کے حاکم ادسب، نانک نے نوستے ہی اطاعت اختیار کر لی اور چونکہ اس نے قبل از فتح

بنکا پور مصطفیٰ خان کو راضی کر لیا تا اس لیے مصطفیٰ خان نے اوسے بوعده باج و فرائج اپنے حال پر بحال رکھا۔ مگر چنبر کو ٹی کا عالم گنجان جنگل اور استواری قلعہ کے سبب سے مطیع نہوا۔ مصطفیٰ خان نے محاصرہ کیا۔ اور برکی فوج سے گرد و نواح کی امداد کو روکا اور چودہ مہینے کے محاصرہ میں اوسے ہی ۹۸۳ھ میں لے لیا۔ اور فتح کے بعد علی عادل شاہ دہان گیا اور پندرہ روز دہان عیاشی کر کے چوتھے سال میں بیجا پور کو لوٹ آیا۔ اور اپنی مہر مصطفیٰ خان کے پاس یہ لکھ کر بڑا آیا کہ جو احکام میں بیجا پور سے جاری کرونگا اودن کے کاغذات تمہارے پاس نیسجے جایا کریں گے اگر وہ معقول ہوں تو او نہیں مہر لگا کر جاری کیا کیجئے ورنہ منع کر دیا کیجئے۔

۵۹۸۷ھ

۲۷۔ ابراہیم قطب شاہ کا علی عادل شاہ جب ابراہیم قطب شاہ کو نظام شاہی و عادل شاہی فوجوں سے کے برخلاف سرکراج کی اعانت کو جانا فراغت ملی۔ اور اوس نے دیکھا کہ مرضی نظام شاہ برابر کو اور علی عادل شاہ کرنا ملک کو فتح کر کے اپنا اپنا ملک بڑا رہے ہیں تو اوس نے بھی اپنا ملک بڑا کرنا شروع کیا۔ ایک شخص خاندان بیجا نگر کا مسمیٰ سرنراج قطب شاہی مہر پر بیجا نگر نے ایک حصہ کا راجہ بن بیٹھا تا جب اوس نے دیکھا کہ علی عادل شاہ کرنا ملک میں آیا ہے اور میں اوس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تو اپنے بچاؤ کی غرض سے اوس نے ابراہیم قطب شاہ سے مدد مانگی اور پیش کش دینے کا وعدہ کیا۔ اس لیے ابراہیم قطب شاہ نے بذات خاص اوس کی امداد کو چلا اور امیر شاہ محمد کو ابھی سرحد پر کولاس و قندھار کے قریب پڑا ہوا تھا لکھا کہ عادل شاہ علاقہ میں سے چلا آئے اور مجھے بیجا نگر کے علاقہ میں آکر ملے۔ چنانچہ وہ فرمان کے پہنچتے ہی چلا آیا اور ابراہیم قطب شاہ سے آکر مل گیا۔ اب سرنراج بھی ابراہیم کے پاس آیا اور پیش کش نذر کیا۔ مگر چونکہ علی عادل شاہ اس وقت بیجا پور کو لوٹ گیا تھا اس لیے ابراہیم بھی لوٹ آیا۔ اور کوئی لڑائی نہیں ہوئی یہ واقعہ ۹۸۷ھ کا ہے۔

۲۸- ابراہیم قطب شاہ کا دیکھنا دہلی و کپوری قراج و نرسنگھ را وجود و ملاکھ ہون سالانہ کاخراج کو ندیر کو فسخ کرنا۔ سلطان قس کے زمانہ سے کو ندیر کی نسبت مقرر تھا برابر دیا کرتے تھے

اور ابراہیم قطب شاہ کے شروع عہد تک یہی دیتے رہے تھے۔ مگر اب جب ابراہیم قطب شاہ سے اور نظام شاہ اور عادل شاہ سے فتنہ و فساد ہو گئے تھے تو انہوں نے خراج دینا موقوف کر دیا تھا۔ بلکہ کشنا پاراوتر کر کندہ پٹی کے علاقہ میں لوٹ مار بھی کر جایا کرتے تھے۔

جب اس وقت ملک میں امن چین اور فوج آسودہ اور چین سے بیٹھے بیٹھے تنگ ہو رہی تھی تو ابراہیم قطب شاہ نے میر عماد الدین شیرازی المخاطب بہ حیدر الملک کے سپہ سالاری میں کو ندیر کی فتح کو فوج روانہ کی۔ انہوں نے اول تو قلعہ وینکٹہ کو جا کر اپنے قبضہ میں کر لیا اور بعد ازاں حصار کچھ کوٹہ کو جا کر گیرا یہاں کے حاکم کا نام کستوری رنگپا دمہ مانی چنیا تھا اور ان کے پاس بیس ہزار فوج تھی مگر یہ بھی فتح ہو گیا۔ اس کے بعد قلعہ کیم جو اس سے کچھ آگے

ہے قبضہ میں آگیا۔ اب قطب شاہی فوج خاص کو ندیر کو چلی۔ یہاں کو ندی تینا دمہ مالی چنیا و کستوری رنگپا بھاگے ہوئے ہندو تیس ہزار سپاہ سے پڑے ہوئے تھے۔ اور اون کا ارادہ تھا کہ جب الملک کی پیچیری میں اس پر پشون مایین۔ جاسوسوں نے اور کی خبر ابراہیم قطب شاہ کو پہونچائی اور اس نے حیدر الملک کو فوراً اطلاع دی کہ کیا غفلت میں پڑا سو رہا ہے۔ ہندو تیرے اوپر چاہا رہے کوہین۔ اس حکم نے پہونچتے ہی حیدر الملک نے جب دریافت کیا تو پشون

منہ آٹھ کوس پڑے ساز و سامان سے پڑے ہوئے تھے۔ کو ندیر کو چوڑ حیدر الملک ان دشمنوں کی طرف لوگیا۔ اور لڑائی نے بعد اذینیں پر کندہ کر دیا۔ پھر قلعہ کٹوم پر قبضہ کر کے یلم کندہ کا محاصرہ کیا اور اسے بھی بھجور قہر لے لیا۔ اب انہوں نے خاص کو ندیر پر محاصرہ ڈالا۔ مگر یہاں محاصرہ کو طرا طول ہوا۔ اس لئے ابراہیم قطب شاہ نے میر شاہ نقی المعروف بہ میر شاہ میر کو بھیجا۔

مگر پہر بھی کچھ نہ ہوا۔ جب میر شاہ میر غصہ میں آیا اور توہنجیوں کو دیکھی دی تو ادھنوں نے چند روز میں قلعہ کی دیوار توڑ دی۔ اور میر شاہ میر علی قلیخان و عزیزخان و نوبریگ وغیرہ سرداران کو لیکر حصار کے شرقی دروازہ سے گسٹا۔ مگر ایک ہزار آدمی قلعہ میں سے نکلے اور مقابل ہوئے۔ لیکن جب مسلمان بہرہ نام ہاتی کو آگے کر کے قلعہ کے دروازہ تک پہنچ گئے اور ہاتی نے دروازہ کا ایک رخ توڑ ڈالا تو دروازہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ اور پھر نراج وہان کا حاکم جو راج کا داماد تھا گرفتار ہو گیا۔ اور قلعہ مسلمانوں نے لے لیا۔ بعد ازاں جب حوالی و حواشی کے بندوبست سے فراغت ہو گئی تو میر شاہ میر تراج کو لیکر دارالسلطنت میں حاضر ہوا اور وہ تمام علاقہ ابراہیم کے قبضہ میں آگیا یہ واقعہ صفر ۹۸۷ھ کا ہے۔

۹۸۷ھ

۲۹۔ شکر نامک و بہرہ دیوی ۹۸۷ھ کے اخیر یا ۹۸۷ھ کے شروع میں مصطفیٰ خان نے وغیرہ کا علی عادل شاہ کا لکھا کہ چند رکوٹی کا قلعہ پہلے کسی زمانہ میں بہار کے اوپر تھا۔ مگر کسی نے مطہج ہونا۔ اوس کو چھوڑ کر داسن کوہ میں یہ موقع قلعہ بنایا ہے اگر آپ اگر ترقی کم کو معائنہ کر لیں اور پسند آئے تو میری رائے میں اسی بہار کے قلعہ کی جگہ پر قلعہ از سر نو بنایا مناسب ہے۔ اس پر علی عادل شاہ چند رکوٹی کو گیا اور قلعہ بہار پر بنانے کا حکم دیکر اور قلعہ بیکاپور کی سیر کر کے براہ بلگوان لوٹ آیا مصطفیٰ خان نے ایک ہی سال میں قلعہ از سر نو بنالیا۔ جب تیار ہو گیا تو علی عادل شاہ پر گیا اور او سے جا کر دیکھا۔ چند رکوٹی کے پاء کر دھین شکر نامک حاکم تھا۔ مصطفیٰ خان نے او سے بھی عادل شاہ کی خدمت میں حاضر کیا۔ اور علی عادل شاہ اس کی اجازت سے کردر کے قلعہ دیکھنے کو چلا۔ مگر کثرت اشجار وغیرہ سے بعض جگہ ایسے تنگ راستے تھے کہ سوار ایک سوار کے دو سے بھر کا گذر نہ تھا۔ اس

راستہ سے لوٹ پڑا۔ بعد ازاں مصطفیٰ خان کی تحریک سے نہ صرف شکر ناک ہی نے باج و خراج دینے کا اقرار کیا۔ بلکہ شکر ناک کی وجہ سے اس ناک حکم جبرہ و ہرہ دیوی و جلوی و درانیان قلعہ جات ساحل سمندر کی اور راے بندر یا سلور و بالکلور و باکو کلا سب مطیع ہو گئے اور ان سب نے سارے تین لاکھ ہون سالانہ دینے کا اقرار کیا۔ اور تاحیات علی عادل شاہ برابر خراج دیتے رہے سوا اس کے تیس ہزار ہون سالانہ مصطفیٰ خان کو بھی دیا کرتے تھے۔ بعد ازاں علی عادل شاہ نے منصب وکالت و جمہورگی افضل خان شیرازی کو دیا۔ اور مصطفیٰ خان کو وہ علاقہ جاگیر مین دیکر اور پندرہ پٹت کو جو بڑا معتبر شخص تھا وہاں کا دیوان کر کے بجا پور کو ۹۸۵ھ کے اخیر مین چلا آیا۔ کہتے ہیں کہ جس وقت علی عادل شاہ کی زراں لگی۔ کہ وقت ان نو مطیع راجاؤں کو خلعت دے گئے تو ہرہ دیوی و جلوی رانیوں کے لیے زمانہ لباس پیش کئے گئے۔ مگر انہوں نے اس خلعت کے لینے سے انکار کیا اور کہا کہ اگرچہ ہم عورتیں ہیں مگر ہم اس ملک پر جوان مردوں کی طرح بزرگ شمشیر قابض ہیں ہمیں مردانہ لباس عنایت فرمایا جائے۔ اس پر بادشاہ نے انہیں مردانہ خلعت عنایت کیا۔ اس ملک میں مدتہا سے دراز سے یہی قاعدہ چلا آتا تھا کہ وہاں عورتیں فساد مزاں ہوا کرتی تھیں اور ان کے شوہر اُمرا اور خدام کی طرح درباری ملازم سمجھے جاتے تھے۔ اور امور ات سلطنت میں انہیں کچھ اختیار و باخت نہیں ہوتا تھا اور ان کے شوہروں اور باقی ملازموں میں کوئی امتیاز نہیں ہوا کرتا تھا۔

۳۰۔ امرائے برکی کا محاصرہ مصطفیٰ خان کو تو ہمیشہ کشور کشائی کی ہی شکر لگی رہا کرتی تھی۔ اس نے پینکٹھ مین نفاوت کرنا اور چند روز کے بعد ایک اپنے معتمد علی خان کو علی عادل شاہ کے پاس بھیجا۔ اور پینکٹھ دار الملک کرنا ملک کی تسخیر کی تحریص دلائی۔ علی عادل شاہ کا قتل۔

کا تو یہ عین مدعا ہی تھا۔ وہ فوراً کرناٹک کو فوج لیکر چل دیا۔ اور جب ادھونی جو کہ پنکندہ کی طرف
کو آگے بڑھا تو مصطفیٰ خان بھی امرائے برکی اور لشکر کرناٹک کو لیکر حوالی بنکا پور میں اوس سے
آگے۔ وینکٹا داسی نے دیکھا کہ علی عادل شاہ کا مقابلہ دشوار ہے اس لئے پنکندہ کو چھوڑ کر
چندر گری کو چلا گیا۔ علی عادل شاہ نے پنکندہ کا جا کر محاصرہ کیا۔ تین مہینے کے محاصرہ کے
بعد اہل قلعہ ایسے تنگ ہو گئے تھے کہ اب قلعہ دیا ہی چاہتے تھے کہ وینکٹا داسی نے
اون مرہٹہ سرداروں کو جو علی عادل شاہ کے ساتھ تھے آٹھ لاکھ ہون دیکر بکالیا۔ پٹنیا
ناٹک چار ہزار آدمیوں سے علی عادل شاہ کے دروچوں سے نکل کر لشکر کو لوٹا ہوا باہر چلا
گیا۔ دوسرے روز اور چار مرہٹہ سردار پانچ ہزار فوج سے دشمن سے جا ملے اور لشکر اسلام
غلہ اور گمانس دانہ لوٹنے لگے۔ اس وجہ سے مصطفیٰ خان مجبوراً محاصرہ اٹھا کر ۹۸۶ھ
کے آخر میں چلا آیا۔ اور علی عادل شاہ نے بیجا پور کو مراجعت کی اب یہ امرائے برکی لوٹے
اور اپنی اپنی جاگیر دن بقیابض ہو گئے۔ علی عادل شاہ کی ساری طاقت سرداروں کے
ہاتھ میں تھی اوس میں خود اس قدر کرمان سکت تھی جو ان باغیوں کا بندوبست کرتا۔ اور خود
فوج لیکر اونہیں خاک میں ملا دیتا۔ مرتضیٰ خان انجو ایک نظام شاہی سردار علی عادل شاہ
کے پاس مدت سے آگیا تھا۔ علی عادل شاہ نے اوسے اون جاگیر ات میں سے ایک
قطعہ جاگیر تین دیدیا جہاں ان باغی امرائے برکی کی جاگیر تھی وہ تین ہزار سوار تیر انداز اور
کچھ دکھنی حبشی امیر لیکر چلا۔ اور ایک ال متواتر ان مرہٹہ سرداروں سے لڑتا رہا۔ مگر ان کو
مغلوب نہ کر سکا۔ اس لیے مصطفیٰ خان نے زبانی کہلا بیجا کہ اس طرح مفت میں اچھی فوج قتل
ہوئی چلی جاتی ہے اور کام نہیں نکلتا۔ بہتر ہے کہ لطائف الحیل سے ان باغیوں کو بیجا پور میں
بولالے اور پھر چوہا ہے کیجئے۔ علی عادل شاہ نے اس رائے کو پسند کیا۔ اور ایک برہمن

راسو پٹرت کے ذریعہ سے تسلی دلا سادیکریجا پور کو بولایا۔ جب یہ لوگ جانے کو نہ ہوئے تو ہندیا نائک نے ایک مجلس منعقد کی اور اوس سے کہا کہ ہم نے علی عادل شاہ کے ساتھ بڑی بدسلوکی کی ہے جب کہ کرناٹک تمام اوس کا مطیع ہونے والا تھا اوس وقت ہم نے بغاوت کی اوس کے آدمیوں کو مارا۔ اور اب اتنی مدت سے بغاوت کر رہے ہیں۔ ظاہری چکنی چٹری باتوں پر بیجا پور چلا جانا خلاف عقل ہے۔ گو ہندیا نائک نے یہ بات نہایت عقلمندی کی اور نہ کو بتائی۔ مگر جیسے انہوں نے نالایقی سے حماقتاً اپنے ولی نعمت سے بغاوت کی تھی یہی ہی یہ ظاہر افریب اور ان کی تجدد میں نہ آیا اور اوس کی نیک نصیحت کو نہ مانا۔ اور بیجا پور چلنے کو تیار ہوئے جب ہندیا نے دیکھا کہ میری نصیحت کا اگر نہیں ہوتی تو اوس نے ان کی رفاقت ترک کی۔ اور نیٹکا درمی کے پاس پکڑ دیا کو چلا گیا۔ جو تراسے بیجا پور میں آیا۔ علی عادل شاہ نے اوسے خلعت اور امارت کا اغرا عنایت کیا۔ بعد ازاں ہو چل نائک و دیو نائک و تمنا نائک وغیرہ بھی چلے آئے۔ جب یہ سب بیجا پور میں پہنچ گئے اس سبب سے کہ ۵

سنگ در دست و مار بر سر سنگ	نے زد انش بود مکون و درنگ
----------------------------	---------------------------

اب اور توقف اور ان کے قتل میں حماقت سے خالی نہ تھا۔ جو تراسے کو ایک رات کو پکڑا اور اس کی آنکھیں نکلوا ڈالیں۔ اور باقیوں کو بہت بری طرح سے قتل کر دیا۔ گو علی عادل شاہ کی اس دغا بازی کو انگریزی مورخوں نے نفرت انگیز لکھا ہے مگر ذرا انصاف کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ اور دغا بازوں کے کردار کی نہایت مست تھی۔ اگر کسی یورپین گورنمنٹ کے ساتھ کوئی ایسا کرے تو ہمیں ہرگز یقین نہیں ہے کہ اوس کی سزا دینے کے لیے ایسی سپاہیانہ پنج کو نفرت انگیز شمار کیا جائے۔

۳۱۔ مرتضیٰ نظام شاہ کا لقب پیر اب مرتضیٰ نظام شاہ کی داستان سنئے۔ جب وہ علی عادل شاہ سے

معادہ کر کے لوٹا۔ تو اوس نے اول تو اوس نعمان کی اصلاح کی جو اوس سے ریکندہ میں ہوا تھا بعد ازاں اوس نے قیامِ محبت کے لیے ملائید رکاشی کو تغال خان کے پاس سفیر کر کے بھیجا۔ اور لکھا کہ دریا عمواد الملک ہمارا براہِ درِ طریقت تھا جب وہ مر گیا تو اوس کا بڑا بیٹا برہان عمواد الملک مملکت کا وارث ہے۔ جب تک کہ برہان خرد سال اور ناقابلِ سلطنت تھا اوس وقت تک تم اموراتِ سلطنت کا انجام دیتے رہے۔ یہ تمہارا فرض منصبی تھا کچھ مضائقہ نہیں۔ لیکن اب جب کہ سنِ رشد کو پہنچ کر حکمرانی کے قابل ہو گیا ہے۔ اوس کو گہر میں مجبوس رکھنا اور خود فرمانِ زوالی کرنا کیا معنی۔ چاہیے کہ برہان کو حکومت کا اختیار دیکر آپ فوراً الگ ہو جائیے ورنہ جو نتیجہ ہو گا وہ آپ دیکھ لینگے۔ تغال خان اس سخت مضمون کو شکر نہایت مضطر ہوا۔ اور اپنے بیٹے شمشیر الملک سے مشورہ کیا۔ اوس نے باپ سے کہا کہ ہم نظام شاہ سے لشکر و خزانہ میں کچھ کم نہیں ہرین۔ اگر اوس کا ارادہ ہمارے ملک پر حملہ کرنے کا ہے تو ہم اوس کا تلوار سے جواب دیں گے۔ اور اسی بنا پر ابراہیم قطب شاہ سے مدد طلب کی۔ چنانچہ اوس نے تغال خان کی مدد کو فوج بھیجی۔ جب مرقضی کا ایلچی باہری کے اطراف میں اوس سے ٹوٹکر ملا۔ اور یہ حال سنایا تو مرقضی شاہ ایلچو کو چلا۔ اور ہر سے شمشیر الملک مقدمۃً ابھرنے کی طرح آگے آیا۔ اور نظام شاہ کے طلیعہ کو شکست دیکر ہٹ گیا۔ اب چنگیز خان نے اور سردار فوج دیکر آگے بھیجے۔ شمشیر الملک نے باپ سے مدد طلب کی تغال خان بھی بیٹے سے آکر مل گیا۔ چنگیز خان کو۔ یہ حال معلوم ہوا تو اوس نے خداوند خان و جرنیلان و بھری خان و رستم خان و چند باخان امرائے حبش کو اوس کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ اور بادشاہ سے اجازت لیکر خود اپنے خاصہ خیل اور تین ہزار غریب ترکش بندیکر فوراً معرکہ میں پہنچا نہایت سخت لڑائی ہوئی۔ چنگیز خان عین گرمی جنگ کے وقت اپنے پنج سو سپاہیوں سے

جنہیں اوس نے مدتوں سے اپنا مصاحب اور دوست بنا رکھا تھا اور جو اس سے یکدل ہوتا تھا
تسے تغال خان کے قلب لشکر چٹا پڑا۔ اور ایسا جی توڑ کر لڑا کہ تغال خان اور شمشیر الملک
کو مجبوراً ہٹا لیا پڑا اور وہ ایلچوور سے ادھر کہیں قیام نہ کر سکے۔ دشمن کا تمام امانتہ جنگ اور
دوسو شتر جنگی ہاتی جنگیر خان کے ہاتھ لگے۔ اب مرتضیٰ شاہ نے تمام رعایا اور زمینداران
برار کے نام فرمان جاری کیے۔ اور اوس میں انہیں بہت تسلی و دلاسا دیا۔ چنانچہ اس فتح کے
سبب سے زمیندار اور مقدم اور قانون گو اوس کے پاس آئے اور خلعت لیکر خدمت ہوئے
۳۲۔ مرتضیٰ شاہ کے تعاقب سے معلوم ہوتا ہے کہ برار کی رعایا اور فوج تغال خان کو غاصب سمجھ کر
اوس سے خوش نہیں تھی اس لیے ایلچوور میں بھی اوس کے پیر نہ
بھاگ جاتا۔ جسے اور اوس نے وہاں متخصص ہونے سے یہ بھی بہتر سمجھا

۹۸۱

کہ گوندوانہ کے جنگلوں میں بڑا لیجا ہے۔ اگر اس میں مرتضیٰ شاہ میچا چھوڑ دے تو ہر اپنے
ملک پر اگر قبضہ کر لیا جائے ورنہ کوئی اور صورت نکال لی جائے مگر جنگیر خان کبھی چھوڑتا تھا
مرتضیٰ کو یسکر تغال خان کے تعاقب میں گیا۔ اب آگے آگے تغال خان اور شمشیر الملک
اور پیچھے مرتضیٰ شاہ اور جنگیر خان فوج لیے ہوئے تھے اس طرح چھ مہینے گزر گئے۔
ایک روز تغال خان اور شمشیر الملک ایک ایسے جنگل میں آ پھنسے کہ سب گرتا رہ جانے کے
اور کوئی چارہ نہ تھا۔ اتفاقاً یہاں مرتضیٰ نظام شاہ کے آگے ایک سید مجذوب میر موسیٰ
مازندرانی آگیا۔ اور دوازدہ امام کی قسم دیکر اوس۔ سہ کما کہ جب تک بارہ ہزار ہون دوازدہ
امام کے نام پر مجھے یہاں ندیدے تب تک آگے نہ جا۔ دوازدہ امام کا نام سنکر مرتضیٰ شاہ
نے اوس فقیر سے اوس کا حسب و نسب پوچھا۔ اور جب معلوم ہوا کہ وہ محبان اہل بیت سے
یعنی شیعہ ہے تو جنگیر خان اور امین الملک نیشاپوری کو جو اوس کی فوج کے مقدمۃ الجیش تھے

بولا کہ حکم دیا کہ اسے بارہ ہزار ہون دیدین۔ چنگیز خان نے عرض کیا کہ خزانہ پیچھے آتا ہے
 خزانہ آتے ہی روپیہ دیویش کو دیدیا جائیگا۔ تغال خان اور شمشیر الملک ایسے موقع پر
 آپہننے ہیں اس وقت آپ آگے بڑھے ورنہ وہ ٹکلیا بیٹنگے مرتضی شاہ نے کہا کہ اس سید نے
 مجھے دوازدہ امام کی قسم دی ہے تغال خان ایک نہیں اگر بارہ ہزار برابر ہی مجھے دے تو
 میں اس کی کچھ پروا نہیں کرتا۔ یہ بارہ ہزار ہون بغیر دے میں آگے ہرگز نہ جاؤں گا۔ گو یہ
 مرتضی شاہ کے دیوانہ پن کی بات تھی۔ اگر تغال خان کسی سید کو بھیج کر مرتضی شاہ کو دوازدہ
 امام کی قسم برابر سے لوٹ جائیگی ولادتیا تو ہمیں یقین نہیں کہ مرتضی شاہ اس قسم کو
 مان لیتا۔ اب چنگیز خان نے سید سے کہا کہ تغال خان اس وقت گرفتار ہوا چاہتا ہے
 اگر تو بادشاہ سے یہ کہہ دے کہ روپیہ ٹکلیا تو میں جس وقت آگے گا اس وقت تجھے دیدوں گا۔ سید نے
 کہا کہ اگرچہ میں دیوانہ ہوں مگر اتنا بخوبی جانتا ہوں کہ نقد راہ بندسیہ نباید فروخت نہ ملوں میں
 تو آج مجھے موقع ملا ہے روپیہ دیدتجھے اور چلے جائے۔ مجبوراً چنگیز خان نے کچھ شاہی
 اور کچھ ارکان دولت کے ہاتھی جو اس وقت وہاں موجود تھے سید کے سامنے لاکر کہا کہ ان
 کو بطور رہن کے آپ اپنے پاس رہنے دیجئے جب میں روپیہ دیدوں گا اس وقت آئے لوں گا
 اب جانے کی اجازت دیدتجھے۔ اس نے کہا کہ یہ جھگڑے تو میں جانتا نہیں روپیہ نقد
 دیدو اور چلے جاؤ۔ آخر لاچار چنگیز خان نے ایسے آدمیوں کو تلاش کیا کہ جن سے روپیہ
 ملے اور ہاتھی ان کے ہاتھ فروخت کر کے سید کو روپیہ دیا۔ اور پھر آگے بڑھا۔ مگر اس ہر صدمہ
 میں تغال خان اور شمشیر الملک بھل گئے۔ اور چونکہ ہزار میں امن کی کوئی صورت نظر نہ آئی
 اس لیے براہمنپور کی طرف بھاگ گئے۔

۳۳۔ گجرات کے جھگڑے ۱۹۶۱ء میں سلطان محمود شاہ والی گجرات کو اس کے ایک خدام

اور چنگیز خان گجراتی کا برہان نام نے جب وہ سو رہا تھا تو اوس کے لئے لنبے کسے بال
حمید خاندیس پر۔ پلنگ سے ہاندہ دئے اور اوس کی تلوار سے اوس کا گلکا کاٹنے

لگا۔ جب وہ خواب سے چونکا تو اوس کے کسے بال اوس کی جان کا وبال ہوئے اور پلنگ
سے نہ اٹھ سکا اور مارا گیا۔ سورت میں اسی بادشاہ نے غنفر آقا ترک غلام مخاطب پر
خداوند خان کی معرفت پرنکالیوں کی روک کے واسطے ایک نہایت مضبوط قلعہ ۹۴۹ھ
میں بنایا تھا۔ اور اوس کا طرز عمارت پرنکالیوں کی طرح کا تھا۔ پھر عماد الملک نے برہان کو
مار ڈالا بعد ازاں اعتماد خان ایک نو مسلم نے ایک خرو سال بچے کو سلطان احمد شاہ کے
لقب سے تخت پر بٹھایا۔ جب یہ بھی آٹھ سال کے فرضی حکمرانی کے بعد اسی اعتماد خان
کے ہاتھ سے مارا گیا تو پھر اعتماد خان نے ایک مجہول النسب لڑکے کو سلطان محمود شاہ
کا بیٹا بنا کر سلطان مظفر کے نام سے تخت پر بٹھایا۔ جس کا کسی کو اعتبار نہ آیا۔ امر اجا بجا
خود مختار ہو گئے۔ اور آپس میں لڑنے جھگڑنے لگے۔ اعتماد خان سلطان مظفر پر قابض تھا
چنگیز خان نے اسے کسی شکستین دین اور جاگیر میں اضافہ چاہا اعتماد خان نے کہا کہ مذہب
سلطان محمود شاہ نے میران مبارک شاہ والی خاندیس کو دیا تھا۔ اب نہ محمود شاہ ہے
اور نہ مبارک شاہ دوہم گئے چاہئے کہ خاندیس کے قبضہ سے نکال کر تو لے لے۔ اس پر
چنگیز خان گجراتی ۹۷۴ھ میں علاقہ نذر بار کی تسخیر کو چلا۔ میران مبارک شاہ والی خاندیس
جس نے اپنی بیٹی ۹۷۵ھ میں اکبر بادشاہ کو دیا اور اس سے رشتہ پیدا کر لیا تھا اسی سال بروز شہر
۶۔ جمادی الآخر کو مر چکا تھا۔ اور اوس کا بیٹا محمد شاہ تخت نشین ہوا تھا۔ یہ بھی اچھا عاقل بادشاہ
تھا۔ اوس نے تغال خان سے مدد طلب کی۔ تغال خان نے ہمایگی کے لہان سے
اوس کا ساتھ دیا چنگیز خان اس وقت مذہب پر قابض ہو گیا تھا اور آگے تھا لیکن بڑھایا تھا

اور ایک پہاڑ کی نوک پر چوڑی ناہموار تہی قیام پڑا اور ہوا رحمانیہ بر تو پون کا زنجیرہ نکال کر دشمن کے خوف سے قیام کیا۔ جب اوس نے اس براری اور خاندانی فوج کا ہجوم دیکھا تو اوس پر کچھ ایسا رعب چھایا کہ دن بہر تو پین آگے لگا پڑا رہا۔ اور رات کو تمام احوال و انتقال چوڑی بروج کو ہلک گیا۔ اور خاندانیوں نے تعاقب کر کے اوسے خوب لوٹا کہوٹا تو پین اور ہاتی چمین لیے۔

۳۴۔ مالوہ اور گجرات پر چٹوال الدین باز بہادر کو ایک سال ہی تخت مالوہ پر آرام کرنا نصیب نہ ہوا تھا محمد اکبر بادشاہ ہندوستان کا قبضہ کہ اکبر بادشاہ ہندوستان نے عبدالسد خان اوزبک اپنے

ایک سردار کو اوس کے استیصال کی واسطے ۹۷۹ھ میں بھیجا۔ باز بہادر تو عیش کا بندہ تھا۔

۹۷۷۔ لڑائی کے صدقات اوس سے کب جیلے جاتے۔ فوج مخالف کی آمد سنتے ہی بے تحریک سیف و سنان ملک سے نکل بہاگا اور مالوہ خاندانیں اور دکن کی سرداری کو ہستاتوں میں دن کاٹتا ہوا۔ جب کوئی تدبیر راست نہ آئی تو ۹۷۹ھ میں اکبر کی خدمت میں حاضر ہو کر اوس کے

امرا میں داخل ہو گیا۔ دوزاری کا مرتبہ ملا۔ اور اوس نے دہلی اپنی عمر ختم کی۔ اور مالوہ کی حکومت ہمیشہ کے لیے اس خاندان سے جاتی رہی۔ اسی زمانہ میں اکبر کے خاندان کے کسی آدمی سنبل میں جاگیر دار تھے انہوں نے بغاوت کی۔ اور بہاگا، کرگجرات میں آئے

چنگیز خان نے اونہیں اپنے پاس بہادر سمجھ کر لے لیا اور جاگیرین دیدین۔ عبدالسد خان اوزبک نے بھی اکبر سے مالوہ میں بغاوت کی اور وہ بھی چنگیز خان کے پاس آ گیا۔ اب چنگیز خان نے اعتماد خان سے کہا کہ تیرے مدد نہ کرنے کے باعث مجھے خاندانیں میں شکست ہوئی ہے اور اعتماد خان سے لڑنے کو چلا۔ یہ سب مرزا بھی اوس کے ساتھ تھے۔ اعتماد خان بغیر لڑے

بھاگ نکلا۔ اور احمد آباد پر چنگیز خان کا قبضہ ہو گیا۔ چنگیز خان پر ایک شہنشاہ شیرازان چڑھوٹا

جس سے چنگیز خان نے کچھ ملک دیکر صلح کر لی۔ میران محمد شاہ والی خاندیس نے جب گجرات کے یہ جہگڑے دیکھے اور ملک بے بادشاہ پایا تو اوس نے اپنے آپ کو گجرات کا وارث بنایا۔ اور پہلی فتح کے زور میں گجرات کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ اور تیس ہزار فوج سے احمد آباد تک چلا گیا اور کچھ گجراتی سردار بھی اوس سے مل گئے۔ چنگیز خان بھی احمد آباد سے مرزاؤں کو ساتھ لیکر آٹھ سات ہزار آدمی سے نکلا۔ میران محمد شاہ کو شکست ہوئی۔ اور بہاگ کر اپنے ملک کو چلا آیا۔ چونکہ یہ فتح مرزاؤں کی دلداری سے چنگیز خان کو ہوئی تھی اوس نے ان کی خاطر عزت بڑھا دی۔ مگر جو جاگیریں ان کو دیں وہ ان کے شاہ خسبی کو کافی نہ ہوئیں اس لیے مرزاؤں نے اور دن کی جاگیرات پر دست درازیاں کیں۔ چنگیز خان نے تین چار ہزار آدمی مرزاؤں کی تنبیہ کے لیے مقرر کیے اور انہیں شکست ہوئی۔ پھر مرزا چنگیز خان کے خوف سے برہانپور کو ہٹ گئے اور جب تک میران محمد شاہ فوج کو فراہم کر کے مقابل ہو ملک کو لوٹ لاٹ کر مالوہ کو چلتے ہوئے اکبر نے ان کے دفعیہ کو فوج مالوہ میں بھیجی تھی کہ ہجراخان حبشی نے چنگیز خان کو مار ڈالا شیرخان فولادی نے احمد آباد کا محاصرہ کیا۔ اور اعتماد خان کو اوس میں ان مرزاؤں کو بھی اپنے پاس بولوا لیا۔ یہاں سے میان تنو سلطان مظفر بادشاہ گجرات ہی اوس کے بہکانے سے احمد آباد سے پٹن کو چلا گیا۔ اب اعتماد خان ایسا تنگ ہوا کہ اوس نے اکبر بادشاہ کو گجرات کی تسخیر کے لیے بولوا لیا۔ اتفاقاً اکبر اس وقت مالوہ میں آیا ہوا تھا۔ وہ فوج لیکر خود پٹن گجرات میں آیا۔ شیرخان احمد آباد کا محاصرہ چوڑے فوراً کسی طرف کو رخ پکڑ کر ہوا۔ مرزا بہرٹج کی طرف کو بہاگ گئے۔ اعتماد خان اور شاہ مظفر اکبر کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ اور ۴۔ رجب ۹۸۰ھ کو گجرات کی حکومت خاندان مغلیہ میں منتقل ہو گئی۔ اور اسی کے بعد قلعہ سورت پر بھی اکبر کا قبضہ ہو گیا۔

۳۵۔ مرقضی شاہ کا تغال خان کو جب تغال خان اور شمشیر الملک برہانپور کی طرف چلے گئے تو قلعہ برنالہ میں گھمبیرا۔ مرقضی نظام شاہ خاندیس کی سہ جد پرہو پنجا۔ اور وہاں قیام کر کے میران محمد شاہ کو لکھا کہ تغال خان ہم سے بہاگ کر وہاں آیا ہے۔ آپ اوس کو پناہ دیجئے ورنہ ہماری آپ کی بگڑ جائیگی۔ ایسے وقت میں جب کہ اکبرالوہ اور گجرات کو فتح کر چکا تھا اور ابھی اوس کا لشکر گجرات سے ہٹا بھی نہ تھا بھلا محمد شاہ کب ایسا نادان تھا کہ اپنے ملک میں فساد کھڑے کرنا اور اکبر کو رافع فساد کے بہانہ سے خاندیس بھی حوالہ کر دیتا۔ اوس نے مرقضی شاہ کی تحریروں پر ہنسنا تغال خان کے پاس بھیج دی۔ وہ مضمون سمجھ کر ہر بار کوٹ آیا۔ اور یہاں آکر اکبر کو ایک عرضی لکھی کہ حکام دکن سب شیعہ مذہب ہیں اور انہوں نے اتفاق کر لیا ہے چاہتے ہیں کہ اہل سنت و جماعت کو دکن سے خارج کر دیں۔ میں آپ کا تابع ہوں اور برابر آپ کا ملک ہے یہاں تشریف لا کر اس پر قبضہ کر لیجئے اور مجھے ان دشمنوں سے نجات دلا دیجئے۔ بعد اس کے تغال خان خود تو قلعہ برنالہ میں اور شمشیر الملک کا دہلی میں متحصن ہو گئے مرقضی نظام شاہ نے برنالہ کا محاصرہ کیا۔ تغال خان کی عرضی اکبر کے پاس گجرات میں پہنچی اوس نے ایک آدمی کو مراد شاہ کے پاس بھیج کر لکھا کہ تغال خان ہمارا مطیع ہے اور برابر اوس نے ہمیں دیدیا ہے چاہیے کہ برنالہ کا محاصرہ آپ اڑھائی بجے۔ اور تغال خان سے کچھ تعرض نہ کیجئے۔ مگر مرقضی شاہ نے جنگیر خان کے کہنے سے ایلچی کی طرف کچھ توجہ بھی نہ کی۔ جب ایلچی نے جا کر اگرہ میں اکبر سے اطلاع شاہ کی کہ فیت بیان کی تو اس وقت جنگلہ میں فساد ہو رہا تھا اکبر تغال خان کی مدد اور مرقضی شاہ کی تنبیہ کے۔ یہ کچھ بندوبست نہ کر سکا۔ مگر تغال خان نے کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ اپنا بچاؤ اچھی طرح کئے گیا۔ جب مرقضی شاہ نے دیکھا۔ کہ اکبر کی طرف سے دشمن کو مدد کی کوئی امید نہیں معلوم ہوتی تو جنگیر خان نے محاصرہ کو خوب سخت کیا۔ برنالہ کا قلعہ

ایک پہاڑ پر تھا تو پٹنجنین اور خاکریز سے اوس کا توڑنا آسان نہ تھا۔ اسد خان بادشاہ گجرات کا چر کسی غلام اور سکندر رومی خان ابن حبشی رومی خان نظام شاہ کی نہایت عمدہ کلنداز تھے۔ مگر قلعہ کی دیوار نہ توڑ سکے۔ اور محاصرہ کو بڑا طویل ہو گیا۔ شمع

۳۶۔ مرتضیٰ شاہ کا برابر	صحبت صالح تراصل کج کند	صحبت طالح تراطل کج کند
قبضہ دغا ندان عماد شاہیہ مرتضیٰ نظام شاہ اس زمانہ میں ایک لونڈے صاحب خان نامہ پر شقا اور قفال خانہ کا نیت ڈاؤ ہو گیا تھا۔ اور صاحب خان چاہتا تھا کہ احمد نگر کو باے اور چند روز سے بڑی ضد کر رہا تھا مرتضیٰ شاہ کو اوس کی کمال درجہ خاطر منظور تھی اس لیے ہونا۔		

اوس نے چاہا کہ محاصرہ اڑھا کر احمد نگر کو چلا جائے اسی میں شاہزادہ حسین کے تولد کی خبر۔ احمد نگر سے آئی اب تو مرتضیٰ شاہ کو اور بھی بہانہ مل گیا۔ بیٹے کے دیکھنے کے ارادہ سے احمد نگر کو جانا چاہا۔ اور قریب تھا کہ وہ دین برس کی محنت پر یاد جاسے کہ اسی میں ایک تاجر ہندوستان سے آیا اوچنگیز خان سے کہنے لگا کہ میں یہ گھوڑے تفال خان کے لئے لاہور سے لایا ہوں اگر آپ قلعہ میں لیجا کر مجھے بیچ لینے دین تو بڑی مہربانی ہوگی۔ چنگیز خان نے کہ اے آپ کے چہرہ سے دانائی کے آثار معلوم ہوتے ہیں ایسا آدمی ہم کو چاہئے ہے اگر آپ اقرار کریں کہ وہ ان سے لہٹ کر مرتضیٰ شاہ کی نوکری کریں تو بیشک میں آپ کو اندر جانے دیتا ہوں وہ چہارہ سیدہ سادہ پٹمان ان فرمیون کو کیا سمجھتا تھا لالچ میں اگر نہایت خوش ہوا۔ اور فوراً اس کا اقرار کر لیا اور مرتضیٰ شاہ کے واسطے ہر ایک کام کے لئے موجود ہو گیا۔ چنگیز خان نے اب ایک اپنا معتبر آدمی ناجرون کے ہمیں میں اوس کے ساتھ کیا۔ اور اوسے اہل قلعہ کے لیے رشوتیں دینے کو بہت روپیہ دیا۔ اور سوداگر کے مال و اسباب میں چھپا دیا۔ غرض یہ دونوں اندر گئے۔ اور اس بابا بلی تاجر نے اہل قلعہ کے معزین کو خوب روپیہ باڈھا اور مرتضیٰ شاہ کی طرف سے بڑے

چڑھے وعدہ کئے اور بہتوں کو تغال خان سے تپڑ کر رات کو قلعہ سے باہر نکل آیا۔ جب چنگیز خان
 کی یہ تدبیر ٹھیک عمل میں آگئی اور قلعہ والے اوس سے مل گئے۔ اور چونکہ اکثر امرا اور فوج مدت
 کے محاصرہ اور روز کی بہاگاہاگ سے تنگ ہو گئے تھے بعض لوگ کو دود کر قلعہ سے نکلے
 اور برجوں سے کمینیں ڈال ڈال کر قلعہ کے نیچے اتر آئے۔ جب انہیں انعام اور جاگیریں
 چنگیز خان نے دیں تو اور رہے سہے بھی چنگیز خان کے پاس آگئے اور اب کل بارہ گنڈا
 اندر رہ گئے تو چنگیز خان نے اسد خان اور سکندر موی خان کو بھیجا کہ قلعہ کے ایک برج کو
 توڑوا دیا۔ اور چونکہ وہاں کوئی قلعہ کا محافظ تو تھا ہی نہیں اس لیے چنگیز خان کے اٹھائیس
 آدمی اور ایک نفیر چی قلعہ کے نیچے گئے اور زینہ لٹا کر اپر چڑھے۔ اور چنگیز خان کے
 ایک خاص فوج کچھ کچھ نفیری بجائی تغال خان بہاگ چنگیز خان کو قلعہ میں لگیا۔ اس نے چند منصوبوں کے ساتھ پچھلے
 دروازہ سے بہاگا۔ اور قلعہ چنگیز خان کا قبضہ ہو گیا۔ اور تغال خان کے تعاقب میں یحییٰ بن اسد آبادی روئے ہوا اور کچھ روز
 فتحپور کے مقام سے اوسے گرفتار کر کے لے آیا۔ اور چند روز کے بعد قلعہ کا دیل بھی پوعدہ
 امن ہاتھ آگیا۔ غمخیز الملک گرفتار ہوا اور بربالہ سے بربان الملک بھی اپنے خاندان سمیت
 قید ہو گیا۔ مرتضیٰ نظام شاہ نے ان سب قیدیوں کو اپنی حکومت کے کسی قلعہ میں مقید
 رہنے کے لئے بھیج دیا۔ اور یہ ایک ہی رات میں سب کے سب مر گئے۔ بعضے کہتے ہیں کہ مرتضیٰ
 کے نوکروں نے انہیں دفعۃً واحدہ مرتضیٰ کے حکم سے مار ڈالا بعض کا قول ہے کہ باسبان
 انہیں رات کو اس لیے بڑے تنگ مکان میں بند کرتے تھے کہ وہاں کو کچھ رو بہ دیں۔ مگر
 چونکہ وہ خود مفلس و محتاج ہو رہے تھے وہ کچھ دے نہ سکتے تھے اس سبب محافظین اور زمین
 اور بھی زیادہ تنگ کرتے تھے۔ جس سے ایک رات کو یہ سب آدمی بربان کی تعداد چالیس تھی
 ایک تنگ مکان میں رہنے سے گھونٹ کر مر گئے۔ جب صبح کو دروازہ کھول کر دیکھا تو سب مرے

پائے مگر قول اول قرن قیاس معلوم ہوتا ہے۔ بعد اس کے عماد شاہیہ اور تغال خانہ
خاندان کا کوئی شخص باقی نہ رہا۔ اور وہ سلطنت کہ جسے فتح اسد عماد الملک نے ۱۷۷۶ء سے
قائم کیا تھا ۱۸۲۳ء میں ۱۰۶ برس کے بعد سلطنت احمد نگر میں شامل ہو گئی۔

۳۷۔ سلطنت برار کے
خاندان عماد شاہیہ کا خاتمہ

۱۸۹۵ء میں خود مختار ہو کر اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا تھا۔ ابتدا میں تو نصف برار اس خاندان کے
قبضہ میں تھا۔ مگر بھر نصف ماہو کر کا حصہ بھی اسی میں شامل ہو گیا تھا۔ اس ملک کی پہلی حدیں
تو بتانا بہت مشکل ہے۔ وہ شمال مغرب میں پنجاب درہ پٹرون سے جنوب میں گوداری تک
پہیلے ہوئے تھے اور مغرب میں باتری کا علاقہ اسی میں داخل تھا۔ اور جالندہ کے قریب زمین
کے چتر دین درجہ سے جنوبی حد شروع ہوتی تھی۔ مگر جالندہ نظام شاہی سلطنت میں شامل تھا
مشرقی حد اوس کی تھی ہی نہیں۔ یہاں ایسا گنا جگس تھا کہ جہاں تک وہ جاتے اوس کو اپنا
سمجھ سکتے تھے۔ ناگپور جہاں بتا ہے وہ مقام اسی ملک کا علاقہ تھا۔ مگر ممکن ہے کہ ہم دارنگا
کو اس کی مشرقی حد مان لیں جس وقت مہابارت کی لڑائی ہوئی ہے اوس وقت اس ملک کا
نام بدھ ماتھا جو بگڑ گیا اگر براہ ہو گیا ہے۔ اس سلطنت کا کل رقبہ تقریباً ایک لاکھ میل مربع ہو گا
باہر کے آدمی اس ملک میں بہت کم آتے تھے اور تجارت بھی یہاں اوس زمانہ میں بجز خام پیداوار

۵۷۔ دو ب سنہ میں اوس گمانش کو کہتے ہیں جو ہندی میں ددب کہلاتی ہے اور دہرپ کے سنے بے گمانش
کی زمین کے ہیں اس لیے اس کی وجہ تسمیہ یہ لکھی ہے کہ قدیم زمانہ میں ایک رشی کے لڑکے کی آنکھ دو ب لکھ
اکے لگ جانے سے باقی رہی تھی اوس نے بد دعا کی کہ کبھی پھر اس ملک میں یہ گمانش نہ آو گے اور ایسا ہی ہوا
اس وجہ سے اس ملک کا دور بانم ہو گیا۔ از فیوض عالی جناب شمس العلما مولوی سید علی صاحب بگرامی بی اے

کے اور چیزوں کی بہت ہی کم ہوتی تھی یہ لوگ ابتدا سے آخر تک سنت جماعت ہی رہے اس لیے ایرانی باشندے یہاں نہیں آیا کرتے تھے۔ علم کا چرچا اس سلطنت میں بالکل نہ تھا۔ اور یہی بڑی وجہ ہے کہ کسی نے اس خاندان کی تاریخ تک بھی نہ لکھی۔ اور نہ کسی نے ایسے مظلوم بے کسوں کے ایک قلم نیت و نابود ہونے کا مرثیہ بنایا۔ ان کے حالات ایسے معقود ہیں کہ اگر پاس پڑوس کی سلطنتوں کی تاریخوں میں ان کا ذکر نہوتا تو دنیا میں کوئی اون کا نام ہی نہ جانتا۔ ان کے زمانہ کی نہ تو کوئی سمارت باقی ہے اور نہ کوئی رفاہ عام کے کام اور انہوں نے ایسے کیے ہیں کہ جن سے اون کی یادگار دنیا میں باقی ہو۔ مگر اتنا ہم ضرور کہہ سکتے ہیں کہ ان کی رعایا اس زمانہ کے لحاظ سے خوش حال اور ان کی حکومت سے راضی تھی۔ مگر تغال خاں کی حکومت سے امر ناراض ہو گئے تھے۔ اور اسی نفاق کے باعث مرتضیٰ شاہ او سپر غالب آگیا۔ میران محمد شاہ اس کا دوست تھا مگر اگر کی قوت کو دیکھ کر وہ اپنا ملک اس وقت نہ چھوڑ سکا ورنہ مرتضیٰ شاہ کو بڑی دقت پڑ جاتی۔ فہرست سلاطین عماد شاہیہ اس طرح ہے۔

ردیف	نام	جلوس	وفات
۱	فتح السد عماد الملک - - -	۸۷۶ھ	۹۱۶ھ
۲	علاء الدین عماد شاہ ابن فتح السد	۹۱۶ھ	۹۳۷ھ
۳	دربار عماد شاہ ابن علاء الدین - -	۹۳۷ھ	۹۶۹ھ
۴	برہان عماد شاہ - - -	۹۶۹ھ	۹۸۲ھ
۵	تغال خان - - -	”	”

۳۸۔ برہان عماد الملک جمالی گجراتیہ برہان اور اب مرتضیٰ نظام شاہ نے برار کا خوب بندوبست کیا اور اپنے مرتضیٰ شاہ کا برار اور خاندیس کو جانا امر امین اس سے تقسیم کر کے چاہا کہ احمد نگر کو لوٹ جائے۔ مگر

چنگیز خان اوس کے وزیر نے کہا کہ عادل شاہ سے اور ہم سے یہ قرار پایا ہے کہ ہر ارادہ پر ہم
 ہم نے لین اور کرنا تک وہ لے لے چونکہ وہ کرنا تک میں بیکا ہو، بکا محاصرہ اس وقت کیے ہوئے
 ہے ہم کو چاہیے کہ اس فرصت کو جانے ندین بلکہ بیدار رہی قبضہ کر لین۔ مرتضیٰ شاہ بھی
 راضی ہو گیا۔ اور بیدار کو روانہ ہوا۔ ایک شخص برہان عماد شاہ کا وایہ زادہ تھا وہ کہیں بہاگ کے
 بیچ رہا تھا۔ اس وقت وہ خاندیس میں تھا۔ میران محمد شاہ کے پاس اوس نے جا کر کہا کہ
 میں برہان عماد شاہ ہوں مجھے مدد دیکر ہر ارادہ کا ملک دلا دیجئے تغال خان گجراتیوں کے
 مقابلہ میں محمد شاہ کو مدد سے چکا تھا اد سے وہ احسان یا د تھا۔ اور اب اگر یہی جنگالہ کے
 جنگلے میں تھا۔ محمد شاہ کو فرصت ملی۔ اوس نے پانچ چھ ہزار آدمی اوس کے ساتھ کئے کہ اوس
 جا کر ہر ارادہ مالک کرادین۔ جب یہ لوگ ہر ارادہ کی سرحد پر آئے تو اس خاندان کے فیزی نوکر جو پیر
 اور ہر گوشہ کنارہ میں چپے چپائے تھے نکل کھڑے ہوئے اور سات آٹھ ہزار آدمی اور
 اون میں مل گئے۔ پھر اس جمعیت عظیم نے مرتضیٰ شاہ کے تمانوں کو اکثر جگہ سے اٹھادیا اور
 ملک میں بڑا ضل ٹپڑ گیا اور خداوند خان و خورشید خان نظام شاہی سماعت نظر پڑے۔ گہرائے اور
 مرتضیٰ شاہ کو لکھا کہ یہاں ایسا بلوہ عظیم ہے کہ بجز آپ کے آئے فروغ میں ہو سکتا ہے

بجسز صر صر باد پایا ہن شاہ	کس این گرد و رابر بندار دز راہ
----------------------------	--------------------------------

مرتضیٰ شاہ نے اس وقت ایسی فری کی کہ فوراً سید مرتضیٰ سز داری کو جسے اوسے زمانہ میں مرتضیٰ
 نے فرمان بھیجا بجا پور سے طلب کر لیا تھا سر لشکر کیا اور آٹھ ہزار سوار دیکر ہر ارادہ کے بھیجا۔ اور خود
 بھی اپنے مخصوصوں کے ساتھ روانہ ہو کر چنگیز خان کو حکم دیا کہ جلد آوے جس وقت یہ سب
 فوج مرتضیٰ شاہ سے ملی ہے تو دشمن دس کوں پر تے باؤ شاہ نے فوج کے آتے ہی اوسیت
 کوچ کا حکم دیا۔ ہر چند سرداروں نے کہا کہ فوج دس کوں چل کر آہی ہے۔ اور آدمی گھوڑے تھکے

ہوئے ہیں مگر مرضی شاہ نے کچھ عذر نہ مانا اور اسی روز دوس کو س اور آگے جا کر دشمن کے قیام گاہ پر پہنچ گیا۔ مگر سید مرضی برہان عماد الملک جعلی کی فوج کو پہلے ہی منتشر کر چکا تھا۔ اب مرضی شاہ محمد شاہ کی تنبیہ کو چلا جب روہتنگر کے گھاٹ پر پہنچا تو محمد شاہ جو اس وقت اپنی سرحد پر پڑا ہوا تھا اسیر کے قلعہ میں بہاگ گیا۔ اور مرضی شاہ برابر رہا نیز تک چلا گیا۔ اور ملک کو خوب خراب کیا۔ پھر بارہ ہزار سوار سے چنگیز خان اسیر پر گیا۔ محمد شاہ نے بھی آٹھ ہزار آدمی اوس کے دفعیہ کو بھیجے مگر انہیں شکست ہوئی اور بہت آدمی گرفتار ہو گئے۔ پھر مرضی شاہ بھی اسیر کو آگیا اور اوس کا محاصرہ کیا۔ اور تمام ملک خاندیس میں فوج بھیج کر کوئی معمورہ باقی نہ چھوڑا کہ جسے غارت نکلیا ہو۔ آخر مجبوراً محمد شاہ نے بہت سے روہیل کے بعد چھ لاکھ مظفری مرضی شاہ کو اور چار لاکھ حیدر خان کو برسم نعل بیا دیکر اپنا پیچھا چھوڑا۔ یہ مظفری گجراتی سکے تھا اور وہ مظفری ایک نقرہ سنگیار وہیہ کے برابر ہوتی تھیں یہ واقعہ آخر ۹۸۲ھ کا ہے۔

۳۹۔ شاہ مرزا اصفہانی کا قصہ
 خان کی رسالت سے مرضی شاہ
 کو بھاگ کر چنگیز خان کو قتل کرادینا۔
 فوج کر لیا تو تلنگانہ کا اوس سے بچا ناوشوار ہجائیگا۔ اس لیے
 شاہ مرزا اصفہانی کو اپنا حاجب کر کے اب مرضی شاہ کی خدمت میں بظاہر فرستج کی مبارکباد
 کے لیے برا کر بھیجا۔ اور درپہ وہ اوس سے کہدیا کہ جس طرح ہو سکے اوسے بیدری تسخیر سے روکے
 چنگیز خان اس وقت مرضی شاہ کے فتوحات کا اصلی باعث تھا۔ شاہ مرزا نے اوس سے کہدیا
 کہ دولاکہ روپیہ آپ کے نذرین۔ آپ براہ مہربانی بیدری کی تسخیر سے باز آئے اور مرضی شاہ کو
 اوس کی ترغیب نہ دلائے۔ مگر چنگیز خان نے کہا۔ کچھ ایک ہی سنی اس ملک میں باقی
 رہ گیا ہے۔ اگر یہ ٹکس گیا تو معہان اہل بیت کے حدود باہم مل جائیگے۔ اور جو غیر مذہب کے باعث

سے بادشاہ دہلی کا دغدر ہا کرتا ہے وہ بالکل مٹ جائیگا۔ اسے دور ہی کرنا چاہیے جب
 شاہ مرزا اصفہانی چنگیز خان سے ملے اس نے مرقضی شاہ کے لونڈے صاحب خان
 کو گاناٹھا اور اسے بہت سے تحفے تحایف دے دلا کر اپنا دوست بنایا۔ اور اس سے کھا کہ
 چنگیز خان کا ارادہ ہے کہ برابر کا خود مالک بن بیٹے اور اسی واسطے وہ جنگل جنگل مرقضی شاہ
 کو لیے پرتا ہے کہ موقع پا کر اسے مار ڈالے۔ چونکہ آدمی فوج سے زیادہ اوس کی بنائی
 ہوئی امر کے تحت مین ہے اسے یہ کام کرنا پڑا آسان ہے مگر مرقضی شاہ اس سے بالکل
 غافل ہے۔ صاحب خان کے دل میں اس بات کا اثر ہو گیا۔ اتفاقاً اسی زمانہ میں مرقضی شاہ نے
 صاحب خان کی بیٹے اور بیوں کو دیکھ کر چنگیز خان سے کدیا تھا کہ اسے چشم نالی کرتا رہے
 یہ قاعدہ کی بات نہ تھی کہ ناصح کیسا ہی شفیق لیون نہو ایسی عمر میں بڑا ہی معلوم ہوتا ہے۔
 اس لونڈے کو چنگیز خان دشمن معلوم ہونے لگا۔ اس لیے صاحب خان نے اس کی
 مرقضی شاہ سے شکایت کی۔ اور جو کچھ شاہ میزبانے اس سے کہا تھا وہ اپنی طرف سے
 مرقضی شاہ سے سب کیا۔ مگر مرقضی شاہ نے اسے معلل بالقرض سمجھا۔ اور اس پر کچھ توجہ نہ کی
 اور کہا کہ تجھے وہ تنبیہ و تادیب کیا کرتا ہے اس سبب سے تو اس کی شکایتیں کرتا ہے
 مگر جب بار بار صاحب خان نے ناز و نیاز کے وقت میں چنگیز خان کی شکایت کی اور رو کر
 کہا کہ آپ مجھے اگر چوٹا مہانتے ہیں تو شاہ مرزا اصفہانی کو جو اسی کے شہر کار بننے والا ہے
 بولا کہ اس کی تصدیق کر لیجئے۔ اس پر مرقضی شاہ کو کچھ شک گذرا اور رات کے وقت
 خفیہ شاہ مرزا کو بولا کہ اس باب میں استفسار کیا۔ یہ تو اسکا موجب ہی تھا خوب نمک چرچ لگا کر
 مرقضی شاہ کے کان بہرے۔ مگر اس پر بھی اس کو یقین نہ آیا۔ اور سمجھا کہ عداوت سے کتنا ہی
 ۱۔ مرقضی شاہ نے چنگیز خان کا امتحان لیا۔ بولا کہ اس سے کہا کہ میں اس لیے سفر سے

پریشان ہو گیا ہوں جاہتا ہوں کہ احمد نگر کو چلا جاؤں۔ چنگیز خان کو ان معاملات کی تو کچھ خبر
 تھی ہی نہیں اوس نے مرتضیٰ شاہ سے کہا۔ کہ ابھی یہ ملک نیا فتح ہوا ہے چاہئے کہ پہنچ چہ
 مہینے ابھی آپ یہاں اٹھیں اوس کے بعد راز میں مجھے چوڑا کر آپ تشریف لے جاے میں
 یہاں کا انتظام کرتا رہوں گا۔ اس بات کو سنتے ہی مرتضیٰ شاہ کو یقین ہو گیا کہ چنگیز خان کا ارادہ
 جگمہ اور ہے۔ اسی وقت برج کے اندر اوس کے چہرہ سے نمایاں ہو گئے۔ اور چنگیز خان
 بیماری کا بہانہ بنا کر اوس کے خوف سے پہرے نہ کیا۔ اس سے مرتضیٰ شاہ کے یقین کو
 اور بھی مستحکم ہوا۔ اور اوس نے اپنے اصلی خیر خواہ کو بڑی ننگ دلی اور صبر کے ساتھ
 اس طرح مروادیا۔ کہ زہر کا شربت بنوا کر حکیم محمد مصری کے ہاتھ اوس کے پاس دوا کے بہانہ سے
 بھیجا۔ اور جب اوس کا پیتے ہی رنگ بدلا۔ تو اوس نے مختصر سا ایک دستور العمل قواعدا
 سلطنت کے لئے بنایا اور ایک عرضی بادشاہ کو لکھ کر اوس کے ساتھ بھیج دیا۔ عرضی میں لکھا
 تھا کہ میرک دبیر نے جو اپنی عمر کے ساتھ ملے ملے کر پکا ہے اسے اب حیات کو بخوشی خاطر
 بلی لیا جسے حضور نے بھیجا تھا اور جان آپ پر سے تصدق کر دی۔ اب میں ایک دستور العمل
 بھیجتا ہوں آپ اس پر عمل کیجئے یہ نہایت مفید ہوگا۔ اور یہ مرتضیٰ شاہ قلی صلابت حسان
 مرزا محمد تقی نظیری و امین الملک نیشاپوری و قاضی بیگ طہرانی کام کے آدمی ہیں ان سے غافل
 نہ ہو جیئے اور جو غریب کہ میرے پاس ہیں ان میں اپنے سہارا و دین میں نوکر رکھ لیجئے۔ بعد ازاں
 چنگیز خان پلنگ پر لیٹ گیا: دروازا کھانگنا زرد ہر نا شروع ہوا۔ جس وقت اوس کے ہاتھ
 پاؤں سے جان نکل رہی تھی تو درو دیوار سے نظم کی صدا آ رہی تھی اور خواجہ عماد الدین محمود کاوان
 کے قتل کی تصویر آنکھوں کے سامنے ہر رہی تھی۔ آخر وہ سکر و زنجیر صادق کے وقت
 ۹۸۲ھ میں جہان بخش تسلیم کی۔ مگر آئین ہے اس خیر خواہ پر کہا اپنے دشمن اور قاتل کو مرتے

وقت ہی اپنے نصیحت کے فوائد سے محروم نہ ہوا۔ اور اگر سچ پوچھو تو یہی نصیحت تھی کہ مرتضیٰ شاہ اوس آفت سے بچ گیا جو محمد شاہؒ بنی بر محمد وکادان کے قتل سے نازل ہوئی تھی۔

۴۔ مرتضیٰ شاہ کی عزت گردنی | کچھ تو اس جنگیز خان کی عرضی اور دستور العمل کے پہ پہنچنے پر مرتضیٰ شاہ کے دل پر اوس کی خیر خواہی کا اثر ہوا اور کچھ دن شاہ مرزا کے خطوط سے اوس کی بے جرمی ثابت ہوئی جو جنگیز خان کے اسباب میں سے برآمد ہوئے اور پھر مرتضیٰ شاہ کو اپنی اس نامعقول حرکت پر ایسا افسوس ہوا۔ کہ جس کی انتہا نہیں مگر اب کیا ہو سکتا تھا سعدی نے کیا خوب کہا ہے۔ ۵

کہ سہل است بل پشیمان شکت	شکتہ نشاید دگر یارہ بست
--------------------------	-------------------------

اسی غصہ میں اگر صاحب خان اپنے مستحق کو تو کچھ نہ کہا مگر شاہ مرزا کو لشکر سے نکلوا دیا۔ اور آپ احمد نگر میں چلا آیا۔ اور حکیم محمد مصری کو پیشوا مقرر کیا۔ لیکن چہ مہینے کے بعد اوس سے معزول کر کے قاضی بیگ یزدی کو شروع ۱۱۳۳ھ میں پیشوا اور مرزا محمد نظیری و عین الملک نیشاپوری کو وزیر کیا۔ اور سید مرتضیٰ سید واری کو براہ کسر لشکر کر کے خداوند خان مولد و حبشیہ خان و بحری خان قزلباش و رستم خان دانی و چغتائی خان ترکمان و تیر انداز خان استرآبادی و شیر خان ترشیر و حسین خان تونی و چند خان دکنی و دستور خان خواجہ سرا و غیرہ امرا کو اوس کے ساتھ کیا اور قاضی بیگ و مرزا محمد تقی و شاہ احمد خان مرتضیٰ خان و اب خان و امین الملک نیشاپوری و قاسم بیگ حکیم مصری و غیرہ عمائد احمد نگر کو بلا لاکہ لاکہ دو آپ صاحب سن لہین مجھے بادشاہی کی لیاقت نہیں ہے میں ظلم و انصاف میں تمیز نہیں کر سکتا اس لئے میں اپنی بادشاہی سے سبزار ہو گیا ہوں تم قیامت کے دن میرے گراہ رہنا میں نے قاضی بیگ آل رسول کو دین مطلق نہایا ہے اوسے چاہیے کہ کسی کی حق تلفی نہ کرے اگر قیامت کے روز

بمحبہ کچھ باز پرس ہوئی تو میں کہہ دوں گا کہ میں نے ہر طرح کے سیاہ و سفید کا اختیار قاضی بیگ کو دیدیا تھا اس سے پوچھئے اگر اوس سے امورات سلطنت کا انتظام نہ ہو سکے تو چاہیئے کہ وہ امین الہک اور مرزا محمد تقی و قاسم بیگ کو اپنے ساتھ شریک کر لے اور مہمات سلطنت کا انتظام کرنا سہیے۔ چنگیز خان کے ساتھ جو ظلم کہ میں نے کیا ہے میں اوس سے بہت پشیمان ہوں۔ اور اب تمام عمر عزت گزین رہوں گا۔ اور خدا کی عبادت کیا کروں گا۔ یہ کہا اور قلعہ کے ایک مکان بغداد نام میں گوشہ نشین ہو گیا صاحب خان کے سوا سب کو اپنے پاس آنے جانے سے منع کر دیا۔ اور دو تین مہینے کے بعد ہدیہ سلطان میران حسین کی والدہ اور بہ عورتوں کو دوسرے مکان میں بھیج دیا۔ اور قلعہ کے دروازہ پر شاہ قلی کو جسے شاہ ظہا مسپنے برہان شاہ لے پاس بھیجا تھا اور جس کا اب صلابت خان خطاب تھا نگرانی پر مقرر کیا۔ اور اسے امرائے کبار کا درجہ دیکر حکم دیدیا کہ صاحب خان کے سوا قلعہ کے اندر کسی کو نہ آنے دے۔

۱۷۱۔ مرقضی شاہ کا اکبر بادشاہ ۹۸۷ھ میں الہ بادشاہ شکار کیلئے ہوا کہ میں ماوہ کی طرف سرحد تک دہلی کے ماوہ میں آنے کی خبر سنا گیا تھا۔ جب یہ خبر قاضی بیگ کو ہوئی تو اوس نے مرقضی شاہ کو اوس کے مقابلہ کو بھلتا۔ ایک عرضی لکھی کہ اکبر بادشاہ دکن کو آتا ہے۔ اور صاحب خان کے ہاتھ نظام شاہ کو بھیجی۔ چونکہ رات کا وقت تھا عرضی دیکر قاضی بیگ اپنے گھر کو چلا گیا مرقضی شاہ سوراہا تھا جب خواب سے چونکا تو صاحب خان نے عرضی اوس کو دی۔ وہ عرضی کو دیکھتے ہی اسی وقت پاکی کہ منگا اور چند پہرہ: اور جو موجود تھے اور جن کی تعداد سو سے زیادہ نہ تھی اور جن میں صاحب خان اور صلابت خان بھی تھے ساتھ لے اکبر بادشاہ دہلی کے دفعیہ کو دولت آباد کی طرف روانہ ہوا۔ جب کچھ اور لوگوں نے سنا کہ مرقضی شاہ اس طرح جبار ہے تو اوس کے پاس چند امرا دوڑ کر آئے اور کہا کہ بادشاہوں کے دشمن بہت ہوا کرتے ہیں

ایک لکھنا اور ایسے قوی دشمن کے مقابلہ کو اس طرح جانا ختم و احتیاد سے نہایت بعید ہے
 چاہیے کہ جب تک لشکر احمد نگر و برار نہ آوے یہیں چند روز قیام کیجئے۔ اس لیے مرتضیٰ شاہ
 چند روز یہیں رو دنگنگ پڑھیر گیا۔ جب پانچ چھ ہزار سوار خاصہ خیل آگئے تو بار کی سپاہ کو
 آئینہ کا حکم دیکر آگے چل دیا۔ قاضی بیگ اور مرزا محمد تقی نظیری وغیرہ عمائد و اراکین گردن میں
 چادرین ڈال کر آگے آئے اور زمین پر سر رکھ کر عرض کیا۔ کہ ایسے عظیم الشان بادشاہ دہلی سے
 ہم اس ادنیٰ فوج سے مقابلہ نہیں کر سکتے ہیں بھتہ ہے کہ تو بچانہ اور شکر آجھانے دیجئے۔
 مرتضیٰ نے کہا کہ میں تامل نہیں کرونگا اور اپنے خاصہ خیل سے خاص اکبر بادشاہ کی فوج
 پر جا پڑوگا۔ پھر فتح و شکست آسانی ہے۔ خدا جسے چاہے اسے دیگا۔ اراکین مرتضیٰ کی
 ان مجنونانہ مزخرفات کو جس سے ہنسی آتی ہے سن سن کر حیران تھے کہ کیا کرین کہ اسی میں
 خبر آئی کہ اکبر بادشاہ مالوہ سے شکار کیل کر وٹ گیا۔ اس خبر سے مرتضیٰ شاہ نہایت مسرور ہوا
 اور دولت آباد میں لوٹ کر حوض قتلہ پر قیام کیا۔ اور سید مرتضیٰ سرٹ کر بار کو جو حب الحکم حاضر
 ہوا اتنا اور نیز اس کے ساتھ کے امرا کو خلعت دیکر رخصت کیا۔ اور پھر احمد نگر میں آکر وہ ہی گوشہ
 نشینی اختیار کر لی۔

۴۲۔ مرتضیٰ شاہ کا تاج و تخت مرتضیٰ شاہ کو صاحب خان سے ایسا عشق تھا کہ جو کتا تھا وہ مرتضیٰ شاہ
 ترک کرنے کا ارادہ۔ کو سب منظور ہوتا تھا۔ بارش کا زمانہ تھا پارون طرف سبزی ہو رہی تھی
 وختون پر جو بن تھا بہولون کی بہارتی صاحب خان کہ شتر ذات دولت آباد لہ غلطی مثلھا
 فی البلاد کے تغیر کا شوق اڑھا۔ مرتضیٰ شاہ کو اس کے حکم کی تعمیل ضرور ہوئی
 وہاں جا کر جا رہے تھے۔ قبو و شایع کی زیارت میں کین فقر اساکین کو خیرات و صدقات دئے
 اسی میں کچھ جنون ہوا اور زیادہ ہوا تو فقیروں کا لہاس پہن ۵

علی الصباح کہ دم بکار و بار و رند

ہلاکشان محبت بکو سے یار و رند

کی طرح بے کسی کے کھے سے یہاں تک کہ صاحب خان کو بھی خبر نہ کی عقب سراپردہ سے نکل امام رضا کی زیارت کو چل دیا۔ دو تین کو سس پر ایک شاہی پیادہ کہیں جا رہا تھا اوس نے صورت دیکھ کر تفسی شاہ کو پہچان لیا۔ اور دوڑ کر اکین دولت کو خبر کر دی پہلے تو لوگوں کو یقین نہوا۔ لیکن جب سراپردہ میں جا کر دیکھا تو مرقعی شاہ کا وہاں پتا نہ تھا اس لیے پیادہ کے بیان کے بموجب لوگ دوڑے اور بادشاہ کو ایک میدان میں پایا اور نہایت مت و زاری سے اوسے ٹوٹا لائے مگر اوس نے لباس فقیرانہ کو نہ اقرار اور جاہا کہ تخت و تاج کو بغیر باد کے مگر جو لوگ کہ سلطنت پر حادی ہو رہے تھے اور اوس کے جنون سے مالک بنے بیٹھے تھے اوس کے لمخت چوڑے نے پراونعین کب ان اختیارات اور حکومت بے مزاحمت کی امید ہو سکتی تھی انہوں نے اپنی شان و شوکت اور حکومت کے بنے رہنے کے واسطے اوس کا بنارہنا ضروری سمجھا اور اوس کی منت و سماجت کی اوسے ترک دنیا کے نقص اور فقر و مسکنت۔ کہ قبیح بتائے اور اوسے بادشاہی کرنے کے لیے مجبور کیا۔ قاضی بیگ اور مرزا محمد تقی نے زمین پر سر رکھ کر تفسیر اور تکریم کا سبب پوچھا تو مرقعی شاہ نے کہا کہ نفرت کا سبب تو ظاہر ہے الفت و محبت دنیا کا سبب پوچھنا چاہیے۔ اسکے سوا اور کچھ بات نہ کہی اور چپ ہو رہا۔ جب دیکھا کہ لوگ مجھے نہیں چوڑتے تو لاچار احمد نگر کو چلا آیا اور بل غ ہشت بہشت میں جو احمد نگر کے شمال میں تھا پر مندر دی ہو گیا اور تمام خیل و خشم قاضی بیگ اور صلابت خان کی سرداری میں اوس کے گرد اگر وخیمہ و خرگاہ لگا کر پڑ گئے۔

۳۳۔ مرقعی شاہ کے مشوق اب صاحب خان کا دور در دور تھا اوس کے اقداب و اعزاز بڑے بڑے صاحب خان کی جہلنی خدمات پر مقرر ہوتے جاتے تھے۔ صاحب خان کو جب اپنے سیرن

کہو۔ لے سے شرم نہ آتی تھی تو اس سے اور دن کی کیا پرواہ تھی۔ جس کسی کی دستہ و پسر کو حسین دیکھتا اس سے کچھ دامن لگاتا اور افعال شنیعہ کا مرتکب ہوتا۔ میر مہدی اران کا ایک سیلا در محلہ راون میں لو کر تھا۔ اس کی دختر بڑی خوبصورت تھی۔ صاحب خان نے اس سے طلب کیا۔ اور جب میر مہدی نے دینے سے انکار کیا تو کچھ اپنے آدمی بھیج دیے کہ زبردستی جہین لائیں۔ میر مہدی دروازہ بند کر کے لڑنے کو کھڑا ہو گیا۔ صاحب خان کے آدمیوں کو تیر مار کر ہر گادیا۔ اور قاضی بیگ وغیرہ سے فریاد کی۔ مگر صاحب خان تو مرتضیٰ شاہ کا معشوق تھا کس کے سر میں پہوڑا نکلتا تھا جو اس سے مقابل ہوتا کسی نے اس کی داد فریاد نہ سنی۔ اب صاحب خان نے اپنے چوٹے بھائی حبیب خان کے ہمراہ ایک فوج بھیج دی۔ میر مہدی اپنے مکان میں متحصن ہوا اور کئی دھکینیوں کو تیروں سے مار ڈالا۔ میر مہدی کے ناخلف بیٹے صاحب خان کے نوکر تھے انہوں نے صاحب خان کے آدمیوں کی اعانت کی اور ہاتیوں کو مکان کے عقب سے لیجا کر دیواریں توڑ دیں۔ یہ ہے مگر کابھیدی لشکا ڈھا ہے۔ آخر سید مظلوم مارا گیا۔ اور اس کی دستہ صاحب خان کی خدمت میں حاضر کی گئی۔

۴۴۔ صاحب خان کا حسین ۹۸۵ھ میں سید مرتضیٰ سیر واری حسب دستور قدیم عرض لشکوہ کے لیے ترشیزی وغیرہ مرا سے آیا۔ اور اکثر سرداروں کو بھی اپنے ساتھ لایا۔ ان میں حسین خان سخت غریب سے فدا۔

تھا۔ اور مرتضیٰ شاہ اور اورام اس سے کبھی کبھی حسین خان بھی کما کرتے تھے۔ صاحب خان نے اس لیے حسین خان سے کھلا بھیجا کہ تو اپنا نام بدل دے۔ جب اس نے منظور نہ کیا تو نزاع شروع ہوئی صاحب خان اپنی فوج کو ہمراہ لے حسین خان کے دائرہ پر پہنچا۔ حسین خان بھی لڑنے کو تیار ہوا۔ مگر اوائی ہی وہلہ بن اس کی جمعیت منتشر ہو گئی۔ لیکن حسین خان کا ایک تیر صاحب خان

کے ہاتی کی پیشانی میں لگا۔ جس سے اوس کا ہاتی جھاگا اب صاحب خان نے اندر قلعہ میں جا کر
 ادباً ہر نکل کر کہیا۔ کہ بادشاہ کا حکم ہے غریبوں کو قتل کرو۔ دکنی دہشت تو ایسے حکم کی دعائیں ہی
 مانگا کرتے۔ تب سنتے ہی احمد نگر سے اوس کی فوجیں نکلنا شروع ہوئیں اور باغ ہشت بہشت پر
 فراہم ہو کر غریبوں کے قتل پر آمادہ ہو گئیں۔ غریب امرا اور سلحدار بھی قاضی بیگ دید مر قاضی و
 مرزا محمد تقی نظیری و امین الملک نیشاپوری کے سوا قریب ڈہائی ہزار آدمی کے اوس کے مقابل چوکے
 اور مار کر دکنیوں کو ہبگا دیا اس وقت مر قاضی شاہ حمام میں جو باغ کے کنارہ پر تھا چلیں بیٹھا ہوا تھا
 میں مشغول تھا۔ شور و غوغا سن کر باغ کے دروازہ سے باہر نکل آیا۔ اسی میں صاحب خان
 بھی گرد آلودہ اوس کے سامنے آگیا اور عرض کی کہ غریبوں نے بڑا سرا اڑھایا ہے اکٹھے ہو کر چلتے
 ہیں کہ آپ کو قتل کر کے شاہزادہ حسین کو تخت پر بٹھائیں، مر قاضی شاہ یہ سنتے ہی مستعد ہوا اور ہر نکل
 دیکھتا گیا ہے کہ غریب بکثرت چاروں طرف مسلح ہر پرہیز چوکا دے پہلے واقعات کی تو کچھ خبر نہ تھی
 اوس نے سمجھا کہ صاحب خان سچا ہے۔ بے تامل ہاتی پر سوار ہوا اور پتھر شاہی سر پر رکھنا۔ اور امرا
 اور خاصہ خیل اور دکنی اور جیشیوں کو جنہیں صاحب خان نے لکھ کر جمع کر رکھا تھا حکم دیا۔ کہ غریبوں
 کو قتل کریں۔ سید قاسم اور مر قاضی خان و قاضی بیگ نے غریبوں کے پاس آدمی بھیجے کہ
 معاملہ کارنگ اور ہو گیا بادشاہ خود سوار ہے دکنیوں پر ہتیار نہ اڑھانا۔ ورنہ حرام خواہی ہوگی
 اس سبب سے امرا سے غریب چنتائی خان وہاں خان اوزبک و حسین خان ترشیزی
 و تیر انداز خان استر آبادی گھوڑوں سے اترے اور دیر سے بادشاہ کو سلام کر کے عادل شاہ
 اور قطب شاہ کے ملکوں کو ہباگ گئے۔ اور مر قاضی شاہ اپنے باغ میں لوٹ گیا۔

۴۵۔ امرا سے غریب کا	اب صاحب خان نے اپنے بہائوں اور معاونوں کو بھیجا۔ کہ غریب جو
صاحب خان کی شکایت	ہو گوشہ اور کونون میں چھپے ہوئے ہین اوفین بکر کر قتل کریں

مرتضی شاہ سے کرنا اور اوس وقت کے مصائب کا کچھ حال نہ پوچھو۔ کہ ان بیجا روں پر کیا کیا صلابت خان کا اقتدار گذریگا۔ صدمہ خاندان سادات تباہ و برباد ہو گئے۔ اون کے زن و فرزند کی عزتیں خاک میں مل گئیں اور مضمون یوم یض المرحوم اخیہ وامہ وایبہ وصاحبہ وینیہ کی تصویر انگنوں کے سامنے کینچ گئی نظر

سرفتنہ از خواب بیدار گشت	بساط فراغت قضا در نوشت
ز سیل بلا شد میان رستخیز	نہ روے اقامت نہ پاسے گریز
نہ در خانہ بودے کسی راقب راز	نہ در گوچہ دیدے طریق فرار
کس از خانہ گریا نہادے بدر	نہ دستار بر جاسے ماندے دہر

اب سید مرتضی اور قاضی بیگ نے صلابت خان سے جو بادشاہ کا محافظ تھا کہا کہ اب کام بڑھا جاتا ہے غریبوں کی عرض دنا موس خراب ہو رہی ہے۔ ہماری عرضی جیسے ہو کے بادشاہ تک پہنچا دے۔ صلابت خان نے عرضی اپنے ہاتھ میں لی اور دربار کو چلا۔ صاحب خان اوس وقت موجود نہ تھا اس سبب سے صلابت خان کمانا پہنچانے کے بہانہ سے بلغے کے اندر چلا گیا۔ اور شاہی مخزن میں پہنچ گیا اور وہاں سے چلا کر دستور کے بموجب بادشاہ کی دعا اور شنائی۔ چونکہ یہ عادیہ کے خلاف تھا کہ صلابت خان وہاں تک آئے۔ مرتضی شاہ نے صلابت خان کی آواز سنکر جانا کہ کوئی حادثہ پیش آیا ہے اس لیے حمام کے چھپے سے کڑے ہو کر پوچھا کہ کیا ہے۔ صلابت خان نے امر اسے غیب کی عرضی دی اور زبانی بھی جو واقعہ کی اصلی حقیقت تھی اوس سے مفصلاً بیان کی۔ مرتضی شاہ اب توحیرت میں آگیا۔ اور صلابت خان سے کہا کہ صاحب خان کو جیسے ہوش ہو جا کر لے آئے اور کہدے کہ غریبوں کو ہرگز کسی طرح کا آزار نہ پہنچا ہے۔ صلابت خان فوراً شہر کو گیا۔ اور صاحب خان کو جہتک جہاں کا احمد نگر سے

لے آیا۔ اب صاحب خان صلابت خان کے قتل کی فکر میں ہوا۔ صلابت خان مجبوراً شہر سے بہاگ گیا۔ اور مانک دون کے جنگل میں ادھر ادھر پہرہ پڑا۔ جب نظام شاہ کو خبر ہوئی تو اس نے اس غرض سے کہ اگر صلابت خان نہ رہا تو اس کی حفاظت کون کرے گا صلابت خان کو بولالیا۔ اور اس کو ادھر بھی پڑا رہنے دیا۔ اور سہر تو بت مقرر کیا۔ اور خاصہ خیل صاحب خان کے اختیار سے نکال کر اس کے تابع کر دیے اسی زمانہ میں قاضی بیگ پر خیانت کا ایک الزام لگایا گیا اور ثبوت پر ترضی شاہ نے اسے قید کر کے اسد خان ترک کو اس کی جگہ مقرر کر دیا۔ پھر دو تین مہینے بعد قاضی بیگ سے بجائے اس کے کہ دو لاکھ ہون نقد اور ایک لاکھ ہون کے جوابہ چو اس نے سرکاری غبن کیا تہ وصول کر لے اس سے منع عیال و اطفال کشتی میں بٹھا کر اپنے ملک سے نکال دیا۔ گو اسد خان برائے نام پیشوا ہوا مگر بادشاہ کے قرب کی وجہ سے تمام اختیار صلابت خان کے ہاتھ میں رہا۔ اور اس کا پایہ بڑا بڑوت ہو گیا۔

۴۶۔ مہر ترضی شاہ کا صاحب خان جب صاحب خان کی اس طرح بے عزتی ہوئی تو اس نے اپنے کچے پیچھے بیدر کو جانا اور اس کے ہمراہی اعدا اور انصار اور دو تین ہزار سوار اور بہت سے ہاتھوں کو ساتھ لے کر بادشاہ سے ناراض ہو کر احمد نگر کو چھوڑا۔ اور بیدر کی طرف چل دیا۔ مہر ترضی شاہ نے اس خیال سے کہ اگر لشکر اس کے بولانے کے لیے بھیجا گیا۔ اور کسین باہم لڑائی ہوئی تو صاحب خان مارا جائیگا خود بالکل منگائی اور سوار ہو کر سایہ کی طرح اس کے دنبالہ میں روانہ ہوا۔ اور اس کے حال سے یہ مضمون ترشح ہوتا تھا۔

گرد و ہر دستم کشم در دیدہ همچون تو تیا	خاک راہے کان منرف گردوا اقام دست
--	----------------------------------

جب صاحب خان، بیدر میں پہنچا اور قلعہ کے نیچے تک چلا گیا تو اہل قلعہ نے بیگانہ لشکر کو دیکھ کر قلعہ کے

دورانہ بند کر دیئے اور توپ گولے مارنا شروع کیے جس سے کچھ آدمی ضائع بھی ہو گئے
 اسی میں مرقضی شاہ بھی وہاں جا پہنچا۔ جب صاحب خان مجبور ہوا تو اس نے مرقضی شاہ
 سے گملا بھیجا کہ میرا وصال دو شرط سے ممکن ہے ایک تو سلاطین خان کو نکال دینے
 اور دوسرے قلعہ شہر بیدر فتح کر کے مجھے عنایت فرمائے۔ چونکہ مرقضی شاہ اس پر دل
 جان سے نیا ہوا اور ہاتھ اصرار کیا تو اس نے بیڑ کو بھیجا اور اس کی جاگیر تھی۔ اور بیدر کو
 محاصرہ کر کے اعلیٰ کی تسخیر کی فکر میں ہوا۔ اور چونکہ ابراہیم قطب شاہ کی طرف سے اسے
 اندیشہ تھا اس لئے میر ابو القاسم کو اس کے پاس بھیج کر پچھلے بیچ وکدورت سے معذرت
 چاہی اور مدد مانگی۔ ابراہیم قطب شاہ کو بھی علی عادل شاہ کا اندیشہ ہو رہا تھا اس لیے مرقضی شاہ
 کی دوستی کو غنیمت سمجھا اور امیر شاہ میر کو دس ہزار سوار دیکر مرقضی شاہ کی مدد کو بھیجا۔ اور
 علی بید شاہ نے تنگ ہو کر علی عادل شاہ سے مدد مانگی یہاں یہ ہو چکی رہا تھا احمد نگر سے
 خبر آئی کہ مرقضی شاہ کا بھائی شاہزادہ برہان جو قلعہ لہار میں مقیم تھا اب اس سے نکل کر احمد نگر آتا ہے
 مرقضی شاہ نے مرزا یادگار کنہی اور امیر شاہ میر سرشار قطب شاہ کے ساتھ آٹھ سات ہزار
 آدمی دیکر بیدر کے محاصرہ پر چڑھا۔ اور صاحب خان کو لیکر احمد نگر گوروانہ ہوا اور صلابت خان
 وغیرہ کو فرمانِ اجتماع بھیج کر بلا لایا۔ سدی نے پہنچا کہ ہے ۵

خزانتہ شاہ خانہ کنہی + برہان شاہ آباد و گردان بزن +

۴۷۷۔ مرقضی شاہ کا خوش برہان الملک قلعہ لہار میں جو سہ ماہ تھا مرقضی شاہ نے اپنے بھائی
 اخلاقی سے بدل امر کو بھیج کر کے لیے اجہی جاگیر دے رکھی تھی۔ اور اس سے کچھ تکلیف نہ تھی۔ چونکہ
 کر کے برہان کو شکست دینا امر صاحب خان کے ناشایستہ حرکات سے سخت بیدل ہو گئے
 تھے انھوں نے برہان الملک کو غریبانہ لکھ کر بھیج دیا کہ آپ کا بھائی دیوانہ ہو گیا ہے سلطنت کے لایق نہیں

ہے اگر آپ قلعہ سے نکل آئیں تو ہم سب آپ کے تابع ہو جائیں گے۔ جب برہان الملک کو یہ فیہم
 پہنچی اور مرقضی شاہ کو دارا سلطنت سے باہر دیکھا تو برہان قلعہ دار کو گناہگار قید سے نکل آیا اور
 جو لوگ کہ صاحب خان کی وجہ سے مرقضی شاہ سے ناراض ہو رہے تھے اوس سے مل گئے
 اور پانچ چھ ہزار سوار جنہیں مین اوس کے پاس فراہم ہو گئے۔ اور شاہی چیز اوس کے سر پر لگا دیا۔ اور
 احمد نگر کو لے چلے مگر برہان ابھی احمد نگر پہنچا ہی نہ تھا کہ مرقضی شاہ تین ہزار آدمی سے وہاں گیا
 اور چونکہ مخلوق میں شہرت اور برہی تھی کہ مرقضی شاہ مر گیا ہے اس لیے اوسے روز عصر کے وقت
 پر وہ سے نکل کر عوام الناس کے دفعہ مظنہ کے لیے ہاتی پر سوار ہوا۔ اور سر زمین آیا۔ جب
 نعمت خان چاشنی گیسر سمنانی کے بانار میں پہنچا۔ تو خواجہ زین الدین سمنانی ادویہ فروش کی
 دکان پر ہاتی لٹا کر کہے اوس سے پوچھا کہ تیرے پاس کیا ہے اوس نے کہا کہ میں ستر پاس
 معاجین و اشہبہ اور قسم قسم کی دوائیں جو ہر ماہ میں سب موجود ہیں مرقضی نظام شاہ نے کھا
 کہ تیرے پاس کوئی دیوانگی کی دوا ہے۔ اوس نے کہا کہ ہاں جلاب وغیرہ ہر قسم کے موجود ہیں
 اس پر مرقضی شاہ نے کہا کہ معلوم نہیں میں دیوانہ ہو گیا ہوں جو شاہی کی طرح گوشہ نشین ہو کر رہا ہوں
 کر رہا ہوں یا میرا ہائی برہان دیوانہ ہے جس نے بلا وجہ دنیا کے کمزور ہات میں پھنسنے کے لیے
 مجھے لشکر کشی کی ہے۔ خواجہ زین الدین نے کہا نہیں آپ دیوانہ نہیں ہیں آپ کے وقت میں
 سلطنت کا کام خوب چلتا ہے۔ برہان دیوانہ ہو گیا ہے کہ باوجود کمال فراغت کے ایسے
 شفیق بہائی پر فروغ کیا ہے۔ اور اسے فراغت کی قدر نہیں جانتا ہے۔ مرقضی شاہ اس کلام سے
 خوش ہوا اور نہسکر ایک۔ ہزار ہوں کی تیلی اوس کے حوالہ کی۔ اور آگے چل دیا۔ گو کہ مرقضی شاہ
 آٹھ برس کے بعد شہر میں باہر آیا تھا۔ مگر اپنے قدیمی ملازموں اور خدام کو بہولانہ تھا جو لوگ سانسے
 آئے اولن سے ہاتھیں کین اور پچھلے حال او نہیں یاد دلائے اور پھر شہر کے اکثر حصہ کی سیر کر کے

قلعہ میں چلا گیا۔ ان باتوں سے اوس نے اون امر اور عایا کو جو اوس سے اس وقت بد دل ہو رہے تھے اپنا کر لیا اور سب نے اوس کی پچھلی برائیوں اور دیوانہ پن کی باتوں کو دل سے فراموش کر دیا۔ دو سکر در صبح کو برہان الملک بھی باغ ہشت بہشت میں آہو پنا۔ مگر مرقضی شاہ کی اس خوش اخلاقی اور اوس کے باہر ہونے کی خبر چاروں طرف مشہور ہو گئی تھی جو امراکہ برہان الملک کے ساتھ ہو گئے۔ تھے اون میں سے اکثر اوس کی رفاقت کو ترک کر کے مرقضی شاہ کے پاس چلے آئے۔ اور جب سہ پہر کو مرقضی شاہ سوار ہوا تو اوس کے علم کیے نیچے دس ہزار سوار تھے۔ وہ کالے چبوترہ کے پاس گیا اور صلابت خان کو سہ لشکر کر کے اور اسد خان کو اچھے اچھے ہاتھی اور توپخانہ دیکر برہان کے دفعیہ کو بھیجا۔ برہان الملک کو شکست ہوئی اور وہ عجیب پور کی طرف کو ہٹا گیا۔

۷۸۔ سید مرقضی سر لشکر کا جو استعداد و جو کار از اعجاز کا شاید۔ میسجاکے توانا کرد و روشن چشم و نورانی صاحب خان کو قتل کر دینا صاحب خان کو غرور و جاہلی پن کے سبب ہر اتما اوس سے اپنے عروج اور اس خوش قسمتی کی کچھ قدر نہ معلوم ہوئی وہ اوس سے فائدہ اٹھانے کے لالچ نہ تھا ورنہ اوس سے ایسا موقع حاصل تھا کہ سلطنت کا مالک ہو جانا کچھ مشکل نہ تھا جب اوس نے دیکھا کہ مرقضی شاہ نے صلابت خان کو فرمان استمالت بھیج کر بولایا ہے تو وہ مرقضی شاہ سے پہر بڑ گیا۔ اور احمد نگر بھی نہ آیا تھا کہ اٹھ کر اپنے اعوان و انصار کے لئے پٹن کو روانہ ہو گیا۔ یہ وقت بڑانا تک تھا۔ مرقضی شاہ نے اوس پر کچھ توجہ نہ کی۔ اور احمد نگر کو چلا گیا۔ جب شاہ زادہ برہان ہٹا گیا اور مرقضی شاہ پہر گوشہ عافیت میں منردی ہوا۔ تو صاحب خان کی بہرہ آئی اس لیے سید مرقضی سر لشکر بار کو حکم بھیجا کہ وہ صاحب خان کو دلاشاہ دتلی دے کر اوس کے پاس بھیج دے اور چونکہ اوس کی وجہ سے اوسے بڑا نقصان پہونچتے پہونچتے رہ گیا تھا اس لئے

اس کے ساتھ سید مرتضیٰ کو یہ بھی لکھا کہ اگر صاحب خان نہ آوے تو اسے قتل کر دے اور گھوڑے ہاتی لے کر چارے پاس روانہ کر دے صاحب خان اس وقت حوالی قصبہ عنبر علاقہ براہین بھتا۔ بھری خان ایک شخص امرا سے برابر سے راسخہ میں رہا کرتا تھا صاحب خان نے اسے پیغام بھیجا کہ اپنی بہن سے میری شادی کر دے۔ بھری خان نے بڑا سخت جواب دیا صاحب خان اس پر چڑھ گیا اور بھری خان ہاگ کر جالانہ میں پناہ گیا۔ اور جیشید خان حاکم جالانہ کے اتفاق سے سید مرتضیٰ کو یہ سب کیفیت لکھ بھیجی۔ سید مرتضیٰ تو پہلے ہی ناراض تھا اور یہ سن کر اور بھی ناراض ہوا۔ اور حسب الحکم شاہی خداوند خان کو بظاہر یہ حکم دے کر صاحب خان۔ کے پاس بھیجا کہ اسے احمد گورکھ پوری کر کے بھیج دے اور خفیہ اس سے کہہ دیا کہ تمام امرا صاحب خان سے ناراض ہو رہے ہیں جیسے بن پڑے صاحب خان کو بڑھکانے لگا دے۔ خداوند خان جالانہ کو آیا اور جیشید خان اور بھری خان کو بھی ساتھ لے لیا۔ اور صاحب خان کے لشکر کو چلا جب یہ لوگ خیمے کے پاس پہنچے تو بطریق تہنیز کہا بھیجا کہ ہمیں بادشاہ نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے اگر اجازت ہو تو سلام کو اندر آئیں۔ صاحب خان شراب پی رہا تھا اندر بولا لیا۔ مگر جب دیکھا کہ یہ لوگ مسلح ہیں تو ہراسان ہو کر تعظیم کیلئے اٹھا۔ اور ہر ایک سے ملا۔ جب خداوند خان کی نوبت آئی تو خداوند خان نے بنگلیہ ہو کر ایسے زور سے بایا کہ بڑیاں توڑ ڈالیں اور زمین پر اوٹھا کر پٹک ریا۔ اور ایک خنجر سے کام تمام کر دیا۔ اس کا لشکر بڑا گندہ ہو گیا۔ جب خداوند خان نے سید مرتضیٰ کو جا کر اس واقعہ کی اطلاع دی تو اس نے مرتضیٰ شاہ کو لکھا کہ میں نے صاحب خان کے پاس آدمی بھیجے تھے مگر وہ اون سے لڑا اور مارا گیا۔ چونکہ یہاں اس سے سب لوگ ناراض تھے

مرقزی شاہ سے اس حقیقت کو اسطرح بیان کیا کہ تمام الزام صاحب خان پر ہی رہا۔ کچھ تو اس سب سے اور کچھ اس وجہ سے کہ صاحب خان اب جوان ہو گیا تھا اوس کا وہ لڑکپن کا نرم نرم بدن اور جسم کا لگد اپن بھی جاتا رہا تھا۔ مرقزی شاہ اس خبر کو سنکر چپ ہو رہا اور صاحب خان کا پر کبھی نام نہ لیا۔

۳۹۔ علی عادل شاہ کا قتل جب مرقزی شاہ نے علی برید شاہ کو اگر دیا اور اوس نے علی عادل شاہ سے مدد مانگی تو علی عادل شاہ نے مدد دینا باین شرط منظور کیا کہ جو دوا لڑکے اوس کے یہاں ہیں اونہیں اوس کے حوالہ کر دیا جائے۔ مجبوری سب کچھ کراتی ہے اوس نے شرط منظور کر لی۔ علی عادل شاہ نے دو ہزار سوار اوس کی مدد کو بھیج دیئے۔ قطب شاہ کی فوج تو مانگی کی پہنچتی اپنی علی کی کاہانہ ہی ڈھونڈتی تھی وہ علی عادل شاہ کے آدمیوں کو دیکھتے ہی چل دی مرزا یادگار کا بھی دل تھوڑا ہو گیا وہ بھی محاصرہ کو اڑٹا احمد نگر چلتا ہوا۔ علی برید شاہ کا پیچھا چٹ گیا۔

مصرعہ۔ رسیدہ بود بلاے وے بنخیر گذشتہ

مگر اب ضرور ہوا کہ علی برید شاہ اپنے وعدہ کو پورا کرے تھا صفے پر پیچا رہے نے اون دونوں معصوم کو تباہ پور کر دیا۔ ایسی خبر کب چہتی ہے ان لڑکوں کو بھی معلوم ہو گیا کہ وہ کسی غرض سے علی عادل شاہ کے پاس نیچے جاتے ہیں جب یہ لڑکے پہاں آئے تو علی عادل شاہ کے بعض حرکات سے وہ ناراض ہو گئے اور بڑے لڑکے نے کسی طرح ہند بست کر کے ایک خنجر اپنے پاس پایہ جامدین چپا لیا۔ اب جب رات ہوئی اور علی عادل شاہ اوس کے پاس آیا۔ اور تنہا حجرہ میں اوسے لیے گیا تو اوس نے اوس چہری سے جو اوس کے پاس چھپی تھی ایک ہی دایرین بادشاہ کا کام نام کر دیا۔

اے گنگارو گنگہ بھٹے کہ چاہو کر لو	پہر خداوند کے آگے تمہیں جانا ہوگا
-----------------------------------	-----------------------------------

جبکہ پوچھ گیا کہ ہر بات کا وہ تیسرے جواب
بولو اوس جا بھی کوئی تم کو سنا ہو گا

یہ حادثہ بروز پنجشنبہ ۲۳ صفر ۹۸۸ھ کو واقع ہوا۔ کیا تعجب کی بات ہے کہ ایسے مقتول کو
بھی لوگوں نے شہید لکھا ہے۔ رفیع الدین شیرازی نے جو منصب حوالداری محلات اور خان
سالاری اور خزانہ داری پر متعین تھا اس واقعہ کے سبب کو دوسری طرح بیان کیا ہے وہ
کتا ہے کہ جب مسماۃ ثانی بی بی ہمشیرہ علی عادل شاہ اور زوجہ علی برید شاہ مر گئی اور اوس کی
اولاد کوئی باقی نہ رہی تو علی عادل شاہ نے اپنی بہن کے جینر کو طلب کیا۔ علی برید نے جواہرات
کے سوا سب سامان بھیج دیا۔ اس لیے جواہر کا دعویٰ عادل شاہ کا اوس پر ایک عرصہ سے
چلا آتا تھا۔ کامل خان نے علی عادل شاہ کی اجازت سے علی آقا کو بھیج کر وہ جواہرات ہی منگائے
تو برید شاہ نے پچھ جواہر اور دو غلام جو علی عادل شاہ کے بہن کی خدمت میں رہا کرتے تھے بھیجے
علی عادل شاہ نے اون میں سے بڑے کو غلام میں اس لیے طلب کیا کہ جواہرات کا حال
اوس سے پوچھے۔ کہ یکایک خواجہ سراے ایک خنجر علی شاہ کے سینہ میں ایسا مارا کہ پار ہو گیا
علی عادل شاہ زخم کھا کر صحن میں نکل آیا اور گر پڑا۔ رفیع الدین اور افضل خان جو اسی وقت اوٹھ کر
باہر آئے تھے شور و غوغا سن کر دوڑے جا کر دیکھا تو علی عادل شاہ کا کھم تمام ہو چکا تھا یہ بھی
مشہور ہوا تھا کہ کامل خان نے عادل شاہ کو اس سبب سے مردا دیا ہے کہ علی عادل شاہ
نے ایک سید کی شکایت کے باعث کامل خان کے برسر دربار لات ماری تھی۔ مگر یہ دونوں
روایتیں قرین قیاس نہیں ہیں۔ تاریخ فرشتہ کا بیان صحیح معلوم ہوتا ہے۔ یہ غیر ممکن ہے کہ ابراہیم
عادل شاہ ثانی کے زمانہ میں فرشتہ ایسا ہوٹا بیان دل سے بنا کر لکھ دے۔

۵۰۔ علی عادل شاہ کے بعد گو علی عادل شاہ کثیر المباشرت اور پسران صبیح المنظر اور طبع العذار کے
کے کارکنان سلطنت عشق میں ڈوب رہتا تھا۔ اور خود سلطنت کے کاموں کو انجام نہیں دیتا

تھا مگر اسی کے ساتھ اوس میں یہ بڑا اکمال بھی تھا کہ کام کرنے والے آدمیوں کو پیدا کر لیتا تھا پہلے کثور خان اور مصطفیٰ خان کو اوس نے تمام اختیار دیدیے تھے اون کا حال حم پڑھ چکے ہو کہ اونہوں نے کیسے کیسے کارہائے نمایاں کئے ہیں۔ اب اوس نے افضل خان شیرازی کو پیشوا مقرر کر دیا تھا۔ یہ افضل خان بھی بہت اچھا کارکن تھا۔ اسے گواچھے معزز خاندان سے بتاتے ہیں۔ مگر افضل خان کا باپ اوس کی آٹھ برس کی عمر میں مر گیا تھا۔ اس نے میتی کے عالم میں ملافتح اندر شیرازی ایک بڑے نامی گرامی عالم سے علم تحصیل کیا۔ اور جب ملافتح تحصیل ہو گیا تو ملاش معاش میں ہندوستان کو چلا آیا۔ اور علی عادل شاہ کے زمانہ میں چند طلاطلہ لایا لیکن چونکہ وہاں وار دہوا۔ اور درس و تدیس جاری کر دیا۔ رفتہ رفتہ اوس کے شاگرد پڑھے اور بادشاہ تک اوسکی علی لیاقت کی خبر پہونچی۔ علی عادل شاہ نے اوسے بلوایا اور اپنے مصاحبوں میں منسلک کر لیا۔ رفتہ رفتہ اوس نے عادل شاہ کے دل میں وہ جگہ پیدا کر لی کہ تمام مہاتملکی و مالی میں اوس کا مشیر تدبیر ہو گیا۔ یہاں تک کہ مصطفیٰ خان کے کرناٹک میں رہنے کو باعث وہ ہی پیشوا اور کبیل سلطنت مقرر ہوا جب اوس کو یہ اختیارات مل گئے تو اوس نے اپنے دن علما کو جو اور کے رفیق یا شاگرد تھے اطراف و اکناف سے بلوایا اور اونہیں سرکاری عہدے دئے مزارخان کو اوس نے علاقہ کوکن کا سوا الدار اور محتہ خان کو سرنوبت کیا تھا اور شیخ سالم کو چواک بڑا عالم تھا منصب سرخیلی دیا تھا۔ لطیف خان نسائی متخلص صلی کو جو بڑا فصیح تھا عمل استیفاء مہمات کارکنی حیدرخان لاری کو اوس نے سپرد کر رکھی تھیں اور قلعوں کے سر حجابی پر شیخ نورالدین محمد لاری مقرر تھا جو قلعہ داروں کی عرضیاں آتیں اون کو بادشاہ کے پاس دہ پیش کرتے اور حکم احکام جاری کیا کرتا تھا۔ خوان سالاری جسے دکن میں چاشنی گیر کہتے تھے اور خزانہ داری اور حوالداری کا کام میر رفیع الدین شیرازی نبی عم افضل خان کو تھا اوس نے صاحب زمین شاہان

بیجا پور کی ایک تاریخ لکھی ہے جس کا نام تذکرۃ الملوک ہے۔ سوائے ان عمدہ دارون کے شاہ کمال الدین فتح الدمشیری جسے عقل حادی عشر کہا کرتے تھے اور سید طرابلس اور عزالدین فضل الدیزی و میران سرفدا سے و ملاے اصفہانی و میر مرشد قلی وغیرہ علما ہی اوس نے جمع کر رکھے تھے۔ جن سے اکثر اوقات میں علمی بحثیں رہا کرتی تھیں یہ سب افضل خان کے علم دوست ہونیکا نتیجہ تھا اور ان کے جمع کرنے میں اوس نے لاکھوں روپیہ اٹھا دیا تھا۔ پھر اس افضل خان سے دیوانی اور فوجداری کی عدالتوں کا خوب بندوبست کیا تھا۔ تین سو برہمن ہر کارے اور سات سو جاسوس نوکر رکھے تھے تمام قلم و اور سلاطین اطراف کی آٹاف نا میں وہ خبریں لا کر دیا کرتے تھے۔ غرض کہ اس وقت بیجا پور میں جمع ارباب کمال ہو رہا تھا۔

۱۵۔ علی عادل شاہ کے عادات
 علی عادل شاہ بڑا سخی تھا۔ روپیہ پیسے کی اوس کے سامنے پلجہ
 و اطوار وغیرہ۔ قدر نہ تھی۔ جو کچھ سامنے آجاتا اوس کے دیدینے میں کسی کے لیے اوسے کچھ عذر نہ ہوتا تھا۔ علما و شعرا صلیا فارس عراق اور آذر بائیجان اور عربستان وغیرہ دور دور ملکوں سے آتے اور ہزاروں لاکھوں روپیہ لیجاتے تھے دس ہزار آدمی فقط شیراز سے اوس کے پاس آتے اور ملا لال ہو کر گئے تھے ایک شاہ کمال الدین کے بولانے میں جالندھر ہوں خراج ہوئے تھے۔ ایک درویش قلندر نام نے ایک مرتبہ ایک مصحف شریف مندر لورنا اوسے اپنے ساتھ خزانہ من لے گیا۔ وہاں صندوقوں میں روپیہ ظروف مسی کے اندر رکھا ہوا تھا صندوق کھلوا کر اوس قلندر کے کہا کہ جس قدر روپیہ تجھے اٹھ سکے لے لے اوس نے پانچ ہزار ہوں کا برتن لے لیا۔ پھر ایک شاکر دیشہ لوگوں میں تبلیغی نام ایک خادم نے کہا کہ یہی دختر کی شادی ہے کچھ روپیہ عنایت ہو۔ اس وقت انسی ہزار ہوں اضلاع سے آئے ہوئے تھے اوسے حکم دیدیا کہ بقدر چاہیے ایک مرتبہ میں لیجائے۔ اوس نے سولہ سو ہزار ہوں

کے لیے۔ اور سر اور کندہ ہون پر اور گود میں اوٹھا کر لے چلا۔ اس قدر وزن اپک آدمی کی طاقت سے اوٹھانا نہایت مشکل تھا وہ چند قدم پر گر گئے۔ بعض تیلیان پٹ گئیں اور لوگ دوڑے اور اون کے بیٹھنے میں شامل ہو گئے۔ اور تین چار ہزار آدمین سے وہ بھی لے گئے ایسے واقعات بار بار ہوا کرتے تھے۔ اماکین دولت جب کبھی آتے تو اپنے متوسلین اور تعلقین کو ہمیشہ انعام و اکرام کے لیے پیش کیا کرتے کسی کو نقدی کسی کو جواہر اور لباس عطا ہوتے اور بہتوں کو جاگیریں بھی ملا کرتی تھیں جو قوت کہ علی عادل شاہ تخت نشین ہوا تو باپ کے وقت کا ڈیڑھ کروڑ ہون خزانہ میں جمع تھا۔ اور خود اس کے عہد میں بڑا ہتھیار مال و دولت اپنے ملک اور لوٹ گسوٹ سے حاصل ہوا مگر جس وقت کہ مراہے اس سے چند روز پیشتر اکبر بادشاہ کا ایلچی آیا تھا اس کی داد و دہش کے باعث اس کے رخصت کرنے کے واسطے خزانہ میں روپیہ نہ تھا۔ یہاں تک کہ علی عادل شاہ کا اخیر واقعہ پیش آیا اور ایلچی بے حصول جواب واپس چلا گیا۔ خلفائے راشدین کے زمانہ میں خلیفہ کو اس طرح کی بخششوں کا مطلق اختیار نہ تھا یہ مال کار و پیہ منہ اور نہیں لوگوں کا مال تھا جو اپنی محنت سے اس کے مستحق ہوتے تھے۔ خلیفہ ایک پیسہ بھی کیس کو نہ دے سکتا تھا واقعی اس قسم کی بخششیں بالکل ناجائز ہیں مگر اس زمانہ میں یہ حق پرستی تو رہی ہی نہ تھی اس لئے اس قسم کی بخششوں سے یہ فائدہ ہوتا تھا کہ بعض محنتی لوگوں کو بھی کمال حاصل کرنے کے لیے خرچ کی مدد مل جاتی تھی اور وہ لوگ قسم قسم کے کمال حاصل کر لیتے تھے۔ پردہ ایسا سادہ مزاج تھا کہ غرور کا نام و نشان اس کی طرف نہ ہو کر زمین گذراتا تھا۔ وہ اپنے ادنیٰ سے اونٹن کا خادم سے بے تکلف بات چیت کرتا اور ایسی خوش خلقی سے بولتا کہ اس کا کناں یعنی پانخانے کا مہتر بھی یہی سمجھتا تھا کہ بادشاہ مجھ پر بڑا مہربان ہے۔ اس کی اس خوش خلقی سے اس کے

مصاحب ایسے بیباک ہو گئے تھے کہ بادشاہ جب کوئی بات بحیثیت کرتا تو ہمیں گفتگو میں ادا کا
 قطع کلام کر دیا کرتے تھے اور بادشاہ فقط اد نکو ہی کہہ دیتا تھا کہ میری بات سن لو اگر تمہارا اعتراض
 اوس کے اخیر پر رفع نہ ہو تو پھر مجھ پر اعتراض کرنا۔ وہ کہانے کے تکلفات کا بھی پابند نہ تھا جو کچھ
 سامنے آتا تھا کیا خداوند متعال کہتے ہوتے اونہیں کے ساتھ کہانے میں شامل ہو جاتا۔ اور
 اون کے ساتھ بیٹھ کر پیٹ بہر لیتا۔ اگر کہانا بے مزہ ہوتا تو اور بزرگ چرچ مناسب نہوتا تو بادشاہ پرچون
 سے کچھ نہ کہتا۔ اور اگر کچھ اس کا ذکر ہوتا تو کہتا کہ جو کچھ خدا نے دیا اوس پر اوس کا شکر کرنا چاہیئے
 رفیع الدین نے ایک روز کڑوی لکڑی اوس سے دیدی اور اوس نے کہالی اوس پر کچھ ہی اوسے
 نہ کہا بلکہ اوس کی اطلاع اوسے ایسی کی کہ ایک فاش بھی ہوئی اوسے دیدی جو اوس سے
 سہ گز نہ کہالی گئی۔ دس بارہ انڈے کی زردی اُٹھ کر لیا کہ تھا۔ رفیع الدین ایک مرتبہ بیٹل
 انڈے لے گیا بادشاہ نے جب اونہیں توڑا تو فسردا انڈے اچھے نکلے اونہیں کو
 کہا لیا۔ پھر بیس لایا اونہیں بھی ایسا ہی اتفاق ہوا۔ جب اوس نے پھر اور انڈے
 لانے کا قہر کیا تو کہا کہ اس وقت خدا کی مرضی اس قدر کہانے کی ہے اور تکلیف نہ کیجئے
 رقیق القلب بھی پڑا تھا۔ مصلحین اپنے واسطے جانور ذبح نہ کرتا تھا۔ گوشت اور تمام لوگوں
 کی طرح بازار سے خرید جاتا تھا۔ اور اوس کا خاص کہانا مٹی کے برتنوں میں کیا۔ نے کے
 لیے دیا جاتا تھا۔ اوس کا لباس بھی بالکل سیدھا سادہ ہوتا تھا۔ قماش غیبہ باریک کے
 کپڑے پہنتا پانچ چھ ہونہ میں سارا لباس تیار ہو جاتا تھا۔ سر پر ایک، فلندہ رانہ مخمی
 ٹوپی اور کند ہون پر درویشوں کی طرح ایک چوتھی چادر اوڑھتا۔ جس کے گوشہ آگے
 کو سینہ پر پڑے رہتے تھے۔ بیرون میں چرمی جوتا اور ہاتھ میں ایک۔ چٹری ہوا کرتی تھی
 اور گہرے زمین اور فرس پر ہر جگہ بیٹھ جاتا۔ اور اگر چہ مکانات بڑے بڑے عالیشان ہوتے

تھے اور ان میں جب کوئی ایلیچی آتا تو بڑے بڑے ہر تکلف فروش و مسند قایلین و محفل و رولفت
 ریشمین کے چہاے جاتے اور دربار میں ایسی زریب و زینت و بجاتی کہ ناظرین کی آنکھیں خیرہ
 ہو جاتی تھیں۔ مگر اپنے رہنے کے مکانات میں ایک پورا ناقالین سالما۔ ال کا پڑا رہتا
 تھا۔ جب کسی سے ملاقات کرتا اوس کا بڑا ادب کرتا اور تواضع سے پیش آتا تھا۔ اور ہمیشہ
 شگفتہ و خندان رہتا۔ کتب بینی کا بھی بڑا شوق تھا۔ جان کمین جاتا اوس کا کتب خانہ ساتھ
 چلا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ شلم کے وقت منزل پر پہونچے ہدش ہو رہی تھی۔ اپنے مطالعہ کی
 کتابوں کے صندوق طلب کیے معلوم ہوا کہ خزانہ کے ساتھ کتب خانہ کسی دوسرے محفوظ
 مقام پر ٹھیرا دیا گیا ہے۔ اوسی وقت آدمی کو بھیجا کتابیں منگوائیں اور جب تک کتابیں نہ آئیں
 تب تک چین نہوا۔ انس کے کتب خانہ میں ساٹھ خوش نویس نقاش وغیرہ مقرر تھے
 وہ ہمیشہ کتابیں لکھا کرتے تھے اپنے مرنے سے کچھ روز پیشتر سے اسے غالباً قوائے
 جسمانی کے ضعف کی وجہ سے اپنے مرنے کا خیال ہو گیا تھا۔ اور سمجھتا تھا کہ میری زندگی
 اخیر ہو گئی ہے۔ ایک روز خوش ہو کر بولا کہ میری مراد مل گئی ہے۔ رفیع الدین نے پوچھا
 کہ کیا بلا کہ شہادت۔ بیگات حرم نے کپڑے طلب کئے تو او نہین سپید کپڑے دینے کا
 حکم دیا کہ یہ عورتوں کا لباس ہے۔ پر کوٹہ کے باغ میں جو دو خندق کے درمیان تھا
 ایک مسجد موسوم بغالب بنائی تھی جس میں ۱۰۳۳ چرانغ دان تھے۔ یہاں ایک روز کھڑا
 ہوا تھا۔ اپنے دادا اسمعیل عادل شاہ کی تلوار منگائی اور اس مسجد میں رکوا دی اور کہا کہ اب
 آئندہ ہمیں تلوار بند ہونا نصیب ہوگی افضل خان کو حکم دیا کہ مولانا مصطفیٰ خان کو چار ہزار
 ہون دید کہ شیراز میں جا کر امیر سید احمد بن امام موسیٰ کاظم کے روضہ کی تعمیر وغیرہ میں صرف
 کرے رفیع الدین خزانہ دار نے تصور کیا کہ شاید بادشاہ نے سمجھا کہ خزانہ میں روپیہ نہیں ہے

جو افضل خان سے روپیہ بھیجنے کو کہا۔ بادشاہ تار گیا اور رفیع الدین سے کہا کہ ہماری موت تک خزانہ میں روپیہ رہیگا آپ کچھ غم نہ کیجئے اس کے وقت میں سوائے اور عمارات کے جین کا ذکر اوپر آچکا ہے جسے ذیل عمارتیں اور بنائی گئی تھیں۔

شاہ برج و ماہ برج - - - - ۹۶ھ

ہریا محل - - - - ۹۶ھ

گلن محل - - - - ۹۶ھ

باغ و دوازده امام - - - - ۹۶ھ

باغ فدرک - - - - ۹۶ھ

قلعہ بکاپور - - - - ۹۸ھ

جامع مسجد بیجا پور - - - - ۹۸ھ

سواروں کی فوج اس کے اخیر عہد میں اسی ہزار اور پیدل ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ اور ۳۵ ہاتی تھے اور اس نے ۲۲ برس سلطنت کی۔

۵۲۔ بیجا نگر کے بہرے یہ تو آپ پہلے پڑھ آئے ہیں کہ بیوج ترمل راج نے ایک ہیرا براہیم 'دل شاہ' کو دیا تھا اور علی عادل شاہ نے اس سے پرتوٹا کر راج کو دیا۔ اور اس سے

مدد مانگی تھی۔ یہ ہیرا دنیا کے ایک نامی ہیروں میں سے ہے اس لیے اس کا حال جہاں تک معلوم ہے یہ ناظرین کرتے ہیں۔ اسکا وزن پندرہ منقال اور آٹھ درم شرعی تھا۔ صورت اس کی ہر جگہ کف دست کے برابر اور اس کے درمیان میں ایک سیاہ دھبہ یا خال تھا۔ کشن رائے کے زمانہ سے بیجا نگر کے راجاؤں کے پاس چلا آتا تھا۔ راج کے بعد سلطنت بیجا نگر بڑی گئی تو کوئی شخص اسے اوڑا لے گیا۔ پھر علی عادل شاہ کو خبر ملی کہ وہ ہیرا گوا میں ہے۔

اور وہ ان اوس کی قیمت ساٹھ ہزار ہون تنخیں ہوئی ہے۔ علی عادل شاہ نے ایک عورت کی معرفت اس بہتر کے مالک کو بیچا پور کو بولایا۔ اور اوس سے خرید لیا۔ اور اس سبب سے کہ وہ منحوس مشہور تھا اوس سے شاہ طہاسب والی ایران کے پاس اس غرض سے بھیج دیا کہ امام ثامن علی موسیٰ رضا کے روضہ میں اوس سے نصب کر دے۔ چند وزین شاہ طہاسب اور اوس کا جانشین اور بیٹا اسمعیل دونوں مر گئے۔ تب اوس کے دو سے بیٹے سلطان محمد نے امام موصوف کے ایک قبہ میں نصب کر دیا۔ پھر عبداللہ خان اوزبک نے سمرقند سے خراسان پرورش کی اور وہ الماس ہی لے گیا۔ اور عبداللہ خان کے بعد جب اوس کا بیٹا عبداللہ بنی بھی راہی عدم ہوا تو اوس ہی کے کو ایک شخص سلطان محمد بادشاہ روم کے پاس لے گیا۔ پھر چند مدت کے بعد امرانے وہ الماس شاہ عباس بن سلطان محمد بن شاہ طہاسب کو واپس کر دیا اور غالباً اس وقت یہ ہیرا ایران میں ہی ہے۔

۳۵۔ ابراہیم عادل شاہ کی علی عادل شاہ جس وقت مارا گیا تو فضل خان نے قلعہ کا دروازہ اندر تحت نشینی اور علی عادل شاہ سے بند کر لیا تاکہ جانشینی کی نسبت کوئی جھگڑا نہ اٹھ لڑا ہو اگر آقاؤں کی تجویز و تکفین اور قصاص میں یہ خیر تمام شہر میں پھیل گئی۔ اور اعیان و ارکان اور اکثر شہر کے امرا وغیرہ قلعہ کے دروازہ پر آئے۔ لیکن افضل خان نے کسی کو اندر نہ گھسنے دیا۔ صبح کی غاز کے بعد افضل خان وکیل السلطنت سے ایک شخص بنے اگر کہا کہ امر اور اراکین سلطنت اسلام کے بعد پوچھتے ہیں کہ آپ نے جانشینی کے باب میں کیا فکر کی ہے۔ افضل خان نے کہا کہ میں سب صاحبوں کی رضا کا تابع ہوں۔ ۳۱۔ پھر سب امرانے ملاح کی اور میر تقی خان انجو کو قلعہ کے دروازہ پر پہنچا اوس نے جا کر کہا۔ کہ شاہ کمال الدین نعت اللہ کی راسے سے یہ قرار پایا ہے کہ شاہزادہ ابراہیم بن شاہزادہ طہاسب علی عادل شاہ کے برادر زادہ کو بادشاہ

کیا جلے۔ اور آپ وکیل السلطنت رہیں اور باقی مناصب جس طرح آپ چاہیں
تقسیم کریں۔ افضل خان نے الماتا اوس نے دیکھا کہ بادشاہ خرد سال ہے طرح طرح کے
جہگڑے اوٹھینگے اوس کو سنہ ۱۰۸۱ء میں کام نہیں ہے۔ اُس نے وکیل السلطنت کے
عہدہ کے قبول کرنے سے انکار کیا۔ اور شاہ کمال الدین فتح اسد و کمال خان و مرغنی خان
و نجن خان پسر کو چک کشور خان کو جو کامل خان کا داماد تھا اندر بولایا۔ اور شاہزادہ ابراہیم کو
جس کی عمر بھی دس بس کی بھی پوری نہیں ہوئی تھی حرم سے نکال کر تخت پر بٹایا اور چتر سبز
زرنگا اوس کے سر پر بلند کیا۔ پھر اراکین نے زمین بوس ہو کر سلام کیا۔ اور تمام مخلوق کو معلوم
ہو گیا کہ ابراہیم عادل شاہ ثانی تخت نشین کیا گیا۔ علی عادل شاہ کی اولاد تھی اس لئے اوس نے
شاہزادہ طماپ اپنے اندر ہے بہائی کے دونو بیٹوں ابراہیم اور اسمعیل کو شاہزادوں کی طرح
پالاتا۔ ان میں ابراہیم بڑا تھا۔ علی عادل شاہ نے اس شاہزادہ کو سوال ۹۸۷ھ میں اپنا
ولی عہد قرار دیا تھا۔ اور اوسے زمانہ میں اوس کی ختنہ کی رسم بھی کی تھی۔ کہتے ہیں کہ اس کے
ختنہ کی خوشی میں تمام مہمین روشنی کی گئی تھی۔ اور سٹھ کون پراش بازی چھوڑی گئی تھی
اتفاقاً آتش بازی کے ٹوکروں میں آگ لگ گئی اور سات سو آدمی اوس سے اوڑ گئے۔
مگر اس شاہزادہ پر جو دین قریب میں موجود تھا کچھ آہنج نہیں آئی۔ اب علی عادل شاہ کا جنازہ
غسل اور تکفین کے بعد اوس کے ان کے روضہ میں لائے اور بروز شنبہ اوس کو دفن کیا
اوس کی قبر پر جو کسٹھی بنی ہے یہ ۱۰۸۷ھ میں سلطان محمد عادل شاہ نے بنوا دی ہے۔
دفن کے بعد قاتل کو حجرہ میں سے جو اوس نے بند کر رکھا تھا نکال لایا اور قتل کر دیا گیا اور اوس
کے ساتھ دو سکر خواجہ سکر کو بھی اوس کے ہم صلاح ہونے کے باعث مار ڈالا گیا۔

اور اسکی ناعاقبت اندیشی درجہ سب سے بڑا ہوا تھا یہ وہ شخص ہے کہ جس نے علی عادل شاہ کو تخت نشین کیا تھا۔ بادشاہ کی خرد سالی کے باعث یہ متولی سلطنت قرار پایا۔ اور ابراہیم کو چاند بی بی زوجہ عادل شاہ کے سپرد کیا کہ وہ اس کی تعلیم و تربیت کرے اور یہ قاعدہ مقرر کیا کہ چہار شنبہ اور جمعہ کے سماہر روز چاشت کے وقت ابراہیم عادل شاہ ثانی کو عرم سے باہر بولانا اور تخت شاہی پر بٹھانا۔ وہاں تمام اراکین حاضر ہوتے اور بادشاہ کو سلام کرتے اور کامل خان بادشاہ کے روبرو ہر ایک کے واسطے مناسب وغیرہ تجویز کرتا سوا اسے اس کے تمام اعیان مملکت کو فراہم استمالت بھیج کر ابراہیم کی سلطنت سے راضی کر لیا۔ اور ابراہیم کی خدمت میں تمام اپنے آرد سے بہرہ دے اور قلعہ کا قلعہ دار بھی ایک اپنا ہی آدمی مقرر کیا۔ یہ عام قاعدہ ہے کہ جو کوئی کچھ ترقی حاصل کرتا ہے اس کے دوست بھی اس سے حسد کرنے لگتے ہیں بہت جلد دلوں میں لوگ اس کے برخلاف ہو گئے۔ اور اس کے نکالنے کا بندوبست کرنے لگے۔ مگر اس نے حماقت کی کہ اون کے صاف کرنے سے پیشتر ہی بے اعتدالیان کرنا شروع کر دیں۔ اور اپنی حکومت جتانے لگا۔ خزانہ میں گیا اور اس کے صندوق منگوائے اور اس میں سے اچھے اچھے جواہر نکالے۔ اور ایک صندوق کا اسباب دو صندوق صندرن میں رکھوایا۔ رفیع الدین خزانہ دار نے جب اس کی فرو تیار کی تو اسے منع کیا۔ جس سے شبہ ہوا کہ وہ خود اون جواہرات کو ہضم کرنا چاہتا ہے۔ حرم کی کنیزوں کو تنخواہیں ماہوار ملا کر لی تھیں۔ کامل خان نے خزانہ دار سے کہا کہ ہر ایک کی تنخواہ کار و پیہ الگ الگ تھیلیوں میں بھر کر اور اس پر نام لکھ کر میرے پاس بھیج دے۔ میں خود اس سے جا کر تقسیم کروں گا۔ چنانچہ وہ تنخواہ خود لیکر گیا۔ اور محل شاہی سے بیس کنیزوں کو تنخواہ کے ایک جدا محل میں رہنے کو حکم دیا۔ بعض شاہی خاندان والوں کی تنخواہیں روک لین کہ بعد تصفیہ حسب حیثیت

دیجائینگے۔ جب چاند بی بی نے ان باتوں پر اعتراض کیا تو اس سے بھی دھمکا دیا اور گستاخانہ الفاظ کہے۔ اس وجہ سے شاہی حرم سرا میں ایک دوا بیل جمع کیا۔ اور اونٹوں نے کامل خان کے نکالنے کا ارادہ کیا۔ اور اسے سلطنت سے فریاد کی اس وقت حاجی کشور خان ابن کمال کشور خان شاہی امیرون میں بڑے پایہ کا آدمی تھا چاند بی بی نے روئی اور چرخہ دیکر اس کے پاس پیغام بھیجا۔ کہ کامل خان وکالت کے لاین نہیں ہے۔ اگر تجھے باپ کی میراث لینا ہے تو میں تجھے یہ منصب دیتی ہوں ورنہ چرخہ پونی موجود ہے یہ لہو اور زمانہ لباس پہنکر گہرین بیٹھو۔ کشور خان کو جب یہ غیرت انگیز اور نوید آمیز پیغام پہنچا۔ تو اس نے تمام اعیان اور اراکین کو اپنے ساتھ متفق کر لیا۔ اور کامل خان کے دفعیہ کے لیے مستعد ہوا۔

۵۵۔ حاجی کشور خان کا کامل خان سے بھی یہ خبر کہ چپ کمتی تھی۔ اس نے حال سنا کامل خان کو قتل کرنا مگر حماقت سے کچھ پروا نہ کی۔ افضل خان نے اس سے کہا کہ تیرے برخلاف لوگ ایسی ایسی ملاحین کر رہے ہیں مگر اس نے اسے باز بچہ طفلان سمجھا۔ اور اس کی نصیحت بہ کان نہ دہرا۔ جب کشور خان نے سب تیاری کر لی تو اپنے چار سو سوار ایکر جب کہ کامل خان سبز محل میں بیٹھا ہوا دیوانداری کے کام میں مشغول تھا۔ کشور خان قلعہ کے دروازہ پر موجود ہوا اور اندر گھسکر تھانہ دار کو قید کر لیا۔ اور سید ہا سنبر محل کو آگے بڑھا۔ ابھی تک کامل خان کو یہ بھی خبر نہ تھی کہ یہ کس کی تحریک سے ہوا ہے وہ سنتے ہی نہایت مضطرب ہوا اور گہرا کر چاند بی بی کے پاس پناہ لینے کو حرم میں گھسا۔ ایک خواجہ بہرہ اس کا دوست تھا اس نے کہا مت کٹ گئی ہے چاند بی بی۔ نہ تو کشور خان کو اشتعال بھی دی ہے کیا موت آئی ہے جو اس کے پاس باتا ہے۔ یہ سنکر کامل خان لوٹ پڑا اور قلعہ سے باہر نکلنے کی تجویز کی۔ اور قلعہ کی دیوار پر چڑھ کر خندق کے پانی میں کود پڑا اور پیر کر کناہ پر نکل آیا۔

اور اپنے مکان کو چشمہ کے باہر تہا شہر میں ہو کر چلا۔ اوس وقت اوسے کسی نے نہ پہچانا
 سیاغک کہ شہر کے حصار کے پاس آ گیا۔ دروازہ شہر پناہ یارون نے پہلے ہی بند کر لیا تھا۔ اس
 لیے شہر پناہ پر چڑھا جس کا بارہ گز ارتفاع ہے اور اپنی پگڑی اور پٹکے اندر ڈھنسنے کی
 مثال کو باندھا اور دیوار کے ایک کنکرہ میں باندھ کر نیچے لٹک گیا اور اپنے کہ پہونچ گیا۔ خدا کی
 قدرت ہزارون آدمی راستہ میں ملے مگر کسی نے اوسے اس درمیان میں نہ پہچانا۔ اب
 اوس نے نقد اور جو کچھ ممکن تھے وہ لیے اور فوراً لباس بدل کر آٹھ سات آدمی کے ساتھ
 مکان سے احمد نگر کو کوچ کر دیا۔ حاجی کشور خان وغیرہ دشمنوں کو کامل خان کے اس فرنی کا
 خیال بھی نہ تھا۔ وہ اوسے سبز محل ہی میں ڈھونڈتے رہے۔ اور ایک گمنام کے قریب
 ادھر ادھر قلعہ میں تلاش کیا کیے جب معلوم ہوا کہ کامل خان نہ صرف قلعہ سے نکل گیا بلکہ حصہ
 شہر سے باہر جا کر اپنے کہ پہونچ گیا تو اوس نے کامل خان کی گرفتاری کے لیے سپاہی روانہ کیے
 ابھی کامل خان دو کوس ہی نہ گیا تھا کہ حاجی کشور خان کے آدمیوں نے اوسے جاکر لڑا۔ اور
 اس خیال سے کہ کمین اوس کے رفیق نہ آجائیں اور اوسے چترانہ لین اوسی وقت اوسے
 قتل کر دیا۔ اور تمام مال و اسباب اوس کا لوٹ لیا۔ کتے ہیں کہ کامل خان یہاں اپنے چند
 آدمیوں کو لیکر غوب لڑا۔ اور جب زخمی ہو کر گر پڑا اور ایک شخص شیر بچہ اوس کا سر کاٹنے کو گیا۔
 تو اوس پر ایک تلوار کا ہاتھ ایسا مارا کہ ذرہ کنکرہ سینہ تک پہونچ گیا۔ باقی اور طاقت نہ بڑی اور شیر بچہ
 نے اوس کا سر کاٹ لیا۔ کامل خان کی حکومت صرف دو مہینے دس روز رہی۔ اس کی حکومت
 کی ایسی تو بڑی مدت ہوئی ہے کہ کسی طرح کی رائے قائم کرنا نہایت مشکل ہے گو اس پر مومنین
 نے تغلب سلطنت کا الزام لگایا ہے لیکن اسکے کامن سے صرف اتنا ہی ترشح ہوتا ہے کہ وہ خزانہ کاروبار
 جو مفت خوروں کو دیا جاتا تھا وہ کمزور و ناتوان چاہتا تھا اور اوس کا یہ مقصود تھا کہ ابراہیم کو کوئی نقصان پہونچائے

۵۶۔ حاجی کشور خان کا اب منصب وکالت کا پہرہ چکڑا اوٹھا کشور خان و مرتضیٰ خان انجو اور اوس کو
 دلیل سلطنت مقرر ہونا۔ بہائی شاہ قاسم اور غالب خان سرنوبت اور معتبر خان چار پانچ آدمی
 اوس کے دعویدار تھے۔ رات بہر تمام عمامہ واکا پر بادشاہی دولت خانہ میں گفتگو میں اور بحث میں
 کرتے رہے نہیں چار روز تک کچھ طے نہیں ہوا۔ اور یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ گشت و خون
 ہونا شروع ہو جاوے افضل خان سب سے الگ اپنے گہر میں چپ چاپ بیٹھا ہوا مگر
 سب کی خبریں لگائے ہوئے تھے۔ پانچویں دن رات کے وقت کشور خان چپکے سے
 افضل خان کے پاس آیا اور کہا کہ آپ میرے استاد ہیں اور میں آپ کا شاگرد ہوں آپ کچھ
 میری مدد کیجئے ورنہ میرا کام نہ بنایا گیا جاتا ہے۔ افضل خان نے اس باب میں دست
 اندازی سے انکار کیا کشور خان نے کہا کہ اگر آپ مدد نہیں کرتے تو اب جو نریزی ہوگی اور
 صد ہا ہزار آدمی مارے جائیں گے تب کچھ تصفیہ ہوگا۔ اگر خدا کی خلق پر آپ مہربانی کریں اور
 سلطنت کی خیر خواہی منظور ہو کہ جبکہ آپ نے نمک کمایا ہے تو مجھے مدد دیکر اس
 جھگڑے کا تصفیہ کر دیجئے لاچار افضل خان نے اوس کے ساتھ اتفاق کر لیا۔ جب پہر
 محفل منعقد ہوئی تو عین بحث کے وقت کشور خان نے غالب خان سے باوازی بلند کہا کہ جو
 معاملہ طے ہو چکا ہے اوس پر عمل کیا جاوے غالب خان اوٹھا اور مرتضیٰ خان اور انیس کے
 بہائی شاہ قاسم کو مجلس سے ایک طرف کچھ راز کی باتیں کرنے کو لے گیا اور وہاں پکڑ
 کر روک لیا۔ اور دو تین روز کے بعد قلعہ میں قید کر دیا اور معتبر خان کو اوس کے بیٹوں سمیت
 نکال دیا۔ اور وہ اکبر بادشاہ ہندوستان کے پاس چلا گیا۔ اب مجلس سے ایک گوشہ میں
 کشور خان افضل خان کو لے گیا اور کہا کہ مجھ سب لوگ جو قید کئے گئے اور نکالے گئے ان کا
 یہ ارادہ تھا کہ ابراہیم اور اوسکی ماں کو مکہ معظمہ کو بھیج دیں اور شاہ فتح اسد کو قلعہ میں قید کر دیں

اور تمہیں قتل کر ڈالیں یا اندھا کر دیں۔ اور رقیع الدین سے حساب کتاب کا مواخذہ کریں۔

اور پسر میان علی کو جو اسماعیل عادل خان کا برا درزادہ ہے اور بندر گواہین پیدا ہوا ہے اور جو اس وقت بیجا پور میں موجود ہے بادشاہ بنادین اور قلعی خان انجو اوس کا پیشوا ہو اور میں اور

شاہ قاسم وزیر مقرر کیے جائیں۔ یہ مجھ کو منظور نہ تھا کہ میں ایسی نگرانی کر دوں اور خیمہ خدان سلطان کو تباہ و برباد ہونے دوں۔ اور ہر مجھے ہی یہ لوگ کامل خان کے پاس پہنچا دیں۔ آپ میری مدد کیجئے اور سلطنت کے کاروبار کو سنبھالیے۔ افضل خان نے پہلے تو انکار کیا۔

مگر پھر سوچ کر کہ ایسا نہیں کشور خان سے رنج ہو جائے جس سے کوئی اور آفت آئے راضی ہو گیا۔ حاجی کشور خان وکیل سلطنت ہوا۔ اور اورامر اور اراکین مناسب مناصب پر مقرر ہوئے

۷۔ مصلحت خان اور نظام شاہی جب صاحب خان مارا گیا تو صلابت خان احمد نگہین بے کٹکے سلطنت کا من چہین اور صلابت خان مالک ہو گیا۔ اور اب کوئی اوس کا معاند و معارض نہ رہا۔ اور کا اسلامی سک کو جاری کرنا۔ سلطنت کی تمام مہمات اوس کی راہ سے انجام پانے

لگین۔ اس کے زمانہ میں دو تین مرتبہ اکبر بادشاہ کے ایلچی آئے۔ اور ان کی اچھی تعظیم و تواضع کی گئی اور وہ یہاں سے خوش ہو کر واپس گئے۔ یہ شخص بڑا منظم تھا۔ ملک کا ایسا اچھا بندوبست

کیا تھا کہ سلطان محمد شاہ اول بھینی کے بعد ملک مرہٹ میں کہی ایسا امن چہین نہیں ہوا تھا جیسا کہ اس کے وقت میں ہو گیا تھا۔ چور اور قلع الطریق عشقا کی طرح معدوم تھے۔ خواجہ نعمت اللہ

خزانی و خواجہ نہایت اللہ وغیرہ کو سپاہ دیکھ کر حشفہ اسی کام پر تمہیں کیا تھا۔ کہ تمام ممالک محروسہ میں ہر تے رہیں اور گشت کیا کریں اور جہاں کہیں کوئی چور ملے اور ایک حسب کی چوری بھی

اوس پر نہایت ہو جائے تو فوراً اوسے قتل کر دیں۔ گو نظاہر یہ حکم بڑا سخت ہے مگر اوس زمانہ کی طرز حکومت کے لحاظ سے جب کہ جیلخانوں کا نال بندوبست نہ تھا اور چوری کرنے کے لیے کسی کا

قتل کوئی بڑی بات نہ سمجھی جاتی تھی چور دن کو قتل کرنا ایسا بُرا نہیں تھا کہ جیسا اس وقت بُرا معلوم ہوتا ہے۔ اور بغیر اس کے چور دن کا انتظام بھی قریب قریب غیر ممکن تھا۔ اس انتظام کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک میں زراعت اور تجارت کو بڑی رونق ہو گئی باغات کی وہ کثرت تھی کہ کوئٹہ تک جب نظر پڑتی تو باغات پر ہی بڑی تھی۔ کہتے ہیں کہ صلابت خان کے زمانہ میں پانچ لاکھ صرف دخت آم اور املی کے سلطنت نظام شاہی میں زیادہ ہو گئے تھے۔ اسی پر اور درختوں کا بھی قیاس کرنا چاہیئے۔ ایک باغ موسوم بہ فرخ بخش چنگیز خان نے نعمت خان سمنانی کی معرفت ۹۸۲ھ میں بیوایا تھا مگر تفضی شاہ کو وہ عمارت پسند نہ آئی اس لیے صلابت خان کو حکم دیا کہ اسے توڑ کر اور نقشہ کے بموجب عمارت بنائے اگرچہ پہلے بہت روپیہ صرف ہوا تھا مگر اس کا خیال کچھ نہوا۔ جب یہ باغ ۹۹۱ھ میں بکرتیار ہوا تو اس وقت صلابت خان نے اس میں بڑا جشن کیا۔ اس کے وقت میں بمان ارباب کمال بھی بکثرت جمع ہو گئے تھے ملا ملک قمی اور ملا محمد ظہری اسی صلابت خان کے تربیت یافتہ تھے۔ جو فارسی زبان کی شاعری میں نہایت مشہور و معروف ہیں۔

محمد شاہ بہمنی کے زمانہ میں صرافون نے اسلامی سکہ مذہبی تعصب کی وجہ سے گلا ڈالا تھا۔ اس زمانہ میں یہ قصہ صلابت خان کے بھی گوش گذار کہیں ہو گیا۔ اس پر صلابت خان نے چاہا کہ سلطنت نظام شاہی میں اسلامی سکہ کو رواج دے۔ اور ہندوؤں کے سکہ کو دور کر دے اس واسطے اس نے جاجپالکسا لین مقرر کیں۔ اور ائمہ اثنا عشر کے نام کا سکہ مضروب کرایا۔ ایک طرف اس پر تفضی شاہ کا نام اور دوسری طرف ائمہ اثنا عشر کے نام تھے۔ مگر چونکہ یہ مرتضیٰ شکر برار سے اس کی بدولت تھی۔ اس نے علاقہ براہوین میں عرب خاندان کا کام چلنے دیا۔ اور جب احمد نگر کے ہندو صرافون نے سنا تو انہیں اپنے مذہب تعصب میں دو مسلمانوں

کی دشمنی سے اور مدد مل گئی اور انہوں نے وہ ہی کام شروع کر دیا۔ جو محمد شاہ بہمنی کے وقت میں کیا تھا۔ اور اپنے اپنے گہروں میں اسلامی سکھ کو گلانے لگے۔ صلابت خان کو جب یہ حال معلوم ہوا تو اوس نے مجرموں کو بعد تحقیقات سزا میں دین۔ مگر کچھ معتد بہ فائدہ مترتب نہ ہوا۔ اسی میں صلابت خان کی وکالت جاتی رہی۔ جس کا ذکر آئندہ آنے گا اور اوس کے بعد کسی نے اس اسلامی سکھ کی پروا نہ کی ہندوؤں نے اسے بالکل گلا ڈالا اور نام و نشان تک باقی نہ رکھا۔

۵۸۔ ابراہیم قطب شاہ کا جب بیجاپور کے ان فسادوں کی خبریں گرد و نواح میں پھیلیں تو بیجاپور امیر زنبیل کو بھی پرگنات طرف کے بادشاہ اوٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے علاقہ بیجاپور کا کن فوجیہ و غیرہ کا فوج کھانا کی فتح کا ارادہ کیا۔ سلطان قلی نے پرگنات کا کن و ناٹا وی و قلعہ کلکورد وغیرہ چند محالات پر اپنے زمانہ میں قبضہ کر لیا تھا۔ مگر سیمان قلی کے وقت میں یہ علاقہ عادل شاہی قبضہ میں چلا گیا تھا۔ اب ابراہیم قلی نے اس کی تسخیر کا ارادہ کیا اور امیر زنبیل کو سپہ سالار کر کے وہاں بیجا عالم خان کشور خان اور حیدر خان سرنوبتہ کو اوس کے ساتھ کیا۔ اس وقت میں عادل شاہ کی طرف سے اس علاقہ پر ضیا دولت خان اور میان بدہو حاکم تھے۔ انہوں نے قطب شاہی فوج سے خوب مقابلہ کیا مگر شکست کھا کر ہباگ گئے اور یہ تمام علاقہ امیر زنبیل کے قبضہ میں آگیا۔ اسی زمانہ میں امیر زنبیل کو خبر ملی کہ ڈیڑھ سو ہائی ساگر کے قلعہ سے بیجاپور کو جارہے ہیں۔ امیر زنبیل اون ہاتھیوں کے چھینے کے لئے فوج لیکر دوڑا۔ کمین مخالفوں کو بھی خبر مل گئی۔ وہ ہائی تو ٹوٹا کر قلعہ میں لے گئے اور سید اشرف دوہر کی سرداروں اور تین چار ہزار سوار سے محاربہ کو قلعہ سے باہر آیا۔ مگر کی فوج بہت ماری گئی اور سید اشرف گرفتار ہو گیا۔ چونکہ قلعہ نہایت مستحکم تھا اس لیے بعد ازاں امیر زنبیل نے

شہر ساغر کو جلا کر خاک کر دیا۔ اور قلعہ کو چوڑ کر ملکہیر اور ایتلی کو جاگیر اور اون پر قبضہ کر لیا۔

۵۹۸۸

۵۹۔ افضل خان کا بیٹا میر اور بہزاد الملک، کو شکست دینا دلایا کہ علی عادل شاہ نے ہمارے مقابلہ میں علی برید شاہ کو مدد دی

تھی اور اس کا عوض اب لینا چاہئے۔ اور اس سے اجازت لیکر بہزاد الملک ایک چر کسی غلام کو سپہ سالار کیا۔ اور امیر الامر اسید مرتضیٰ کو مع لشکر برار اور عادل خان بنکی و تھانی خان وغیرہ سرداروں کو اس کے ساتھ دیا اور پندرہ ہزار سوار کی بیٹی ہمارے لشکر احمد نگر سے چلا اور دھر سے ابراہیم قطب شاہ نے بھی امیر شاہ میر کی سرداری میں نظام شاہیوں کی امداد کو فوج بھیجی۔ یہ سب لشکر بھی حوالی شاہ درک میں پہنچ گئے حاجی کشور خان نے ابراہیم عادل شاہ سے اجازت حاصل کر کے افضل خان کو سپہ سالار بنایا۔ اور عین الملک کنگانی و خوند میر و انکس خان وغیرہ امرائے حبشی کو جس میں اخلاص خان و دلاور خان و حمید خان بھی شامل تھے مدافعہ کے لیے بھیجا۔ جب افضل خان شاہ درک میں دشمن سے پانچ کوس کے فاصلہ پر پہنچا تو پندرہ روز تک بے جنگ و جدال ٹپرا رہا۔ اور اپنی طاقت اور دشمن کی حالت کو دیکھتا رہا۔ جب یہ لوگ جو اس کے ساتھ نامزد ہوئے تھے اپنی اپنی فوجیں لے کر آگئے۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اسید مرتضیٰ سر لشکر براہزاد الملک کی سپہ سالاری سے ناراض ہے اور وقت پر اس کی آواز کرنے سے الگ ہو جائیگا۔ تو اول تو افضل خان نے ابراہیم قطب شاہ کی فوج پر حملہ کیا۔ اور انہیں شکست دیا اور ان کے بہت سے ہائی گھوڑے وغیرہ چھین لیے اسی عرصہ میں وہ عادل شاہی فوج بھی ان سے آگلی جو علی برید شاہ کی مدد کے لیے بیدار ہو چکے تھے گئی تھی۔ اور دھر سپہ مرتضیٰ سر لشکر براہزاد الملک کی فوج سے اگر لمبائی میں دیدہ و دانستہ تاخیر کی۔ اور بہزاد الملک اپنی نوجوانی کے باعث غفلت میں تھراپ و کبابین

مصروف رہا۔ اب موضع دار اس میں جوشولاپورا اور نلدرک کے مابین ہے افضل خان اور ہزارا الملک سے مقابلہ ہوا۔ افضل خان نے اوپر ایک ایسے وقت میں حملہ کیا کہ ہزارا الملک آرام کر رہا تھا فوج غافل ٹپڑی ہوئی تھی ہزارا الملک کپڑے ہی نہ پہنے پایا کہ اسے بہاگ کر سید مرتضیٰ کے لشکر میں پناہ گیر ہونا پڑا ہاتھی گھوڑے اور بہت سا سامان جنگ دشمنوں نے چھین لیا۔ چونکہ علی برید شاہ کی نسبت صلابت خان کا خیال تھا کہ وہ عادل شاہ کو مدد دیگا۔ اس لیے اس نے کچھ فوج بیدار کو بھیجی تھی۔ اب افضل خان نے بیدار کا رخ کیا کہ علی برید شاہ کو محاصرہ سے نکالے۔ جب نظام شاہی فوج نے جو بیدار کے محاصرہ پر تھی ہزارا الملک کے شکست کی خبر سنی اور سنا کہ عادل شاہی فوج بیدار کو آ رہی ہے تو وہ محاصرہ کو اڑھٹا کر ہزارا الملک کے پاس کوچ لے دی۔ اور اس سب نظام شاہی فوج نے قلعہ دہارو میں جا کر پناہ لی۔ اب افضل خان کا ارادہ ہوا کہ اسی وقت دہارو پر بھی حملہ کیا جائے تاکہ مخالفوں کی پست ہمتی اور شکستہ حالی سے جو اس وقت ہو رہی ہے فائدہ حاصل ہو اور انہیں کامل شکست ہو جائے۔ مگر یہاں ایک اور جگہ پیدا ہو گیا۔ قطع

۶۰۔ امرالی کشور خان سے	بدریاد و رشو کہ امر و زک شوب	جسٹان یک قطرہ بے طوفان ندارد
بظنی اور اس کا مصطفیٰ خان	بیایان طے مکن کشش ہر بن خار	کم از صد غول سرگردان ندارد
کو قتل کرانا۔	ابھی یہاں یہ جگہ گراٹے ہی نہیں ہوا تھا۔ کہ وہاں ایک اور فساد اٹھ کھڑا	

ہوا جب اس فتح کا فتنہ مہیجا پور میں پہونچا۔ تو کشور خان نے اس کی بڑی دہوم دہام کی اور شیریں گازیون میں بہر واکر کو چہ و بازار میں تقسیم کر لی اور امرائے فوج کو بادشاہ کے نام سے خلعت و انعامات دیے۔ مگر سی کے ساتھ لشکر میں یہ خبریں بھی پہونچیں کہ کشور خان قدیمی آدمیوں کو نکال رہا ہے اور ہر مقام پر اپنے آدمیوں کو بھرتا جاتا ہے اس سے امرائیں ایک ہل چل مچ گئی

اور انہوں نے دشمن کے مقابلہ سے اس وقت تامل کیا۔ شاہ درک میں جا کر پڑ گئے کہ دیکھیں
 پردہ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔ اسی میں کشور خان نے چاند بی بی سے بغیر پوچھے لشکر
 میں حکم بھیجا کہ اس وقت جو ہاتی ٹوٹ میں آئے ہیں انہیں ہمارے پاس بھیج دو۔ ان ہاتھیوں
 کی تعداد قریب سو کے تھی۔ اس کے سنتے ہی امر کو پورا یقین ہو گیا۔ کہ کشور خان کا ارادہ کچھ
 اور ہی ہے وہ ہمیں خراب کر دے گا۔ محفل مشورت خفیہ منعقد کیا۔ بعض نے کہا چاند بی بی کو
 جس کی ہر کہہ دمہ کے دل میں عظمت بٹھی ہوئی تھی یہ لکھا جائے کہ مصطفیٰ خان کو بنکا پور سے
 بولا کر وکیل السلطنت مقرر کرے۔ بعض نے کہا کہ اس وقت دشمن سامنے پڑا ہوا ہے ضرور
 کہ پہلے اس کا تصفیہ ہوئے۔ بعد ازاں بیجا پور جا کر چاند بی بی کے اتفاق سے ہم خود اس کا
 بندوبست کر لینگے۔ لیکن یہ راز فاش ہو گیا۔ اور کشور خان کو یہ منصوبہ معلوم ہو گئے۔
 اوس نے دورانہ نشی کی راہ سے مصطفیٰ خان کا پہلے ہی بندوبست کیا۔ ایک شخص
 نور الدین محمد سید اور شہد کار ہنر والا تھا اور مصطفیٰ خان نے سفارش کو کہ اوسے امارت
 کے درجہ کو پہنچایا تھا اور حوالی بنکا پور میں اوسے جاگیر دلوائی تھی مگر یہ سید احسان فراموش
 تھا۔ اور کشور خان سے ملا ہوا تھا۔ کشور خان کے پاس شاہی مہر ہا کرتی تھی اوس نے چاند بی بی
 سے چہا کر ایک فرمان نور الدین محمد کے نام لکھا اور شاہی مہر لگا کر اوسے ایک شخص محمد امین
 غریب زادہ کو دیا۔ کہ وہ نور الدین محمد کے پاس لیجائے۔ اس فرمان میں لکھا تھا کہ اگر تو مصطفیٰ خان
 کو قتل کر ڈالے تو تجھے اوس کی جاگیر دیدی جائیگی۔ نور الدین محمد اس حکم کے دیکھتے ہی بہت خوش ہوا
 اور محمد امین کو قلعہ بنکا پور میں بھیج دیا۔ اور وہاں کے نانگ و اڑیوں کو جو اکثر زندہ ہوتے تھے لکھ بھیجا کہ
 مصطفیٰ خان کا ارادہ ہے کہ تمہیں قتل کر ڈالے اور قلعہ کرنانگ کو دیدے چاہئے کہ تم اوس کا
 پہلے ہی کام تمام کر دو کہ اس سے تمہارے قتل کی فرصت نہ ملے۔ اس حسن خدمت پر تمہارے

مناصب اور جاگیرات زیادہ کیے جائینگے۔ ہندو تو ایسے دغا و فساد کے معاملات کو جی جان سے پسند کرتے ہیں وہ سب محمد امین کے حامی ہو گئے۔ شام کے وقت محمد امین قلعہ میں پہنچا اور کہا کہ میں مصطفیٰ خان کے نام بیجا پور سے شاہی فرمان لایا ہوں۔ مصطفیٰ خان نے اس سے قلعہ میں بولوا لیا۔ اور اچھی طرح ٹھہرایا۔ مگر محمد امین نے کہا کہ اب تورات ہو گئی ہے صبح فرمان دکھاؤ گا۔ صبح کو مصطفیٰ خان اٹھا اور وضع کر کے سب دستور نماز پڑھ کر وظائف و اوراد میں مشغول ہو گیا۔ محمد امین چپکے سے اس کے پاس گیا۔ کسی کو کیا خیال تھا کہ یہ ملک الموت اس کی جان لینے کو جاتا ہے پہرہ والوں نے کچھ منع نہ کیا۔ یہ پیچھے سے گیا اور کمان کی زد کو مصطفیٰ خان کی گردن میں ڈال کر ایسا کنپٹی کہ تڑپ تڑپ کر عین عبادت کے وقت اس بے گناہ کا دم نکل گیا۔ ایک روایت میں اس واقعہ کو دوسری طرح لکھا ہے کہ ہر کشور خان نے پانچ چھ امیروں کو فوج دیکر مصطفیٰ خان کے قتل کو بیجا مصطفیٰ خان اور ان امرائے درمیان کئی لڑائیاں ہوئیں۔ آخر مصطفیٰ خان شکست کھا کر کسی ہندو کے پاس پناہ لینے کو گیا۔ ہندوؤں نے اس خیال سے کہ کہیں کشور خان کے امیر قلعہ میں نہ گس آئیں دروازہ تو نہ کھولا مگر مصطفیٰ خان کو رسی ڈال کر قلعہ کی دیوار سے اوپر کو کنپٹی۔ کہ اسی میں کشور خان کے آدمی پہنچ گئے اور انہوں نے مصطفیٰ خان کی ٹانگ پکڑ کر نیچے کو کنپٹی لیا۔ اور قلعہ بنگالہ پرین لاکر پہلے توقید کیا پھر مار ڈالا۔ لیکن پہلی روایت زیادہ تر قرین قیاس ہے۔

۱۔ مصطفیٰ خان ارستانی مخلوق کو اس وقت مصطفیٰ خان کے قتل کا بھی ایسا ہی افسوس ہوا کہ حالات۔ جیسا کہ محمود کاوان جینی اور جنگیر خان نظام شاہی کا ہوا تھا اس کا اصلی نام جید کمال الدین حسین اردستانی تھا۔ بیسے اور ایرانی ہندوستان کو اس زمانہ میں

کیا کرتے تھے۔ اسی طرح سے یہ بھی تلاش معاش میں بیان آیا۔ اور گومتا گھاتا قطب شاہ کا
 عہداری میں چلا آیا ابراہیم قطب شاہ کا زمانہ تھا اس نے دی عہد سمجھ کر اسے نوکر رکھ لیا۔ اور
 اس کے حسن کارگزاری سے ایسا خوش ہوا کہ رفتہ رفتہ اسے اپنا مدارا المہام کر دیا۔ اور
 مصطفیٰ خان خطاب دیدیا۔ ابتدا میں تو ابراہیم نے اس کو اپنا معتمد بنایا اور تمام کام اسی کے
 ہاتھ سے لینے لگا کہ جس سے اس نے بہت کچھ زرو مال پیدا کر لیا۔ مگر بعد میں اس نے
 اپنے اختیارات کو اس کے ہاتھ میں بالکل دینا مناسب نہ سمجھا اور خود ہی کاروبار سلطنت کو
 اپنی راے سے انجام دینے لگا اور چاہا کہ اسے مغرول کر کے اس کا مال داسباب جو
 اس نے بے انتہا جمع کر لیا تھا ضبط کرے کہ جس سے مصطفیٰ خان کو اندیشہ پیدا ہوا
 اور اس نے ارادہ کیا کہ کسی حیلہ سے بغیر وسلاست یہاں سے نکل جائے کہ اسی میں
 راج کا جملہ پیش ہو گیا۔ مصطفیٰ خان۔ نہ ابراہیم کو جہاد کے لیے مستعد کیا۔ اور جب
 مصطفیٰ خان کی تحریک سے ابراہیم نے اسے کامل اختیارات دیکر عادل شاہ کے
 پاس سفارت پر بھیجا۔ تو اس نے ابراہیم قطب شاہ سے درخواست کی کہ جب آپ کو
 اس منصوبہ میں کامیابی ہو جائے تو مجھے مکہ معظمہ جانے کی اجازت دیدیجائے۔ اسے
 ابراہیم قطب شاہ نے منظور کر لیا۔ جب مسلمانوں کو راج کے مقابلہ میں فتح ہو گئی اور
 مصطفیٰ خان نے قلعہ کی کنہیاں عادل شاہ کو بلا اجازت قطب شاہ دیدیں اور حسین نظام شاہ
 اور ابراہیم قطب شاہ اس سے سخت ناراض ہو گئے تو مصطفیٰ خان نے اپنے نکلنے کیلئے کشور حسان
 پیشواے علی عادل شاہ اور مولانا عنایت اللہ پیشواے حسین نظام شاہ سے مدد مانگی۔ اور
 اگرچہ حسین نظام شاہ کے دباؤ سے ابراہیم قطب شاہ کا ارادہ تھا کہ مصطفیٰ خان کو گو لکنڈہ
 لیجا کر اسکی سزا دے مگر ان دونوں پیشواؤں کے دباؤ سے قطب شاہ کو کچھ نہ بن پڑی اور مصطفیٰ خان

کو اسی جگہ مکہ معظمہ جانے کی اجازت دینا پڑی۔ اور اوس کے عیال و اطفال کو چھوڑنا پڑا۔ اس کی اوس دولت کا قیاس جو اوس نے گو لکندہ میں جمع کی تھی اس سے خیال میں آتا ہے کہ اوس کا اسباب آٹھ ہزار بیلیون اور بارہ ہزار آدمیوں پر لکڑی لکندہ سے گلبرگہ کو گیا تھا۔ بعد ازاں اس ضد میں اگر ابراہیم قطب شاہ نے اوس کا مکان سمار کرادیا۔ اور علی عادل شاہ نے اوسے بولا کر اپنے یہاں رکھ لیا۔ اور ۲۲ ہزار سوار اوس کے ماتحتی میں دیدے۔ اس کے پاس خزانہ اور اسباب اس قدر تھا کہ بڑے بڑے بادشاہوں کے پاس کمتر ہوگا۔ اوس کے پاس صرف ۱۸۰ جہاز تھے جو بحر ہند میں عرب سے بنگالہ تک جاتے تھے۔ سلطان سلیمان ولی روم اور شاہ طہماسپ: الی ایران اور جلال الدین محمد اکبر بادشاہ ہندوستان سے اور اوس سے خط و کتابت رہا کرتی تھی۔ یہ اونہیں تحفہ تحائف بھیجا کرتا اور وہاں سے خلعت اسے آیا کرتے تھے کہ تا تک کا ملک جو علی عادل شاہ کے زمانہ میں فتح ہوا وہ سب اسی کے باعث سے ہوا تھا۔ اس نے کہ تا تک کا نہایت عمدہ انتظام کیا تھا۔ اور دکن کے اور دوسری سلطنتوں کے برابر اوس ملک سے یہ روپیہ وصول کرتا تھا۔ مگر بڑا متکبر تھا اور ادنیٰ تصویر سخت سزا دیتا تھا۔ کہتے ہیں کہ اوس کا کوئی حکیم کسی قدر مومیائی باہر رکھ بھول گیا اور فراشوان اور اہل مطبخ نے اوسے پایا اور باہم تقسیم کر لیا۔ جب اوس کی تحقیقات ہوئی تو ۲۲ آدمیوں پر اوس کی چوری ثابت ہوئی۔ مصطفیٰ خان نے اوس سب کو اتنا چڑھایا کہ پھر لوگ مر گئے۔ دکن میں ساٹھ برس رہا اور اس کے مطبخ میں ایک چینی کا برتن نہ ہوا۔ جب کبھی کوئی برتن ٹوٹ جاتا تو بڑے والا اپنے غیب خاصہ سے مول لیکر حاضر کرتا تھا۔ باقی جو حال اوس کا ہے وہ تم سب علی، اول شاہ کے غم حکومت میں پڑے آئے ہو۔ اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

۶۲۔ کشورخان کا چاند بی بی چاند بی بی محبان اہل میت سے تھی اس لیے بظاہر اوس نے کو قید کرنا۔

چاہتی تھی کہ اپنی مان خونزہ ہمایون کی طرح ابراہیم کو اپنے پاس رکھ کر خود حکومت کرے اس واسطے جب مصطفیٰ خان کے قتل کی خبر آئی تو چاند بی بی نے کشورخان کو علانیہ براہمنہ کہا۔ اور امر کو کشورخان کے دفعیہ کی ترغیب و تحریض دی۔ جب کشورخان نے یہ سنا تو اوس نے چند روز توقف کر کے چاند بی بی پر یہ تہمت لگائی کہ وہ بیجا پور کی خبریں اپنے بہائی مرتضیٰ نظام شاہ کو پہنچتی ہے اس بہانہ سے اس نے چاند بی بی کو قلعہ ستارہ میں بھیجنے کے لیے بولایا اور جب وہ نہ آئی تو خود لم حرم سے کہا کہ اوسے زبردستی نکال لائیں۔ مگر اس حکم کی تعمیل نہ ہوئی اس لیے اوس نے اپنے آدی بھوجا کر نذرت تمام حرم سے اوسے نکلوا یا۔ اور علی الاعلان اوسے ستارہ کو قید رہنے کے لیے بھیج دیا۔ اوس کے ساتھ کی کنیز دن کو بیلون پر سوار کر کے جب شہر سے نکالا تو وہ سر و پا برہنہ تھیں اور سر مبارک کشورخان کو کوسٹی اور روٹی پٹتی جاتی تھیں عورتوں کی گریہ وزاری سے شہر میں ایک تلمک مچ گیا۔ اور ہر کسی کے دل میں کشورخان سے نفرت پیدا ہو گئی۔ ممکن تھا کہ کشورخان یہ کام رات کے وقت کر سکتا تھا مگر اوس سے یہ بڑی غلطی ہوئی کہ اوس نے ایسا دن کر لیا۔ علاوہ برین اس نے اون کی کنیز دن کو حرم سے نکال دیا جو صرف عیاشی کے لیے علی عادل شاہ کے زمانہ میں جمع کی گئی تھیں اور اون کو حکم دیدیا کہ جس سے چاہیں نکال کر لیں۔ اس کو بھی مخلوق نے خلاف ادب سمجھا کہ بادشاہی عورتوں کو ایسی اجازت دیدی گئی۔ پہر ایک وزیر سلطان ابراہیم کو خزانہ میں لیکر گیا اور چند جواہر اوس کی مان کے پاس بھیج دئے اوس کی مان بڑی سیکم صاحبہ کہلاتی تھی اوس نے بھی بڑا مانا کہ مجھے تحفہ میسر درجہ کے لایا نہ بھیجا۔ ابراہیم نے اپنی مان سے اس وقت

اپنے تئیں سے دس سال کی عمر میں کیا اچھی بات کہ کسی کہ جس سے اوس کی سر اسر و نشیندی
 چلتی ہے۔ اوس نے کہا کہ آپ کا غصہ بجا ہے اگر یہ سلطنت ہماری ہے تو تو مڑنی
 بہت کا کیا خیال ہے۔ سب ہمارا ہی تو ہے اور اگر سلطنت ہماری نہیں ہے تو یہ بھی
 ہمارے پاس کون چھوڑ لیا۔ صبر کرو اور ایسی باتیں نہ کرو۔

۹۸۸ھ

۹۳۳ھ۔ امرائے حبش کو قتل جب مصطفیٰ خان اور چاند بی بی سے کشور خان کو فراغت حاصل
 کشور خان کا فرار اور قتل۔ ہو گئی تو اب اوس نے لشکر پر قابو کرنے کا بندوبست کیا۔ میان
 بدھو دکنی ایک شخص بادشاہی امرائے تہا اور کشور خان کا رفیق تھا اوسے کشور خان نے
 امرائے سرحد کا سر لشکر بنایا۔ اور اثاثہ سپہ سالاری دیکر شاہ درگ کو روانہ کیا۔ جب امرائے
 دکنی اور حبشی نے خبر سنی تو یہ لوگ میان بدھو کے استقبال کو آئے۔ اور بڑی تعظیم و تواضع
 کی میان بدھو نے عین الملک کنغانی اور آنکس خان کو گانٹھ لیا۔ اور کشور خان کی طرف سے
 اونہیں راضی کر لیا۔ مگر حبشی راضی نہیں ہوئے۔ اس لیے کشور خان نے اوسے ایک
 حکم شاہی بھیجا کہ امرائے حبش چونکہ بادشاہ کی اطاعت اور لشکر مخالف کے دفع میں
 کہ لکھن نہیں کرتے چاہیے کہ اونہیں بکڑ کر شاہ درگ کے قلعہ میں قید کر دو۔ اور اون کے
 ہاتھ وغیرہ بجا پور کو روانہ کر دو۔ میان بدھو نے چاہا کہ کس طرح اخلاص خان اور حمید خان وغیرہ
 کو کسی دھوکے سے گرفتار کر لے اور اپنی سپہ سالاری کے قیام کی واسطے اس میں بہت کچھ کوشش
 کی۔ مگر اس میں اتنی لیاقت نہ تھی کہ اپنے ہمید کو چھپا سکتا حبشیوں کو خبر ہو گئی کہ میان
 بدھو کا یہ منصوبہ ہے۔ اس لیے اونہوں نے ایک مجلس منعقد کی۔ اور میان بدھو کو ہی گرفتار
 کر لیا۔ اخلاص خان نے مشہور کیا کہ بجا پور سے اوس کے بیٹا پیدا ہونے کی خبر آئی ہے
 اور ایک جشن کی تیاری کی اور میان بدھو کو بوجھ عزت سپہ سالاری کچھ ہاتھی گھوڑے وغیرہ نذر

کرنے کے واسطے ضیافت کے بہانہ سے بولایا۔ جب وہ چند محفوضوں کے ساتھ
 اخلاص خان کے گھر گیا تو، دس نے اس کے پاؤں میں آہنی زنجیریں ڈالیں اور اس کا
 تمام آٹانہ سپہ سالاری چھین لیا۔ اور کشور خان کے بیٹے کمال خان سرنوبت اور کشور خان
 کے بہائی منغل خان سنخیل کو بھی گرفتار کر لیا اور ان سب کو قلعہ شاہ درگ میں قید کر دیا۔ اور
 اسی روز شاہ درگ سے بیجا پور کو چل کھڑا ہوا۔ سب لشکر میں ایک تھکے چڑ گیا۔ عین الملک اور
 آکس خان وغیرہ امرا اپنی اپنی جاگیروں کو چلے گئے۔ اور کشور خان اس حال کو سنستے ہی
 گہرا لیا۔ مگر بظاہر مقابلہ کا تمیہ کیا اور خفیہ اپنے دوستوں کو بلا کر صلاح لی۔ بعض کی رائے
 ہوئی کہ افضل خان کی تحریک سے امراے جوہش روٹے ہیں چاہیے کہ اس کے بہائی
 رفیع الدین کو آپ پکڑ کر تنگ کیجئے۔ بعض نے کہا کہ تنگ کرنے کے بجائے اسے منت
 سمجھتے سے راضی کیا جائے۔ اور اس کی معرفت افضل خان کو رضامند کر کے فتنہ فرو
 کیا جائے کشور خان نے اسی شق کو پند کیا۔ اور رفیع الدین کی بہت خوشامد کی اور کچھ
 شرطوں پر رضامندی بھی حاصل کر لی مگر اخیر نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ اب کشور خان نے بادشاہ کو
 ضیافت کے بہانہ اپنے مکان پر لیجا کر بڑا جشن کیا تاکہ مخلوق کی نگاہوں میں کچھ وقور ہو جائے
 مگر مفید نہوا۔ جب بیجا پور کے کوچہ و بازار میں نکلتا تو عورت اور ادنیٰ درجہ کے آدمی اس پر
 لعنت و ملامت کرتے اور کہتے کہ یہ وہی یزید ہے کہ جس نے سید مصطفیٰ خان آل رسول
 کو قتل کیا اور چاندنی بی زوجہ علی عادل شاہ کو اس رہائی کے ساتھ قید میں ڈالا۔ کشور خان
 ان باتوں کو اپنے کانوں سے سنتا اور بوجہ خاموشی کے اور کچھ نہ کر سکتا تھا۔ وہ جان گیا تھا کہ مخلوق
 کو محجہ سے نفرت ہو گئی ہے۔ جب امراے جوہش بیجا پور سے ایک منزل رہ گئے تو کشور خان
 نے جواہرات کے دو تیرہ صندوق لیے اور رہبر یہ جہت قدر ہو سکا اور کانٹن خان کی مرادید کی

تسبیح ہی لی جس کی قیمت دو لاکھ ہون خیال کیجاتی تھی اور بادشاہ کو شکار کے بہانہ سے شہر کے باہر لے گیا۔ اور کلاغ باغ کے قریب ایک ساعت تک توقف کر کے گرمی کے بہانہ سے بادشاہ کو توڑ دیا اور آپ شاہپور کی سیر کے حیلہ سے ٹھہر گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اوسکا ارادہ بادشاہ کو اپنے قبضہ میں رکھنے کا تھا۔ مگر ہر کچھ اوس نے اپنے ضعف پر خیال کر کے اوسے بے سود سمجھا جب بادشاہ لوٹ آیا۔ تو کشور خان اپنے چار سو خاص سواروں سے زن و فرزند کو چوڑ شکار کرتا ہوا احمد نگر کو چلا گیا۔ احمد نگر کے امرا اور رعایا ہی اوس سے ناراض ہو رہے تھے کیونکہ چاندنی بی اوں کے بادشاہ کی بہن تھی اور اوسے کشور خان نے قید کیا تھا اس واسطے کشور خان نے وہاں قیام مناسب نہ سمجھا اور گو لکنڈہ کا ارادہ کیا۔ جب وہ گو لکنڈہ میں آیا تو میان ایک اردستانی مصطفیٰ خان کے کسی متعلق نے اوسے قتل کر دیا بیجا پور میں کشور خان کی حکومت کا زمانہ صرف چار مہینے دس روز ہے اس کے کام تو لیاقت سے خالی نہ تھے اگر یہ عوام کامنہ بند کر دیتا اور اوں کو مار مہور کروا دیتا نہ مچانے دیتا تو غالباً اس کے رعب میں فرق نہ آتا۔ عورتوں کی ہول بکار سے تمام مخلوق کو اوس سے نفرت ہو گئی اور اوس نے اوں پر بیجا رحم کیا جس سے اوس کی بات بنی بنائی بگڑ گئی۔

۴۴۔ اخلاص خان کا وکیل السلطنت جب امرائے ثلثہ جبوش اخلاص خان و دلاور خان و حمید خان ہو کر نیک و بد کا انتظام کرتا۔ کو کشور خان کے فرار کی خبر پہنچی تو بے دغدغہ بیجا پور میں چلے

آئے۔ اور اخلاص خان نے وکیل السلطنت کا ہمدہ لے لیا۔ اور چاندنی بی کو ستارہ سے لہوا کر بادشاہ کی تعلیم و تربیت حسب دستور سابق اوس کے سپرد کر دی اور چاندنی بی کی رائے کے بموجب افضل خان کو علی عادل شاہ کے عہد کے موافق پیشوا مقرر کیا۔ اور اسو پنڈت برہمن کو جو افضل خان کا دوست نہا مستونی الممالک کی خدمت دی۔ چونکہ شاہی مہر کشور خان

کے ساتھ چلی گئی تھی اس لیے فرامین پر مہر ثبت کرنے کے لیے بحث پیش ہوئی۔ علی عادل شاہ کے پاس ایک عقیق مہینی کی انگلی تھی اس پر اسد اسد الغالب علی بن ابی طالب کندہ کیا ہوا تھا۔ رفیع الدین نے وہ علی عادل شاہ کے خون میں ڈوبی ہوئی لاکر دی اوسے سے چند روز کام لیا گیا بعد میں جب کشور خان کا غلام کو لکھنڈہ سے لوٹ آیا تو شاہی مہر بھی لیتا آیا اور پھر اس سے حسب دستور کام لیا گیا۔ اخلاص خان نے چاند بی بی اور افضل خان کو اپنے اپنے کام پر اس لیے بحال کیا تھا کہ کشور خان کے حق میں جو مخلوق نے طعن و تشنیع میں زبان کھولی ہے اوس سے اوسے نجات ملجائے۔ مگر ان لوگوں کے عروج سے اوسے سے کام لیا اور کشور خان سے بھی زیادہ اندیشہ تھا۔ کامل خان اور کشور خان تو امرائے غریب تھے جو سلطنت کے تلمعہ ہائے جلیلیہ کے مالک تھے مگر اخلاص خان حبشی تھا اوس کے دوست صرف دکنی حبشی تھے۔ دکنی گو بکثرت تھے مگر ذلیل تھے حبشی بھی تھوڑے تھے اور اون میں بھی اتفاق نہ تھا چاند بی بی نے اختیار پاتے ہی امرائے غریب پر توجہ کرنا شروع کی۔ اخلاص خان کو کٹکا ہوا۔ اور اوس نے اپنے دشمنوں کو قتل کرنا شروع کیا مگر حماقت سے اول اوس نے کشور خان کے پس ماندوں پر غصہ نکالا۔ کشور خان کے یاقوت نام حبشی غلام کو جو ابراہیم کی خدمت میں رہتا تھا مار ڈالا اور اوس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے شہر کے ہر دروازہ پر ایک ایک ٹکڑا بیچ دیا۔ اور ٹنگوا دیا۔ اور اور اوس کے بہت سے ہوا خواہوں کو پھکانے لگا دیا۔ بھر حکم دیا کہ کشور خان کی عورتوں کو ہنگلی چاروں کو دیدیا جاے۔ کہہ کیونکہ کشور خان نے شاہی حرم کی عورتوں کو اور آدمیوں کو دیدیا تھا۔ شہر والوں کو یہ بہت بُرا معلوم ہوا۔ رفیع الدین نے غصہ میں اگر اوس سے کہا کہ کشور خان نے جو کام کیا تھا وہ شرع اور تہذیب کے خلاف نہ تھا۔ جو حرم کی کنیزیں جمع ہو گئی تھیں ان کا اوس نے حرم میں بلا ضرورت رہنا مناسب نہ سمجھا کہ اصل اور شریف آدمیوں سے نکاح کر دیا تھا اور اوس بھی

وہ بدنام ہوا تھا یہ تو بالکل انسانیت کے خلاف ہے کہ اس کی بے گناہ عورتوں کو ایسا ذلیل اور
 رسوا کیا جائے۔ اس پر بڑی بحث ہوئی آخر کو ان عورتوں کو رنج الدین نے کچھ تو اپنے
 گہروں کو بچوایا اور کچھ کنیزیں وغیرہ شاہی حرم کے خادموں میں شامل کر دی گئیں۔ اخلاص خان
 نے سردار منجن خان کشور خان بزرگ کے چوٹے بیٹے کی آنکھیں نکالنے کا بھی حکم دیا تھا
 مگر رنج الدین نے اس کی تعمیل بھی نہ ہونے دی۔ رنج الدین کی خبر اخلاص خان نے ابھی
 اس سبب سے نہیں لی کہ اس کا بھائی افضل خان ایک بڑی فوج کا مالک تھا۔ جب تک
 اس کا پسہ بندوبست نہوتا تب تک رنج الدین کا بندوبست کرنا مناسب نہ تھا۔ سوائے اسکے
 رنج الدین کوئی فوجی آدمی نہ تھا۔ اس وجہ سے بھی اس سے پر خاش زیادہ ضروری تھی
 ۴۵۔ محمد امین کا خط اور شاہ ابوالحسن اس زمانہ میں عبدالمومن مغل زادہ کا جسے کشور خان نے محمد امین خان
 ورم تفضی انجو وغیرہ کی خلاصی کا خطاب دیکر مصطفیٰ خان کے قتل کے لیے بھیجا تھا کہ ان کا
 سے کشور خان کے نام ایک خط آیا کہ جس میں لکھا تھا میں بنگالہ کے کام سے توفیق ہو گیا۔
 اب بنگالوں کو جاتا ہوں پر وہاں سے پتالہ جاؤنگا۔ اور جب وہاں کا کام بھی ہو جائے گا
 تو حاضر ہوؤنگا۔ اخلاص خان نے پوچھا کہ اس کا کیا مطلب ہے۔ کشور خان نے امین خان
 کو کس کام کے لیے بھیجا ہے۔ رنج الدین کو بھی یہ حال معلوم نہ تھا۔ مگر اس نے کہا کہ قیاساً
 اس کا یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ محمد امین اور لوگوں کے قتل کے لیے مامور ہوا ہے جو
 یہاں موجود ہیں۔ مصطفیٰ خان کو بنگالہ پر میں اس نے قتل کر دیا اور بنگالوں میں ابوالحسن اور
 اس کا بھائی رنج الدین حسین بہن وہ دونیں قتل کرنے کو جاتا ہے اور بعد ازاں برنالہ میں تفضی
 انجو اور اس کا بھائی شاہ قاسم ہے وہ پرازمین قتل کرنے کو جائے گا۔ حضار مجلس نے
 اسکی رائے کی تصدیق کی اس لیے سب کو ان باقی ماندوں کے پچانے کی فکر ہوئی مگر

بہت جلد یہ خبر آئی کہ محمد امین خان جب مصطفیٰ خان کو قتل کر کے نور الدین محمد کے پاس آیا تو وہ ان ایک حبشی خداؤں خان نام نے اسے قتل کر دیا۔ بعد ازاں اخلاص خان نے حکم بھیجا کہ ابو الحسن و رفیع الدین ہیران شاہ طاہر اور سید مرتضیٰ انجو اور اس کے بہائی شاہ قاسم کو بلگانوں اور برنالہ سے بولا لیا۔

۹۸۱ھ

۶۶۔ افضل خان کا قتل [اسی زمانہ میں افضل خان بھی اپنے لشکر کی قلت کے باعث نظام شاہی اور قطب شاہی فوجوں کے سامنے سے ہٹ کر بیجا پور کو چلا آیا۔ اس کا مدد دینے کو مولویت کے سبب تھا۔ تو راجپوت لگانے کی لیاقت نہ تھی مگر چونکہ صاحب فوج تھا اور چاند بی بی کی اسپر بڑی توجہ تھی۔ اخلاص خان کو اس سے اندیشہ پیدا ہوا۔ اور بادشاہ کے نام سے امام الملک ایک محلدار کو بھیجا کہ وہ بولا لیا۔ اور جب یہ کہ وہ اپنے مکان سے چلا تو چند آدمی آگے نکل کر اخلاص خان کے آدمیوں نے اسے روک لیا اور قید کر دیا۔ اصل میں شیعوں کا مذہب اچھی طرح اسے وقت ہوا کرتا ہے جس وقت کہ ان سنیوں سے کسی موقع پر ضد و نفاسیت ہو جاتی ہے جب یہ نفاسیت جاتی رہتی ہے تو ہیران کا شور و غل جو اصل مذہب ہے ٹھنڈا پڑ جاتا ہے اور رفتہ رفتہ کبھی کبھی یہ خود اور اکثر ان کی اولاد سنی ہو جاتی ہے۔ اس دکن کا بھی ایسا ہی حال تھا۔ علی عادل شاہ کی شروع عملداری میں ان کا مذہب خوب زور شور پر تھا مگر اس سے چند روز کے بعد کچھ تو ضد و نفاسیت کے رفع ہونے سے اور کچھ تقیہ اور کچھ سنیوں کے میل جول کے باعث ڈھیل پڑ گیا تھا اور بہت سے دکنی حبشی جو سنی تھے دربار میں ہو گئے تھے اور گو سنی درباری اور بیجا پور کے کارکنوں میں سے سب ادنیٰ و اعلیٰ ایک ہزار سے زیادہ نہ تھے مگر جماعت کی قلت کے باعث مذہبی طور پر ان حبشی اور دکنیوں میں خوب اتفاق تھا۔ اب اخلاص خان نے صلاح کی۔ کہ افضل خان ایک ایسا شخص ہے کہ کامل خان اور کشور خان

جیسے شخص دونوں سے مانتے تھے۔ اور اب تمام غریب اوس کو اپنا حامی اور بزرگ سمجھتے ہیں جب تک اسے اور اس کے بہائی رفیع الدین کو قتل نہ کر دین تب تک اندیشہ رخ نہیں ہو سکتا ہے۔ اس پر سب نے متفق ہو کر رفیع الدین کی گرفتاری کی بھی بادشاہ سے اجازت لی۔ اور مطلع میں آدمی بھیجا کہ بادشاہ نے طلب کیا ہے۔ جب یہ گیا تو اس کے ہاتھ باندھ کر بادشاہ کے روبرو کیا۔ ابراہیم تو اس سے اکثر باتیں کیا کرتا تھا۔ اوس نے جب اوسکی یہ کیفیت دیکھی تو اسے بڑا برا معلوم ہوا اور کرسی پر سے اٹھ کھڑا ہوا اور چہرہ پر اوداسی چماکئی۔ اخلاص خان نے اس وجہ سے اسے اوس وقت جیل خانہ کو بھیجا دیا جب وہ جیل خانہ گیا تو اپنے بہائی افضل خان کو دیکھا کہ گلے میں طوق ہے ہاتھوں میں تھکڑیاں اور پیروں میں بہاری بٹریاں پہنے ہوئے جکڑا بیٹھا ہے کمان وہ فرو شکوہ سلطانی اور کمان یہ ذلت و تباہی دل لرز گیا۔ اسی میں لوہار سا منے آیا اور وہ ہی زبور رفیع الدین کو پہنا دیا۔ ایک ساعت نہ گزری تھی کہ ایک شخص آیا اور افضل خان سے کہا کہ چلو اس نے کہا سر ضینا بقضائے اللہ اور اٹھ کر حکم کی تعمیل کی جہی باہر آیا کہ اسے کاٹ کر پارہ پارہ کر دیا۔ لاش دور در تک بازار میں پڑی رہی۔ بعد ازاں شاہ فتح الدین شیرازی کے نوکروں نے اٹھ کر دفن کر دیا۔ اگرچہ رفیع الدین کے قتل کی بھی تجویز تھی مگر بعض آدمی بیچ میں آ پڑے اور اوسکی جان بچ گئی۔ البتہ راسو پٹت بھی افضل خان کی دوستی کے باعث مارا گیا۔

۶۷۔ عین الملک کا اخلاص خان اب منصب بیٹوئی کا رہ چکا تھا پڑا شاہ ابو الحسن اور مر قاضی خان انجو دلاور خان حمید خان کو گرفتار تو یہاں موجود تھے اور چاہتے تھے کہ بیٹو اہو جائیں۔ مگر حبشیوں اور کرناؤر مقصود خان کے ذریعہ دکھتیاں کو یہ منظور نہ تھا۔ انہوں نے اس سبب سے مر قاضی خان انجو سے اون کا چوٹ جانا۔ اور اوس کے بہائی شاہ ابو القاسم و نیز شاہ فتح الدین شیرازی کو خارج البلد

کر دیا۔ اور عین الملک کو اوس کی جاگیر سے منصب و کالت کے طمع سے بولایا۔ عین الملک اس وقت فوجی لحاظ سے سب بقیہ سرداروں میں بڑا سمجھا جاتا تھا۔ جب وہ بیجاپور کے قریب آیا تو امرائے نئے اخلاص خان دلاور خان اور حمید خان اوس کے استقبال کو گئے۔ مگر اوس نے ان دوستوں کی دوستی کا اعتبار نہ کیا اور ان کی جماعت قلیل کو دیکھ کر انہیں گرفتار کر لیا۔ اور پیردن میں زنجیریں پہنائیں۔ اور تین روز کے بعد جیسے قیدیوں کو ہاتھوں پر سوار لیجا یا کرتے تھے انہیں بھی ہاتھوں پر سوار کر کر اپنے ساتھ لیا اور شہر میں بادشاہ کے سلام کو آیا۔ جب الدہ پور دروازہ کے اندر پہنچا تو سنا کہ دستور خان قلعدار کو شاہی غلاموں نے پکڑ کر اس سبب سے قید کر لیا ہے کہ وہ عین الملک سے ملا ہوا ہے اور قلعہ کے دروازہ کو بند کر کے لڑائی کے لیے مستعد ہیں۔ عین الملک یہ سنتے ہی ایسا ہو اس ہوا کہ العود احمدا کے مضمون پر عمل کر کے بغیر اس کے کہ اپنے قیدیوں کی کچھ فکر کرے شہر سے باہر کوچلدیا اسی اثنائیں ایک بادشاہی غلام مقصود خان نام جو غالباً اسی تاک جہانک میں نکلا تھا اس وقت وہاں آگیا اور یہ دیکھ کر کہ گو عین الملک دروازہ سے پار ہو گیا ہے مگر قیدیوں کے ہاتھی ابھی اندر ہی ہیں آگے کوچپٹا۔ اور بیچ میں آکر انہیں روک کر فوراً چھوڑ دیا۔ اور بادشاہ کی خدمت میں لے آیا۔ اب حبشیوں کو بہ قوت ہو گئی۔ اس لیے عین الملک نے بیجاپور میں توقف مناسب نہ دیکھ کر اپنی جاگیر کا راستہ لیا اور اس دو تین روز میں جو امرائے اس نے مقرر کئے تھے انہوں نے حبشیوں سے بغاوت کی۔ جس سے ایک عجیب و غریب فتنہ و فساد پیدا ہو گئے۔

۹۸۔ خطب شاہی اور نظام شاہی جب امیر زمیل نے قطب شاہی علاقہ عادل شاہیوں کے قبضہ سے مسترد کر لیا۔ تو اوس نے ابراہیم قطب شاہ کو اوس کی فوجوں کا بیجاپور آکر ٹوٹ جانا۔

اطلاع کی۔ اس وقت حاجی کشور خان بیجا پور سے ہاگاکتا۔ اور امرائے حبش بیجا پور میں داخل ہو گئے تھے۔ اس لیے ابراہیم قطب شاہ نے اور نظام شاہ نے اپنی فوجوں کو حکم دیا کہ وہ بیجا پور پر حملہ کریں۔ اور ابراہیم قطب شاہ نے امیر زنیل کو حکم بھیجا کہ وہ ملک مفتوحہ سے ایک لاکھ ہون اور دو ہزار گندھی غلہ لیکر اوس فوج سے مل جائے کہ جسے بیجا پور جانے کا حکم ہوا ہے اس پر عادل شاہی کارکنوں نے جو گلبرگہ ساغر اور ننگندہ میں رہتے تھے موضع الملہ میں امیر زنیل کو روکا۔ امیر زنیل کے لشکر سے علی خان کشور خان طاہر محمد خان درحیم داو پٹھان وحید رضاں سرنوبت نے ان لوگوں کے دو ہزار آدمی قتل کر کے اونہیں دفع کر دیا اوس کے بعد یہ لوگ پھر آئے مگر پھر اونہیں شکست ہوئی۔ اب امرائے حبش نے پانچ ہزار سپاہی مرزا نور الدین محمد کو دیکر امیر زنیل کی روک کو بھیجا کہ وہ امیر شہلا میر کے لشکر سے اوسے ملنے نہ دے۔ مگر اسے بھی قطب شاہی فوج نے شکست دی اور بیجا پوری بیجا پور کو لوٹ گئے۔ اور امیر زنیل اپنی فوج سے مل گیا۔ اب حاجی کشور خان اور عین الملک بھی امیر شاہ میر اور سید مرتضیٰ سے قولنا میسر کر کے لشکر میں داخل ہو گئے کہ جس سے امرائے حبش کی شکست میں فتور عظیم برپا ہو گیا۔ امرائے حبش کو یہ معلوم ہوا کہ سید مرتضیٰ سر لشکر نظام شاہ اور شاہ ابوالحسن ابن شاہ طاہر سے نہایت دوستی ہے۔ اس لیے اونہوں نے سید مرتضیٰ کو لکھا کہ اگر آپاہیشاہ میر سر لشکر قطب شاہ کو گرفتار کر کے اس کے لشکر کو تباہ کر دیں تو ہم شاہ ابوالحسن کو قید سے چھوڑ کر بیٹھائے سلطنت بیجا پور کیے دیتے ہیں۔ سید مرتضیٰ اس پر راضی ہو گیا۔ لیکن امیر شاہ میر کو بھی اس کی خبر لگ گئی۔ اور اوس نے اپنی احتیاط کی اور سید مرتضیٰ کو لعنت اور ملامت کر کے پھر راضی کر لیا مگر بیجا پور کے قریب برکی لشکر نے نظام شاہی اور قطب شاہی سپاہ کو رسد کی طرف سے نہایت تنگ کیا۔ کہ جس سے اونہوں نے بھی بہتر سمجھا کہ بیجا پور کے محاصرہ سے علافہ بیجا پور کو خراب کرنا بہتر سمجھا۔

اور پرگنات گلبرگہ مرچ راے باغ و بونگہری و پٹالہ و ستارہ وغیرہ خوب غارت کئے۔ اور
نلدک کی فتح کے لئے مہم ارادہ کر کے اس طرف ہو پئے۔ اب سید مرتضیٰ وغیرہ امر اسے
نظام شاہی۔ نے امیر شاہ میر سے کہا کہ اگر ابراہیم قطب شاہ کو تم بیان بلا لوتو بادشاہ کی موجودگی
سے لشکر کا انتظام اچھا ہو جائیگا اور تمام کام درست ہو جائینگے۔

۹۹۸ء مابراہیم قطب شاہ کا امی راکو جب ابراہیم قطب شاہ نے امیر شاہ میر کو نظام شاہی فوج کی مدد کو
دکیل السلطنت کرنا اور ابراہیم قطب شاہ بیجا تھا۔ تو ایک راکے راو برہمن زادہ کو جو بڑا خوبصورت اور ذی فہم
تھا اپنا دکیل السلطنت کر دیا تھا۔ اور عزیز الملک و شریف الملک
کی موت۔

دہرا لاس خان و افضل خان وغیرہ بڑے بڑے سرداروں کو دہل ہزار سپاہ سے اس کی
ماتحتی میں دیدیا تھا۔ اس کی خدمت میں ہزار شعلی سرکار سے مقرر تھے اور نوبت نقارہ امارت
کا سامان بھی اس سے سب مل گیا تھا۔ اور ابراہیم قطب شاہ کے بیان سے ہر روز پانچ سو
و عتبر و عود اور دوسن صندل اور انواع و اقسام کی اور خوشبوئیں اور کئی ہزار پان اس سے ملا کرتے
تھے۔ اور بادشاہ کے ایسے مقریون میں سے ہو گیا تھا کہ گویا وہ ہی سلطنت کرتا تھا۔ یہ ہندو
بھی باوجود اس کے کہ بتوں کو پوجتا تھا۔ مگر اس زمانہ میں باظہار خیر خواہی فوج لیکر سرحد مرتضیٰ نگر
پر گیا۔ اور وہاں ہندوؤں کو قتل کیا۔ اور ایک لاکھ ہون اور سو۔ نے چاندنی کے بتوں کو بتخانہ
میں سے نکال لایا اور تین لاکھ ہون اور ملک سے خراج وصول کیا۔ اور بڑے تحفے تحائف
لیکر خدمت شاہی میں حاضر ہوا۔ جس روز راکو اس فوج سے واپس آیا اوسے روز ابراہیم قطب شاہ
کی طبیعت بگڑی بخارا گیا۔ بہ چند علاج کیا مگر افاقہ نہوا۔ چند روز بعد بروز پنجشنبہ کچھ بچ انسان ۹۹۸ء
کو ناظر کے وقت انتقال کیا۔ جنازہ حب دستور باغ لنگر میں دفن کیا گیا۔ اس کے مزار پر ۹۹۸ء
لکھے ہیں مگر اتفاقات کے لحاظ سے اس کی موت ۹۹۸ء میں ثابت ہوتی ہے اور یہی تاریخ نوشتہ

مین ہے۔ علی عادل شاہ کا قتل ۲۳ صفر ۹۸۸ھ کو ہوا اور اس مین کسی طرح کا شک نہیں ہے اب جو حالات کہ علی عادل شاہ کے قتل سے اب تک گزرے ہیں یہ ممکن نہیں ہے کہ ایک مہینہ ۷ روز مین وہ گزرے ہوں اور ان کے لئے ایک سال چاہیئے ہے۔ ہماری رائے مین مزار پر کا کتبہ کچھ مدت بعد لگایا گیا ہے اس سے بجائے ۹۸۹ھ کے اور مین ۹۸۸ھ غلطی سے درج ہو گئے ہیں۔ تاریخ قطب شاہی مین ۹۸۸ھ درج ہیں۔ اگرچہ تاریخ فرشتہ کی بہ نسبت ایسے واقعات مین تاریخ قطب شاہی زیادہ اعتبار کے قابل ہے مگر اس مقام پر پورا اچھین تاریخ فرشتہ کی تقلید کرنی پڑی ہے۔ اس بادشاہ کی کل عمر کیا دن برس کی ہوئی اور تاریخ قطب شاہی کے بموجب اس کی مدت سلطنت تیس برس نو مہینے اور تاریخ فرشتہ کی رو سے بتیس سال سے زائد ہوئی ہے۔

(۱۷) ابراہیم قلی قطب شاہ کے عادات اور اس کی اولاد وغیرہ

یہ بادشاہ بھی اپنے باپ کی طرح شیعہ مذہب تھا مگر جمشید کی طرح غالی نہ تھا۔ دل کا سخی اور علما کی قدر کرتا تھا۔ اس کے وقت مین اہل فضل و ہنر بھی بیان جمع ہو گئے تھے جو مسافر اور تاجر آتے اور نذر دیتے اور مین خلعت اور انعام دیتا۔ تاجرون کے جانور اگر کسی طرح راستہ مین مر جاتے تو ان کی قیمت سرکار سے دلوا دیتا۔ اس کا باورچی خانہ ہر وقت گرم رہتا۔ اور کثرت سے مخلوق کو وہان سے کمانا پکا پکایا ملتا تھا۔ جس وقت وہ بادشاہ ہوا ہے تو اس کی عمر اویس بیس سال سے زائد نہ تھی۔ مگر عقلندی سے بگڑی ہوئی سلطنت کو سنبھال لیا۔ اور جو امر اوس پر قابض ہو گئے تھے اور مین نکال دیا۔ اور ہمیشہ گردنواح کے بادشاہوں کی لڑائی جھگڑوں مین شامل ہوتا رہا۔ اس کو ملک کی خبروں کے معلوم کرنے کا بڑا شوق تھا کوئی خبر اس سے نہیں چھپ سکتی تھی جا بجا جاسوس مقرر کر رکھے تھے۔ ملک کا خوب انتظام کیا تھا کہ تانکا نہ کے لوگ دن دردی مین بڑے مشہور و معروف تھے لیکن اس کے

وقت میں چورلو چلے کا نام تک نہیں رہا تھا۔ سونا اوجھالتے چلے جانے کوئی نہیں پوچھتا تھا کہ تیرے منہ میں کسے دانت ہیں۔ مگر اپنے ماتحتوں پر حد سے زیادہ سختی کرتا اور ادنیٰ سے جرم پر بڑی بڑی سزائیں دیتا۔ اور اسنے کوڑے لگواتا کہ پیر دن پر کوڑوں کے لگنے سے آدمیوں کے ناخن ادا کھڑ جاتے۔ ان ناخنوں کو برتنو نہیں رکھوا کر اپنے رویرو منگاتا اور یہ تصدیق کرتا کہ سزا اوس کے حکم کے مطابق دیدی گئی اس کے وقت کی عمارتیں حسب ذیل ہیں۔

قلعہ گوکنڈہ مع مساجد و مدارس لنگر دروازہ امام
ریاض شل باغ ابراہیم شاہی
باغ گلشن حوض حسین ساگر
کٹورہ کنکور کٹورہ بدوئل

اوس کے تیس بچے پیدا ہوئے اون میں سے چھ لڑکے اور ۱۳ لڑکیاں سن بلوغ کو پہنچیں۔ عبدالقادر شہور بہ شاہ صاحب سید محمد گیسو دراز کے خاندان کی ایک لڑکی کے پیٹ سے تھا۔ ابراہیم نے اوسے دیوار کندہ میں قید کر دیا تھا اور تاریخ قطب شاہی میں لکھا ہے کہ وہ دہین بیس برس کی عمر میں اپنی موت سے مر گیا تھا۔ مگر تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ اوسے ابراہیم قطب شاہ نے زہر دیکر مروا دیا تھا لیکن آئندہ معلوم ہوگا کہ ان دونوں کتابوں کی تحریر میں بڑا شک ہے اور غالب ہے کہ وہ اس وقت نہیں مرا تھا۔ باپ کے بعد ایک مدت تک جیتا رہا۔ دوسرا مرزا حسین قلی جو اس وقت بیس برس کا تھا باپ کے بعد چھ برس اور زندہ رہا۔ مگر محرم ۹۹۴ھ میں نام پلی کے رض میں پیرنے کے لئے گوسا اور ڈوبکر مر گیا۔ اور لنگر فیض انجمن مدفون ہوا۔ اس کی وجہ کچھ نہیں معلوم ہوتی کہ اس شاہزادہ کے ہوتے محمد قلی چوٹے کو تخت نشین کیوں کیا گیا۔ تیسرا محمد قلی تاجو روز جمعہ ۱۲ رمضان ۹۹۳ھ کو پیدا ہوا تھا۔ جس کی تاریخ ولادت کسی سماع نے اسطرح نظم کی ہے

سال مولودش را یافت فلک

باعث روزے اہل عالم

چوتھا عبدالفتح ۹۷۵ھ میں پیدا ہوا تھا اور عالم مجتہدین اپنا نظیر نہ رکھتا تھا۔ علت صرع سے ۳۰ سالہ میں مر گیا۔ پانچواں مرزا محمد خدا بندہ جو محمد قلی کا حقیقی بہائی تھا۔ ۱۰۷۵ھ میں پیدا ہوا۔ اس نے اپنے بہائی سے بغاوت کی اور ۱۰۸۵ھ میں گولکنڈہ میں قید کیا گیا اور ۱۰۹۵ھ میں مر گیا۔ چھٹا محمد امین اس وقت نو برس کا تھا۔ باپ اس کو بہت پیار کرتا تھا اور اس کے خشتہ کی شادی میں دولاٹھ ہون کے قریب خرچ کئے تھے محمد قلی کو بھی اس سے بڑی محبت تھی اور اس کے گھر ہی جایا کرتا تھا۔ یہ لڑکا ۱۱۰۵ھ میں اپنی موت سے مر گیا۔

۹۸۹ھ (۷۲) محمد قلی قطب شاہ کا تخت نشین ہو کر باپ کے بعد ابو الفتح محمد قلی قطب شاہ تخت نشین ہوا۔ اور اون نظام شاہی فوج کی مدد کو جانا۔ اور۔ اور کو جو افواج نظام شاہی کی امداد کو گئے تھے کسی آمیز فطاکھا عادل شاہ سے صلح۔ اور باپ کے مرنے اور اپنے تخت نشینی کی اطلاع دی جس وقت

نظام پونچا ہے تو قطب شاہی لشکر موضع تند گاؤں میں تھا۔ امیر شاہ میر نے یہ حال سب سے چھپایا اور سید مرتضیٰ و جمشید خان و خداوند خان و بھری خان و بہزاد الملک امراے نظام شاہی کو بولا کہ اون سے کہا۔ کہ اگر آپ قول قسم کر لیں کہ کسی طرح دغا بازی اور بد عمدی نہ کی جائیگی تو میں گو لکڑہ جا کر قطب شاہ کو بولے لانا ہوں۔ اس پر سب نے تسین کما ئیں۔ تب امیر شاہ میر نے ابراہیم کے مرنے اور محمد قلی کی تخت نشین ہونے کا سارا حال اون سے بیان کیا جس پر اونہوں نے از سر نو وعد کیا۔ اور سید مرتضیٰ نے نیزک منین سبزواری کو بغرض ادا سے مراسم تعزیت و تمہنیت گولکنڈہ کو بھیجا۔ اور امیر شاہ امیر بھی لشکر کو حوالی ندرک مین چھوڑ کر محمد قلی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور فتوحات کی ساری کیفیت محمد قلی کو سنا کر اس سے کہا کہ ایسے وقت میں جب کہ آپ ابی تخت پر بیٹھتے ہیں مرتضیٰ شاہ ل مدد خود جا کر کرین اور اسے اپنا بنالین تو بہت

مناسب ہے۔ آپ کے جانے سے قلعہ نلدرک فتح ہو جائیگا۔ محمد قلی نے امیر شاہ میر کو وکیل سلطنت کیا اور اس کی راے سے خود ہی نلدرک کو گیا۔ اور قلعہ کا محاصرہ ہوا۔ محمدی حیدری اور نونگری نظام شاہی آئین اور توپ لیلی مجنون لگائی گئیں۔ قلعہ کی دیوار میں کتنے ہی جگہ چسید ہو گئے۔ سید مرتضیٰ نے بنظر رحم وزیر الملک قلعہ کے سردار کو لکھا۔ کہ قلعہ خالی کر دو اور سخت نقصان سے بچ جاؤ مگر اس نے نہ مانا اس پر پھر انہوں نے توپیں ماریں اور قلعہ کی دیوار بعض جگہ سے توڑ لی۔ اور قریب تھا کہ قلعہ فتح ہو جائے لیکن ایک خبر آئی کہ میں ہزار ہر کی سوار لشکر کے پاس آگے رہیں۔ اور بہرہ نگاہ کو ٹوٹنا چاہتے ہیں۔ اس سبب سے حملہ میں توقف کیا گیا۔ اور اہل قلعہ نے دیوار کی مرمت کر لی۔ اور چونکہ قلعہ دالے مجبور ہو گئے تھے اس لئے وزیر الملک نے ابراہیم عادل شاہ کو یہ سب حالات لکھے اور مدد چاہی شاہ فتح اندیشہ رازی نے یہ تمام کیفیت ابراہیم عادل شاہ کو سنائی۔ اور صلح کی ترغیب دلائی جس سے ابراہیم عادل شاہ نے محمد قلی کو صلح کے لئے لکھا۔ اور محمد قلی بعد صلح قلعہ نلدرک سے کوکٹنڈہ کو پھلا آیا۔ فقرات ۶۹ و ۷۰ و ۷۱ و ۷۲ میں جو حالات کہ مذکور ہوئے ہیں وہ ہم نے تاریخ قطب شاہی سے لئے ہیں۔ مگر انہیں حالات کو تاریخ فرشتہ میں دوسری طرح لکھا ہے جو زیادہ قرین قیاس ہے کیونکہ وہ دوسرے سلاطین کے تمام حالات سے زیادہ تر مطابق ہیں انہیں ہم آئندہ لکھتے ہیں جہاں اختلاف معلوم ہو وہاں ناظرین خود اپنی اپنی رائے سے کام لے لیں۔

(۷۳) محمد قلی قطب شاہ جب ابراہیم قطب شاہ ۹۸۹ھ میں مر گیا تو اس نے تین بیٹے چھوڑے اور بھڑا الملک کا جلیو چاچو پر تخت نشین ہوا اور شاہ مرزا اصفہانی کو بیٹی سے جو سادات طباطبائی سے بھانجلا کیا۔ اور اوکلی تحریک سے نظام شاہی خاندان سے محبت بڑانے کے لئے خود سید مرتضیٰ کی مدد کو گیا۔ اور

نظام شاہی سرداروں سے یہ ٹھہرایا کہ پہلے قطب شاہ اور نظام کے سردار ملکر شاہ درک اور
 شہ لاپور کو فتح کر کے نظام شاہ کو دیدین اور پھر ہی سب فوجیں لگا کر اور تیکر پر قبضہ کریں اور قطب شاہ
 اور مین لے لے۔ اس لئے محمد قلی قطب شاہ نے اور ہزار الملک و سید مرتضیٰ نظام شاہی سرداروں
 نے ملکر شاہ درک کا محاصرہ کیا۔ اور تین طرف سے توپ اور ضرزرن اور منجنیق نصب کئے۔
 اور خوب گولے مارے محمد آقا ترکمان یہاں قلعہ وار تھا اس نے خوب مقابلہ کیا۔ جب مخالفوں
 نے دیکھا کہ قلعہ ٹرائی سے قبضہ میں نہیں آتا تو محمد قلی قطب شاہ نے محمد آقا کو رشوت دینا
 چاہی مگر اس نے کہا کہ بادشاہ نے ایسا مضبوط سرحدی قلعہ منستہ میرے اعتبار پر
 مجھے دیا ہے اگر میں دغا بازی کر دوں تو خدا کو کیا منہ کھاؤنگا۔ اسے لالچ مجھے نہ دست بخے جب
 چار مہینے گزر گئے اور قلعہ فتح نہ ہوا۔ اور محمد آقا کا یہ جواب آیا اور فوج کے بلشرٹ آدمی مارے
 گئے تو محمد قلی قطب شاہ بہت تنگ ہوا۔ اور شاہ میرزا کو جو اسے بولا کر لایا تھا نہایت بُرا
 بہلا کہا۔ ہزار الملک اور سید مرتضیٰ بھی ٹرائی سے ناراض تھے۔ سید مرتضیٰ کو ہزار الملک کا قہقہہ
 پسند نہ تھا اور اس واسطے وہ مین چاہتا تھا کہ اس کے نام سے فتح ہو اور اس شکر بخشی کے
 باعث ہزار الملک بھی کٹیدہ خاطر تھا۔ جب انہوں نے محمد قلی قطب شاہ کی ناراضی کا حال
 سنا۔ تو انہوں نے ہی بادشاہ کی مرضی کے موافق اپنی ناراضی ظاہر کی اور کہا کہ بیجا پور میں
 اس وقت بڑی اجتری پھیل رہی ہے جو محنت اور جانفشانی یہاں کیجاتی ہے وہ دہریں جا کر کرنا چاہئے
 محمد قلی تو یہاں ہی ڈھونڈتا تھا دوسرے روز دہان سے بیجا پور کو کوچ کر دیا۔ اور یہ متفقہ فوج
 راستہ میں لوٹ مار کرتی ہوئی بیجا پور پہنچی۔ اس وقت ان فوجوں میں چالیس ہزار سوار مسلح
 مکمل تھے۔ اور عادل شاہی فوج بیجا پور میں دو تین ہزار آدمی سے زیادہ نہ تھی۔ امرائے حبش
 یہ دیکھتے ہی غلہ نشین ہو گئے۔ ارعین الملک و آنکس خان وغیرہ امراکو تو نہ مہ بیچ کر بولایا۔ یہ لوگ

سات ہزار خاصہ خیل سے آمو جو دھوئے اور دروازہ السد پور کی طرف قیام کیا۔ اور رڑائی بجاری ہو گئی۔ غلبہ اکثر قطب شاہی اور نظام شاہی فوجوں کو ہوتا تھا۔ اسی میں بارش کے باعث بیس گز قلعہ کی دیوار بھی گر گئی۔ اور چونکہ عین الملک دامگس خان امرائے ثلثہ سے دل میں مخوف تھے وہ بھی قطب شاہ سے مل گئے۔ اب ہزار الملک اور محمد قلی قطب شاہ نے چاہا کہ صبح کو حملہ کریں۔ سید مرتضیٰ نے ہزار الملک کے حسد سے ایسی کارروائی کی کہ ادن کا ارادہ پورا نہ ہو سکا۔ اور بیجا پور یوں نے فرصت پا کر سید مرتضیٰ کو دیوار درست کر لی۔

(۴۷) محمد قلی قطب شاہ اور یہ حبشی سب غلام تھے۔ امرائے غریب ان کو ذلیل سمجھتے تھے کچھ تو ہزار الملک کی واپسی بیجا پور سے اس سبب سے اور کچھ اور دیگر اسباب سے وہ بیجا پور میں امداد کو نہیں آتے تھے اس لئے امرائے ثلثہ نے صلح کر کے چاند بی بی سے کہا کہ ہم تو سب غلام ہیں اور اشرف ہماری حکومت سے راضی نہیں ہیں بھرتے ہیں کہ کسی اعلیٰ و شریف کو مہمات ملکی سونپ دی جائیں تاکہ ملک میں جو ابتری پھیل رہی ہے وہ رفع ہو۔ چاند بی بی تو یہ بات خدا سے چاہتی تھی۔ اوس نے ان کی رائے کے بموجب شاہ ابوالحسن ابن شاہ طاہر کو خلعت و منصب امیر مملکت عنایت کیا۔ شاہ ابوالحسن نے ادھر تو امرائے برکی کو فرامین السلطنت بھیج کر کرناٹک سے بولایا۔ اور سید مرتضیٰ کو جو غاندان شاہ طاہر کے معتقدین میں سے تھا لکھا کہ کسی طرح صلح کر ادیجاے۔ سید مرتضیٰ تو چاہتا تھا کہ ہزار الملک کی کسی طرح نیک نامی ہو۔ اوس نے اول تو عین الملک و انگس خان کو جو حبشیوں سے ناراض ہو کر چلے آئے تھے خفیہ پیغام بھیج کر ملامت کی۔ اور بھابا کہ ا۔ پنہ بادشاہ سے نمک حرامی نہ کرنا چاہیے اب شاہ ابوالحسن حبشیوں کے بجائے وکیل سلطنت ہو گیا ہے جس سبب سے کہ تم لوگ چلے آئے تھے وہ باعث رفع ہو گیا چاہیے کہ ہر اپنے اپنے بادشاہ سے جا ملو۔ اس سبب سے عین الملک اور انگس خان رات کو کوچ کر کے دروازہ السد پور

کے پاس آئے اور ابراہیم عادل شاہ کو اخلاص آمیز عرضیاں بھیجیں۔ او وہ امر اسے برکی کی فوجیں
 ہی آگئیں اور ایک مہینے کے اندر بیس ہزار سوار جمع ہو گئے۔ کہ جس سے فوجیں کی قوتوں میں
 زمین و آسمان کا تبدل ہو گیا اب امر اسے برکی کے تاخت و تاج سے قطشای اور نظام شاہی فوجوں میں
 قحط پڑا۔ اور ان کو نہایت تشویش ہوئی۔ جب دکنیوں نے دیکھا کہ محمد قلی طول محاصرہ سے
 خوب تنگ ہو گیا ہے تو انہوں نے موقع پا کر محمد قلی سے کہا کہ دکن کے بادشاہوں کا یہ
 قاعدہ رہا ہے کہ جب کوئی بادشاہ خود لڑائی پر چاہے اور اسے مدد کی ضرورت ہو اور مانگے
 تو وہ بادشاہ خود مدد کو جایا کرتا ہے اور اگر بادشاہ خود موجود نہ ہو تو دوسرا بادشاہ خود مدد کو
 نہیں جاتا ہے۔ یہ ہرگز آپ کو مناسب نہ تھا کہ شاہ میرزا کے کہنے سے آپ خود مدد کو آئے
 اور قلعہ شادیمان موجود بھی نہیں ہے۔ اس بات کا محمد قلی کے دل پر بڑا اثر ہوا۔ اس نے گو لکھنؤ
 جانیہ کا قصد مصمم کر لیا۔ اب عادل شاہ بیون کو صلح کی کیا ضرورت تھی اس لئے دشمنوں نے بغیر
 صلح کے اسی طرح سے بیجا پور پر سے کوچ کیا کہ جیسے ندرک کے محاصرہ سے بنے میل مراد پور
 تھے۔ اور ابراہیم پٹھان یا کہ قطب شاہ اپنی فوج گلبرگہ پر لیجائے اور اسے اپنے قبضہ میں کر لے
 اور نظام شاہی فوج شاہ درگ کو لے لے

۹۹۰ (د)۔ سلطنت بیجا پور کی چونکہ قلعہ نظام شاہ تو گوشہ نشین تھا اور فوج کے سپہ سالاروں میں
 خلاصی دشمنوں سے اتفاق نہ تھا اس وجہ سے نظام شاہی فوج نے شاہ درگ کا ارادہ
 نہ کیا۔ بلکہ انہوں نے راستہ میں علاقہ کلہ اور مرج کو تاراج کر کے احمد نگر کا راستہ لیا۔ البتہ
 محمد قلی قطب شاہ نے حوالی گلبرگہ میں پہنچا اپنے ایک سردار امیر زبیر کو سات ہزار سوار
 اور بہت سے ہاتھی دیکر صدر مقرر کیا کہ وہ عادل شاہی علاقہ پر اپنا قبضہ کر لے۔ اور خود گو لکھنؤ
 جا کر شاہ میرزا کو اس برہمن قریہ کر دیا کہ وہ شاہانہ اعزاز کے خلاف اسے بہکا کر جنگ کا دعوت

لے گیا۔ مگر چند روز کے بعد اوس کو معاف کر دیا۔ اور حکم دیا کہ جہانمیں سوار کر کر اوس کے مال و اسباب سمیت اور سے اصفہان کو بھیج دیں لیکن شاہ مرزا اپنے وطن کے پہنچنے سے پہلے ہی رارسہ میں مر گیا۔ اب امیر زنبیل نے گلبرگہ کے قرب و جوار میں مار پیٹ شروع کی اور چند مقامات پر قبضہ بھی کر لیا۔ امرائے حبش نے اس لئے اپنے آپ میں سے دلاور خان کو بیس ہزار سوار سے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ اور نیز عین الملک و آنکس خان کو بھی دس ہزار سے ساتھ کیا۔ علاوہ برین رٹھون کی فوج بھی اوس کے ساتھ تھی۔ مرتضیٰ نظام شاہ نے بھی مرزا یادگار درستم خان و شمشیر خان کو دو تین ہزار سوار سے قطب شاہی فوج کی امداد کو روانہ کیا۔ اور یہ فوج دلاور خان کے آنے سے پیشتر قطب شاہی فوج سے مل گئی۔ یہاں قطب شاہی فوج دو پہاڑیوں کے مابین پڑی تھی اور لشکر کے گرد و خست کا ٹکڑا لکڑیوں کا ایک مضبوط حصار بن لیا تھا۔ سواے اس کے ایام بارش بھی آگئے تھے اس لئے فریقین چہرہ مینے تک ایک دوسرے کے مقابل پڑے رہے۔ جب برکی فوج بیٹھے بیٹھے تنگ ہو گئی تو بلا اطلاع دلاور خان اونہوں نے دس ہزار آدمی سے قطب شاہی فوج کو ٹوٹنا شروع کیا۔ حیم داد پٹھان اور طاہر محمد خان قطب شاہی نے نکل کر اون کا مقابلہ اور اون کو شکست دیکر دلاور خان کے لشکر تک تعاقب کیا۔ اس لئے دلاور خان بھی فوج لیکر مقابل ہوا۔ اور دونوں لشکر لڑائی میں مشغول ہو گئے۔ دلاور خان کے میمنہ اور میسرہ والے منتشر ہو گئے لیکن جب قطب شاہی فوج لوٹ پر پھیل پڑی تو دلاور خان نے مرزا یادگار بیگ اور امیر زنبیل کو تنہا پا کر دو تین ہزار آدمی سے اون پر حملہ کیا اس سبب سے یہ لوگ ہراگ نکلے۔ صلابت خان قطب شاہی وہیں مارا گیا۔ اور میدان سے ۱۲۰ ہاتھی اور سامان جنگ عادل شاہیوں کے ہاتھ لگا۔ اس وقت باجوہ ویسے احتمال کے سنطنت جیجا پورا اپنے پاس پڑوس کے دشمنوں سے اس سبب سے بچ گئی کہ احمد نگر میں مرتضیٰ شاہ نے یہاں بیٹھا ہوا

اپنی اوقات و اہیات میں گزار رہا تھا۔ اودھر ابراہیم قسلی کی زندگی نے وفا نہ کی۔ اور محمد قسلی بچا تھا۔ اوسے ابھی اپنی سلطنت ہی سنبھالنا مشکل ہو رہی تھی۔ امر اوس کے قابو میں نہ تھے۔ کرناٹک کی طرف بھی کوئی حاکم ذمی قدرت نہ تھا۔ ورنہ ایسے خطرات کی حالت میں سلطنت بیجا پور کا بچنا قبیل محالات سے تھا۔

(۷۷) دلاور خان کا بیجا پور کی حکومت اخلاص خان سے اور جہانناکہ اخلاص خان کے پاس کچھ فوج نہیں ہے۔ اور عادل شاہی فوج کے سردار جو لشکر میں ہیں وہ سب یہ کہہ رہے ہیں کہ میں تو اوس کے چسپین لینا۔

خیالات پلٹ گئے اور دلاور خان نے اپنے چسپین کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اور حیدر خان تھانہ دار قلعہ بیجا پور کو مواعید و تقریب دیکر ملا لیا۔ اور بہت جلد بیجا پور کو آیا اور قصبہ الد پور کے قریب تیام کیا۔ اور اخلاص خان کے ساتھ ایسے اخلاص اور چالوسی کی باتیں کیں کہ اوسے بالکل غافل کر دیا۔ جس سے اخلاص خان نے دلاور خان کو ناچیز سمجھ کر قلعہ اور شہر کی کچھ حفاظت نہ کی بلکہ دلاور خان سے کھا کہ کسی روز بادشاہ کو میں تمہارا سلام کرادوں گا۔ دلاور خان کو اس سے اپنے حصول مقصود کا اور بھی ہامید ہوئی۔ اور اپنا کام خوب درست کر لیا۔ اور موقع کا منتظر ہوا۔ ایک روز اخلاص خان دلوں داری کے کام سے فارغ ہو کر اپنے گھر کو گیا۔ اور بفر اغت تمام سو گیا۔ دلاور خان یہ خبر سنتے ہی اپنے بیٹوں کو نے ساتھ سوسوار اور پندرہ ہاتی سے بیجا پور کے اندر آیا۔ اور ہوا کی طرح سے قلعہ میں جا کر بادشاہ کو سلام کیا۔ حیدر خان نے قلعہ پر تمام قبضہ کر دیا۔ اور دلاور خان نے تمام اپنے آدمی قلعہ میں مقرر کر کے اخلاص خان کے مقابلہ کا سامان کیا۔ اخلاص خان بھی سنتے ہی تین چار سوسوار لیکر دفعیہ کو آیا۔ اب اندر دلاور خان اور باہر اخلاص خان ہتھمدا اور غائیوں اور اخلاص غائیوں میں لڑائی جاری ہوئی۔ دونوں طرف سے

تیر و تفنگ چلنے لگے۔ دلاور خان کے گلندازون نے توپوں میں بہترین کے روڑے اور لہے اور تابنے کا خورہ بہرہر کر مارا جس سے اخلاص خانیوں کو بہت نقصان پہنچا۔ دلاور خان کی طرف کا صف ایک آدمی مارا گیا۔ مگر اخلاص خان کے طرف سے پچاس ساٹھ نامی آدمی ضائع ہوئے جب رات ہو گئی تو اخلاص خان اپنے گھر کو چلا گیا اور بلیں خان حبشی کو جو مصطفیٰ خان کا قدیمی غلام تھا اور اس کے قتل کے بعد اخلاص کا نوکر ہو گیا تھا قلعہ کے محاصرہ پر چڑھ گیا۔ غرض ایک مہینے تک اسی طرح روز لڑائی ہوتی رہی کچھ تصفیہ نہوا۔ دلاور خان نے بلیں خان کو بڑے بڑے وعدہ دیکر اپنی طرف کر لیا اور قلعہ میں بولالیا۔ اخلاص خان نے ایک اور حبشی کو محاصرہ پر مقرر کیا۔ ایک تو دلاور خان پہلے ہی بادشاہ اور شاہی خزانہ پر قابض تھا اب بلیں خان بھی اس کے پاس گیا اس سبب سے اخلاص خان سے لوگوں کو اخلاص نہ رہا اور یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ بلیں خان قلعہ سے اور اخلاص خانیوں کو لوٹ مار کر پیر قلعہ میں اطمینان سے چلا جاتا۔ چار مہینے اور اسی طرح گزر گئے بیجا پوران روز کی لڑائیوں سے ویران مطلق ہو گیا۔ اخلاص خان کے طرفداروں کا راستہ کھلتا تھا اور ان میں سے تقریباً سب کے سب اپنی اپنی جاگیروں کو چلے گئے۔ مگر اخلاص خان نے بہانہ ہرگز مناسب نہ سمجھا۔ اور اپنے گھر میں بیٹھا رہا۔ یہاں تک کہ دلاور خان کے آدمیوں نے جا کر اسے گرفتار کر لیا اور دلاور خان نے اس کی آنکھیں نکلوا ڈالیں۔

(۷) دلاور خان کا بیجا پور کو آنا بیجا پور میں اس واقعہ کو بالتفصیل اور کچھ دوسری طرح سے لکھا ہے چونکہ وہ زیادہ تر قرین قیاس ہے اس لئے ہم اسے بھی بعینہ درج کرتے ہیں۔ جب دلاور خان نے فتح کی خبر بیجا پور کو بھیجی تو اخلاص خان نے جانا کہ اب دلاور خان آئیگا۔ اس لئے اسے فکر ہوئی اور اس نے دلاور خان کو لکھ بھیجا۔ کہ جب تک حکم نہ تو آدمی جگہ نہ رہو۔ دروٹ میں چوہا تی وغیرہ

طے ہین اونہین حضور مین یہی جدو۔ جب یہ حکم دلاور خان کے پاس پہنچا نو اوس نے تمام سرداروں کو اکٹھا کیا۔ اور یہ حکم دے کہ اگر آپ اس کا مقصد سمجھتے ہین۔ اخلاص خان کا اس سے یہ مطلب ہے کہ ہمیں سب کو باہر رکھے۔ اور حیدر خان کو بھی جسے مجھے تعلق ہے نکال کر خود اکیلا باہر بھی کرے اس مین آپ سب بہائیوں کی کیا رائے ہے چونکہ لوٹ کے ہاتی انہین سرداروں کے قبضہ مین تھے اور ایک مدت سے باہر پڑے پڑے پریشان ہو رہے تھے بیجا پور کی یاد لگی ہوئی تھی۔ اس لئے سب نے بالاتفاق کہا کہ **۵** صلاح ماہرہ آنست کان صلاح شہاست جو آپ کا ارادہ ہو وہ ہمیں بدل و جان منظور ہے اور آپ کے ساتھی ہین۔ دلاور خان نے کہا کہ ہمیں سب کو بیجا پور چلنا چاہیئے اور وہاں جا کر ہم سب اپنا اپنا بندوبست کر لیں۔ چنانچہ اسی خیال سے دس روز کا راستہ پانچ روز مین طے کرنے کے ارادہ سے چلے۔ سب اخلاص خان کو خبر لگی تو اوس نے متواتر حکم بھیجے کہ ابھی مت آؤ۔ مگر دلاور خان نے ایک نہ مانا جب شہر سے آٹھ دس کو س رہ گئے تو ایک شاہی معزز خدشگار ملا کہ حکم شاہی یہ ہے کہ آج کا دن اچانہین ہے کل شہر مین آنا۔ مگر دلاور خان یہ کہہ کر کہ اپنے خداوند کے کفش کو دیکھنا ہی ہماری خوش قسمتی ہے آگے چل دیا۔ جب شہر کے پاس آیا تو اخلاص خان طوعاً و کرہاً بادشاہ کو ساتھ لیکر استقبال کو گیا اور امر کو بعزت تمام شہر مین لایا۔

(۷۸) امرائے شہ کے جب اخلاص خان دلاور خان حمید خان بطیفیل مقصود خان عین الملک کے قید سے جھوٹ گئے تو پھر وہی امورات سلطنت کے مالک

ہو گئے تھے۔ چند روز تک تو یہ تینوں شاہ ابوالحسن کے وساطت سے چاند بی بی سے حکم احکام لیتے اور تعمیل کرتے رہے۔ اس وقت اخلاص خان نے دشمنوں کے دفعیہ مین بڑی کوشش کی۔ یہاں تک کہ اوس کے ہاتھ مین ایک زخم بھی آگیا جس سے اوسے کچھ دوزن گہرین بٹینا پڑا۔

جب دشمن بیجا پور سے چلے گئے تو اس وقت تک یہ تین دنوں بڑے اتفاق سے رہتے تھے
 اور غلامان ترک وغیرہ امر اکبر دار السلطنت سے حتی الامکان نکلان دیا تھا۔ یہاں تک کہ
 مقصود خان سے محسن کے درپے بھی ہو گئے تھے۔ شاہ ابوالحسن بھی اپنی تجویز میں تھا کہ
 کسی طرح مستقل ہو جائے اور ان کو دفع کرے۔ مگر انہوں نے اس کے اوضاع کو دیکھ کر پہلے ہی
 بندوبست کیا اور قید کر کے ایک قلعہ میں بھیج دیا۔ اور بے کھنگنے خود حکمرانی کرنے لگے۔ اخلاص خان
 ان سب میں زیادہ فوج والا اور ذمی رعب تھا اس لئے جب انہوں نے ملک کو باہم تقسیم کیا تو
 اخلاص خان نے دوسرے شریکوں سے جاگیر اور فوج دونوں زیادہ لین اس سبب سے
 دلاور خان اور حمید خان کو بھی ضرر پہنچا کہ فوج کی تعداد بڑھائیں۔ اور جب اس طرح خرچ بڑھا
 تو انہوں نے اخلاص خان سے کہا کہ ہماری جائیداد میں بھی اضافہ کیا جائے مگر اخلاص خان
 کو دینا منظور نہ تھا۔ اس نے نہ دیا۔ جس سے باہم رنج پیدا ہوا۔ اور ایک دوسرے نے اپنی
 اپنی فکر کرنا شروع کی۔ بد معاشر تو ہمیشہ اور سب جگہ رہا کرتے ہیں۔ انہوں نے ان دوستوں
 کے باہم رنج کو اور اشتعال دی اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ جب دربار میں آتے تو ہر ایک
 اپنے اپنے سپاہیوں کو ساتھ لیکر آتا۔ ایک ہاتی پر اخلاص خان اور حمید خان کے درمیان
 جھگڑا اڑھنٹھ کھڑا ہوا اخلاص خان حمید خان سے ہاتی مانگتا تھا۔ حمید خان کہتا تھا کہ میری جاگیر
 تو بڑی ہے جاگیر میری زیادہ کر دے دلاور خان ان دونوں میں ہنس مین چنگاری ڈال دیا اور
 کھڑی کا مضمون کر رہا تھا۔ اخلاص خان تیز مزاج اور شہیر تھا۔ حمید خان سادہ دل اور نرم
 تھا۔ اخلاص خان جو کسی کو نقصان پہنچانا چاہتا تھا حمید خان اکثر اس کی روک کیا کرتا تھا مگر چڑ توڑ
 کرو فریب نہیں جانتا تھا۔ دلاور خان ہوشیار اور مدبر اور بڑا ملکہ آدمی تھا۔

(۹۷) اخلاص خان کو تیر کے کچھ تو بونچوشی اور کچھ بنا خوشی اور اوبرس کے قریب گزر گئے لیکن

دلاور خان اور حیدر خان کا بیچا پور کی حکومت پر تھنہ ہوا۔ اور میدر خان ایک طرف ہو گئے۔ اور اخلاص خان سے کھا

کہ جب تک ملک علی السویہ تقسیم نہ ہو تب تک تم قلعہ میں مت آؤ اور فریقین۔ نہ اسباب جنگ کی خوب تکمیل کی۔ اخلاص خان نے اپنے مکان سے قلعہ کی جانب کو توپیں لگا دیں اور شہر کی آمدورفت کے راستہ مسدود کر کے دلاور خان اور حمید خان ہی قلعہ کے نیچے اپنے سامان جنگ سے مکمل ہو کر پڑ گئے۔ قلعہ سے حیدر خان نے توپوں کے منہ اخلاص خان کے گھر کی طرف کو کر دے اور آپس میں لفتگو اور بحثیں شروع ہوئیں۔ ان بھڑوں میں کبھی کبھی توپیں بھی چلائی جاتی تھیں اور مخلوق کی جانیں ضائع ہوتی تھیں۔ شہری آدمی بار بار ہلاک ہو رہے تھے تھے دلاور خان اور حمید خان کا مقصد لڑائی کرنا نہ تھا وہ یہ چاہتے تھے کہ اخلاص خان ان سے فوج اور جاگیر میں زیادہ نہ رہے کہ جس سے کسی وقت نقصان اڑنا نا پڑے۔ ان دونوں نے مخلوق کی خرابی اور تکلیف کو دیکھ کر باہم صلاح کی۔ اور چار آدمی منتخب کئے۔ حیدر خان و شیخ سالم و مولانا دوست محمد خان و رفیع الدین شیرازی۔ اور انہیں اخلاص خان کے پاس بھیجا کہ کھانا بیجا کہہ کر حیدر دشمن موجود ہیں اور یہاں ہمارے آپس میں یہ بگڑے اور فساد ہو رہے ہیں۔ اگر ایسے وقت میں کوئی دشمن آگیا تو یہ ملک نہ ہمارا ہو گا نہ تمہارا۔ سب دوسروں کے ہاتھ میں چلا جائیگا۔ اور ہم پر قیامت تک کی بدنامی رہیگی۔ چاہیے کہ اس فساد کو دور کرو۔ اور ملک کو برابرانہ تقسیم کر لو چونکہ آپ ہم دونوں سے بڑے ہیں اس لئے ایک لاکھ روپیہ کا ملک آپ سے دسترخوان کے خرچ کے لئے زیادہ دے لو یا گو ان لوگوں نے خوب سبھا یا مگر اخلاص خان کی مرضی تھی کہ وہ ہی اکیلا مالک رہے اور کوئی اوس کا سہم و شریک نہ ہو اس لئے اوس نے چاہا کہ اس سبب نہ دیا۔ بلکہ لڑائی کا اور بھی زیادہ سامان کیا جب اس کی خبریں

اطراف سلطنت میں ہسپلین تو اپنی اپنی جاگیروں سے اور سردار اور امر بھی آگئے اور اکثر نے یہ چاہا کہ کسی طرح فساد رفع ہو جائے مگر اخلاص خان کی بدعزاجی اور ناعاقبت انہی سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ دو مہینے تک اسی طرح فساد ہوتا رہا۔ دلاور خان آدمی عقلمند اور ملنسار تھا۔ لوگ اس سے راضی اور اخلاص خان سے ناراض ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ اخلاص خان کے آدمی اسے چوڑھنے لگے۔ اس کی فوج کے بہت آدمی شہر سے باہر چلے گئے عین الملک اور آنکس خان جو پہلے اس کے پاس اترے تھے اب اس سے جدا ہو کر دلاور خان اور حمید خان کے عقب میں آ پڑے اب اخلاص خان کے پاس بجز معدودے چند اور قیدی رفقا کے اور کوئی نہ رہا۔ جب یہ حالت ہو گئی تو دلاور خان اپنی مسلح اور مکمل فوج سے اخلاص خان کے گھر کے پاس آیا اور وہاں رات کو قیام کیا۔ اس سبب سے جو معدود فوج اس کے پاس رہی تھی وہ بھی ہلٹی ہوئی۔ اخلاص خان اکیلا رہ گیا۔ مگر بقاضاے عزت فرار کو عار سمجھا وہاں ٹھہرا رہا۔ اور اپنے بیٹوں کو رات کے وقت حمید خان کے گھر گیا۔ حمید خان نے دلاور خان کی وجہ سے اس کی معمولی خاطر کچھ نہ کی صرف یہ ہی کہا کہ آپ گہرا نئے زمین تک جانی نقصان کچھ نہ ہو پتیا یا جائیگا۔ اگر آپ چاہینگے تو مکہ معظمہ کو جانے کی اجازت دیدیجائیگی۔ اس سے اخلاص خان مطمئن ہو کر اپنے گھر چلا گیا۔ دوسرے روز دلاور خان نے شہر کے دروازوں پر احکام بھیج دیے کہ اخلاص خان شہر سے باہر نہ جانے پائے اور خود حمید خان کو ساتھ لیکر بڑی دھوم دھام سے سوار ہو کر دربار شاہی میں آیا۔ اور ایک شاہی محلہ دار کو اخلاص خان کے پاس بھیجا کہ آپ مکہ معظمہ جانے کا سامان درست کریں اخلاص خان اس وقت حمید خان کے دروازہ پر بیٹھا ہوا تھا وہ سنتے ہی اپنے گھر آیا۔ اور سامان درست کیا۔ جب رخصت ہو کر چلا تو احمد خان خزانہ دار اپنی فوج کو ساتھ لیکر اخلاص خان کے ہمراہ ہوا۔ جب یہ لوگ مرقضی آباد میں پہنچے تو

اوس نے اخلاص خان سے کہا کہ جب تک دریای سفر کا موسم نہ آئے آپ ہمیں قیام کیجئے۔ اور اوسے وہاں قلعہ میں مع زن و فرزند مقید کر دیا اور حقوق صحبت ویرینہ کو فراموش کر کے بیہوشی سے چند روز کے بعد دلاور خان نے اوسکی آنکھیں ہڑا دیں جب تک دلاور خان برسرِ حکومت رہا اخلاص خان اسی قلعہ میں قید رہا۔ بعد ازاں ابراہیم عادل شاہ نے وہاں سلاطین لاکر کچھ تنخواہ مقرر کر دی تھی جسے انہیں اپنی موت تک ملتا رہا۔ اسکی حکومت بیجا پور میں دو برس رہی۔ اگرچہ بیجا پور خاص میں اس کے وقت میں کچھ کچھ جگر ٹپے رہے۔ مگر سلاطین اطراف سے جب صلح ہو گئی تھی تو پھر علاقہ بیجا پور میں کوئی جھگڑا اس کے عہد میں نہ ہوا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ملک داری کی حیثیت سے وہ بُرا نہ تھا۔ سندھ و راجپوتوں سے اوس کا کام بگڑ گیا۔ اگر استمالت اوس کو آتی ہوتی تو مدتوں حکومت کرتا۔

(۸۰) دلاور خان کا تو تھا حکومت بیجا پور۔ دلاور خان اور حمید خان میں کچھ دنوں تک تو اتفاق رہا روز پتہ باض ہونا اور سرکشوں کا بندوبست۔ دونوں دربار میں آتے اور سلطنت کے مہات کو انجام دیتے۔ دلاور خان کی عزت زیادہ تھی اور وہ ہوشیار اور کرسن سال تھا۔ کر کے مذہب سنت و جماعت کو رواج دینا۔

حمید خان سادہ مزاج اور دلاور خان کو اپنا بڑا مانا تھا مگر اسی کے ساتھ یہ بھی چاہتا تھا کہ سلطنت میں اگر دھوکا لگتا تو دلاور خان کو ملے تو سرسرنویتی کا عہدہ اوس کے حصہ میں آئے۔ لیکن جب دلاور خان نے دیکھا کہ دلاور خان در کلمے پسند و دلاور بادشاہ در اقلیم نہ گنجیدہ تھا اوس نے اپنے استقلال اور استحکام کی فکر کی۔ اوس کے چار بیٹے تھے چاروں کو اوس نے امیر بنایا اور منصب دے دیے۔ بڑے بیٹے محمد خان کو بادشاہ کی تعلیم پر مقرر کیا۔ کہ وہ گلستان بوستان اور قرآن شریف اوسے پڑھایا کرے۔ دوسرے بیٹے کمال خان کو منصب سرسرنوبت دیکر بادشاہ کے ساتھ چوگان بازی وغیرہ کا شریک کر دیا تیسرے بیٹے خیریت خان کو بادشاہ کی پاسبانی پر متعین کیا۔ چوتھے بیٹے عبدالقادر کو قلعہ بیجا پور کا تھانہ دار کیا۔ مگر چونکہ یہ بیٹا آخر سال تھا اس لئے

رومی خان دکنی ایک اپنے معتبر کو نیا بتایہ خدمت مفوض کی اور ہر ایک بیٹے کو دو دو ہزار سوار
 دئے اور اپنے پاس چہ ہزار سوار رکھے۔ بیل خان کو جس نے بڑی رفاقت کی تھی اپنا متنبی کیا
 اور اس سے بھی بڑا مرتبہ دیا۔ جب حمید خان نے یہ بندوبست دیکھا تو اس سے بڑا کٹکا ہوا۔ اور
 قبل اس کے کہ اپنا بندوبست کرے اس نے علانیہ اپنی ناخوشی ظاہر کی۔ دلاور خان نے
 پہلے تو شہر کا بندوبست خفیہ خفیہ کر لیا اور پھر ایک روز حمید خان سے کہلا بھیجا کہ بلا حکم شاہی
 اپنے مکان سے باہر نہ نکلتا اور جو کچھ تمہارا مال و اسباب اور ہتھیار وغیرہ ہین وہ حضور میں
 بھیج دو۔ حمید خان نے یہ سنتے ہی چاہا کہ سوار ہو کر شہر سے باہر چلا جائے مگر جب خبر ملی کہ شہر
 کے دروازے بند ہیں اور جا بجا دلاور خان کے آدمیوں نے اپنا استحکام کر لیا ہے تو مجبوراً خانہ نشین
 ہو گیا۔ تمام مال و اسباب سپاہی آکر لے لیگئے وہ بیٹھایا دیکھتا رہا دم نہ مار سکا۔ کہتے ہیں کہ حمید خان
 کے پاس اس قدر کثرت سے ہاتی گھوڑے اور سلاح و سلب تھا کہ کسی امیر کے پاس ماوس کا
 نصف کیا بلکہ ربع بھی نہ تھا۔ جب یہ سامان سرکار میں داخل ہو گیا۔ تو دلاور خان نے حمید خان
 کو بھی گرفتار کر کے ایک قلعہ میں محبوس کر دیا۔ اور علم ان والا غیلوی بلند کر کے
 اکیلا مستقل چڑھایا۔ اور جو لوگ کہ صاحب داعیہ دیکھے اون کا قرار دہی بندوبست کیا۔ ابوالحسن
 کو جو اب تک اخلاص خان کے حکم سے قید تھا۔ پہلے تو اندھا کیا اور پھر چند روز کے بعد معلوم
 نہیں کس وجہ سے قتل کرادیا۔ حاجی نور سہار پورہ دار علی خاں شاہ کو خدمت سے معزول
 کر کے انی سپاہیوں میں داخل کر دیا۔ اور چاند بی بی کی مداخلت تمام امورات سلطنت سے
 بائسل اڑٹادی۔ اور ایسا بندوبست کر دیا کہ اس کے پاس جانے کی کسی کو مجال نہ رہے۔
 غالب خان قلعہ دارا دہونی نے جب کچھ سرکشی کی تو اس سے گرفتار کر کے آنکھیں بچھڑا دیں بعد
 ازان ایک سو غریب اور ساٹھ حبشیوں کے سوا اور جو غریب لوگ کہ کسی طاع سرکش معلوم ہوتے تھے

اور جو امایا تاجرون کے طور پر بیجا پور میں رہتے تھے سب کو خارج البلد کر دیا۔ اور تاریخ فرشتہ سے ہم نقل کر آئے ہیں کہ اخلاص خان نے شاہ فتح اللہ شیرازی کو بیجا پور سے نکال دیا تھا۔ مگر تاریخ بیجا پور سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اوس کے بعد عرصہ تک وہاں موجود تھا۔ جس سے ہمارے خیال کے بموجب یہ ثابت ہوتا ہے کہ اوس سے بھی اسی دلاور خان نے بیجا پور سے ۹۹۱ء میں نکالا ہے۔ اور اس سے ہمارے اس خیال کو اور بھی زیادہ تقویت ہوتی ہے کہ وہ اکبر کے پاس ۹۹۲ء میں پہنچا تھا اور جتنے شاہی غلام یا خدمتگار برابر وہ دار دربان وغیرہ تھے ان سب کو دور کر کے اپنے آدمی اوس کے بجائے قائم کر دئے اور ایسا اچھا انتظام کیا کہ اوس کے حکم کے بغیر کوئی ذرہ بھی حرکت نہیں کر سکتا تھا۔ اور مذہب امامیہ کے بجائے مذہب سنت و جماعت کو رواج دیا کسی تاریخ میں یہ نہیں لکھا کہ اخلاص خان کے زمانہ میں کونسا مذہب جاری تھا مگر ہمیں قیاساً معلوم ہوتا ہے کہ علی عادل شاہ کے قتل ہوتے ہی امامیہ مذہب بھی بیجا پور سے رخصت ہو گیا تھا۔

(۸) بیل خان کی کرناٹک پر جب دلاور خان نے امرائے سلطنت کے دغذغہ سے نجات پائی

۹۹۱ء

چڑھائی اور ناکامیابی - اور اچھی طرح مستقل ہو گیا۔ تو اوس نے بیرونجات کے انتظام کی طرف

توجہ کی۔ کرناٹک کے نئے مقبرہ ملک میں مصطفیٰ خان کے مارے جانے کے بعد

بد انتظامی ہو گئی تھی اور راجگان مالابار نے سرکشی کی تھی۔ اس لئے اوس نے بیل خان

کو ایک بڑا لشکر دیکر اوس کے انتظام کے واسطے اسی سال روانہ کیا۔ ارب ناٹک حاکم

حیدرہ تو فوراً بیل خان کے پاس حاضر ہو گیا۔ مگر شکر ناٹک جناب قلعہ کرور نے کچھ پروا نہ کی۔

اس لئے بیل خان ارب ناٹک کو ساتھ لیکر اوس کے سک پر بڑھا۔ اور قلعہ کا محاصرہ کیا۔ اور

مورچوں کو تباہ کرتے خود بذات خاص دیکھنے بہانے لگا۔ اتفاقاً کہ شکر ناٹک کے آدمی نے

بلبل خان کو بڑا لیا اور اسے قلعہ میں لے گیا۔ شکر نائک نے اوس کے پیروں میں دو من کی زنجیر ڈالوا دی۔ جب اوس کی فوج نے دیکھا کہ ہمارا افسر قید ہو گیا تو وہ محاصرہ اٹھا کر چلے گئے بلبل خان کے قید ہو جانے کی نسبت کسی نے کوئی وجہ و تفصیل نہیں بیان کی ہے مگر قیاساً معلوم ہوتا ہے کہ اس نائک کی سادش سے یہ قید ہو گیا ہو گا جو اوس کے ساتھ محاصرہ میں گیا تھا۔ ورنہ ایسے بڑے سردار کا قید ہو جانا چہ معنی دارد۔ غرض اب بلبل خان نہایت پریشان ہوا۔ مگر سرشتِ تہذیب کو اوس نے ہاتھ سے نہ دیا۔

گرچہ منزل بس خطرناک است و مقصد نا پدید | بیچ رہے نیست کو انیت بایان غم مخور

یہاں باہر سے کچھ سائیس جاں نوروں کے لئے گھاس لایا کرتے تھے۔ اوس نے ایک سائیس کو راضی کیا۔ اور یہاں قلعہ کو بھی بہت کچھ وعدہ و وعید دیکر گانٹھ لیا۔ قضا را اوسی زمانہ میں کئی روز تک سخت بارش ہوتی رہی شکر نائک نے حکم دیا کہ قلعہ کے مویشی کو باہر لیجا کر کہیں ایسی جگہ رکھیں جہاں کچھ مانوس لے گئے یا نان مویشی نے ارادہ کیا کہ گھاس ہی پوشی کے لئے جو قلعہ میں ہے باہر لیجا لیں۔ بلبل خان کو بھی یہ حال معلوم ہو گیا اوس نے اپنے سائیس دوست سے کہا کہ مجھے گھاس میں باندھ کر باہر لیجا۔ بلبل خان بڑا موٹا جوان تھا۔ مگر سائیس بھی خوب طاقتور تھا اوس نے گھاس کے گٹھے میں اسے باندھا اور سر پر رکھا اور روز روشن میں لے ہوئے باہر چلا گیا۔ وہاں بلبل خان نے گھاس کے گٹھے سے نکل کر اپنی بیڑیاں توڑیں اور اس سائیس اور دو چار دربانوں کو جو اوس کے رہائی میں شریک ہوئے تھے لیکر بھاگا۔ ادھر سجا پور کی عملداری میں ہونچکر سواری لی اور ننگا پور کے قلعہ میں آکر دلاور خان کو اپنی رہائی کی اطلاع بھیجی۔ اور انتقام کے لئے مال و لشکر کی درخواست کی۔ مگر اس شکست سے جو نقصان پہنچا تھا اوس کی تلافی اوس وقت دلاور خان نے بعض وجوہات سے کرنا سب نہ سمجھ کر اس معاملہ کو دوسرے وقت پر رکھا۔

(۸۳) دلاور خان کا ہم شیرہ آسایش دو گیتی تفریقین و جنت است بادوشان تملطف بادشمنان مدارا

ابراہیم عادل شاہ کا میران حسین دلاور خان بڑا عقلمند تھا۔ لڑائی کو ناپسند کرتا تھا۔ میل جول سے کانٹا کاٹا۔ ابن مرتضیٰ شاہ کو نکاح کرانا۔ تھا اور محبت سے بیگانوں کو یگانہ بناتا تھا۔ پہلے تو ادوس نے اکثر امر آئے

بیجا پور سے خود رشتے پیدا کر لئے اپنی بیٹیاں اور پوتیاں اورون کو دین۔ اور اورون کی بیٹیاں اپنے بیٹے پوتوں کو کین۔ پھر ادوس نے یہ چاہا کہ سلاطین گردنواح سے بھی رشتہ پیدا کر کے کہ جس سے لڑائی نہاد باطل ہو تو ف ہو جائے اس لئے ادوس نے ابراہیم عادل شاہ کی طرف سے صلابت خان وکیل السلطنت مرتضیٰ شاہ کے پاس ایلمچی بھیجا۔ اور ادوس سے دوستی پیدا کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرتضیٰ شاہ نے ۹۹۲ھ میں ایک خط بھیج کر ابراہیم عادل شاہ سے ادسکی بہن بی بی خدیجہ سلطانہ الشہرہ راجہ جیو کو اپنے بیٹے میران حسین کے لئے مانگا اور جب عادل شاہ نے اسے منظور کر لیا تو اسی سال قاسم بیگ حکیم ابن قاسم بیگ بزرگ دیرزا محمد تقی وغیرہ امراے احمد نگر چارسو خاص خیل لیکر بڑی دہوم دہام سے دولہن کے لینے کے لئے بیجا پور کو آئے اور شاہپور میں بیجا پور کے پاس دولہ والے ٹھہرے چار مہینے تک فریقین کی طرف جشن اور ناچ تماشے ہوتے رہے بعد ازاں بالکی روانہ ہوئی اور چاند بی بی زوجہ علی نازیل شاہ دولہن کے پہونچانے اور اپنے بہائی مرتضیٰ شاہ سے ملنے کو دولہن کے ہمراہ ہوئی اور شروع ۹۹۳ھ میں احمد نگر میں پہونچ کر وہاں بھی خوب جشن اور خوشیاں منائی کیں بعد ازاں شیخ سالم عرب نجفی وغنیات بیگ قزوینی سے چنگیز خان کہا کرتے تھے دولہن کو پہونچا کے بیجا پور کو لوٹ آئے۔

(۸۴) صلابت خان اور مرتضیٰ شاہ لکھنؤ کی بیجا پور کو آدمی بھیجے تھے تو ادوس وقت حبشیہ خان شیرازی لڑائی اور یہ تھی کارنامہ کراں۔

جب صلابت خان نے دولہن کے لینے کے واسطے

کو بھی مرتضیٰ شاہ کی طرف سے حکم پہنچا تھا کہ ان آدمیوں کے ساتھ بیجا پور کو جاے۔ جمشید خان نے یہ حکم سید مرتضیٰ حاکم براہ کو دکھا کر اوس سے اجازت چاہی۔ سید مرتضیٰ نے کہا کہ مرتضیٰ شاہ نے مجھ سے کہا ہے کہ جو فرمان میرا دستخطی نہ ہو اوس پر عمل کرنا ضروری نہیں ہے چونکہ اس پروانہ پر بادشاہ کے دستخط نہیں ہیں من اجازت نہیں دیتا۔ جمشید خان نے یہی جواب صلابت خان کے پاس بھیج دیا۔ اب اس پر بحث شروع ہوئی۔ اور بہت سے رد و بدل کے بعد اس قدر دشمنی بڑھ گئی کہ سید مرتضیٰ براہ کی فوج لیکر صلابت خان کے نکالنے کے لئے اسی ۹۲ھ میں احمد نگر کو آیا۔ مگر بعض عائد نے بیچ میں پڑ کر صلح کرا دی۔ لیکن یہ صلح بہت جلد ٹوٹ گئی۔ اور پھر ایسی بحثیں اور گفتگوئیں پیدا ہوئیں کہ سید مرتضیٰ پھر زلیقہ ۹۲ھ میں پانچ چہرہ مینے بعد احمد نگر کو فوج لیکر آیا جب صاحب خان ما آگیا تھا اور مرتضیٰ شاہ اکیلا ہو گیا تھا تو صلابت خان نے مرتضیٰ شاہ کو اپنے قابو میں رکھنے کے لئے ایک اپنے دست پا ترمی فتحی شاہ کو مرتضیٰ شاہ سے ملا دیا تھا۔ اسے نزد و شطرنج خوب کیلنا آتا تھا مرتضیٰ شاہ رفتہ رفتہ اس سے ایسا مانوس ہو گیا تھا کہ اوس سے اپنے کام میں لانے لگا تھا اس سے صلابت خان کے بہت سے مقصد حل ہو جاتے تھے جب اوس نے دیکھا کہ سید مرتضیٰ فوج لیکر آ رہا ہے تو باغ ہشت بہشت سے مرتضیٰ شاہ کو فتحی شاہ کی وساطت سے پہلے باغ فرخ بخش میں لے آیا اور پھر وہاں سے بغداد محل میں جو قلعہ کے اندر تھا پہنچا دیا۔ جب سید مرتضیٰ حوالی احمد نگر میں آیا اور چنور کے پاس احمد نگر سے چھوڑ کر سس پڑھا۔ تو صلابت خان نے مرتضیٰ شاہ سے کچھ ایسی باتیں بنا کر کہیں کہ جس سے اوس نے صلابت خان کو شاہزادہ میران حسین کی سرداری میں فوج لیجا کر سید مرتضیٰ کے دفعیہ کی اجازت دیدی غرض جب لڑائی ہوئی تو سید مرتضیٰ اور اس کے رفیق خداوند خان کو کمال شکست ہوئی۔ اور صف درویش بارہ آدمی سے ایسے بھاگے کہ براہ بن بھی نہ ہو سکے۔ براہ بنور میں آکر پناہ لے گئے۔

(۸۳) شاہزادہ برہان کا احمد نگر ہو کر
براہ گجرات اکبر کے پاس جانا۔
شاہزادہ برہان برادر مر قنقی شاہ اپنے بھائی کے خوف سے بیجا پور کو
بھاگ آیا تھا اور ایک مدت سے یہاں رہتا تھا۔ علی عادل شاہ نے
اوس سے اچھا وظیفہ مقرر کر دیا تھا اور اوس کا ارادہ تھا کہ مر قنقی کو نکال کر برہان کو احمد نگر میں تخت نشین
کرے۔ مگر اوس کی عمر نے وفات کی یہ منصوبہ اوس کا دلکا دل ہی میں رہا۔ اب جب برہان نے
دیکھا کہ مر قنقی شاہ تو کوئے نین پڑا ہوا ہے اور امراء سلطنت میں آجکل فساد ہو رہا ہے قسمت آزمائی کرنا اچھا ہے اور ہر
بعض اراکین نے صلابت خان سے ناراض ہو کر چاہا کہ برہان کو لا کر مر قنقی شاہ کی جگہ بادشاہ
کر دیں۔ اور صلابت خان کو قتل کر کے مر قنقی شاہ کو مغرور کر دیں چنانچہ وہ لوگ برہان کو بیجا پور
سے فقیر دین کے لباس میں احمد نگر کو لے گئے۔ اور چاہتے تھے کہ کل اس مہم کو سر انجام دین۔
مگر راز فاش ہو گیا۔ اور صلابت خان کے خوف سے شاہزادہ اوسی طرح کوکن کی طرف جان بچا کر
بھاگ گیا۔ اور جب وہاں بھی ٹھہرنا مناسب نہ دیکھا تو براہ گجرات اکبر کے پاس جا کر اوس کے
ملازمن میں داخل ہو گیا۔

(۸۵) سید مر قنقی وغیرہ اسے براہ
راجہ علی خان والی خاندان کے پاس
ہو کر اکبر کے پاس جانا۔
میران محمد شاہ والی خاندان ۹۸۴ھ میں بیمار ہو کر مر گیا۔ اور بیجا
اوسکے اور کاخ و سال بیٹا حسن خان خاندان میں تخت نشین ہوا۔
راجہ علی خان محمد شاہ کا بھائی کچھ عرصہ سے اکبر بادشاہ ہندوستان
کے پاس چلا گیا تھا اور وہاں وظیفہ پاتا تھا۔ جب اوس نے اپنے بھائی کی بیماری کا حال سنا
تو اکبر سے اجازت لیکر وہ خاندان کو چلا۔ اور جب یہاں آیا تو امراء خاندان نے حسن خان کو
مغرور کر کے اوسی کو تخت نشین کیا۔ اس وقت بنگالہ سے سندھ کے قریب تک اور مالوہ اور
گجرات کا تمام ملک اکبر کے قبضہ میں تھا۔ اور اب علی خان نے شاہ کا لفظ اپنے نام کے ساتھ متصل
نہیں کیا۔ بلکہ اکبر کو تحفہ دیا۔ اور اپنی اور اپنے آپ کو اوس کا باجگزار ظاہر کیا رہا۔ اور اسی سبب سے

مظفر حسین مرزا پسر ابراہیم حسین مرزا کو جو اکبر سے باغی ہو کر خاندیس میں رہتا تھا جب اکبر نے فرمان
 بھیجا تو راجہ علیخان نے اسے گرفتار کر کے اس کے پاس ۸۶ سہ ماہی بھیج دی۔ مگر پہری دورانی
 کی راہ سے حکام دکن سے بھی ارتباط و اتحاد پیدا کر لیا۔ یہ بادشاہ بڑا عاقل و عادل اور شجاع
 و عالم تھا جب سید مرتضیٰ اور خداوند خان برہانپور میں گئے اور انہوں نے چاہا کہ اکبر کے پاس
 جائیں تو راجہ علیخان نے اس خیال سے کہ جب یہ لوگ وہاں جائیں گے تو اکبر سے مدد کر
 آئیں گے اور ان کا راستہ میرے ہی ملک میں ہو کر ہوگا۔ جس سے میرا ملک خراب ہوگا سید مرتضیٰ
 اور خداوند خان کو اکبر کے پاس جانے سے منع کیا۔ اور جب سید مرتضیٰ نے اسکا کہنا نہ مانا اور
 اگر وہ کے قصد سے جلدیا تو راجہ علیخان نے اس کے روکنے کے لئے فوج بھیجی۔ فریقین
 میں ایک بڑی لڑائی ہوئی۔ اور گو خاندیس یوں۔ بے شکست کما لی اور سید مرتضیٰ وغیرہ چلے گئے
 مگر ادن کا مال داسباب چھین گیا جب سید مرتضیٰ وغیرہ اکبر کے پاس پہنچے تو اس نے ان کے
 لئے جاگیرین مقرر کر دیں۔ اور یہ وہاں رہنے لگے۔

۹۹۳ھ

(۸۶۷) مرزا غریز کو کہی دکن جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کا ایک مدت سے ارادہ تھا کہ دکن کو تسخیر
 پرتاخت اور راجہ علیخان اور کرے اب جب کہ یہ لوگ اکبر کے پاس پہنچے تو اس نے ان کے
 محمد تقی نظیری کا اس سے بیگانا لئے جاگیرین مقرر کر دیں۔ اور ادن کو اپنے مقاصد پر پونچا۔ سینے کی
 امید دلائی۔ راجہ علیخان اس کو سنکر بہت گمراہ ہوا۔ اور جو اس نے سوہانی سید مرتضیٰ سے
 چھین لئے تھے بغیر اس کے کہ اکبر بادشاہ غضب کرے اس کے پاس بھیج دے اور حضرت
 چاہی۔ مگر چونکہ شاہزادہ برہان نے پہلے ہی دکن کی تحریص دلائی تھی اور اب سید مرتضیٰ نے
 بھی اسکی ترغیب دی تھی اس لیے راجہ علیخان کی پیش بندی پر کچھ ناگوار مترب نہوا۔ اور اکبر
 نے ان سب کو خان اعظم مرزا غریز کو کہی کے پاس جو اکبر کی طرف سے اوہ کا اس وقت حاکم تھا

ہیچکر دکن کی تسخیر کا حکم دیا۔ اور شاہ فتح السد شیرازی کو عقد الدولہ کا خطاب دیکر سرانجام مہمات دکن کے لئے اوس کے ہمراہ کیا جب یہ سب لوگ مالوہ میں اکٹھے ہوئے اور اس کی خبر دکن میں پہنچی تو اس میت پر عمل کر کے ۵

ہرچہ کند بہمت مردان کند

کار نہ لین گنبد گردان کند

صلابت خان نے ہمت کی۔ اور مرزا محمد تقی نظیری کو سپہ سالار کیا اور بنواؤ اسلمک کو ہمراہ کر کے اور بیس ہزار سوار بردیکرا فوج اکبری کے مقابلہ کو روانہ کیا اب مرزا محمد تقی رہبانپور میں آیا۔ اور راجہ علی خان سے ملاقات کی۔ اور ایسے فرزند شیب اوسے سوچاے کہ اوس نے اکبر کے مقابلہ میں دکنیوں کے ساتھ ہونا ضروری سمجھا۔ جب عزیز خان کو کہہ دیا کہ یہ حال سنا تو اوس نے علامہ الزمان شاہ فتح السد شیرازی کو راجہ علی خان کے پاس بھیجا کہ وہ دکنیوں کو چھوڑ کر اکبر کی طرف داری کرے۔ مگر اوس نے نہ مانا، بعضہ الدولہ نے نیل مرام واپس کیا۔ شہاب الدین احمد خان جسے گجرات کی حکومت سے اکبر نے واپس بلا کر امین کا حاکم اوسی زمانہ میں کر دیا تھا مرزا عزیز کو کہہ سے مخالف تھا۔ اس لیے یہ سب دکنی فوج جس کی تعداد تیس ہزار تھی مقام ہنڈیہ میں پہنچی جو مالوہ اور دکن کی سرحد پر امین کے قریب ہے۔ اور فریقین ایک دوسرے کے قریب ایک مہینے تک پڑے رہے۔ جب مرزا عزیز نے دیکھا کہ میدان کی لڑائی میں وہ دکنیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا ہے تو اوس نے رات کو کوچ کر دیا اور نہایت تیزی سے مشرق کی طرف کوچ کیا کہ اگر بارین آیا اور میں روز تک ایلیچپور اور بالا پور کو خوب لوٹا۔ جب مرزا محمد تقی اور راجہ علی خان۔ نے سنا تو وہ بھی اوس کے پیچھے دوڑے۔ مرزا عزیز نے اس حسبے دکن میں توقف مناسب نہ دیکھا اور فوراً لوٹنا مارتا علاقہ نذر بارین ہوتا ہوا مالوہ کو چلا گیا چونکہ اکبر کو اس زمانہ میں ادیبی چند انتظام درپیش تھے اور دکن کے حاکم بھی کچھ

ایسے کمزور نہ تھے اس لئے اکبر نے کچھ زیادہ توجہ نہ کی۔ شاہزادہ برہان کو ملک بنکس میں جو کابل اور سندھ کے مابین واقع ہے جاگیر دیدی اور وہ نیز اور سب دکنی امرا بادشاہ کے پاس رہنے لگے۔ بعد ازاں راجہ علی خان برہانپور کو اور محمد تقی وغیرہ احمد نگر کو چلے آئے یہ واقعہ ۹۹۳ھ کا ہے۔

(۸۷) مرقضی شاہ کا جواہرات اس زمانہ میں فتحی شاہ رٹلی دست گرفتہ صلابت خان مرقضی شاہ کی کو جلا نا اور سرین حسین کے مزاج پر بہت ہی حادی ہو گئی تھی۔ اوس کے بہت بڑی جاگیر تھی۔ اور قتل کا ارادہ کرنا۔ خزانہ اور جواہر خانہ شاہی سے جو بجاہتی وہ لئے لیتی بجا نگر کی بوٹ سے

دو تسمیعین آئی تھیں جنہیں مردارید یا قوت لعل دزمرد وغیرہ نہایت بیش بہا جواہرات کے دانوں سے بنایا تھا۔ اُن کی خوبی اور لطافت کی بڑی شہرت تھی۔ فتحی شاہ نے مرقضی شاہ سے اُن کا سوال کیا۔ مرقضی شاہ کو تو کسی چیز کی کچھ قدر ہی نہ تھی اوس نے صلابت خان کو حکم دیدیا کہ وہ تسمیعین فتحی شاہ کو دیدیں اوس نے مرقضی شاہ کو اوس کی قدر جتلائی مگر اوس نے کچھ نہ مانا۔ اس لئے صلابت خان نے دوستوں سے صلاح کر کے دو تسمیعین اونیہ کے ہم شکل اور جواہرات کی بنوائیں اور اوس کو دیدیں مگر اوس سے معلوم ہو گیا کہ وہ تسمیعین نہیں ہیں اس لئے اوس نے مرقضی شاہ سے اس کی شکایت کی مرقضی شاہ نے صلابت خان کو حکم دیا کہ تمام جواہرات میرے رو بردیش کرو۔ صلابت خان نے وہ دو تسمیعین چپالین اور تمام جواہرات ایک مکان میں مرقضی شاہ کے رو بردار کر کے دئے۔ مرقضی شاہ نے صلابت خان وغیرہ کو غصت کر دیا اور خود فتحی شاہ کو لیکر اکیلے دھان گیا۔ مگر جب دیکھا کہ وہ تسمیعین نہیں ہیں تو تمام جواہرات کو اٹھائی فروش میں جو دھان بچھے ہوئے تھے۔ تھے پٹیا اور آگ لگا کر اپنے مکان کو چھتا ہوا۔ مرقضی شاہ کو جاتا ہوا دیکھ کر خدام اندر آئے دیکھیں تو جواہرات نہیں ہیں اور فروزش گیت بنے ہوئے جل رہے ہیں

وہ جلدی سے دوڑے اور فرشتوں کو کہو لکھ دیکھا تو مردار پر کے سوا اور کوئی چیز نہ چلی تھی۔ اونسون نے آگ فوراً بجھا دی اور جوہرات نکال لئے۔ اس سے لوگوں کو یقین ہو گیا کہ مرتضیٰ شاہ دیوانہ ہو گیا ہے۔ اور پھر ہر کس و تاکس اسے دیوانہ سمجھنے لگا یہاں تک کہ دوسرا کالقب ہی دیوانہ پڑ گیا۔ اسی زمانہ میں کمین رنڈیوں نے مرتضیٰ شاہ سے جا کر کہہ دیا کہ لوگ تجھے دیوانہ کہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تجھے معزول کر کے شاہزادہ میران حسین کو تخت نشین کریں۔ اس پر اس نے ارادہ کیا کہ بیٹے کو قتل کر ڈالے۔ صلابت خان کو یہ حال معلوم ہو گیا۔ جب مرتضیٰ شاہ نے میران حسین کو طلب کیا تو صلابت خان نے بہانہ کر کر اسے نہ دیا۔

(۸۸) علیخان قطب شاہی کی بغاوت اور رجم داد خان اور رہنے والا تھا جو اس میں ایک ملک ہے۔ ابراہیم نے اس کی شجاعت اور جلاوت کے باعث اسے سلجاری سے سرداری کے مرتبہ کو پہنچا دیا تھا اسے طبل و علم و نقارہ دیکر ملک نائب کا خطاب عنایت کیا تھا۔ اور اسے مرتضیٰ نگر کی حفاظت پر مقرر کیا تھا۔ مگر اسے راد برہمن نے جو بیان کا حوالہ داتا اور مالگداری کے وصول کرنیکا اس کو کل اختیار حاصل تھا اسے مناسب جاگیر نہ دی۔ اسی زمانہ میں ابراہیم مر گیا۔ اسے راد چونکہ صاحب اختیار تھا اس لئے علیخان نے اسے دفع کرنے کے لئے اسے بیجا نگر سے ملاقات کی اور اسے ترغیب دی کہ مرتضیٰ نگر کو فتح کرے۔ ابراہیم کے مرنے کے سبب سے اس زمانہ میں سلطنت قطب شاہی کی حالت کچھ متزلزل سی ہو چکی تھی اسے بیجا نگر نے بھی جس سے مراد اسے پٹنڈہ ہے ہمت کی۔ اور تیس ہزار پیادہ اور سوار اور پچاس ہائی میکیٹھا اپنے داماد کے ہمراہی میں علی خان کے ساتھ گئے اور یہ لوگ آتے ہی قلعہ کھم پر پڑے دوڑے۔ اور محاصرہ کر کے اہل قلعہ کو نہایت تنگ کیا۔ اسے راؤ نے

اپنے گرد و نواح سے جو فوج اپنی اور شاہی بہم پہنچ سکی سب اکٹھی کی اور ان کے مقابل ہوا۔
 علی خان کو شکست ہوئی ایک ہزار آدمی اس کے مارے گئے اور چار ہائی گرفتار ہو گئے۔ اور
 علی خان اور کیرتیا دونوں پکڑنے کے طرف چلے گئے۔ جب محمد قلی قطب شاہ نلدر کی طرف عادل شاہ
 کے ملک پر گیا ہوا تھا تو علی خان نے پہرا راہ کیا اور جب اسے پکڑنے سے مدد نہ مل سکی تو خود ہی آئی اکٹھے کر کے
 مرتضیٰ نگر پر حملہ کیا۔ محمد قلی نے رحیم داد خان اور طاہر محمد خان پٹانوں کو اس کے دف کیلئے روانہ کیا۔ ان لوگوں نے
 ایک مہینے کا راستہ اٹھ دین میں طو کیا اور دشمن کے قریب ننگ گانوں میں آمو جو دھوئی۔ اس وقت علی خان کو ندرہ پل کے علاقہ
 میں تھوڑے سنتے ہی بہا گاد قلعہ اوکلی کو اپنے معتدا آدمیوں کے سپرد کر کے اپنے آپ جنگل میں بڑا ہیر
 ہوا اس قلعہ کو ان پٹانوں نے جا کر لے لیا اور علی خان کے پیچھے جنگل میں چلے۔ علی خان نے
 راستہ میں طاہر محمد خان پر جو چند آدمیوں سے پیچھے آ رہا تھا جنگل سے نکل کر حملہ کیا۔ مگر شکست
 کھائی اب یہاں افضل خان حوالدار ایک ہزار آدمی لیکر موضع سنتر اول میں شاہی فوج سے
 اور اکڑ ل گیا۔ اس لئے علی خان مجبوراً بیدر نظام ٹپن کو چلا گیا۔ اور اسے خوب لوٹا۔ اس وقت
 کشور خان مرتضیٰ نگر کے پاس آکر ٹھہرا ہوا تھا علی خان سنتے ہی اس پر انہی کی طرح دوڑا اور کشور خان
 کے لشکر کو لوٹ لاٹ افضل خان پر جا کر پھیل پڑا اور اسے بھی تباہ کر دیا۔ لیکن اب طاہر محمد خان
 اور رحیم داد خان پٹان اپنی فوجوں سے اس کے پاس پہنچ گئے۔ اور وہ ایک ایسے مقام پر
 پہنچ گیا کہ جہاں سے بھر لڑائی کے کسی طرف نکل سکا ممکن نہ تھا۔ گو اس کی فوج مقابلہ کے لئے
 کافی تھی مگر مجبوراً مقابلہ کرنا پڑا جس سے وہ مارا گیا۔ اور اس کے سپاہی قتل اور اسیر ہو گئے۔ پہر
 علی خان کاسر کاٹا گیا اور محمد قلی کے حکم سے شہر شہر اس کی حکومت میں عبرت للناظرین
 پہرایا گیا۔ اور جو علی خان کی بناوٹ سے شہر میں شروع ہوئی تھی وہ شہر میں ختم ہوئی اور اس کے
 جلد میں طاہر محمد خان کو علم خان کا خطاب دیا گیا اور نصیب بدین اضافہ ہوا۔

(۸۹) ابراہیم عادل شاہ کی ہمشیرہ دلاور خان نے پہلے تو ابراہیم عادل شاہ کی بہن شاہزادہ میران حسین کو محمد قلی قطب شاہ سے شادی اور دیگر نظام شاہی سلطنت سے رشتہ پیدا کر لیا تھا۔ اب اوس نے چاہا کہ سلطنت نظام شاہی سے بڑھ کر قطب شاہی سلطنت سے بھی رشتہ پیدا کر لے اس لئے اس نے یہاں ایلمچی بیسے اور محمد قلی کو راضی کیا اور اوس کی حقیقی بہن چاند سلطان کو ابراہیم عادل شاہ کے لئے مانگا۔ جب محمد قلی نے منظور کر لیا تو ۹۹۵ھ میں خواجہ علی ملک التجار شیرازی کو دولہن کے لانے کے لئے روانہ کیا۔ محمد قلی نے جب سنا کہ خواجہ علی اس لئے آ رہے تو اسی روز سے منزل بمنزل اوس کی ہمانداری کا حکم دیدیا کہ جس روز سے وہ مالک قطب شاہی میں داخل ہو۔ اور جب وہ کو لکھنؤ میں آیا تو بڑی دہوم دہام کے بعد چاند سلطان کا ابراہیم عادل شاہ سے غائبانہ نکاح پڑھوایا۔ مگر جب یہ خبر صلابت خان کو پہنچی تو اس نے اس سے برائمانا اور کہا کہ ہماری بلاصلاح و مشورہ ایسا کیوں کیا۔ ابراہیم قطب شاہ جب مرا تھا تو اپنے بیٹے کو وصیت کر رہا تھا کہ نظام شاہی سلطنت سے میل و ملاپ رکھے اور مہات غظمیہ میں اوس سلطنت سے مشورہ لیتا رہے جب محمد قلی نے صلابت خان کی ناراضی کا حال سنا تو اوس نے دولہن کی ہالکی بیچھینے میں تامل کیا۔ سوائے اس کے بب چاند بی بی زوجہ علی عادل شاہ خدیوہ سلطان کو میران حسین کے پاس پہنچانے کے لئے احمد نگر کو گئی تھی تو اوس وقت صلابت خان نے دلاور خان کو لکھا تھا کہ جب چاند بی بی کا علی عادل شاہ سے نکاح ہوا تھا تو علاقہ شولا پور حیز میں سلطنت عادل شاہی کو دیا گیا تھا اب چاند بی بی احمد نگر کو لوٹ آئی اس لئے چاہئے کہ شولا پور اب سلطنت احمد نگر کو لوٹا دیا جائے۔ دلاور خان نے اوس سے انکار کیا۔ اس لئے صلابت خان نے میران حسین کو اور اوس کی دولہن کو دیت آباد کو بھیجا اور دولہا و دولہن کو علیہ رکھا اور لکھا کہ جب ک شولا پور واپس نہو گا تب تک دولہن و دولہا کے سہر نہ کیا جائیگی۔

(۹۰) دلاور خان کی دیکھی سلطنت
نظام شاہی اور قطب شاہی کو اور
صلابت خان کی مغزولی اور چاند سلطان
ہمیشہ محمد قلی کے آجانے پر دونوں
میں تجھے اور - قندہار اور دیگر بریدیہ حکومت کے قدیمی مقبوضات
دلاور خان نے اس پر کچھ کارروائی اس لئے نہ کی تھی کہ ملک کے
امن و چین میں کچھ فرق نہ آئے۔ مگر اب ابراہیم عادل شاہ اپنے
برے کو سمجھنے لگا تھا اور اسے ہی اس سے رنج ہوا۔ اس لئے
دلاور خان نے ابراہیم بریدیہ والی بیدر کو کانٹا لگا کر تو میرا ساتھ دیگا۔ تو
میں تجھے اور - قندہار اور دیگر بریدیہ حکومت کے قدیمی مقبوضات
سے صلح -

نظام شاہ سے دلاور خان کا اور پھر اچھی فوج لی اور نظام شاہ کی سرحد پر آیا اور کملہ ایلیا کی توشا ہزاری
کو میران سین کے حوالہ کیا جاوے یا بالکل واپس بھیج دی جاوے اور جب جواب مناسب نہ آیا تو
دلاور خان نے عالم خان کو اس کے محاصرہ پر ابراہیم بریدیہ کی مدد سے مقرر کیا۔ جب یہ خبر
مرتضیٰ نظام شاہ کو معلوم ہوئی تو وہ صلابت خان سے برا رنجیدہ ہوا۔ اور اس سے بولا کہ کما کہ تو
حرام خوار ہے یا حلال خوار۔ صلابت خان نے عرض کیا کہ میں آپ کے حکم کا تابع ہوں جو حکم ہو
اوس کی تعمیل کروں گا۔ مرتضیٰ نے کہا کہ میں تجھ سے نہایت ناراض ہوں مگر مجھے تیرے
حبس و قید کی قدرت نہیں ہے اس لئے مجھ پر ہوں۔ صلابت خان نے کہا کہ مجھے حکم ہوا اور قلعہ
بتایا جاوے تو میں وہاں خود جا کر قید ہو جاؤں گا۔ مرتضیٰ نے کہا کہ وندارا چھوڑی میں چلا جا۔ اب
صلابت خان نے وہ کام کیا کہ دنیا میں شاید ہی کسی نے کیا ہوگا۔ یہ مادہ لوح فوراً اپنے گھر کو آیا۔
اور پانچوئن میں بیڑیاں قیدیوں کی طرح ڈلوائیں۔ اور بالکل میں بیٹھ کر اپنے متعلقین سے کہا کہ مجھے
وندارا چھوڑی کے قلعہ میں لیجا کر قید کر دو۔ جب صلابت خان کے دوستوں نے جن میں محمد قاسم
فرشتہ بھی شریک تھا یہ حال سنا تو انہوں نے اس احمقانہ حرکت سے اسے منع کیا۔ مگر اس
ترک سادہ دل نے کچھ نہ سنا اور وندارا چھوڑی کے قلعہ میں قید ہو کر بیٹھ گیا۔ بعد ازاں مرتضیٰ شاہ نے
قاسم بیگ کو اپنا وکیل اور مرزا محمد تقی نظیری کو وزیر کر کے حکم دیا کہ ابراہیم عادل شاہ سے صلح کر لیں

قاسم بیگ نے دلاور خان کے پاس متواتر خطوط بھیجے اور صلح کی التجا کی۔ دلاور خان کو خود لڑائی منظور نہ تھی۔ دوسرے جب مرتضیٰ شاہ نے ایسی مروت کی تو پہر لڑنے کے کیا معنی تھے۔ اوپر اسی کے ساتھ دولہن شاہزادہ میران حسین کو بڑی دہوم دہام کے جشن کے بعد دیدی گئی تھی تو دلاور خان فوج لیکر نظام شاہ کے ملک سے واپس ہوا اور محمد قلی قطب شاہ کے ملک کا رخ کیا اور حوالی کلپانی میں اگر ٹیڑھ اس سبب سے محمد قلی گہرایا اور جب اس سے معلوم ہوا کہ مطلب کیا ہے تو اس نے چاند سلطان کی بالائی ۹۹۶ھ میں بڑی دہوم دہام سے امیر زیبیل الخاں اب بہ مصطفیٰ خان استر آبادی کے ہمراہ ابراہیم عادل شاہ کے پاس بھیجی جس سے لڑائی متوقف ہوئی اور ابراہیم بریدیدر کو چلا گیا۔ اور ابراہیم عادل شاہ نے پہلے تو اپنے تمام بڑے بڑے امرا کو بالائی کے استقبال گئے لئے بھیجا اور پھر نصف کوئٹہ تک آپ بھی استقبال کو گیا۔ بعد ازاں چار روز کے بعد شاہ درک پہنچا اور وہاں ایک مہینے تک جشن کیا۔ اور شادی کے رسوم ادا کئے اور مصطفیٰ خان کو ۱۲ ہائی اور بارہ ہزار ہون اور خلعت وغیرہ بہت سے تحفہ دیا دیکر رخصت کیا۔

۹۹۶ھ

(۹۱) مرتضیٰ شاہ کا اپنے بیٹے مرتضیٰ دیوانہ کو پہر جنون اوٹھا اور چاہا کہ میران حسین اپنے بیٹے کو قتل کر دے۔ اس لئے قاسم بیگ اور مرزا محمد تقی سے کہنا کہ میران حسین کے دیکھنے کو زیار مل بہت ہوتا ہے۔ اس سے میرے پاس بھیج دو۔ یہ بڑے خوش ہوئے اور فوراً شہزادہ کو قلعہ میں باپ کے پاس بھیج دیا۔ پہلے تو مرتضیٰ نے اس پر بڑی مہربانی کی اور بغداد محل کے ایک حجرہ میں اپنے پاس رکھا۔ پھر دوسرے روز لحاف اور تو شک مین اسے پسینہ دیا اور مکان کو لگا لگا کر حجرہ کے دروازے کو خوب مضبوط بند کر دیا۔ میران حسین نے جیسے تیسے اپنے آپ کو لحاف اور تو شک سے نکالا۔ اور حجرہ کے دروازہ کے پاس آکر فریاد مچائی۔ فقہی شاہ وہاں تھی اس سے رحم آیا۔ اس نے میران حسین کو دروازہ کھول کر نکالا اور قاسم بیگ اور محمد تقی کے پاس پہنچا دیا۔

انہوں نے اوسی وقت ایک پالکی میں اوسے بند کر اور خفیہ چہپا کے دولت آباد کو بھیج دیا۔ جب مرتضیٰ وہاں دو تین روز کے بعد پہنچا اور بیٹے کی ہڈیاں راکھ میں نہ بائیں تو فتحی شاہ سے پوچھا پہلے تو اوس نے کہا کہ اوس کی ہڈیاں راکھ ہو گئی ہوں گی۔ مگر جب مرتضیٰ نے اس بیان کو تسلیم نہ کر کے اوس پر سختی کی تو اوس نے اصل حقیقت کہی۔ اس لئے مرتضیٰ نے محمد قاسم اور مرزا محمد تقی کو بولا کہ پوچھا اور جب انہوں نے اوس سے اپنا عدم علم ظاہر کیا تو انہیں خدمت سے معزول کر کے متعید کر دیا۔ پھر جب محمد صادق اردو باد کی کو دیل کیا اور اوس نے بھی میران حسین کے قتل سے انکار کیا تو اوسے بھی قید کر کے سلطان حسین سبزداری کو جو احمد نگر میں پیدا ہوا تھا دیل کیا۔ اور میرزا خان کا خطاب دیا۔

(۹۲) مرزا خان کا مرتضیٰ شاہ کو معزول کر کے میران حسین کو تخت نشین کر دینا ارادہ اور دلاور خان کی امداد۔

قاسم بیگ ایک نیک بخت آدمی تھا اوس کے سادہ پن سے لوگ بہت سرکش ہو گئے تھے اور زبردستی ہمت سلطنت میں دخیل بن بیٹھے تھے اور انہیں کے باعث سے مرتضیٰ شاہ کو قاسم بیگ وغیرہ کے قید میں مدول تھی۔ انہیں میں سے ایک شخص اسمعیل دکنی تھا۔ مرتضیٰ شاہ کا بیڑا معتد ہو گیا تھا۔ اس لئے مرتضیٰ نے اسے اب میران حسین کے قتل کے لئے حکم دیا۔ یہ خبر مرزا خان کو جب معلوم ہوئی اور چونکہ اوسے مرتضیٰ شاہ کا پہلے سے بھی ارادہ معلوم تھا اور جانتا تھا کہ اوس کا حکم نہ ماننے سے میں بھی نکالا جائیگا۔ اس لئے اوس نے فتحی شاہ اور اوس کے اقارب کو روپیہ دے دلا کر خوب راضی کر لیا۔ اور خفیہ دلاور خان کے پاس بیجا پور میں یہ پیغام بھیجا کہ مرتضیٰ تو دیوانہ ہو گیا ہے چاہتا ہے کہ اپنے بیٹے کو قتل کر ڈالے اگر آپ کچھ مدد کریں تو باپ کو تخت سے ہٹا کر بیٹے کو تخت پر بٹھا دین۔ چونکہ میران حسین سے ابراہیم عادل شاہ کا ایک خاص رشتہ ہو گیا تھا اور یہ امر انسانیت کے بھی موافق تھا اس لئے دلاور خان نے اس کو منظور کر لیا اور

ابراہیم عادل شاہ کو حامی الاول ۹۹۶ھ میں لیکر تیس ہزار فوج سے احمد نگر کی طرف کوچ کیا۔ اب مرزا خان نے فتحی شاہ کی معرفت مرتضیٰ شاہ سے کلما بھیجا کہ ابراہیم عادل شاہ احمد نگر کی تسخیر کے لئے آتا ہے اسباب میں کیا کیا جائے چونکہ مرتضیٰ شاہ کو کچھ حال تو معلوم ہی نہ تھا اس نے مرزا خان کو حکم دیدیا کہ مناسب تدابیر عمل میں لائے۔ مرزا خان نے اس جرم کے بہانہ سے کہ ابراہیم عادل شاہ کی لشکر کشی کا باعث بعض امرا ہیں بڑے بڑے امرا کو فوراً قید کر لیا۔ اور بجائے اودن کے اپنے آدمی مقرر کر دئے اور بہت بڑی فوج احمد نگر سے بھیجی۔ اس فوج نے قصبہ دانور پور جو احمد نگر کے قریب ہے قیام کیا۔

(۹۳) محمد قاسم فرشتہ کا مرتضیٰ شاہ کو اس قیام سے کچھ شبہ پیدا ہوا اور اس نے محمد قاسم فرشتہ شاہ سے مرزا خان کے ارادہ کو جو اس وقت قلعہ احمد نگر کی حفاظت پر مقرر تھا اس قیام کو وجہ دریافت کا حال بیان کرنا۔ کرنے کے لئے بھیجا۔ مرزا خان کو یہ معلوم تھا کہ محمد قاسم مرتضیٰ شاہ کا بڑا اخیر خواہ ہے اگر یہ لشکر میں گیا تو حقیقت حال کو فوراً دریافت کر لیکا اور ضرور بادشاہ سے اگر بے رورعایت عرض کر دیگا۔ اس لئے اوس نے چاہا کہ لشکر میں جا کر اوس کا بندوبست کرے اور فتحی شاہ کو بارہ ہزار ہون دیکر مرتضیٰ شاہ سے یہ حکم حاصل کیا کہ مرزا خان خود لشکر میں جا کر امر کو لڑائی کی تحریص و ترغیب دے اور نہایت تیزی سے ابھی محمد قاسم فرشتہ لشکر میں ہی موجود تھا کہ مرزا خان بھی وہاں چما پھونچا۔ اور چونکہ راز فاش ہو گیا تھا اس لئے اوس نے چاہا کہ محمد قاسم کو گرفتار کر لے مگر اس کے ایک دوست کو اوس کے اس ارادہ سے خبر لگ گئی اور اوس نے محمد قاسم کو بارہ ہزار گھوڑوں پر سوار کر کے فوراً سر شام لشکر سے بھاگ دیا۔ مرزا خان نے بھی آدمی تعاقب میں بھیجے۔ مگر اودن کے پاس مشعل کی روشنی تھی اور محمد قاسم کے پاس روشنی نہ تھی۔ اس لئے مرزا خان کے آدمی محمد قاسم کو نہ پکڑ سکے۔ اور وہ صبح ہی احمد نگر میں مرتضیٰ شاہ کے پاس گیا اور قصبہ سرپردہ

جاکر مرتضیٰ شاہ سے تمام حقیقت کہہ سنائی۔ فتحی شاہ نے ادس کے بیان کی تکذیب کی۔ مگر جب اوسی وقت جاسوسوں نے لکھ کر بیان کیا کہ مرزا خان دولت آباد کو لگیا ہے اور چاہتا ہے کہ میران حسین کو لا کر تخت نشین کرے تو مرتضیٰ شاہ سنکر دریا سے حیرت میں غرق ہو گیا۔ اور ادس وقت ادس سے علاج پوچھا۔ محمد قاسم نے کہا کہ دو صورت سے اس کا علاج ہو سکتا ہے ایک تو یہ کہ حضور خود سوار ہوں اور جو دو تین ہزار خاصہ خیل موجود ہیں اونہیں سے ٹہن کی طرف کوچ کیجئے اور مرزا خان کا جاکر وہاں راستہ گمیر لیجئے۔ اس خبر کے سنتے ہی تمام امرا مرزا خان کو چھوڑ کر آپ کے پاس خوراً چلے آئے مگر مرتضیٰ شاہ نے کہا کہ کئی روز ہوئے نہ ان خواجہ سرا میسر لئے کمانا لایا ادس کے کہاتے ہی میرے پیٹ میں درد پیدا ہو گیا۔ اور خون کے دست آنے لگے جس سے میں اس وقت گڑے۔ بے پروا رہیں ہو سکتا۔ غالباً مرزا خان نے کہا نے میں زہر ڈلوادیا تھا۔ تب میں نے کہا دوسرا طریق یہ ہے کہ اب قلعہ دندارا چھوڑی سے صلابت خان کو بلوایا اور بالکی میں سوار ہو کر یہ بیاناہ شکار جھیر کے طرف چلے راستہ میں صلابت خان حضور کو بلوایا گیا۔ صلابت خان کے آتے ہی امرا اور فوج تمام آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائینگے۔

(۹۴) میران حسین کا اپنے باپ مرتضیٰ شام کو تھام کر مار ڈالنا یہ سنتے ہی مرتضیٰ شاہ نے فوراً قلعہ دندارا چھوڑی کو احکام بھیجے۔ اور صلابت خان اور قاسم بیگ اور مرزا محمد تقی و حکیم محمد مصری کو طلب کیا۔ اور آپ بھی پہچانے سوار ہو کر چلے۔ کہ اتنے میں فتحی شاہ اکبر پیرون پر پڑ گئی اور ہاے کر کے رونے لگی۔ اور کہا کہ جہی آپ قلعہ سے باہر نکلیں گے کسی خاصہ خیل اپنی خیر خواہی بتانے کے واسطے آپ کو پکڑ کر مرزا خان کے حوالہ کر دیں گے مرتضیٰ کے دل میں بھی یہی سما گئی اور عہد قائم کی رائے پر عمل نہ کیا۔ ایسی خبروں کی ہر ایک کو ماک جھانک لگی رہتی ہے یہ بات تمام شہر میں اوسی وقت مشہور ہو گئی اس وجہ سے جس قدر سوار پیداہ تھے جون جوڑے اپیل مایو س ہو کر

دولت آباد کی طرف چلے گئے۔ اوہ مرزا خان نے صلابت خان کے آنے کی خبر سن کر شاہزادہ کو دولت آباد سے لیا اور دو نذرانوں کی ایک ایک منزل کر کے احمد نگر کو چلا۔ اس وقت دلاور خان بھی ابراہیم کو لیکر احمد نگر سے پانچ کوس پر قصبہ پانوری میں آگیا کہ صلابت خان کے سبب سے مرتضیٰ شاہ کے پاس سپاہ جمع ہو کر میران حسین کے برخلاف کچھ نہ کرے۔ اب مرزا خان احمد نگر میں آگیا اور چاہا کہ قلعہ کے دروازہ کو بند کر کے اس وقت تک وہاں پڑا رہے کہ جب تک صلابت خان کے آنے کے بعد کوئی تصفیہ نہ ہو جائے مگر جب دیکھا کہ قلعہ کے تمام صغیر و کبیر دیواروں پر سے اتر اتر کر میران حسین کے لشکر میں جا ملے۔ اور قلعہ میں بھرپور فتنی شاہ اور دو چار کینزوں کے اور کوئی نہ رہا۔ اور محمد قاسم فرشتہ جو قلعہ کا محافظ تھا وہ بھی خاموش بیٹھا کہ تو مرزا خان اور میران حسین تیس چالیس اجلاف وادبائش کو لیکر ہاتون میں ننگی تاواریں لئے ہوئے بلند محل کی طرف چھان مرتضیٰ شاہ تھا آیا۔ اور جسے قلعہ میں پایا قتل کر دیا محمد قاسم شاہزادہ میران حسین کے ساتھ لڑاکپن میں پڑا کرتا تھا جب شاہزادہ نے اسے دیکھا تو اسے قتل نہ کرنے دیا۔ اور اپنے ساتھ بلند محل میں لے گیا اور باپ کے ساتھ قولاً و فعلاً کوئی دقیقہ بے عزتی اور بے حرمتی کا باقی نہ رکھا مرتضیٰ شاہ خاموش تھا۔ اور حیرت سے اس کی طرف دیکھتا تھا جب میران حسین نے ننگی تلوار کی نیک اس کے پیٹ پر رکھ کر کہا کہ کیا اسے تیرے پیٹ کے پار کر دوں تو اس نے ایک آہ سہرہ کر کہا کہ اے مردود میں دو چار روز کا مہمان ہوں مجھے اگر ترجم کرے تو مردوت سے بعید نہیں ہے اس کو نگر شاہزادہ میران حسین مرتضیٰ شاہ کے پاس سے چلا آیا۔ مرزا خان نے اس سے کہا کہ تیرے باپ نے ایک مدت دراز تک سلطنت کی ہے اسے اسے سلطنت اور رعایا اس سے مانوس ہے اگر وہ زندہ رہیگا تو جسے بادشاہی کرنا مشکل ہے ضرور ہے کہ اسے قتل کیا جائے۔ اسے لے کر گو باپ مرض المیت میں گرفتار تھا مگر اس ناخلف نے اس کے مرنیکا

انتظار نہ کیا بلکہ ایک حمام میں اوسے بند کر کے نیچے آگ جلا دی اور تمام منفذ بند کر کے حکم دیا کہ پانی اوسے پینے کو نہ دین کہ جس سے وہ تڑپ تڑپ کر صبح کو تیار ہو ۱۸ ماہ جب ۹۹۶ء کو مر گیا۔ اور شیعہ بن کے مذہب کے بموجب اوس کی تجویز تکفین لگی۔ اور بلوغ و ضعیفین مدفون ہوا۔ بعد ازاں برہان نظام شاہ ثانی نے اوس کی ٹہریاں کر بلائے معلیٰ کو مسجدین اور باپ دادے کے قبروں کے پاس دفن کر دیا۔

(۹۵) ابراہیم عادل شاہ کا جب میران حسین احمد نگر میں بقیع و ظفر داخل ہو گیا تو ابراہیم عادل شاہ نے احمد نگر سے ناراض ہو کر واپس چلا گیا کہ اپنی بہن کو جا کر دیکھے۔ مگر یکایک خبر پہنچی کہ میران حسین نے اپنے باپ کو نہایت بڑی گت سے مار ڈالا۔ اس وحوشِ خیر کے سنتے ہی ابراہیم کے بدن میں آگ لگ گئی اور ایک شخص حسین کرد کو جو بڑا دلیر اور مہیا تھا میران حسین کے پاس بھیج کر کہلا بھیجا کہ ہماری غرض لشکر کشی سے صرف یہ تھی کہ تجھے تخت نشین کر کے تیرے باپ کو کہیں کسی قلعہ میں نگاہ رکھا جائے تاکہ وہ دہن اپنے خدا سے ذوالجلال کی عبادت میں مشغول رہے۔ اگر ایسے ہی تجھے کچھ دہم پیدا ہوا تھا تو چاہیے تھا کہ اوسے میرے پاس بھیج دیتا کہ میں اوسے بحفاظت تمام رکھتا اور تجھے کچھ نقصان اوس سے نہ پہنچنے دیتا یا زیادہ سی زیادہ تجھے کچھ کرنا تھا تو اوسے اندھا کر دیا ہوتا۔ مگر اب سنا جاتا ہے کہ تو نے خدا سے تمنا کر کے اللہ تعالیٰ کے غضب کو فراموش کر کے اوسے مار ڈالا ہے۔ خیر اس وقت تو میں تجھے کچھ نہیں کہتا ورنہ مخلوق بھیگی کہ میری لشکر کشی لطیفہ نفسانی تھی چونکہ پدر کشی کہی مبارک نہیں ہوتی ہے تجھے اس بدی کی کفایت خدا کے بہان سے ملیگی۔ میں تجھ سے بغیر ملاقات کے کزخصت ہوتا ہوں۔ پھر مرتضیٰ شاہ کی رسمِ فاتحہ ادا کر کے ابراہیم عادل شاہ عجب پور کو لوٹ آیا۔

(۹۶) مرتضیٰ شاہ کی حالت پر آئین فرشتہ میں اون چند بادشاہوں کے نام لکے ہیں کہ جنہوں نے اپنے باپوں کو قتل کیا ہے۔ اور بیان کیا ہے کہ اون میں سے کوئی ایسا نہ ہوا کہ جسے ایک سال بھی جینا اوس کے بعد نصیب ہوا ہو یہ بات تو یقیناً غلط ہے۔ جمشید قطب شاہ نے اپنے باپ کو مارا اور اوس کے بعد سات برس خوب بادشاہی کی۔ مگر ان اخلاقاً اور انصافاً پر رکشی اوس سے زیادہ مذہم ہے کہ جس قدر کسی بے گناہ کا قتل مذہم ہے۔ باپ سے زیادہ دنیا میں تعظیم و تکریم کے قابل خدا کے بعد کوئی نہیں ہے۔ کسی کے احسان اس کے برابر نہیں ہو سکتے۔ بیٹے کو نہ صرف تعلیم و تربیت کے ہی فوائد باپ سے حاصل ہوتے ہیں بلکہ اوس کی جان کی بقا ہی لڑکپن میں صرف اوس کی کوشش کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے رب العباد نے اپنے کاہم پاک میں ان باپ کی شان میں فریاد ہے لَا تَقْل لِّهْمَا أَفْسًا یعنی والدین کے مقابلہ میں ان بھی ست کرو۔ اگر ان باپ سے کسی طرح اولاد کے حق میں کوئی خطا ہی ہو جائے تو یہی اون کا حق اتنا بڑا ہے کہ ضرور اوس پر صبر و تحمل اور سوچ سمجھ کر کام کرنا چاہیے۔ اس میں شک نہیں کہ اگر یہ مقدمہ عدالت میں جاتا تو میر ان حسین کو چوتھی شاہ نے مکان میں بند کر کے آگ لگا دی تھی قاضی کے روبرو پیش ہوتا تو وہ یقیناً مرتضیٰ شاہ کے قتل کا فتوے دیتا۔ مگر جب میرزا حسین کو اپنے باپ پر غلبہ ہو گیا اور وہ اوس کے قبضہ میں آگیا تھا تو قتل کرنا اور ہر ایسی بری طرح سے ہرگز نہ چاہیے تھا۔ درحقیقت اوس ہر اخلاقاً خدا سے ظلم کیا گیا۔ مرتضیٰ شاہ نے ۲۴ برس پانچ مہینے سلطنت کی۔ اس میں سے بندہ سولہ برس وہ گوشہ نشین رہا۔ ایسا بادشاہ دنیا میں شاید کوئی بھی نہ ہوا ہو گا جو ہر عرصہ تک عزت و گرامین رہے اور ہر سلطنت کا مالک سمجھا جائے اور تمام امرا پر اوس کا کامل اختیار ہو۔ اس کا سبب یہ تھا کہ اس نے اپنے وزیر کو تمام اختیار دیدیا تھا اور ان کے کسی کام میں دخل نہ دیتا تھا۔ جس سے اوز میں مرتضیٰ شاہ سے

کچھ سرتابی کی ضرورت ہوتی۔ اس کے سوا جب کوئی ایسی ضرورت ہوتی کہ جس سے
 اس کی حکومت کو نقصان پہنچے تو وہ فوراً اس کے تدارک کے لئے موجود اور مستعد
 ہو جاتا اس میں ایک لمحہ کی دیر نہ کرتا تھا۔ گو اس کی بہادری جنوں سے خالی نہ تھی مگر اس
 کی بہادری اور دلاوری میں کسی طرح کا شک نہیں۔ عین عالم جوانی میں خونریز ہمایون سے
 عورت کو بے دخل اور علی عادل شاہ سے بادشاہ کو ذلیل کرنا اور برار کی بادشاہت کو
 نیست و نابود کر کے اس پر قابض ہو جانا کوئی ایسے چھوٹے کام نہیں ہیں۔ ہمارے نزدیک
 تو اس خاندان میں ہی بڑا بادشاہ ہے جو سبے اخیر ہوا ہے۔ اسکے بعد بادشاہی گو اس خاندان میں ایک عرصہ دراز
 تک ہی گروہ بادشاہی نام کی ہی تھی فی الحقیقت انہوں نے بادشاہی چھٹی گئی اور اگر کی تو دوسرے دن کی۔
 (۹۷) میران حسین کی بدھنی اب میران حسین تو بادشاہ بننا اور مرزا خان سلطنت کا مالک ہوا۔
 اور ایشان مملکت کا قتل اس نے چاہا کہ دلاور خان کی طرح میران حسین کو تو جو اس وقت مولہ بر
 کا لڑکا تھا گھر میں بٹھائے اور نو بادشاہی کرے۔ مگر میران حسین شوق طبعیت احوال پیشہ اور
 نا عاقبت اندیش تھا اس لئے مرزا خان کا منصوبہ پورا نہ ہو سکا۔ میران حسین ہر روز جب ان
 چاہتا وہاں جاتا اور اراذل و اوباش کے ساتھ کوچہ و بازار میں مارا پھرتا۔ اپنی دائمی زادون اور ہم
 عمر کو بڑے بڑے مراتب و مناصب دیتا رات و دن ارباب نشانہ میں اور شراب و کباب
 میں مصروف رہتا۔ مستی میں جسے چاہتا قتل کر ڈالتا۔ مگر یہ بھی باپ دادا کے سبب مخلوق اس سے
 اپنا بادشاہ سمجھتی امر اس سے دبے اور اس کے حکم میں چلتے تھے۔ ایسی حالتوں میں
 قاعدہ ہے کہ انواع و اقسام کی خبریں اور طرح طرح کی افواہیں اڑا کر تی ہیں کسی نے اس سے
 کہہ دیا۔ کہ مرزا خان نے شاہ قاسم رضی شاہ کے بہائی کو قلعہ بڑے بولایا ہے اور اپنے گھر
 میں اس غرض سے چھپا رکھا ہے کہ فرصت پا کر تجھے معزول کرے اور اسے بادشاہ بنائے

اس لئے میران حسین نے مرزا خان کو فوراً گرفتار کر لیا۔ مگر جب معلوم ہوا کہ شاہ قاسم کا قصہ غلط ہے تو مرزا خان کو چھوڑ پھر اوس سے بھی زیادہ اوس کو مرتبہ عنایت کیا۔ اس لئے مرزا خان نے دفع فتنہ کے لئے میران حسین سے کہا کہ دارشان مملکت کا وجود فتنہ و فساد کا باعث ہوا کرتا ہے۔ ضرور ہے کہ آپ شاہ قاسم کو اوس کی اولاد سمیت قتل کر دیے جائیں۔ میران حسین نے فوراً حکم کر دیا کہ اولاد و زرینہ نظام شاہی میں سے سب کو قتل کر دیا جائے۔ پندرہ آدمی دستیاب ہوئے اور ایک ہی دن قتل کر دیے گئے۔

میران حسین کے آنکس خان طاہر خان دور ضاعی بھائی تھے۔ جب مرزا خان کا میران حسین کو قتل کر کے اسماعیل بن شاہزادہ برہان کو تخت پر بٹھایا۔ اونہوں نے دیکھا کہ مرزا خان کا اقتدار بہت زیادہ ہوتا جاتا ہے تو میران حسین کو اس خطرہ سے متنبہ کیا۔ مگر میران حسین بالکل جھللا اور سفلیہ تھا۔ اوس نے اور تو کچھ بندوبست نہ کیا بلکہ زبانی لغویات بکنا شروع کر دیا کہ کسی کتا کہ مرزا خان کی فلان شیر سے گردن مارو گھا اور کہیں کتا کہ فلان ہاتی کے پاؤں سے کچلاؤ ونگا جب مرزا خان نے یہ باتیں سنیں تو اوس نے بغیر پیش بینی اس کے علان جہر کر دیا کہ میران حسین کو بیوقوف سمجھا گیا کہ مرزا خان میرے قتل کے درپے ہے۔ اس لئے اس نے بھی اوس کے قتل کی فکر کی۔ ۱۲ جمادی الاول بروز پنجشنبہ ۹۹۷ھ کو میران حسین بہ بہانہ ضعیفت آنکس خان کے گھر گیا۔ کہ مرزا خان کو وہاں بولا کہ مار ڈالے۔ مگر مرزا خان بیماری کا بہانہ کر کے نہ آیا۔ اور آقا میر شیعہ کو جو اوس کا دوست تھا اور میران حسین اوس سے اپنا رفیق جانتا تھا آنکس خان کے یہاں بھیجا۔ آقا شیعہ لانی وہاں ایسے وقت پہونچا کہ میران حسین کمانا کچکا تھا اس لئے آنکس خان نے جہاں اس کے لئے کمانا منگوایا جیسی کہ آقا میر شیعہ لانی نے کچھ توڑا کمانا کمانا کہ مرزا خان کی عداوت کے بموجب قے کرتا ہوا اوٹھ کھڑا ہوا۔ اور اپنے گھر کو چلا گیا۔ اس کے

بعد میران حسین بھی قلعہ کے باہر ایک باغ میں جہان رہتا تھا وہاں کو چلا گیا۔ مرزا خان نے میران حسین سے کہلا بھیجا کہ آقا میر آپ کے بڑے امرا میں سے ہے مناسب ہے کہ اس سے اپنے پاس قلعہ کے باہر بولا کر کہیں اور اس کا علاج کرائیں۔ میران حسین نے اس کی اجازت دیدی دوسرے روز مرزا خان میران حسین کے پاس گیا اور کہا کہ آقا میر کی حالت بہت بُری ہو رہی ہے مناسب ہے کہ آپ اس کی عیادت کے لئے تشریف لیجائیں۔ میران حسین نے نشہ کی حالت میں کچھ نہ سوچا نہ سمجھا دو تین آدمیوں سے مرزا خان کے ساتھ قلعہ میں چلا گیا۔ چونکہ وہاں تمام مرزا خان کے آدمی تھے میران حسین کو باسانی ادھون نے گرفتار کر لیا۔ مرزا خان نے میر ظاہر نیشاپوری کو بھیجا کہ قلعہ لہا کر سے جا کر شاہزادہ برہان کے بیٹوں کو لے آئے۔ دوسرے روز وہ دو لڑکے لایا۔ بڑے کا نام ابراہیم تھا مگر یہ چونکہ ایک جھبشن کے پیٹ سے تھا اس لئے کالا اور کچھ منظر تھا۔ دوسرے کا نام اسمعیل تھا جس کی مان کو کن کے ایک نواست کی بیٹی تھی یہ شکل کا اچھا تھا ابھی تک کسی کو اس معاملہ کی خبر نہ تھی۔ مرزا خان نے قاسم بیگ مرزا محمد تقی نظیری و مرزا صادق و میر عزیز الدین استرآبادی وغیرہ اعیان و فاضل غریب کو زبردستی اپنے گہروں سے بولالیا۔ اور انہیں مشورت میں شریک کر کے اسمعیل چھوٹے لڑکے کو بوقت ظہر تخت نشین کیا۔ اس کی عمر اس وقت بارہ سال کی تھی۔

(۹۹) دکن میں ایرانیوں کے ہالیوں کا اوپر ذکر ہو چکا ہے یہ بادشاہ شیر شاہ افغان کے خوت سے نہ آنے کی وجہ اور شیعہ مذہب کے انقلاب کی بنا۔ صفوی والی ایران نے اس کی بڑی خاطر داری کی۔ اور بارہ ہزار آدمی اپنے بیٹے کو ہمراہ کر کے اس وعدہ پر اس سے اتنا نشان فتح کرا دینے کے لئے دئی کہ قندبار ایرانیوں کو دیدیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ایک عرصہ تک قندبار ایرانیوں کے قبضہ میں رہا چونکہ ہادیو کو

ایرانیوں کے باعث پہرہ بارہ سلطنت نصیب ہوئی تھی اس سبب سے ایرانی کثرت سے
اوس کی سپاہ میں شامل تھے۔ اور بہر جب وہ ہندوستان کو آیا اور یہاں کا بادشاہ ہو گیا اور
اوس کا بیٹا اکبر دکن کے سوا تمام ہند کا مالک ہو گیا تو ایرانیوں کو احسان مندی یا خلا ملانے کی وجہ
سے اس سلطنت میں کثرت سے ملازمت ملنے لگی۔ اس سبب سے دکن میں ان کی آمدورفت
سابق کے بہ نسبت کم ہو گئی۔ یہاں تک کہ اس نصف صدی میں ایرانی اکثر وہ ہی باقی رہ گئے
کہ جن کے باپ دادا یہاں آئے تھے۔ پر ان میں بھی دستور کے موافق شیعہ کچھ تھوڑے
ہی باقی تھے۔ اکثر سنی ہو گئے تھے۔ اور جو کچھ نئے آئے تھے ان کی تعداد بہت ہی قلیل تھی
سوائے اس کے کہ اگر سلطنت میں اس چین کے سبب سے راستہ صاف تھے۔ مسافر اور
تاجر شمالی ہند اور عیسائی بے تکلف یہاں آتے تھے اور یہ سب سنی تھے اس وجہ سے شیعہ
مذہب یہاں بہت ضعیف ہو گیا تھا۔ اور سنی کثرت سے پھیل گئے تھے جس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ
شیعہ امرا کے ہاتھ سے حکومت نکلی جائے۔ دکن گرم ملک ہے خوراک و پوشاک یہاں آسانی سے حاصل
ہو جاتی ہے اور تھوڑی مقدار میں کام چل جاتا ہے بلکہ ایک قلیل محنت سے بڑی آسائش و آرام کے
ساتھ بسر ہو سکتی ہے اس لیے یہاں کے باشندے عیش و عشرت کے باعث سست اور کاہل الوجود
اور پست ہمت ہو جاتے ہیں۔ ان لوگوں میں ایسا کون تھا جو ایرانیوں سے لڑ کر اور انکو نکال کر حکومت
چھینتا۔ اس لئے جب ایرانی خود بخود ضعیف ہوئے تو وہ قسم کے لوگوں کے حصہ میں حکومت آنا
ضرور ہوا۔ ایک تو وہ کہ جو شمال اور مغرب سے دکن میں آئیں۔ دوسرے وہ کہ جو دکن میں مدرسے
بادشاہوں کے پاس رہنے کے باعث صاحب عزت شمار کئے جاتے ہوں۔ اور اہل کاری کا مدار
ان پر ہو احمد نگر چونکہ پہلا مقام ہے جہاں شمال سے لوگ آکر وارد ہوتے ہیں اس وجہ سے اس وقت
یہاں کی حکومت فرتوحہ ال کے حصہ میں آگئی۔ مگر بجا پور چونکہ ایک درجہ اس سے نیچے جنوب کی طرف

کو ہے وہاں شمال کا اثر کم ہوا۔ اور حکومت دوسرے قسم کے لوگوں کے ہاتھ میں رہی۔ ان دونوں فریقوں کی تفصیل ہم آئندہ کرتے ہیں۔

(۱۰۰) میران سید محمد جونپوری تاریخ کے دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ مدیون کی تعداد دہائیوں تک پہنچ اور پٹانوں میں ان کے گئی تھی۔ اور بارہا ان کے معتقد کثرت سے ہوتے رہے ہیں۔ ہندوستان میں مدویت کا عقائد کا پھیلنا بھی ایک مہدی گذرے ہیں۔ اور ان کے معتقد اس وقت تک دکن میں

موجود ہیں اس فریق کے مہدی شہر جونپور میں ۱۷۷۷ء میں پیدا ہوئے تھے ان کا نام میران سید محمد مہدی تھا۔ انہوں نے شیخ دانیال جونپوری سے تعلیم پائی۔ اور اس کے مرید بھی تھے۔ عنفوان شباب سے ہی ان کی طبیعت درویشی کی طرف مائل تھی اس وجہ سے لوگ ان کے بہت جلد معتقد ہونا شروع ہوئے۔ یہاں تک کہ سلطان حسین حاکم دانا پور بدلت راؤ والی کوڑ کا خراجگذا رہتا ان کا معتقد ہو گیا۔ اور کچھ دنوں بعد سلطان حسین ان کو لیکر بدلت راؤ کے مقابلہ کے واسطے گیا اور شکست کھا کر بہاگا نگر میران صاحب کے ہاتھ سے بدلت راؤ مارا گیا۔ بعد اس کے میران صاحب سات برس تک وجد کی حالت میں رہے اور بجز اداسے نماز و زانیہ کے اور کوئی کام نہ کیا۔ پھر پانچ سال کتبہ ہوش میں اور کچھ دنوں بے ہوش رہے۔ پھر اپنے وطن سے ہجرت کر کے دانا پور کے جنگل میں گئے اور وہاں اپنی مدویت کے اہمات ظاہر کئے پھر چند پری میں تشریف لائے۔ اور عطا دیان شروع کیا بعد ازاں ماندو دار السلطنت الودھ میں آئے۔ اس جگہ ان کی بڑی خاطر داری ہوئی۔ سلطان غیاث الدین جسے اوس کے بیٹے سلطان نصیر الدین نے قید کر رکھا تھا بڑا معتقد ہو گیا اور ان کے ساتھ بڑا سلوک کیا۔ جس سے تمام لوگ ان کے معتقد ہونے لگے اور لہر چہڑ چڑان کے ساتھ ہوئے۔ پھر جہانگیر ملک گجرات میں گئے۔ وہاں بھی بڑی عزت ہوئی۔ بہر دولت آباد ہوتے ہوئے احمد نگر پہنچے۔ اوس وقت احمد نظام الملک زندہ تھا وہ اولاد کی خواہش میں دعا کے لئے ان کے

پاس گیا اور ان کا معتقد ہو گیا۔ اتفاقاً شاہزادہ برہان ابن احمد نظام الملک اسی زمانہ میں پیدا ہوا۔ جو آخر کو مدوی فریق کو پسند کرنے لگا تھا۔ اور بہت سے مدوی لوگوں کو گجرات سے بولا کہ اپنے ایام حکومت میں نوکر رکھا تھا اور اپنی ایک بیٹی ان میران صاحب کے پوتے کو بی تھی۔ غرض پھر میران صاحب بیدر گلبرگہ ہوتے ہوئے اور لوگوں کو مرید کرتے کرتے بیت اسد کی زیارت کو تشریف فرما ہوئے۔ اسی جگہ جا کر آپ نے اپنی ہمدیت کا دعویٰ سب سے پہلے کیا۔ پھر کچھ دنوں بعد امہا بآد گجرات میں آئے اور یہاں دوبارہ سترہ مین علانیہ اپنا مدی موعود ہونا بیان کیا جس سے بہت لوگ ناراض ہو گئے یہاں سے میران صاحب پٹن میں جا کر اوس کے قریب ایک موضع مولیٰ میں گئے یہاں سترہ مین تیسرے بار بڑے جوش و خروش سے ہمدویت کا دعویٰ کیا اور تین سو ساٹھ آدمیوں نے تصدیق کی۔ جب علما سے بحث ہوئی تو رنج بڑھا اور سلطان محمود دلی گجرات نے ملکی اندیشہ سے ان کو اپنے ملک سے نکال دیا پھر سندھ میں ہوتے ہوئے کئی اذیتیں جھیلتے قندھار میں وارد ہوئے پھر یہاں سے قرہ ایک مقام میں جا کر آخری منزل کی۔ ان دنوں مقام کے حاکم ان کے معتقد ہو گئے تھے۔ سترہ مین بمقام قرہ ۴۳ برس کی عمر میں ان کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد میران صاحب کے معتقد گجرات کی طرف چلے آئے۔ اور یہاں اس فریق کی ترقی ہوتی رہی۔ اگرچہ اس اعتقاد کے معتقدان کو بہت ایذا میں پہنچیں مگر یہ بھی پہلے معتقد اسی عقیدہ پر رہے۔ جب شیر شاہی افغان اکبر کے وقت میں گجرات کی طرف آکر بنا دیہہ سے تو اودن میں یہ عقیدہ پھیلا۔ منذری فرقہ کے لوگ تو اپنے تسنن پر ہی رہے مگر تسنی وغیرہ قومیں مدوی ہو گئیں اور جب یہ لوگ راجہ جے پور کے علاقہ میں جا بسے تو یہ اعتقاد بھی وہاں چلا گیا۔ اب ہندوستان خاص میں سواے علاقہ جے پور کے یہ فرقہ اور کمین نہیں ہے۔ اور جو پور میں تو جہان میران صاحب پیدا ہوئے تھے کوئی اس کا نام بھی نہیں جانتا۔ چونکہ پٹان اکثر سپاہی پیشہ اور بہادر ہوتے ہیں اس وجہ سے

ان لوگوں کو شاہان گجرات کے بیان اپنے اپنے عمدہ ملاکے اور وہیں سے احمد نگر میں آکر پہل گئے۔ اور معزز عمدہ اور جاگیرین حاصل کیں۔ اہل تسنن کے بعض جہال انہیں اپنے عقیدہ کے خلاف سمجھ کر بے دین سمجھتے ہیں جس سے باہم جدال و قتال تک کی نوبت پہنچ گئی ہے مگر یہ خیال غلط ہے یہ لوگ پورے مسلمان ہیں صرف فرق یہ ہے کہ یہ میران سید محمد صاحب جو پوری کو مہدی موعود کہتے ہیں گو یہ عقیدہ اونکا صحیح ہو یا غلط۔ مگر جب ہم دیکھتے ہیں کہ ہندوستان میں صد ہا درویش اور مشائخ ایسے موجود ہیں جو اپنے پیروں کو بھی ایسا بلکہ اس سے بھی بڑا بزرگ سمجھتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ ان سے عداوت کی جائے اور انہیں اپنا بھائی نہ سمجھا جائے۔

(۱۰) درزاخان کابیران جین کو اس وقت نظام شاہی فوج میں بکثرت ہندوستان زامسلمان تھے قید کرنے اور اسمیں لوہا بٹا جو اکثر پٹانوں کی سلطنت کی۔ باہمی پر مغلوں کے خوف سے شمال سے ہٹانے پر سنیوں کا بلوہ۔

سے اوپر تو نہ اڑتے دیا تھا۔ مگر بہادری کے باعث عام لوگ ان کو حقیر ہی نہ سمجھتے تھے۔ ان نو داروں میں اپنی شجاعت کے باعث مددوی اعتماد کے پٹان زیادہ معزز تھے سنیوں کو اس فریق کے معتقدین سے شیعوں کی مخالفت کے باعث کچھ زیادہ دشمنی بھی نہ تھی۔ بلکہ ان کو وہ اپنے ہی فریق میں سمجھتے تھے۔ جب سنیوں نے اپنی کثرت کو دیکھا تو ان میں شیعہ امریکہ فقہ میں رہنا گوارا نہ کرتا ایک بادشاہ ابھی مل گیا تھا۔ اور دو سوسے کا کئی روز سے حال معلوم نہ تھا اس لئے عوام الناس میں ایک جوش اٹھا

اس وقت اون میں جمال خان حبشی زادہ مددوی ایک امیر صدہ بڑا فہم عاقل بہادر اور بہ دل عزیز تھا۔ یہ ان کا سرغنہ ہوا۔ اور ایک جم غفیر کے ساتھ یہ لوگ قلعہ کے نیچے آئے اور شور مچایا۔ اور بولے کہ ہم نے اپنے بادشاہ کو چڑر دہستے نہیں دیکھا ہے یا تو اس سے ہمیں دکھائے ورنہ ہمیں اس تک پہنچا دیجئے۔ جس وقت قلعہ کے اندر تخت نشینی کی مبارکباد بازار بھر ہی تھیں اس وقت

باہر بیان یہ شور و غوغا ہو رہا تھا۔ جب اندر اس دودھ کا آواز گیا تو مرزا خان نے آدمیوں کو سبکدوش کر دیا۔
 مشکافی اور جب معلوم ہوا کہ یہ لوگ بادشاہ کو دیکھنا چاہتے ہیں تو کچال غرور و نخوت یہ جواب
 دیا کہ میرا حین کو سلطنت کی لیاقت نہیں ہے۔ ہمارا تمہارا بادشاہ اسمعیل ہے۔ وہ باہر آتا ہے
 اور تمہارا سلام ابھی لیتا ہے۔ اس وقت تک مرزا خان اگر عقل سے بندوبست کرتا تو کچھ
 نہ بگڑا تھا۔ جمال خان کو کچھ اسی قوت نہ ہوئی تھی۔ بلکہ سب سے پہلے جمال خان صرف ۲۵ سوار
 سے قلعہ کے پاس آیا تھا۔ اگر اہل قلعہ اس وقت ایک ایک مٹھی دھول بھی ڈالتے تو
 جمال خان کا کام تمام ہو جاتا۔ مگر اس نے ازراہ حماقت یہ وقت کو مویا۔ اور پھر اس سے کچھ

علاج نہ ہو سکا سچ ہے ۵

کبھی سو کے کوئی کساتا نہیں۔	گیا وقت پہر ہاتھ نہ آتا نہیں
<p>۱۰۲۰ جمال خان مہدی سنیوں کے سردار سے مرزا خان کی شکست۔۔۔</p>	<p>اب جمال خان نے وہ کام کیا جو ایسے نازک وقتوں میں بڑے بڑے دانشمند کیا کرتے ہیں۔ اس نے وہاں تمام ذمی جہتوں کو بولایا اور کہہ کر ہو کے مسلمانوں کی طرح خطبہ پڑھا۔ اور کہا کہ "اے باشندگان دکن اور</p>
<p>سکانتان احمد نگر ہوشیار ہو جاؤ اور جان لو کہ مرزا خان وغیرہ تمام امراے غریب قلعہ میں فراہم ہوئے ہیں اور انہوں نے میرا حین نظام شاہ کو مقید کر لیا ہے اور چاہتے ہیں کہ کسی دوسرے کو بادشاہ کریں۔ آپ صاحبیوں کو چاہیے کہ اپنے بادشاہ کو قید سے خلاص کریں اور ان غریب اور غریب زادوں کے تسلط سے اپنی جان چھوڑا کر۔۔۔ نہیں تو آپ یقین جان لیجئے کہ جب یہ معاملہ طے ہو گیا تو کنبیوں کے زن و فرزند غلام اور کنیز بنائے جائیں گے۔ اور تمہاری عزت و شہر سب خاک میں مل جائیگی۔ بعد ازاں حکم دیا کہ تمام شہر میں اسی بات کی منادی کر دیں۔ کوئی تو پہلے ہی خون کے گھونٹ پئے بیٹھے تھے، اور اس پر یہ غیرت انگیز اور دل نشین الفاظ۔ اس کے</p>	

سنتے ہی ایک طوفان اٹھا۔ اور کوچہ و بازار سے مسلمان فراہم ہونا شروع ہو گئے دو تین
ساعت نہ گزری تھیں کہ پچیس ہزار سوار پیادہ جمال خان کے جہنڈے کے پیچھے اکڑ جمع ہو گئے۔
گو اس وقت ان بلوایوں کا سرغنہ مدد می تھا مگر اسے بھی وہ سنی ہی سمجھتے تھے اور اسی وجہ
جب یہ مجمع ہو گیا تو بادشاہی خواجہ سر اور حبشی بھی جو سلطنت کے کاموں پر بڑے حادی تھے
ان میں ہی اکڑ شامل ہو گئے۔ اب تو اس سیلاب کا تمام ناسکی بڑے بلند فطرت کا کام تھا
مرزا خان کی ہمت و جرات سے معاملہ آگے نکل گیا تھا۔ برہان نظام شاہ کے وقت میں یہاں
سنی تھوڑے تھے شیعہ بکثرت اور ذی قدرت تھے۔ برہان شاہ خود بادشاہ تھا۔ ملا پیر محمد ایک
ادنی ملا تھا۔ مگر اب معاملہ بالکل برعکس تھا۔ مرزا خان کو اس وقت چاہیے تھا کہ راستی اور سہولت
سے کام نہ لے۔ یہ تو نہ کیا بلکہ جو آدمی قلعہ میں موبد تھے انہیں لڑائی کی ترغیب دی۔ اور ہر ایک
شخص کو ایک ایک اشرفی دیکر اپنے مامون محمد سعید اور کشور خان کے ہمراہ قلعہ سے باہر بھیجا
جو نتیجہ اس یک مشت آدمیوں کا ایسے لشکر کے مقابلہ میں ہونا تھا وہ پہلے ہی معلوم تھا۔ وہ گئے
اور مارے گئے دہل بندہ آدمی بمشکل تمام قلعہ میں بہاگ کر زندہ بچے۔

۹۹۹

۱۰۳۰ ہیران حسین شاہ کا قتل مرزا خان نے یہ کام انہیں غریبوں کے ہر دوسہ پر کیا تھا۔ جب یہ سب
اور جمال خان کا غریبوں گئے تو وہ سخت پریشان ہوا۔ اب اوس نے سوچا کہ دھنیں کا
کے کا لے لینے میں اصرار۔ شور و غل میران حسین کے سبب سے ہے چاہیے کہ اسے ہی قتل
کر دیں تاکہ دکنی بایوں جو کہ خاموش ہو جائیں اس وقت تک میران حسین کو تخت نشین ہوئے
نومینے تین دن گزر چکے تھے غریب زادوں میں سے ایک شخص ذوالفقار خان تھا مرزا خان
نے اسے حکم دیا کہ میران حسین کا لشکر کاٹ کر نیزہ پر چڑھائے اور قلعہ کے برج پر نصب کر دے
جب میران حسین کا سر کاٹ کر نیزہ پر چڑھایا گیا تو دکنی اور حبشیوں کے بعض بڑے بڑے امرانے

چاہا کہ اب اس قصہ کو طے کریں۔ مگر جمال خان بڑا مدبر تھا۔ اس نے اگر کھا کہ آپ کا کیا خیال ہے کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم میران حسین کے واسطے اپنی جانیں دینے کو آئے تھے ہم تو صرف اپنے ننگ و ناموس کے بچانے کو آئے تھے۔ بادشاہ میران حسین ہو یا اسماعیل ہیکلاس سے کچھ غرض نہیں ہے غرض ہماری یہ ہے کہ امورات سلطنت کا اختیار غریبوں کے ہاتھ میں نہ رہے۔ بلکہ ہمارے ہاتھ میں ہونا چاہیے۔ کیونکہ بغیر اس کے ہماری عزت آبرو اور جان مال کیونکر قائم رہ سکتا ہے۔ اس نصیحت سے تمام سینوں کے خیالات پھر ہلٹ گئے۔ اب سب نے جمال خان کو اپنا بڑا بنایا۔ اور سر انجام مہمات سلطنت نظام شاہی کے لیے عہدوں کی باہم تقسیم کی۔ اور سب نے باہم عہد و بیان کئے کہ فلاں فلاں کام فلاں کے ذمہ اور اہتمام سے ادا کئے جائیں اور فتح ہونے پر اس اس طرح سے باہم رہیں گے بعد اس کے جمال خان نے قلعہ کا باقاعدہ محاصرہ کیا۔ اور اس غرض سے کہ عوام الناس اس سے آزد رہ نہو جائیں اور زمین سمجھانے کے لئے تمام حجت کی ایک چٹیر نکالی۔ کچھ لوگوں کو قلعہ کے پاس بطور سفیر کے بھیجا اور اہل قلعہ سے کہا کہ جب تک آپ یہ سر جو نیزہ پر آپ دکھا رہے ہیں نیچے نہ ڈالیں تب تک اس کی صحیح صحیح شناخت نہیں ہو سکتی۔ کہ آیا فی الواقع یہ حسین شاہ کا ہی ہے یا کوئی کا اس لئے آپ نیچے ڈال دیجئے اگر درحقیقت وہ حسین شاہ کا سر ہوگا تو ہم پہر اپنے اپنے گہروں کو چلے جائیں گے مرزا خان نے جانا کہ یہ سچ کتے ہیں اس لئے میران حسین کا سر نیچے ڈلوادیا۔ گو پہلے سے بھی معلوم تھا اور اب بھی جمال خان اور باقوت خان حبشی نے پہچان لیا کہ یہ میران حسین کا سر ہے مگر دیدہ و دانستہ کہا کہ یہ میران حسین کا سر نہیں ہے اور سر کو چادر میں لپیٹ کر ایک گوشہ میں چھپا دیا۔ اس سے یہ ہوا کہ عوام الناس جمال خان کی تائید میں قائم رہے اور اس کی جمعیت کسی طرح منتشر نہ ہوئی۔

(۱۰۴) جہلا خان کا مرزا خان اور غریب کو قتل کرانا اتفاقاً کچھ آدمی گھاس اور اولیوں کے سہیل لدے ہوئے

قلعہ کے سامنے پہنچنے کو لیکر نکلے۔ جمال خان نے اونہیں پکڑ والیا۔ اور تمام ایندھن قلعہ کے
 دروازہ سے لگا کر اٹھا کر آیا۔ اور اس میں آگ لگوا دی۔ جس سے قلعہ کا دروازہ جل گیا۔ جب تک
 دروازہ میں آگ رہی اس وقت تک تو طرفین کے آدمی مجبور تھے کوئی نہ آیا نہ گیا۔ لیکن جب
 آگ بجھ گئی۔ تو مرزا خان نے اس اندیشہ سے کہ دشمن دروازہ پر قبضہ کر کے گہرے اپنے تمام
 رفقا کو اکٹھا کیا۔ اور سب کو ٹوٹوں پر سوار ہو کر باہر نکلے۔ مگر جس قدر آدمی تھے کوئی تو شہر کے
 اندر اور کوئی شہر کے حوالی میں جا کر سب مارے گئے۔ مرزا خان کا پتا اس وقت نہ چلا کہ کہاں
 گیا۔ پھر کتنی جتنی قلعہ میں آئے اور جس کو پایا قتل کر دیا۔ قاسم بیگ و سید شریف گیلانی و
 اعتماد خان شوستری و خواجہ عبدالسلام تولی کے سوا تین سو آدمیوں میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑا
 جب صبح ہوئی تو جمال خان اپنے اعوان و انصار کے ساتھ نو قلعہ میں آیا کہ کیا تو کشتوں کے
 پشتے لگے ہوئے ہیں۔ حکم دیا کہ اون کی لاشوں کو باہر میدان میں لیجا کر ڈال دین تاکہ کوئے
 اور گدہ کھا جائیں۔ مگر کسی کو دفن نہ کرنے دیں۔ میران حسین کو بلغ روضہ میں دفن کر دیا۔ اور
 کہہ دیا کہ جہان غریبوں کو پائین قتل کر ڈالیں اون کا مال لوٹ لیں۔ مکانات جلا کر خاک سیاہ کر دیں
 اب اس وقت ایک تہ خد تھا۔ جو ان یہ چار سو مسافر دن پر نازل ہوا تھا۔ کہئی نہیں پوچھا تھا کہ ان
 غریبوں نے کیا حکم کیا ہے و ضعیف و شریف تو نگر و گدا۔ نوکر و سوداگر و مسافر کوئی ہو مگر اس پر
 غریب کا نام صادق آتا ہو جان سامنے آتا فوراً قتل کر دیا جاتا۔ وہ لوگ کہ جن کے لیے سر کے
 اشارہ سے سلام لینا دشوار تھا اون کے سر ٹی کو چون کہ نالیوں میں، پانوں کے تلے مارے
 مارے پھرتے تھے جن خاتونوں کے چہروں پر مہ و مسر کی روشنی تک اگان گذرتی تھی رند
 اور ادبائش اون نازنینوں کے بال نہ کیپتے ہوئے مستانہ دار لیے پھرتے تھے۔ چوتھے روز
 مرزا خان بھی جزیہ کے حوالی سے گرفتار ہو کر آیا۔ پہلے تو اس سے جمال خان نے گدہ پر سوار کر کے

شہر میں پہنچا۔ پہر ٹکڑے ٹکڑے کر کے جا بجا برباد کر لگوادیا۔ جمشید خان شیرازی اور اوس کے بھائی بھی توپ کے منہ میں کا ٹکڑہ دے گئے۔ اور اوسنیں اوڑوا دیا گیا۔ ایک ہفتہ تک بھی قتل عام ہوتا رہا۔ ایک ہزار غریب کے قریب تمام شہر و دیہات میں مارا گیا فراہ خان حبشی ایک بڑا امیر تھا وہ اس حال کو سکر اپنی جاگیر سے آیا اور اوس نے اون کے حال پر رحم کیا۔ اور ابا نشان دکن کو سزائیں دین تب یہ قتل بند ہوا۔ اور وہ غریب جو اپنے قدیمی دوستی اور آشنائی کی وجہ سے دکنی اور حبشیوں کے یہاں کسین چھپے چھپائے بیٹھے تھے بچ گئے۔

(۱۰۵) انوہ کہ دلاور خان دلاور خان وکیل السلطنت بیجا پور ایک عاقل آدمی تھا۔ مگر اسی کے ابراہیم کو معزول کرنا چاہتا کہ ساتھ ابراہیم عادل شاہ کا خیر خواہ بھی بنایا یوں کہ خود بادشاہ ہونے کی ہمت نہ رکھتا تھا۔ اور کچھ دلاور خان پر ہی منحصر نہیں ہے اس زمانہ میں علی العموم مسلمانوں کی پہلی سی ہمت نہ رہی تھی۔ ورنہ دلاور خان عادل شاہی صلابت خان نظام شاہی کے بادشاہ ہونے سے اون کو کون مانع تھا۔ دلاور خان نے بیجا پور میں ایسا عمدہ بندوبست کیا تھا کہ ابراہیم عادل شاہ اس کی اجازت بغیر بانی بھی نہیں لی سکتا تھا۔ تمام امورات جزئی و کلی اوس کے اختیار میں تھے دربار میں محلات میں اور ملک کے اطراف و جوانب میں سب جگہ اوس کا حکم چلتا تھا۔ کسی دوسرے کو دم زدن کی مجال نہ تھی مگر بہر حال اوس نے ابراہیم عادل شاہ کو بادشاہ بنائے رکھا۔ یہ قاعدہ ہوا کرتا ہے کہ ذمی اختیار افر کے اکثر حاسدیں اچھو جلا کرتے ہیں اور بے اختیار بادشاہوں کی طرف داری میں اپنے لیے اختیار پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اگر ہاتھ سے کچھ ہو سکتا ہے تو اختیار لیکر کھڑے ہو جاتے ہیں اور اگر ایسا موقع نہ توڑ بانی جوٹی سچی انوہ میں ہی اڑایا کر۔ نے ہیں۔ خاص کر ایسے مقام پر کہ جہاں ایک عرصہ دراز کے بعد دلاور خان

نے شیعہ مذہب کو دور اور ایرانی امر کو جو باطل سلطنت کے مالک ہو رہے تھے بے دخل کیا ہو ایک افواہ اڑی کہ دلاور خان کا ارادہ ہے کہ ابراہیم عادل شاہ کے بجائے شاہزادہ اسمعیل برادر خرد ابراہیم عادل شاہ کو قلعہ مصطفیٰ نگر سے جہان وہ قید تھا نکال کر تخت نشین کرے۔ اس افواہ کی ایجاد کرنے کی وجہ بجز اس کے اور کوئی نہیں معلوم ہوتی کہ ابراہیم دلاور خان سے بدظن ہو جائے۔ کیونکہ دلاور خان کا اس وقت ہی ابراہیم کی موجودگی میں ایسا کامل تسلط تھا کہ اسے ابراہیم کے معزول کرنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی تھی۔ ایک مہینے تک شہر میں جا بجا اسی بات کا تذکرہ تھا اور اہل قلم اس تذکرہ کو پھیلاتے تھے۔ اہل فوج نے جب اس خبر کو سنا تو اون میں سے بہتوں نے بادشاہ کی جانب داری کو دلاور خان کی رعایت سے مقدم سمجھا جس کی وجہ صاف ظاہر ہے۔ ابراہیم اور اوس کی مان کو جب یہ حال معلوم ہوا تو انہیں نہایت تردد ہوا۔ یہاں تک کہ انہوں نے نہ کمانا کمایا اور نہ رات بھر آرام کیا۔ اور تمام حرم میں ایک تشکر بچ گیا۔ یہ واقعہ غالباً اوس وقت کا ہے جب کہ ابراہیم عادل شاہ اور دلاور خان احمد نگر سے لوٹ کر رجب ۹۹۶ھ میں بیجا پور کو آئے تھے۔

(۱۰۶) دلاور خان کا ناراض جب یہ تمام حال اوس عورت نے جو دلاور خان کی طرف سے محلات ہو کر سلطنت کے کام سے کندہ کش ہونا۔ بعد فراغ کار ہائے ضروری سلطنت حسب معمول ابراہیم عادل شاہ

کے سلام کو آیا۔ اور غلوت میں لیجا کر ابراہیم سے کہا کہ رات کو آپ اور آپکی والدہ کیون ایسے مضطرب تھے ابراہیم عادل شاہ نے جو بات کہ واقع میں تھی وہ سچ بچ کہی۔ اس پر دلاور خان بے اختیار رو پڑا اور امتنا ہی مگر نکل آیا کہ آپ کو باوجود اس قدر خیر خواہی کے ابھی تک میری جانب سے ایسے بدگمان ہوئے کی گنجائش باقی ہے اور آپ نے مکان پر اگر تمام بلکہ راج شاہی

سے جو وہاں حسب معمول موجود ہا کرتے تھے باواز بلند کمدیا۔ کہ آئندہ سے کوئی شخص
 میرے مکان پر نہ آئے۔ بلکہ قلعہ میں جایا کرین میں ہی اسی جگہ اگر کام کیا کرونگا۔ اور اپنے
 ملازمن کو حکم دیدیا کہ سرکاری آدمیوں کو اندر آنے مت دو۔ اور خود سلطنت کا تمام کام
 چھوڑ کر گھر میں بیٹھ رہا۔ یہ خیر خواہی کیو یا حماقت اور پست ہمتی سمجھو۔ صلابت خان کی سادہ لوحی
 سے کسی طرح کم نہ تھی۔ کیونکہ صلابت خان مرتضیٰ شاہ کے مقابلہ میں قید ہوا تھا جس ان
 صلابت خان کو عدول حکمی کے باعث طرح طرح کے اندیشہ ہی تھے۔ مگر یہاں دلاور خان
 کو نافرمانی اور سرکشی میں ابراہیم سے کسی خطہ کا بھی خیال نہ تھا۔ رومی خان جیبا پور کا
 قلعہ دار تھا جو پہلے دلاور خان کا دبیر اور دلاور خان کے بیٹے عبدالقادر کا خسر تھا۔ اور گو
 رومی خان کی مان نے شاہ طہماسپ ابراہیم کے باپ کو دودھ پلایا تھا مگر رومی خان
 دلاور خان کا بالکل مطیع تھا۔ اس وجہ سے قلعہ بالکل دلاور خان کے اختیار میں تھا فوج
 میں بھی کوئی ایسا شخص اس وقت بیجا پور میں نہ تھا جو دلاور خان کے برخلاف یکایک اٹھ کھڑا ہوتا
 (۱۰۶) ابراہیم عادل شاہ کا جب دلاور خان اس طرح سے سلطنت کے کاموں کو چھوڑ کر گھر میں
 دلاور خان کو ماضی کر کے بہر
 بیٹھ رہا تو ہر شخص کو اپنے اپنے پس و پیش کی فکر ہوئی۔ تمام فوج اپنے
 اسے سلطنت کا کام نہ دینا۔ اپنے سرداروں کے حکم کی منتظر تھی۔ کہ ایک آن میں زمین و آسمان
 کو تہ و بالا کر دے۔ بازار و قلعہ میں لوگوں کے آنے جانے سے اندیشہ پیدا ہو گیا۔ یہاں
 تک کہ رومی خان قلعہ ابراہیم اور فیض الدین شیرازی جو اس وقت جہا مدار خانہ کا داروغہ تھا
 قلعہ میں نہ گئے۔ اس دلاور خان کی بددلی سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مخلوق اب
 دلاور خان کے گہرے چڑھ کر اس سے تباہ کر دیگی۔ جب پانچ دن ہو گئے تو اس کے سب بیٹے
 اور امیر حرمین مستونی الہا آسے جسے دلاور خان اپنا بیٹا کہا کرتا تھا اور سید اسماعیل دبیر اور

رومی خان قلعہ دار سب ملکہ دلاور خان کے پاس آئے۔ اور اس کو سوجھایا کہ آپ سلطنت سے خود معزول ہو کر بیٹے میں یہ کیا لغو حرکت ہے دشمن ایک طرفۃ العین میں اگر تمھیں کو اور تیرے ساتھ ہم کو تباہ کر دیں گے۔ اور عیال و اطفال کناسون اور چارون کے حوالہ ہونگے ذرا عقل سے کام لے۔ اور اس کا بندوبست کر۔ دلاور خان نے اس کو سنا اور حیرت میں غرق ہو گیا آخر دو تین روز کے بعد رومی خان نے جو تدبیر بتلائی تھی۔ اس پر عمل کرنے کی اس سے اجازت دی۔ رومی خان کو اس قدر خوف تھا کہ اس کے سر انجام کے لئے خود تو قلعہ میں نہ گیا۔ ایک ہوشیار بوڑھیا کو ابراہیم کی ماں کے پاس بھیجا کہ ملا ہیجا کہ دلاور خان جس روز سے خانہ نشین ہوا ہے تمام کاروبار سلطنت ابتر ہو رہے ہیں۔ ہر کسی کو خوف و ہراس پیدا ہو گیا ہے۔ سلطنت کے دشمن بہت ہو کر رہے ہیں۔ اگر اس کا جلد انتظام نہ کیا جائے گا تو معلوم نہیں کہ پردہ غیب سے کیا ظہور پائے گا۔ بھگت ہے کہ بادشاہ عالمیان خود صبح دلاور خان کے مکان پر تشریف لے جائیں۔ اور اس سے راضی کر کے لے آئیں تاکہ اس کے دل میں جو خوف بیٹھا ہوا ہے اس سے اسے اطمینان حاصل ہو جائے۔

ابراہیم کی ماں کو عام عورات سے کچھ زیادہ عاقل تو نہ تھی۔ مگر اتنا ضرور جانتی تھی کہ فساد کے ہمیشہ دو پہلو ہوا کرتے ہیں۔ معلوم نہیں کہ انجام کیا ہو۔ اس لئے اس نے ابراہیم کو اس کی اطلاع کی۔ دو سے روز ابراہیم ایک ترکی گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور دلاور خان کے مکان میں حرم سرانگ گیا۔ دلاور خان سخت ہی باہر نکلا۔ اور بادشاہ کے قدموں پر گر پڑا۔ اور رکاب پکڑ کر شہر کے دروازہ تک بادشاہ کے ساتھ چلا آیا۔ وہاں سے ابراہیم اتر کر نگھان میں بیٹھ گیا اور دلاور خان اسے گھوڑے پر سوار ہو کر دوبار بادشاہ و وزیر قلعہ میں داخل ہوئے پھر ابراہیم نے اپنے خاص کپڑے اتار کر دلاور خان کو پہنا دیے جس سے سب کو معذور ہو گیا

کہ یہ افواجیں غلط اور فسد و ن کی تراشی ہوئی تھیں۔ اور دلاور خان پھر اپنا کام کرنے لگا۔

(۱۰۸) دلاور خان کا اپنے استحکام کی تدابیر کرنا اور بیل خان کو مالا بار کو بھیجنا۔

دلاور خان نے اخلاص خان کو قید کر کے پہلے اپنا خوب انتظام کیا تھا مگر جب ایک عرصہ تک کاروبار اچھی طرح چلتا رہا تو کچھ سست پڑ گیا تھا۔ اب اس ہنگامہ میں اسے پہرہ پوش آیا۔ اور اراکین میں سے خیر خواہ اور بد خواہ اسے سب بخوبی معلوم ہو گئے اس لیے اسے از سر نو اپنا استحکام کرنا شروع کیا۔ پانچ چھ ہزار سوار جدید بہرتی کیے۔ اور فوج کے ساز و سامان کو خوب آراستہ کیا۔ پھر ابراہیم کو شہر پناہ کے ایک برج پر لیجا کر بیٹھایا اور تمام فوج کو اسے دکھایا۔ بادشاہ اس کی اس حسن کارگزاری سے نہایت خوش ہوا اور دولا کہہ رو پیہ کی مالیت کا خلعت اسے اور اس کے بیٹوں کو عنایت کیا۔ پھر ایک فرمان اپنے ہاتھ سے کارکنان سلطنت کے لئے بادشاہ نے لکھا اس میں لکھا تھا کہ میں دلاور خان کی اس بات سے نہایت خوش ہوا ہوں کہ اس نے ایسا عمدہ لشکر مہیا کیا ہے۔ اور چونکہ دلاور خان پر اس فوج کا خراج بہت بڑھ گیا ہے اس لیے حکم دیتا ہوں کہ علاقہ شاہی میں سے وہ اس قدر ملک اپنی جاگیر میں اور لے لے کہ جو باپنزار سوار کے لیے کافی ہو۔ اس سبب سے بادشاہ کے خدمتگاروں اور منصبداروں اور اہل مجلس کے قبضہ سے کوئی سہو قریہ نکل گئے۔ اور دلاور خان کے قبضہ میں آگئے جس کا یہ مطلب ہے کہ پانچ ہزار شاہی فوج کم ہو کر دلاور خان کی اوسمیت قدر فوج زائد ہو گئی۔ اس وقت جب سے دلاور خان نے زمام حکومت اپنے زمین لی تھی تب سے حکومت بیجا پور میں کوئی جبرگٹے فساد بھی نہ ہوئے تھے۔ اور فوج ایک عرصہ سے بیٹھے بیٹھے اوجھڑ گئی تھی سپاہی چاہتے تھے کہ اپنے دل کی امنگیں نکالیں۔ اس لیے دلاور خان نے

یہ بھی ضروری سمجھا کہ شاہی فوج کو دارالسلطنت سے نکال دے۔ رایان ملیبار نے مصطفیٰ خان کے بارے جانے کے سبب سے خراج مہینہ چھوڑ دیا تھا۔ دس برس کا خراج چاہیے تھا جس کے سڑے تین لاکھ ہون سالانہ کے حساب سے ساڑھے اکتیس لاکھ ہون ہوتے ہیں۔ سوائے اس کے انہوں نے بلیل خان کو بہت پریشان بھی کیا تھا۔ اور بلیل خان اپنا انتقام لینے کے لیے ایک مدت سے مدد کی درخواست بھی کر رہا تھا اس لیے دلاور خان نے دس ہزار سوار بلیل خان کو دے اور حکم دیا کہ مالا بار کو جا کر یہ روپیہ وصول کرے اور اگر کوئی دینے میں عذر کرے تو اس کا ملک فتح کر کے داخل ممالک محروسہ کر لے۔

(۱۰۹) صلابت خان اور دلاور خان کی جہاں خان چڑھا اور صلابت خان کی شکست اور دلاور خان اور جہاں خان کی صلح۔ جب جمال خان نے مرزا خان وغیرہ کو قتل کر کے سلطنت نظام شاہی پر قبضہ کر لیا تو اس نے سہی اسماعیل نظام شاہ ہی کو بادشاہ بنایا اور شیعوں کا خطبہ موقوف کر کے عقائد مہمدویہ کو رواج دینا شروع کیا۔ اور ہندوستان کے تمام اطراف و جوانب سے مہمدیوں کو بھلایا۔ اور اسماعیل کو بھی مہمدی مذہب کی تعلیم ہونے لگی۔ جمال خان مہمدیوں کا

خلیفہ تھا۔ اور یہ تمام اس کی حمایت و اعانت میں جان دینے کو حاضر ہوئے۔ صلابت خان، قلعہ کمر واقع برار میں قید رہا۔ غالباً مرزا خان نے اسے وہاں قید کیا ہو گا۔ اس کے رفتا نے اسے قید سے نکالا۔ اور اپنا سردار بنایا۔ امرائے براہمان ابھی شیعہ امراموجود تھے اور مذہب مہمدویہ کے نہایت مخالف تھے وہ سب اس کے ساتھ ہوئے اور جمال خان کے قلعہ و قمع کی تیاری کی۔ جب یہ سب خبریں بیجا پور میں پہنچیں تو دلاور خان نے چاہا کہ ایسے وقت میں کچھ نظام شاہی ملک فتح کر لے جو فوج کے بیجا پور میں موجود تھی اسے ساتھ لیا۔ بلیل خان کو جو کرناٹک کے بندوبست کے لیے گیا ہوا تھا فرمان بھیج کر نہایت جلد بولا۔ اور لکھا کہ نظام شاہی

ملک میں ہم جانے نہ پائیں کہ سب کام چھوڑ چھاڑ کر تم ہمارے پاس آ جاؤ۔ اور ابراہیم کو ہر ایک کے
 ماہ رجب ۹۹۷ء میں سرحد نظام شاہی کی طرف روانہ ہوا۔ چونکہ اہل شاہ کو لنگر کا عطر اس وقت
 بالا بار میں گیا ہوا تھا اس لئے دلاور خان نے بلیل خان کے بغیر آگے بڑھنا مناسب نہ سمجھا
 بلکہ شاہ درک میں ایک مہینے تک انتظار میں پڑا۔ اور ہر جمال خان نے جب دلاور خان کے
 آگے نہ بڑھنے کی خبر پائی اور قرینہ سے معلوم کر لیا کہ عادل شاہی فوج اس وقت آگے نہیں آسکتی
 ہے تو اس نے اس سے فائدہ اٹھایا۔ اور صلابت خان کی طرف کو بلا جوا احمد نگر کو آ رہا تھا
 پٹن کے قریب تلاقی عسکری ہوئی اور صلابت خان شکست کھا کر برہانپور کی طرف ہٹا گیا۔
 جب جمال خان کو صلابت خان کی طرف سے اطمینان ہو گیا تو وہیں سے اس نے دلاور خان
 کی طرف رخ کیا۔ دلاور خان بھی بلیل خان کے آنے سے مایوس ہو گیا تھا اس نے اس سبب سے
 کہ جمال خان کی روز بروز قوت بڑھتی جاتی ہے بہتر ہے کہ اس کی روک کی جاے اس لیے
 آگے کو بڑھا۔ آشتی کے میدان میں دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل آکر پڑ گئے۔ فریقین کو
 ایک دوسرے کا خوف تھا۔ اور ہر بارش بھی ہو رہی تھی۔ اس لئے میں روز ننگ پڑے رہے
 کسی نے حملہ کی جرات نہ کی۔ اب جمال خان نے دلاور خان کو صلح کے لیے کہا۔ دلاور خان نے
 دیکھا کہ اوہر تو لشکر نہیں ہے۔ اور ہر صلابت خان کی شکست ہو گئی۔ اور جمال خان صلح
 چاہتا ہے اس لئے اس نے جمال خان سے یہ شرط پیش کی۔ کہ خراج جنگ جسے نفل بہا
 کہا کرتے ہیں اور میران حسین مقتول کی بی بی کو دیو تو صلح ہو سکتی ہے۔ جمال خان نے
 اس بات کو فوراً منظور کر لیا۔ اور پاکی مع بحیرہ ہزار ہوں کے ہیبت دی۔ جس سے صلح ہو گئی
 اور فریقین اپنے اپنے ملکوں کو واپس چلے گئے۔

(۱۱) بلیل خان کا مالا بار سے حب فریقین میں صلح ہو گئی۔ اور دلاور خان کا ارادہ ہوا کہ میدان جنگ

خراج وصول کر کے لانا اور دلاور خان سے کوچ کر کے کہ اوسے روز میں خان لشکر حرام کے ساتھ آمو جوڑا
کا بلیل خان کو پکڑا کر لے کر آکر لایا۔ اور رایان مالا بار سے بہت سارے روپیہ وغیرہ بھی وصول کر کے

لایا۔ دلاور خان بلیل خان کے اس توقف سے نہایت ناراض تھا اور اسوجہ سے جو اجناس
کہ مالا بار سے خراج میں آئی تھیں محاسبوں نے اوس کی قیمت کم لگائی اور دس روپیہ کی
چیز کی ایک روپیہ قیمت تجویز کی۔ اس طرح جو باقی بچے وہ ان راجاؤں کے متعلقوں سے
طلب کرنا شروع کی جو بلیل خان کے ساتھ آئے تھے۔ بلیل خان جب یہ نقد و جنس لایا
تھا تو اسے امید تھی کہ میان میری بڑی نیکنامی ہوگی۔ اور درحقیقت ہوئی بھی۔ دلاور خان کے
آدمیہ نکلے سوا جو ادروگ تھے کچھ تو ادونوں نے دلاور خان کی مخالفت کے باعث اور کچھ واقعی
جہان کر بلیل خان کی تعریف کی۔ ابراہیم عادل شاہ ذہنیک مزاجی اور خوش خلقی میں شک
نہیں۔ ایسی حالت میں جب امر دلاور خان سے ناراض ہوتے تو بادشاہ کی خیر خواہی کے
پیرایہ میں اپنے دلی رنج کا انتقام لیتے تھے۔ بلیل خان اپنے ہاتھ رومال سے باندھ کر سیدہ
ابراہیم کے پاس چلا گیا۔ دلاور خان بھی وہاں تھا۔ اوس نے ناراض ہو کر پوچھا کہ تو نے کیوں
دیر کی۔ جس سے بنا بنایا کام بگاڑ گیا۔ بلیل خان نے بادشاہ کی نیت کو پہچان کر دلاور خان کو جواب
دیا۔ کہ میں نے نافرمانی نہیں کی۔ جس وقت فرمان میرے پاس پہنچا۔ تو میں یلبار کے راجاؤں کو
مغلوب کر چکا تھا۔ ضرر و زیہ وصول کرنے کی بحث باقی تھی اگر ایسے وقت میں جہان کو
چلا آتا تو یہ ساری محنت برباد ہو جاتی اور یہ روپیہ جو میں لایا ہوں ایک۔ جب بھی اس میں سے
وصول نہ ہوتا۔ اصل خطا تیری ہے۔ جب تجھے معام تھا کہ میرے لشکر کے بغیر کام نہیں چل سکیگا
تو تو بادشاہ کو بیگانہ ملک میں کیوں لے گیا۔ اور دس ہندروہ روز شاہ درک میں اور توقف کیوں
نہ کیا۔ دلاور خان اس جواب سے دل میں تو سخت ندامت ہوا۔ مگر ظاہر میں اوس کے بھروسے کی

تائید کی اور بادشاہ سے درخواست کی کہ اوس کا قصور معاف کیا جائے چنانچہ ابراہیم عادل شاہ نے اوسے خلعت عنایت کیا۔ جب دربار سے امر اخصت ہوئے کہ تو دلاور خان نے بیل خان سے بڑی میٹھی میٹھی باتیں کیں اور اپنے گھر پر ضیافت کے بہانہ لیجا کر کہا کہ اگر میں اس طرح سے نہ کمون تو لوگ کسین گے کہ دلاور خان اموال شاہی میں اپنے متبنی بیل خان کی رعایت کرتا ہو بہر ارب ناگ کے بیٹے کو جو بیل خان کے ساتھ آیا تھا بادشاہ سے خلعت دلویا۔ اور درالاباری راجا دن کے لکچر پر غنی تین کین اور خوشی و خرمی سب کو رخصت کیا۔ جس سے بیل خان دلاور خان کے دلی بیچ کو بھول گیا جب لشکر بیجا پور میں گیا تو دلاور خان نے کسی ادنیٰ خطاب پر بیل خان کو ماخوذ کیا اور پکاڑ کر پہلے قید میں بھیج دیا۔ ہر پانچ چھ مہینے بعد اوسے معدوم البھر کر دیا اور تمام حقوق آشنائی و امداد سابقہ طاق میں رکھ دیئے۔

(۱۱۱) جمال خان کا باقی فریقہ جب جمال خان کو ان دونوں اندرونی اور بیرونی دشمنوں سے اطمینان کھانا اور صلابت خان کی وفات ہو گیا تو وہ احمد نگر چلا گیا۔ اور اندرونی ملکہ کا بندوبست کیا۔ چونکہ اوسے غریبوں کی طرف سے بڑا اندیشہ تھا۔ اس لیے جو تین سو غریب کے قریب فرہاد خان کی سفارش کے باعث قتل نہ کیے گئے تھے ان میں بھی اوس نے احمد نگر میں رکھنا مناسب نہ سمجھا۔ اور عین عید الفطر کے روز سب کو پیاہ پا اور بے سرو سامان بیجا پور کی طرف بکال دیا۔ جب یہ لوگ بیجا پور میں آئے تو دلاور خان نے ان کو نوکر رکھ لیا۔ محمد قاسم فرشتہ جس کی اوس کے دشمن بھی تعظیم و توقا وضع کیا کرتے تھے انسی زمانہ میں احمد نگر سے بیجا پور کو چلا آیا۔ اور ۱۹ صفر ۹۹۱ھ کو دلاور خان کی خدمت میں اگر شاہی نوکر دن میں داخل ہو گیا۔ صلابت خان اس وقت برہانپور میں تھا اور ستر برس کا بوڑھا ہو گیا تھا اوس نے بہانہ لیا تھا کہ میرے اعضا میں قوت نہ رہی ہے اور زندگی کے ایام بہت جلد ختم ہونا چاہتے ہیں اس لئے ایک عرضی اوس نے

اسمعیل نظام شاہ کے نام لکھی اور جمال خان کی بہت چالوسی اور خوشامدگی اور لکھا کہ مجھ میں اب کچھ دم باقی نہیں ہے۔ میں ایک مدت سے احمد نگر میں رہا ہوں وہ میرا وطن ہو گیا ہے میرے مرنے کے دن قریب ہیں اگر آپ اجازت دیں تو میں وہاں آکر اپنے دن ختم کر لوں۔ جمال خان نے اسے دستور کے موافق قولنا مہیجوریا۔ اور وہ احمد نگر کو چلا آیا اگرچہ اس سے کہا کہ کوئی خدمت قبول کرے مگر اس نے ضعف کی وجہ سے منظور نہ کیا۔ آخر قصبہ ٹیکا پور میں جو اوسی کا بسایا ہوا تھا ۹۹ھ میں انتقال کیا۔ احمد نگر کے مشرقی جانب کو ایک گنبد میں مدفون ہوا جو اوسی نے اپنے ایام حکومت میں بنوایا تھا۔ اس شخص نے مرتضیٰ شاہ کے اخیر زمانہ کی حکومت کو خوب سنبھالا تھا۔ بلکہ اگر غور کریں تو مرتضیٰ شاہ کی خرابی اسی کے نونے سے ہوئی۔ جب تک یہ رہا کوئی فتنہ نہ اٹھا۔ ملک میں نہایت امن و چین رہا۔ اور ملک کی خوشحالی اور آبادی میں بڑی ترقی ہوئی۔

۱۱۲۔ شاہزادہ برہان کی احمد نگر یہ قاعدہ ہے کہ انقلاب حکومت کے وقت ملک میں بد امنی پھیل جایا کے قبضہ کے لئے اسے برار کرتی ہے جمال خان کو عقل مند اور ذی بہمت آدمی تھا مگر اس قدر سے توڑ جوڑ اور اکبر کے جاہلی بندوبست حیطہ امکان سے باہر تھا۔ ملک میں چاروں طرف ایلیچون کا دکن کو آنا۔ بدعقلی ہو رہی تھی۔ تاجروں مسافر کی آمد و رفت دشوار پڑ گئی تھی۔ وہ اپنے تھے معتبر آدمی ملک کے بندوبست کو بہت تباہی قادی قابض انہیں دخل نہیں دیتے تھے۔

شاہزادہ برہان برادر مرتضیٰ شاہ کا حال تم پڑہ چکے ہو وہ اکبر کے پاس چلا گیا تھا۔ جب اس نے یہ سب حالات سنے تو اس کا ارادہ ہوا کہ اکبر سے فوج لیکر دکن کی موردنی سلطنت پر قابض ہو جائے اس نے اکبر سے اجازت پامی اکبر نے اس شرط پر اجازت دی کہ جب وہ دکن پر قابض ہو جائے تو برار کا علاقہ جو تغال خان نے ۱۰۹ھ میں اکبر کو پیش کش کیا تھا وہ اکبر کو

دیدے اور اسی کے ساتھ فوج کے دینے کا وعدہ بھی کیا۔ اور چار ایلچیوں کو سلاطین دکن کے پاس جانے کا حکم دیا۔ بہمن سے شیخ فیضی شاعر برہانپور کو اور خواجہ امین الدین احمد نگر کو اور میر محمد امین مشہری بیجاپور کو مرزا مسعود کو لکٹہ کو آیا۔ برہان نے ہزار کا دینا توطہ عاؤ کر ہا منظور کر لیا۔ مگر عاقبت اندیشی کے لحاظ سے فوجی مدد لینے سے انکار کیا۔ اور کہا کہ اگر شاہی فوج میرے ساتھ دکن کو جا بیگی تو دکنی امرابھ سے بدظن ہو جائیں گے۔ اور تمام دکن میرے خلاف اٹھ کھڑا ہو گا اس سے بہتر ہے کہ میں اکیلا ہی جاؤں اور سلطنت کے قیدی امر کو راضی کر کے اونہین سے کام نہ کاؤں۔ اکبر نے اسے منظور کر لیا اور شاہزادہ برہان کو ہنڈیہ کا علاقہ جاگیر میں دیدیا کہ یہاں بکر وہ اپنا انتظام کرے اب شاہزادہ برہان نے راجہ علی خان والی برہانپور کی راے سے جسے اکبر نے برہان کی تائید کے لئے پہلے ہی لکھ بھجیا تھا بار کے امر کے توڑنے کا پہلے بندوبست شروع کیا۔ اور خواجہ نظام استرآبادی کو قلعہ روہ کے لباس میں امر اسے ہزار کے پاس بھیجا۔ خواجہ نظام جب برہان آیا تو بعضے امر انے اطاعت کا وعدہ کیا۔ اور بعضوں نے انکار کیا جالگیر خان حبشی ہزار اور خاندیس کی سرحد کا ایک جالگیر دار تھا۔ مددیوں کا بڑا مخالف تھا۔ اس نے برہان سے اطاعت کا وعدہ کیا۔ اور اسے بولایا۔ او ایک اپنا آدمی بھی ہنڈیا میں تھنے دیکر بھیجا۔ برہان بھی بڑا خوش ہوا۔ اور چند آدمیوں کو ہمراہ لیکر جالگیر خان کے پاس بے تکلف چلا آیا۔ مگر یہ معلوم اتفاقاً کچھ جالگیر خان نے دغا بازی کی ان دونوں لڑائی ہو گئی۔ اور جالگیر خان نے برہان کے ایک سردار چنتائی خان ننگ کو مار ڈالا جس سے برہان مغلوب ہو کر ہنڈیا کو پہر لوٹ گیا۔

۱۱۳ راجہ علیخان اور دربار خن کی
برہان کی امداد کے لئے آگئی۔ اطلاع دی۔ اور اس سے اس معاملہ میں تدبیر ہو چکی۔ اس نے

کہا کہ اگر اکبر بادشاہ سے مدد ملی تو سلاطین دکن جمال خان کی طرف ہو جائیں گے اور یہ معاملہ بہت
 بڑھ چکا ہوگا۔ اور مجھ میں تو تمنا اس قدر گنجائش نہیں ہے کہ جمال خان کو دفع کر کے تجھے احمد نگر پر
 قابض کرادوں۔ میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ ابراہیم عادل شاہ سے استمداد کی جائے۔
 شاہزادہ برہان پہلے بیجا پور میں رہ گیا تھا۔ اور اب اوس کے بہت دوست آشنا احمد نگر سے
 بہاگ کر بیجا پور میں پناہ گیر تھے جن سے اوس کی خط و کتابت کچھ رہا کرتی تھی اس لیے اوس نے
 بیجا پور کو خفیہ قاصد بھیجے۔ ایک خط محمد قاسم فرشتہ کے نام تھا۔ جو یہاں سال گذشتہ سے
 ابراہیم عادل شاہ کے ملازمن میں داخل ہو گیا تھا اس وقت تمام دکن کا صل و عقد دلاور خان
 کے ہاتھ میں تھا۔ محمد قاسم اس خط کو اوس کے پاس لے گیا۔ اوس نے امداد کا وعدہ کیا۔
 اور ابراہیم کو خط دے کر اوس کا جواب برہان کو لکھ بھیجا۔ اور فوراً لشکر کی تیاری کے لیے احکام جاری
 کر دیے۔ اور شاہی سپاہ پر دہ بھمن ہلی میں بیجا پور سے چھ کوس پر کھڑا کر دیا۔ جب لشکر فراہم
 ہو گیا تو روزِ پنجشنبہ ۹۹۹ھ کو شاہ درک کی جانب کوچ کیا۔ اور امر اے برار کو فرمان
 بھیجے۔ کہ چونکہ باپ کے ہوتے ہوئے بیٹے کو تخت نشینی مناسب نہیں ہے اس لئے ہم نے
 ارادہ کیا ہے کہ اسمعیل نادان بچے کو سلطنت کے کام سے معزول کر کے اوس کے باپ
 اور سخی سلطنت کو تخت نشین کریں آپ کو چاہیے کہ ہمارے ارادہ کی تائید کریں۔ اور ہر شانہ راہ
 برہان نے زمینداروں اور سرداران نظام شاہی کو دکن کے دستور کے بموجب تولد نامہ
 بھیج کر اپنی اطاعت کے لیے آمادہ کیا۔ اور خود برہان پور میں راجہ علی خان کے پاس آگیا۔ راجہ
 علی خان نے برہان کی بڑی تعظیم و تواضع کی۔ اور اوسے بادشاہ بنا کر سب جہ نظام شاہی اوس کے
 سپر بلند کر دیا اور فوج جمع کر کے اوس کی امداد کو برار کی جانب روانہ ہوا۔ اور قبل اس سے
 کہ جمال خان وہاں آئے اوس نے امر اے برار کو برہان کی اطاعت کیلئے آدھ کرنا شروع کیا۔

۱۱۳۲ ہریان کا ابراہیم عادل شاہ راجہ علی خان اور برہان جب سرحد برابر آئے تو انہیں معلوم ہوا کہ آگے بولانا اور دلاور خان کے کہ جمال خان اون کے مقابلہ کو آنے والا ہے اور اس سبب سے قید سے ابراہیم کو آزادی کی خوشی مرا سے برابر اون کی رفاقت میں تساہل کرتے ہیں۔ انہوں نے ابراہیم کو خط لکھا کہ آپ کی تکلیف کرنے کے ہم نہایت مشکوہ ہیں۔ جہانگیر خان اور اس کے توابع آپ کی قدم رنجہ فرمائی سے ہم سے آئے ہیں مگر اور امرا جمال خان کی آمد آمد کی خبر سنکر خوف کما رہے ہیں اگر آپ شاہ درگ سے اور آگے بڑھ آئیں تو جمال خان احمد نگر سے پھر نہ نکلے گا اور برابر کے تمام سردار ہم سے مل جائیں گے۔ ابراہیم عادل شاہ اس وقت میں پرس کا جوان ہو چکا تھا۔ قید کس کو اچھی لگتی ہے دلاور خان کے قید سے وہ آزادی چاہتا تھا۔ دلاور خان کو یہی کیفیت راندیشہ تھا۔ بعض امرا کہ جنکا دلاور خان نے سہریا کر رکھا تھا۔ اپنی سر بلندی کے لئے اسے گرانا چاہتے تھے۔ رومی خان بیجا پور کا قلعہ ابھی اس کے موافق نہ رہا تھا۔ جب لشکر شاہ درگ میں پڑا تھا تو اس وقت بیجا پور سے خبریں آئیں کہ شہر میں چوریان بہت ہوتی ہیں۔ اور بادشاہ کی غیبت میں چورون نے سراوٹھایا ہے دلاور خان نے موقع پا کر ابراہیم سے کہا کہ رومی خان قلعہ دار کے بجائے کوئی دوسرا شخص مقرر کیا جائے اس سے انتظام اچھی طرح نہیں ہو سکتا ہے مگر ابراہیم نے اسے نہ مانا۔ اور کہا کہ رومی خان قیدی ملازم ہے اسے ہی وہاں رہنے دینا چاہیے اور لکھنا چاہیے کہ ہوشیاری سے کام کرے۔ چونکہ دلاور خان کو معلوم تھا کہ ابراہیم کو ایسی باتیں اس کی مان سکھایا کرتی ہیں اس لیے اس نے چاہا کہ مان بیٹوں کو کسی بہانہ سے جدا کر دے۔ جب اس وقت برہان نے آگے جانے کی استدعا کی اور شاہ درگ سے بڑھنے کی ضرورت ہوئی تو دلاور خان نے اپنی عورت بچے وہاں چھوڑ دے اور ابراہیم کی مان سے کہا وہ بھی وہاں رہے۔ مگر اس نے نہ مانا اور بیٹے کے ساتھ ہوئی

جس کے سبب سے آئندہ دلاور خان کو بڑا نقصان پہونچا۔ اب دلاور خان شاہ درگ سے دارانگ کو (جسے اب دہارا سیون کہتے ہیں) چلا اور راجہ علی خان اور برہان کو لکھا کہ میں آگے آتا ہوں آپ بھی آگے آئے۔ تاکہ سرداران برابر آپ سے مل جائیں۔

۱۱۵۔ جمال خان کا امجد الملک جمال خان بڑا شجاع اور مدبر تھا اور اس کے پاس اس وقت دس ہزار کوہان کے روکنے کا حکم دیکر خود بعد یہ مشورہ ٹھہرا۔ کہ سید امجد الملک ممدوی جو اس وقت براہ کاسہ لشکر تھا امراسے برابر کو اکشا کر کے راجہ علی خان اور برہان کو روکے اور جمال خان احمد نگر کی فوج کو لیکر خود دلاور خان کے مقابلہ کو جائے۔ اس لیے جمال خان نے سید امجد الملک کو لکھا کہ سلاطین اطراف سے استیصال کے درپے ہوئے ہیں اور کسی دنیا کی توبادشاہی حکومت نبوی پر دیکر سر نبی بادشاہی کے ساتھ مذہب ممدوی کو بھی ترقی دی ہے ان دونوں باتوں میں تم شریک ہیں چاہیے کہ جہان تک جو سکے امراسے برابر کو تسلی دلا سادیکر ایسی کوششیں کرو کہ برہان براہین ہرگز داخل نہ ہونے پائے اور اگر راجہ علی خان اس کی امداد کو آئے تو تم فوج لیکر اس کو دفع کرو میں بھی دلاور خان سے صلح کر کے متعاقب وہاں آتا ہوں اس کے بعد دلاور خان کو صلح کے واسطے پیغام بھیجا اور حد سے زیادہ اس میں کوشش کی۔ مگر دلاور خان نے نہ مانا۔ اس لیے جمال خان نے پھر صلح کے واسطے ہمت و سماجیت درخواست کی۔ مگر پھر بھی اسے پہلا ہی جواب ملا۔ اسی میں ایک شخص ننگ خان حبشی جو جمال خان کی فوج میں ایک امیر تھا جمال خان سے جدا ہو کر دلاور خان کے پاس آیا اور اس کی ہدایت کے بموجب برہان کے پاس برابر کی۔ بعد کو روانہ ہو گیا۔ جمال خان نے اس سے دیکھا کہ امرامیر سے پاس سے اسی طرح بتدیج جدا ہوتے جائینگے۔ اور برہان سے ملتے چلیں گے بہتر ہے کہ لڑائی کے ذریعہ سے عادل شاہ کے جگہ کو سے کو جگہ مضر و غ

کیا جائے اور اس مقام سے کوچ کر کے پہاڑیوں اور تالابوں کے درمیان ایک مستحکم مقام پر آہٹا اور لڑائی کے ارادہ سے مورچہ جمادے۔

۱۱۶۔ دلاور خان کا عین الحک جہال خان کی منت و ساجت اور بہتک خان کے آنے اور آنکس خان کی ترک رفت سے دلاور خان کو کچھ ایسا خیال ہوا کہ جہال خان ناکم دون کے باعث جہال خان سے کے جنگل کی طرف کو بہا گئے والا ہے اور شاید اسی خیال سے شکست کھانا۔ جب جہال خان اپنے پہلے مقام سے ہٹ کر پہاڑوں اور تالابوں

کی طرف کو گیا تو جاسوسوں نے دلاور خان سے آکر کہا کہ جہال خان اب بہا گنا چاہتا ہے اس سبب سے دلاور خان بغیر اس کے کہ ابراہیم عادل شاہ سے ملے اور صلح کے میں نہ لے فوج سے جہال خان پر ایسی بے احتیاطی سے دوڑا کہ جب تین کوس سے اس کا لشکر نظر آیا تو یہ اسے معلوم نہ تھا کہ ابراہیم عادل شاہ کا یہ لشکر ہوا جہال خان مورچہ لگا پڑا ہوا ہے۔ چونکہ دلاور خان کی فوج اس یلغار سے تھک گئی تھی۔ اور کچھ سا بن جنگ بھی درست نہ تھا اس لیے ابراہیم کی طرف سے ایک آدمی نے اس وقت دلاور خان کے کان میں آکر کہا کہ آج لڑائی موقوف رکھو۔ مگر دلاور خان نے کہا کہ میں جہال خان کو ابھی قید کر کے لاتا ہوں اور کچھ پالی میں جو تالابوں کی کثرت سے ہو رہی تھی فوج کو لے چلا جس سے سپاہ بے ترتیب ہو گئی۔ سوائے اس کے ایسے نازک وقت میں ہر کی فوج کے پانچ چھ ہزار سوار لشکر نظام شاہی کے پیچھے جا کر دوپہ کے لئے اپنے لشکر سے جدا کر دیے جب جہال خان نے دیکھا کہ نجات کے تمام راستے مسدود ہو گئے۔ اور تیغ تیز کے سوا اب کوئی نہیں رہا تو اس نے بھی اپنے مہدوی پٹانوں کو سیدھا کیا۔ یہ لوگ ایسے بہادر تھے کہ پیچھے مٹہ نہیں نہایت تھے۔ گو تعداد میں قلیل تھے۔ مگر دلاوری اور

حمیت افغانی میں یکتا تھے۔ آج ۱۰ جمادی الاول ۹۹۹ھ کی تھی جب فریقین کا مقابلہ ہوا۔
تو عین الملک اور آنکس خان و عالم خان جو دلاور خان کے دو بڑے بڑے سردار دست
راست اور چپ پر تھے ابتدا سے جنگ ہی میں اس وجہ سے کنارہ کر کے دارا سنگ کو
ابراہیم کے پاس چلے گئے کہ ابراہیم عادل شاہ دلاور خان سے ناراض ہے دلاور خان نے
گو اس وقت سمجھا کہ دست راست اور چپ کی فوج شکست کھا کر چلی گئی ہے مگر پھر بھی
جمال خان پر حملہ کر کے اس کی قلیل فوج کو منہ مسم کر دیا۔ لیکن جب دلاور خان کے آدمی
لوٹ میں مشغول ہو گئے اور اس کے ساتھ دوسو آدمی سے زائد اس وقت موجود نہ تھے
تو جمال خان اور اس کے داماد خداوند خان حبشی نے جو اسماعیل نظام شاہ کو لیے میدان
میں کھڑے تھے دلاور خان پر حملہ کیا۔ دلاور خان نے کچھ ہاتھ پلاؤں چلائے مگر بہت جلد
اس کے آدمی منتشر ہو گئے۔ آخر وہ منہ رست آدمیوں سے کہ جن میں سے ایک
محمد قاسم فرشتہ بھی تھا۔ میدان سے دارا سنگ کو بہا گا۔ راستہ میں اس سے خبر ملی کہ عین الملک
وغیرہ کو شکست نہیں ہوئی ہے بلکہ وہ اس میدان سے ابراہیم کے پاس کو چلے گئے ہیں کہ اس
سے ملکر دلاور خان کو غارت کر ڈالیں۔ اس لیے دلاور خان مضطرب ہو کر نہایت تیزی
سے دو تین ہزار آدمی سے جو اس کے پاس اس وقت آکر فراہم ہو گئے تھے دوسرے
راستہ سے دارا سنگ کو چلا۔ اور امرائے مذکورہ سے پیشتر ابراہیم کے پاس پہنچ گیا۔ اور چونکہ
جمال خان کے تعاقب کا اندیشہ تھا۔ راتوں رات چلکر شاہ درگ میں علی الصبح جا پہنچا۔
اب جمال خان نے اس غیر متوقع فتح میں دلاور خان کے تین سو ہاتھی اور بے انتہا سامان جنگ
لوٹکر دلاور خان کا تعاقب کیا اور ہوالی و دارا سنگ میں آکر ٹھہرا۔ محمد قاسم فرشتہ لڑائی میں زخمی
ہو گیا تھا اور ضعف کے باعث دلاور خان کے ساتھ سے دارا سنگ میں گیا تھا جمال خان

نے اوسے پکڑ لیا۔ مگر بطائف اکیل اوس نے جان چھڑالی۔ یا یون کہو کہ خدا نے اوسے اس لیے بچا دیا کہ یہ تمام حالات ہم تک پہنچا دے۔

۵۹۹۹

۱۱۷۔ جمال خان کا برہان کے جب ابراہیم عادل شاہ درک میں اگر داخل ہو گیا تو تمام سردارانِ مضافہ کو اور دلاور خان کا فوج اوسکے پاس آکر فراہم ہوئے۔ اور ہر جمال خان کو دارانگ میں جمال خان کے تعاقب میں جانا پوپ پختہ پرچہ تھے روزیہ خبر آئی کہ راجہ علی خان اور برہان شاہ دونوں گئے اور امرائے برابھی اونہیں کے ساتھ ہو گئے ہیں اور ادن کا ارادہ ہے کہ احمد نگر کو آئیں۔ اس لیے جمال خان نے دارانگ میں قیام کرنا اور ابراہیم عادل شاہ سے لڑنا مناسب نہ سمجھا اور فرار برہان کے مقابلہ کو چھوڑ دیا۔ برہان اور راجہ علی خان کو اس خبر سے بڑا اضطراب ہوا۔ اور اونہوں نے ابراہیم کو قاصدانِ سرسبز اسیر کے ہاتھ کھلا بھیجا کہ جمال خان کا تائب کرنا چاہئے ورنہ جتنا بنایا کام بگڑ جائیگا۔ اور اسی کے ساتھ امجد الملک وغیرہ امرائے ہمدرد کو جن سے اونہیں اندیشہ تھا پکڑ لیا اور اسیر کر کے قلعہ اسیر کو بھیج دیا۔ اب دلاور خان نے جمال خان کے تعاقب میں کوچ کیا اور انٹی کو س تک متواتر چلا گیا۔ مگر حوالی قصبہ پاتری میں پہنچ کر حجب دیکھا کہ جمال خان نے اور اوس کے لشکر کے درمیان آٹھ منزل کا فاصلہ ہے تو خود تودہان قیام کیا۔ اور آٹھ منزل پر کی فوج کو جمال خان کے تعاقب میں بھیج دیا کہ غلہ واؤ وقتہ لوٹ کر اسے تنگ کریں تاکہ برہان اور راجہ علی خان اوس پر بآسانی فتیاب ہو جائیں۔

۱۱۸۔ ابراہیم عادل شاہ کا وزیرم دوریکہ و قح درکش و ب و ب لینے طمع ملار وصال دوام را دلاور خان کی حراست سے دلاور خان کو اس وقت یہ فکر لگی ہوئی تھی کہ کسی طرح برہان جمال خان ہلاکت۔ اکنو مغلوب کر لے۔ مگر ابراہیم کی مان، اور اوس کے امر اور دلاور خان کی تخریب کے درپے ہو رہے تھے۔ اور اگرچہ دلاور خان جتنا تھا مگر اوس نے دیدہ و دانستہ غلطی کی وہ

اسی ہر وسہ پر تما کہ بادشاہ کے پاس تمام میسے آدمی مقرر ہیں دو سکہ سے ادس کی بات
جست ہی نہیں ہو سکتی ہے۔ میسے برخلاف کوئی امر ہونا دشوار ہے ابراہیم بھی اپنے ارادے
کے لیے فکر میں نہایت ہی مستغرق تھا۔ اور ادس نے عزم باجبرم کر لیا تھا کہ یہی خطرہ پیش آئے
مگر کسی طرح آزاد ہو جاؤں قطعاً

دو سال دوست طلب کی گئی بلا کش باش	کہ خار و گل ہمہ بایک دگر تو اند بود
کسے بگردن مقصود دست حلقہ کند	کہ پیش تیر بلا ہا سپر تو اند بود

دو ہندو ابراہیم کی مان کے پاس ایک مدت سے نوکرتے کوئی اونہیں جانتا بھی نہ تھا۔
ابراہیم نے ان کی معرفت عین الملک کے پاس پیغام بھیجا۔ کہ دلاور خان کی قید سے مجھے چھوڑا
دو۔ ہندو تو ایسے کاموں کو خوب کر سکتے ہیں۔ اون دن نے دو چار مرتبہ کے آنے جانے میں
تمام کام حسب مدعا درست کر لیا۔ لشکر شاہی جہان خیمہ زن تھا ادس سے آدھ کوس پر عین الملک
اوتر ہوا تھا۔ ۱۴ رجب ۹۹۹ھ کی رات کو ایک پہر رات رہے جبکہ دلاور خان اپنے واسرہ میں پڑا
سور ہا تھا ابراہیم اپنے خیمہ سے نکلا ابھی کسی کو خبر بھی نہ تھی ادس نے کفشار خان ایک غلام سے
سواری کا گھوڑا مانگا۔ مگر داروغہ جلو داران نے کہا کہ دلاور خان کے حکم کے بغیر گھوڑا نہیں دیا
جاسکتا۔ کفشار خان نے ادس کے منہ پر ایک طمانچہ مارا جس سے اونہیں روشن ہو گیا کہ مسئلہ
کچھ اور ہے فوراً گھوڑے لا کر حاضر کر دئے۔ ابراہیم اور ادس کے خاص غلام گھوڑوں پر سوار بہرہ
چلے۔ الیاس خان ابراہیم کا دایہ زادہ بہرہ پر تھا ادس نے بادشاہ سے سواری کا سبب پوچھا
ابراہیم نے کہا ساتھ چلو یہ وقت گفتگو کا نہیں ہے وہ بھی سمجھ گیا۔ اور ایک سو آدمی کو نیزہ ساتھ
ہو لیا یہ سب ننگلک عین الملک۔ کہ لشکر کے قریب پہنچے۔ عین الملک آنگس خان علی خان حسب
قرار داد اپنی فوجیں لیے تیار تھے سب نے اگر سلام کیا۔ جب یہ خبر مندر ہوئی تو بوق جوق لوگ

دلا درخان کے لشکر سے بادشاہ کے پاس جا نکلے۔ انہیں کے ساتھ محمد قاسم فرشتہ بھی پیادہ ہی لشکر بادشاہ کے پاس حاضر ہو گیا۔ اور ایک چند ساعت میں تین ہزار آدمی ابراہیم کے پاس آکر جمع ہو گئے۔ یہ واقعہ ۱۴ رجب ۹۹۹ھ کا ہے۔

۱۴۹۔ دلا درخان کا ابراہیم کی ہر چیز سے انتقام تاسا زور انعام ۵ اور تشریف تو ببالا کے کس کوتاہیت

گرفتاری کو جاننا کو اپنے لشکر کی یہ محض غلط ہے کہ کوئی خرابی و تباہی ہم پر ہماری قسمت کے سبب سے بدل کے باعث پیدا ہو کر ہو گا۔ آتی ہو اوس قادر و عادل نے سب کو یکساں بنایا ہے اب جو چاہے وہ اپنی بد اعمالی سے خراب ہو جائے یا خدا کے قانون پر چل کر عظمت و عزت حاصل کرے۔

کہتے ہیں کہ دلا درخان باوجود اس کے کہ اس وقت اوس کی عمر ستر برس کی تھی ایک دکنی لڑکی پر عاشق تھا اور کج ہی اوسے اوس کا وہ ال میسر ہوا تھا۔ مخبروں کو کسی طرح ابراہیم کاراز معلوم ہو گیا اور وہ اوس کے پاس آدھی رات کو گئے مگر دلا درخان تک اودن کی رسائی نہ ہو سکی آخر اوسے اوس وقت خبر ملی کہ جب ابراہیم کلکر عین الملک کے پاس پہنچ گیا۔ یہ عشق کی حرکت تو یاروں کی گڑبٹ ہے مگر فی الواقع دلا درخان نے غفلت کی اور مارا پڑا جس وقت دلا درخان کو ابراہیم کے بھاگنے کی خبر ہوئی تو فی الفور اپنے بیٹوں اور ہوا خواہوں کو پانچ چھ ہزار سوار اور بہت سے ہاتھوں سمیت لیکر ابراہیم کے تعاقب میں چلا دلا درخان کا بڑا دبدبہ تھا جس وقت ابراہیم کے قریب وہ پہنچا تو بادشاہ نے عین الملک سے اوس کے دفع کو کہا مگر اوس نے دلا درخان سے خفیہ کلام بھیجا کہ ابراہیم اتفاقاً ہمارے پاس چلا آیا ہے اگر آپ سے ہو سکے تو آپ لیجائے ہم کچھ نہیں بولیں گے۔ اس لئے دلا درخان نے ایک تیر کے فاصلہ پر اپنی کل فوج کو چھوڑا اور خود پانچ سو سوار اور چار ہائی لیکر ابراہیم کے سامنے آیا۔ اور گوڑے پر چڑھے چڑھے ابراہیم سے جا کر کہا کہ رات میں ایسے وقت آپ کی بات چلے آئے۔ اب تشریف لے چلے ۵

چورگ زن کہ جراح و مرہم نہ است

در شتی و نرمی ہم در ہر است

اکھی کو نہ تو بالکل نرم ہونا چاہیے کہ گبول کر پی جائیں اور نہ بالکل سخت ہونا چاہیے کہ جس سے لوگ بد دل ہو جائیں۔ یہ وقت نرمی کا نہ تھا۔ دلاور خان کی اس نرمی سے لوگوں کو جو صلہ ہوا اور ابراہیم کے اشارہ سے اوک خان ایک خاصہ خیل کے چوان نے گھوڑا کو دلاور خان کے ایک تلوار مار دی۔ گوتلوار دلاور خان کے نہ لگی۔ مگر اوس کا گھوڑا چراغ پا دن ہو گیا۔ اور وہ نیچے گر گیا۔ اوک خان چاہتا تھا کہ دوسرا دار کرے لیکن دلاور خان کا فیلبان بیچمین ہاتی کو لے آیا کہ اتنے میں دلاور خان دوسرے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنی فوج میں چلا گیا۔ اوس نے چاہا کہ لوٹ کر بادشاہ سے انتقام لے مگر اوس کی فوج بد دل ہو گئی اور کسی نے ساتھ نہ دیا۔ جس سے وہ مضطرب ہو کر بیدار کی طرف کو بہاگ گیا۔ کمال خان اوس کا بیٹا راستہ میں باپ سے جدا ہو گیا اور دارا سنگ کی طرف جاتا ہوا پکڑا آیا اور قتل کیا گیا۔ دلاور خان کو غالباً اصلی حالات سے مطلق خبر نہ تھی ورنہ اس طرح بہاگ جانا بالکل حماقت پر دلالت کرتا ہے۔

۱۲۰۔ ابراہیم عادل شاہ کا خود ابراہیم عادل شاہ کی گو عمر اس وقت بہت کم تھی مگر دس برس سے علی التواتر مختار ہو کر اہل السنہ و الجماعت انقلابات دیکھنے کا اوسے اتفاق ہوا تھا۔ اور غیروں کی حکومت اوٹھانے کے باعث اوسے استمالت کرنا خوب آگئی تھی۔ جو بادشاہوں کا خطبہ پڑھانا۔

ایک مذاقی جو ہر ہے۔ اسلئے گو عین الملک آنکس خان اور علی خان نے سخت خطا کی تھی۔ مگر یہ بھی اونہیں ابراہیم نے خلعت استمالت عطا کیا۔ اور جس قدر لوگ خیر خواہی سے پیش آئے تھے اونہیں علی قدر مراتب خوب النعام و اکرام بانٹے۔ اس زمانہ میں جیسا ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں شمالی ہند سے آدمیوں کی آمد و رفت بکثرت ہو گئی تھی اور ایرانی رہا شدہوں کی آمد قریباً مسدود ہو گئی تھی۔ اس لیے اب جہان تھے اون میں شاد و ناوہی شید تھے۔ سوائے اس کے دلاور خان ایک

پکا حنفی تھا اوس نے ابراہیم کو ایسے مذہب کی تعلیم دلوائی تھی اور ایسے ہی آدمی ہاوشاہ کی خدمت میں رکے تھے جو حنفی مذہب سے اس لیے ابراہیم حنفی مذہب ہو گیا تھا۔ مگر جب دلاور خان جلاگ اور ابراہیم اب خود مختار ہو گیا تو امر این اس باب میں بحث ہوئی کہ ابراہیم سنی ہے یا شیعہ۔ کسی نے کہا حنفی ہے اور کسی نے سمجھا شیعہ ہے۔ مگر دوسرے خیال والوں کو مذہبی تعصب زیادہ تھا اس سبب سے انکو ترجیح ہوئی۔ اور اذان کے وقت بعض سنی رکابی مذہب بھی شیعہ بن گئے اور اذان میں شیعہ مذہب کے طریقہ پر اَشْهَدُ اَنْ عَلِيًّا وَلِيُّ اللَّهِ یہی زیادہ کر دیا۔ ابراہیم اس کو سنتے ہی نہایت خوش ہوا۔ اور حکم دیا کہ انہوں نے ہمارے مذہب کی امانت کی ہے ان سے مواخذہ کیا جائے۔ مگر جب اوس کو اصل حقیقت معلوم ہوئی تو معاف کر دیا۔ اور ان لوگوں کو ماہنامہ اخبار شیعیان مصلحتی کتارہا۔ بعد اس کے خطبہ چارپا حنفی مذہب کے موافق پڑھوایا۔ اور سلطنت کا مذہب دلاور خان کے وقت میں چوتھا اوسے کو قائم کرکھا۔

۱۲۱۔ برہن اور راجہ علی خان کے مقابلہ میں جمال خان کا مجروحہ اور قتل۔ جب جمال خان دارا سنگ سے روانہ ہوا تو عادل شاہی ہر کی فوج نے اوسے بہت تنگ کیا جس سے اوس کے ہمراہی چھوڑ چھوڑ کر برہن شاہ کے پاس جانے لگے۔ مگر جمال خان اپنے مددوی سپاہ کے بہرہ وسم پر آگے ہی بڑھتا گیا۔ جب روہنگیر کے گھاٹ پر پہونچا تو دیکھا کہ برہن کے آدمیوں نے اوسے روک لیا ہے۔ مجبوراً اوسے دوسرے راستے سے جانا پڑا۔ اس راستہ میں پانی کی بڑی تکلیف ہوئی۔ اور گرمی بھی ایسی شدت سے پڑی کہ آدمی بے تاب ہو گئے۔ یہاں پر معلوم ہوا کہ تین کوس پر ایک جگہ پانی ہے۔ جمال خان نے اودھر کو کوچ کیا۔ برہن اور راجہ علی خان وہاں پہلے ہی پہونچ کر قابض ہو گئے۔ اس وقت سپاہ کی بدعالی اور بے تابی کی کچھ حاتم نہ پہونچو کہ کیا گزری

وہ میدان جنگ تھا یا محشر کا نمونہ تھا۔ بمشکل تمام ایک نخلستان کین ایک کو س پر سامنے آگیا۔ جہان اس قدر پانی دستیاب ہو گیا کہ جانین بچ گئیں۔ اب ادھر یہ تو مصیبت گذر ہی تھی۔ اودھو محل خان اور اوس کے مشیر دن کی یہ راتے قرار پائی کہ ہمارے سپاہی ہر لحظہ دہر ساعت بدول ہوتے جاتے ہیں اور دشمن کو تقویت ہوتی جاتی ہے اس سے بہتر ہے کہ جہان تک جلد ہو سکے معاملہ کو مفروض کیا جائے اور آج ہی جو کچھ کرنا ہے کر لیا جائے۔ اگرچہ نتیجہ کے لحاظ سے ہم راتے دین تو جمال خان کا یہ کام محض مجنونانہ معلوم ہوتا ہے مگر محض نتیجہ پر راتے اس موقع پر دینا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ کیونکہ بعض اوقات پر ایسے امور غیر متوقعہ جدید پیدا ہو جاتے ہیں کہ جن سے معاملات کی حالت بالکل برعکس ہو جایا کرتی ہے غرض آج رجب کی ۱۳ تاریخ تھی کہ جمال خان نے صفیر، آراستہ کین۔ برہان اور راجہ علی خان بھی مجبوراً سامنے ہوئے۔ ممدوی پٹھانوں نے خوب کوشش کی۔ اور قریب تھا کہ میدان جیت لیں۔ مگر ناگاہ برہان۔ کے لشکر سے ایک گولی جمال خان کی پیشانی پر آکر لگی اور اوس کا کام تمام ہو گیا۔ یا قوت خان اور خداوند خان جھشی اور سیل خان خواجہ سرا اوس کے دیکھتے ہی اسماعیل نظام شاہ کو لیکر فوراً چلے گئے۔ امراے برہان نے تعاقب کیا۔ اور یا قوت خان اور خداوند خان کو قتل کر کے سر کاٹ لے گئے۔ سہیل خان نے یہ دیکھ کر اسماعیل کو ایک گانون میں چھوڑا۔ اور خود بیجا پور کا راستہ لیا۔ برہان کے آدمیوں نے جب اسماعیل کو اگر پکڑ لیا تو پھر سہیل خان کی طرف کچھ توجہ نہ کی اور بیٹے کو باپ کی خدمت میں لجا کر حاضر کر دیا۔

۱۳۲۔ برہان شاہ کا احمد نگر کو جب جمال خان مارا گیا تو برہان شاہ نہایت خوش ہوا۔ اور جس قدر راجہ علیخان کا برہان پور کو اور فوج اور ارا۔ تھے سب اوس کے پاس حاضر ہو گئے۔ راجہ علیخان نے ابراہیم عادل شاہ کا بیجا پور کو جانا۔ اس لڑائی میں کوئی دوسو ہاتھی اور تین ہزار گھوڑے نوٹے تھے جب

اوس نے دیکھا کہ برہان شاہ کی حیثیت اب اور کچھ ہو گئی ہے تو اس سے خیال ہوا کہ ایسا نہیں
 کمین وہ اس غنیمت کا دعوے کرے اس لیے راجہ علیخان برہان نظام شاہ سے تین چار
 کوس کے فاصلہ سے برہانپور کی طرف کو جا پڑا مگر برہان شاہ نے احسانمدی کے باعث
 اوس سے استعاض کیا اور کچھ تحفے تحائف دیکر اسے رخصت کیا۔ اور وہ برہانپور کو چلا گیا۔
 پھر برہان شاہ اسمعیل کو اپنے ساتھ لیکر احمد نگر کو گیا۔ اور ۲ شعبان کو جا کر وہاں اوس تخت پر
 بیٹھا جس کی وہ سامانے دراز سے جستجو کر رہا تھا۔ سچ ہے مَنْ طَلَبَ شَيْئًا وَجَدَهُ جَدًّا
 یہاں پہونچ کر اوس نے اپنے باپ دادا کے شیعہ مذہب کو پہر جاری کیا۔ اور مذہب
 ممدوی کو موقوف کر کے شیعہ مذہب کے طریق پر خطبہ پڑھوایا۔ اور حکم دیا کہ جہان کمین ممدوی
 کو کوئی دیکھے اوسے فوراً قتل کر دے۔ جس سے چند روز میں اس تمام مملکت میں کوئی
 ممدوی باقی نہ رہا اور ہر جب حوالی پاتری میں ابراہیم عادل شاہ کجبال خان کے قتل کی خبر پہونچی
 تو اوس نے طبل معاودت اوسی روز بجا دیا۔ اور مہمات سلطنت کو خود دیکھنے لگا اور ایک
 تہنیت نامہ برہان شاہ کے پاس بھجوا یا۔

۱۲۳۔ برہان شاہ کا دلا۔ جہان کی
 عریک سے سلطنت عادل شاہی پر
 حملہ اور ایک قلعہ سرحد پر بنانا۔
 دلا اور خان توبیجا پور کے حملات عادل شاہی میں رہا ہوا تھا۔
 میدر کے برید یہ جنون پڑون میں اوس کی کب گذر ہو سکتی تھی۔ برہان
 شاہ سے اوسے توڑ پھڑ لگے اور اوس کے پاس احمد نگر کو چلا گیا۔
 برہان شاہ نے اوس کی بڑی خاطر تباہی کی اور اسے اپنے امرا میں داخل کر لیا۔ دلا اور خان
 تو عادل شاہی سلطنت کا شغال کو چننے بیٹھا۔ اسے سارے حالات یہاں کے معلوم
 تھے۔ اوس نے برہان کو شولا پور اور شاہ درگ کی فتح کرنے کی ترغیب دی۔ ابراہیم نے
 دل میں سمجھا کہ میں نے تو برہان کے ساتھ ایسی نیکی کی اور یہ میرے بر خلاف ایسے منصوبہ

بانہ رہا ہے اوس کو نہایت رنج ہوا سواے اس کے اسی زمانہ میں ابراہیم کے ایک بیٹا
 پیدا ہوا۔ اور دو مہینے کا ہو کر مر گیا۔ جس کی تمینیت اور تغیرت حسب دستور شد آمد قدیم برہان شاہ
 کے یہاں سے کچھ نہ ہوئی۔ یہ بھی اوسے ناگوار گذرا۔ اور اوس نے اپنے دل کا بھار
 یوں نکالا کہ ملاعنایت الدجیری کو احمد نگر کو بھیج کر یہ پیغام دیا کہ دلاور خان ہمارا احرام خور غلام آپ کے
 یہاں چلا گیا ہے دوستی کے لحاظ سے امید ہے کہ آپ اوسے اون ہاتھوں سمیت ہمارے
 پاس بھیج دیں جو اوس کی حماقت سے جمال خان کے ہاتھ لگ گئے تھے۔ اور آئندہ سے
 ہمارے دشمن کے دشمن اور دوست۔ کہ دوست رہیں اور ہماری خوشنودی کو اپنی دوام
 دولت کا لازمہ سمجھیں۔ اس سے برہان شاہ بڑا آزرده خاطر ہوا۔ اور حالانکہ امرا ابھی اوس سے
 راضی نہ ہوئے تھے۔ غرہ جمادی الثانی ۱۰۸۵ھ کو لشکر عیال شاہی ملک پر چڑھ دڑا۔ ابھی
 تک ابراہیم عادل شاہ کا امرا پر پورا ہر ہوسہ نہ تھا۔ رومی خان کو اوس نے وکیل السلطنت
 اور الیاس خان کو سرسرنوبت کیا تھا۔ اور اسطرح سے اور امرا کو نئے نئے کام دئے تھے۔
 امراے ثلثہ عین الملک آنکس خان علیخان اپنی خطا کو یاد کئے ہوئے تھے۔ ابراہیم سے
 اور اون سے درحقیقت دل صاف نہیں ہوئے تھے۔ ابراہیم نے برہان کے روک کا
 کچھ بھی بندوبست نہ کیا وہ بے مزاحمت علاقہ بجا پور میں کچھ دور تک چلا آیا۔ اور دریا سے
 بیمنورہ کے کنارہ منگل نہر تک پہنچ گیا۔ جو بجا پور سے صرف تیس کوس پر ہے۔ جب
 برہان شاہ نے دیکھا کہ بجا پور سے صدائے برخواست کا مضمون ہے۔ کہیں کچھ دھوکا نب
 تو بچے ہو۔ اس لئے دشمن کے ملک کے اندر جانا مناسب نہیں ہے یہ خیال کر کے اوس نے
 لوٹنا چاہا۔ مگر دلاور خان نے اس کی بہت بانہی جس سے برہان شاہ تلاء بنانے کا بہانہ
 کر کے دھین ٹھیر گیا۔ اور یہ ارادہ کیا کہ دریا کے اوس طرف بنائے اور یہی مقام عادل شاہی اور

نظام شاہی ملک کی سرحد رہے۔ اور رفتہ رفتہ شولا پور اور شاہ درگ کو بھی لے لے۔ دریا بہمنورہ اس زمانہ میں پایاب تھا اور وہاں کسی زمانہ میں ہندوؤں کے وقت میں ایک قلعہ بنایا گیا تھا۔ برہان شاہ نے اسی جگہ پر قلعہ کی بنیاد ڈالی۔ اور جب دیکھا کہ بیجا پور سے مدافعہ کے لیے کوئی زمین آیا تو نہایت عجلت کے ساتھ اوس کی تعمیر شروع کی۔ اور جب بارش کی قربت کے سبب خیال ہوا کہ دریا میں پانی زیادہ ہو جائیگا۔ اور برہان شاہ کی فوج قلعہ تک جانے کے لیے ممکن ہے کہ اوس وقت عادل شاہی فوج آئے تو قلعہ کا پہنچنا اوس سے محال ہوگا تو گو کہ قلعہ ناتمام تھا مگر اوس میں دروازے لگوا دئے اور توپ اور فیر بزن اوس میں نصب کر دئے۔

۱۲۴- ابراہیم عادل شاہ کا دلاور خان جب ابراہیم عادل شاہ نے خلاف عادت دشمن کا کچھ بندوبست نہ کیا تو لیکناؤ اور بیگانہ سب حیران ہوئے اور جا بجا گفتگو میں ہونے لگیں۔ برہان شاہ نے ایک مجلس منعقد کی اور اپنے امراء سے وزیر و دلاور خان گرفتار کر کے اندھا کرنا۔

سے ابراہیم کی خاموشی کی وجہ دریافت کی کسی نے کہا کہ ابراہیم فوجاں سے شراب و کباب و لعب میں مشغول رہتا ہے سمات جہانماری سے غافل ہے۔ کسی نے کہا کہ امراء کبار اوس سے موافق نہیں ہیں۔ اس سبب وہ اون کی تسلی اور دلاسا کر رہا ہے۔ دلاور خان نے اس گفتگو کے بعد خیال کیا کہ ابراہیم کے پاس میں چلا جاؤں تو اس وقت وہ مجھے پہچاننا قدیمی منصب دیدیگا اور تعلقاً یہ سب خبر ابراہیم کو پہنچی اور کھلا بھیجا کہ تعاضل سے دشمن ولیہ اور قومی ہوتے ہیں بہتر ہے کہ جلد معاہدہ کیجئے۔ ابراہیم نے دیکھا کہ بے مانگے مراہلی۔ دلاور خان کو پہچان لینا چاہیئے۔ اوس نے قاصد کے ہاتھ کھلا بھیجا کہ قدر نعمت است بعد زوال۔ آپ کے جانے کے بعد میان کوئی کام کا آدمی نظر نہیں آتا جو برہان شاہ کو روکے مضئے مضئے۔ آپ یہاں آجائے اور قدیمی خدمت لیجئے۔ اور اس کا

اپنی کوشش سے انتظام کیجئے۔ دلاور خان اس شردہ کو سنکر نہایت خوش ہوا اور ابراہیم
 کے مافی الضمیر کو نہ پہچانا سچ ہے ۵

بدوز و طمع دیدہ ہو شمشند	در آرد ہمہ مرغ و ماہی بہ بند
--------------------------	------------------------------

فورا ایک آدمی کو بھیج کر درخواست کی کہ اگر بادشاہ عہد کرے کہ مجھے جانی اور مالی نقصان
 نہ پہنچائے تو میں بسر و چشم ابھی آنے کو تیار ہوں۔ ابراہیم نے تحریری قول نامہ اسی مضمون
 کا بھیج دیا۔ جب یہ عہد نامہ پہنچ گیا تو دلاور خان برہان شاہ سے رخصت ہونے کو گیا۔
 برہان شاہ نے منع کیا اور سمجھایا کہ تیرا جانا اچھا نہیں ہے مجھے دعا کی پو آتی ہے۔ مگر دلاور خان
 نے کچھ نہ مانا اور اپنے بڑے بیٹے محمد خان کو ساتھ لیکر بیجا پور کو روانہ ہوا۔ جب بیجا پور کے
 اکابر و اصغر نے دلاور خان کی آمد آمد کی خبر سنی تو کئی کئی گھنٹوں تک ہزار ہا آدمی اس کی بیٹیوں
 کو گئے اور خوب دل کھول کر مبارکبادیں اور خیر مقدم ہوئے مگر اس امر نے دلاور خان کے
 حق میں ہم قاتل سے کم اثر نہ کیا۔ ابراہیم نے سوچا کہ اگر یہ شخص ہر اپنے کام پر بھال گیا گیا تو میرا
 کام اتنا بڑھ جائیگا۔ ضرور ہے کہ اس کا کام تمام کیا جائے اس وقت اس کی حالت پر یہ مضمون
 صادق آتا ہے ۵

میل میں سوے وصال و قصد او سوے فراق	تڑک کام خود گرفتہ ابراہیم آمد کام دوست
------------------------------------	--

ابراہیم باغ و واڑہ امام کو جا کر قلعہ کو واپس آ رہا تھا کہ دلاور خان اس کے پاس حاضر ہوا اور پیادہ
 پاؤں کے ساتھ کچھ دور تک چلا کہ الیاس خان نے ابراہیم کے اشارہ سے اس سے گرفتار
 کر لیا۔ جب قلعہ میں پہنچے تو ابراہیم نے اس شخص کو بولایا جو دلاور خان کے وقت میں انگلیں
 پھوٹ کر تاتھا۔ اور اس کو حکم دیا کہ اب اپنا جو ہر دکھاے اور اس نے دلاور خان کو منہ ہا کر دیا۔
 ۱۲۵۔ دلاور خان کے اوصاف کہتے ہیں کہ جس وقت انگلیں پھوٹنے کو جوڑا یا تو دلاور خان نے

الیاس خان کی معرفت ابراہیم کو اپنا عہد یاد دلایا اوس نے کہا کہ میں نے یہ اقرار کیا ہے کہ ضرر جانی و مالی تجھے نہ پہونچا و نہ گناہ انگمیں پہونچا ضرر جانی و مالی نہیں ہے سوائے اس۔ کہ اقرار میں نے کیا ہے مگر میں تیسری انگمیں نہیں پہونچتا ہوں۔ ”واہ کیا معقول جواب ہے غرض کہ انگمیں پہونچ کر ابراہیم نے دلاور خان کو قلعہ ستارہ میں قید کر دیا۔ اور وہ وہیں ۱۶ سالہ میں مر گیا۔ ضرورت سب ناجائز باتوں کو جائز کر دیتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ابراہیم پر دلاور خان کے اس قدر حقوق تھے کہ جس کی انتہا نہیں۔ دلاور خان کی ہی کوشش اور خیر خواہی کا نتیجہ تھا کہ ابراہیم کی جان اور عادل شاہی سلطنت سلامت رہی۔ یہ شخص بڑا منتظم اور عاقل اور آبادان کا رہتا۔ آٹھ برس اس نے بیجا پور کی سلطنت کو نہ صرف قائم رکھا بلکہ اوس کو نہایت مضبوط کر دیا۔ جس وقت دلاور خان نے اس سلطنت کو لیا ہے اوس وقت اوس کی سخت ابرہہ حالت ہو رہی تھی۔ اور چاروں طرف سے دشمن انگمیں دکھا رہے تھے۔ مگر جس وقت اوس نے چھوڑا ہے تو اوس کا وہ دبہہ تھا کہ دکن کے تمام بادشاہ اوس کو اپنا بڑا مانتے تھے دلاور خان کے وقت کے تفصیلی حالات اون ترقیوں کے جو اوس نے کی تھیں ابراہیم کے سبب سے کسی نے نہیں لکھے۔ مگر اندرونی ترقی بہت کچھ ہوئی ہوگی جس سے اس سلطنت کا اس قدر عجب داب ہو گیا تھا۔ اس کے زمانہ میں اہل کمال بہت جمع ہو گئے تھے۔ دلاور خان علم بہت اور بخشنے والا تھا۔ مرتضیٰ شاہ کے بعد جس قدر اہل ہندوستان سے نکلے اون میں سے اکثر نے دلاور خان کے پاس آکر ہی پناہ لی تھی۔ اگر وہ شیعہ ہوتا تو مفسدہ اس کی بڑی بڑی تعریفیں مگر یونین درم ہوتیں جس کے مصنف شیعہ ہی ہوا کرتے تھے۔ مگر سنی ہونے کے سبب سے کسی نے مطلق قلم نہ ہلایا اور اوس کے حالات اندرونی بالکل مخفی رہ گئے۔ صورت محرقہ کا ترجمہ فارسی میں اسی نے عہد میں ہوا ہے اور اور بھی کئی کتابیں اسی کے عہد کی اب تک

مشہور ہیں۔ ملا ملک قمی و ملا محمد ظہوری و محمد قاسم فرشتہ وغیرہ سب کو بیجا پوہین اسی نے رکھا تھا۔ اور اون کے وظیفہ مقرر کئے تھے۔

۱۲۶- ابراہیم نبرہان کے دفعیہ کو
جب دلاور خان پھنس گیا تو ابراہیم کو کئی فائدہ ہوئے ایک تو
نبرہان شاہ کا ایک اچھا مشیر ہاتھ سے جاتا رہا۔ اور اس کے امر میں
بدلی اور زیادہ ہو گئی دوسرے ابراہیم کے امر اور دلاور خان کے

سبب سے ابراہیم سے کشیدہ ہو رہے تھے اور نبرہان شاہ کی طرف رجوع تھے اون کی ہتھین
پست ہو گئیں۔ اور اب چار دنا چار ابراہیم کے دل سے مطیع بن گئے اس لئے ابراہیم نے
نبرہان کے مدافعت کی تیاری کی اور چھ سات ہزار برکی فوج مادیان سوار آگے بھیج کر حکم دیا کہ نبرہان شاہ
کی رسد بند کر دیں۔ پہرہ کشن بان کو رومی خان و کئی کوسر لشکر کر کے دس ہزار فوج سے روانہ کیا
بعد ازاں الیاس خان سرسرنوبت کو تین ہزار خاصہ خیل کے ساتھ ان کی مدد کو متعین کیا۔ امر اسے
برکی نے دیا ہے ہینورہ کو جو در کیا اور نظام شاہی فوج کو لوٹ مار سے منع ہوئے۔ نبرہان شاہ
نے کئی مرتبہ آدمی ان کے دفعیہ کو بھیجے مگر اونہیں شکست ہوئی۔ چونکہ نبرہان کو اپنے امر کے
اخلاص پر اعتماد نہ تھا۔ اس لئے خود غفلت کے وقت میں ان پر یلغار کیا۔ جس سے یہ لوگ ہبا گے
اور دریائے ہینورہ پر پایاب اور تر گئے۔ قہقار اوسی وقت ایک یہاب آگیا اور نبرہان شاہ
دریا سے آگے اون کے تعاقب میں نہ جاسکا۔ اور وہ رومی خان اور الیاس خان کے
لشکروں سے سلامت مل گئے نبرہان شاہ نے اسی کنارہ سے توہین ملین مگر جب کچھ نتیجہ نہ ہوا تو
اپنے لشکر گاہ کو لوٹ گیا۔ امر اسے برکی پر اسی دن اس کے لشکر کے پاس پہنچے۔ اور لوٹ
مار چائی جب کچھ روز اسی طرح گزری تو نبرہان شاہ کی رسد سب خراج ہو چکی اور اس کے لشکر
میں قحط پڑ گیا اور محتاج کی ناداری کے باعث دب پھیلی۔ بہوں اور دبا سے مملوک مرنے لگا۔ مجبوراً

برہان شاہ نے قلعہ کو جو ابھی ناتمام تھا ایک شخص اسد خان گجراتی ترک کے حوالہ کیا۔ اور اوس کا حتی الامکان استحکام کر کے دو تین منزل پیچھے اپنے ماک کو چلا گیا۔ جب چند روز میں رسد وغیرہ آگئی اور وہ ابھی جاتی رہی تو برہان شاہ نے وسط شوال میں قلعہ شولاپور کے محاصرہ کے لیے کوچ کیا۔ اور امرائے عادل شاہی کے مقابلہ کو تورنگ خان و کمٹی امیر امراتہ برار کو نہایت عمدہ لشکر دیکر بھیجا۔ تورنگ خان اوس زمانہ کی جنگی قوا عدو غلبہ جانتا تھا۔ تورنگ میں اگر ملین معرکہ جنگ میں خود بھی گمبھیر گیا۔ اور اعتماد خان شوستری سر نہایت عادل شاہ کے مقابل ہو گیا۔ دونوں میں سے کسی نے ایک دوسرے کو نہ پہچانا اور نیزہ بازی ہونے لگی۔ اعتماد خان نے دیکھا کہ تورنگ خان کی گردن کھلی ہوئی ہے۔ اس لیے عین شاہ رگ پر نیزہ مارا۔ مگر وہ گرا نہیں۔ پڑا رہا۔ اور خون اوس کی گردن سے بہتا رہا۔ جب کثرت سے خون نکل گیا اور تورنگ خان مضطرب ہو گیا۔ تو آخر کو اعتماد خان نے ایک نیزہ اوس کے سینہ پر مارا کہ جس سے وہ زین سے نیچے آگیا ابھی تورنگ خان کے قتل کو خیر خستہ نہیں ہوئی تھی۔ کہ سہیل خان خواجہ سرانظام شاہی نے جو اس وقت یجا پور میں اگر عادل شاہ کے امرا میں داخل ہو گیا تھا نظام شاہ کی فوج پر حملہ کیا۔ برہان کی فوج اپنے سردار کے نزدیک کھینچ کر ہٹ پریشان اور بنیدل ہو رہی تھی فوراً ہباگ مٹھی اور ایک کوس پر برہان شاہ کے پاس حاکم رہا گیر ہوئے اور برہان کے سوا باقی اور چار سو گھوڑے چھن گئے اور چار سو سپاہی گرفتار ہو گئے۔

۱۲۷- برہان کے امرا اوسے اس شکست سے برہان شاہ کے امرا اوس سے بہت بدول ہو گئے سخت سے اذیت کا ارادہ اور اور سپاہی اوس کی فوج سے ہٹ گئے لگے امراے و کمٹی و امراہم سے اوس کی صلح۔ حبشی نے مشورہ کیا اور چاہا کہ برہان شاہ کو معزول کر کے بجائے

اوس کے اوس کے بیٹے اسمعیل کو قید سے نکال کر تخت پر بٹامین۔ اس مشورہ کے سر غنہ
 کامل خان دکنی اور اوس کے بھائی تھے۔ مگر برہان شاہ کو قبل از وقوع اس واقعہ کی خبر
 لگ گئی۔ کامل خان وغیرہ کو اوس نے پکڑ کر قتل کر ڈالا۔ اس سے دکنی اور ہی مشغوش
 اور متغیر ہوئے۔ برہان شاہ کو ایرانیوں کی صحبت رہا کرتی تھی اس سے بھی امر و پرستی کا
 چسکا لگا ہوا تھا۔ یوسف خواجہ سر ایک نہایت خوبصورت لڑکے پر زلفیتہ تھا دکنیوں نے
 اسے گامٹا۔ کہ رات کے وقت خواب میں وہ برہان کو قتل کر دے۔ برہان کو یہ بھی
 معلوم ہو گیا۔ اور ایک مرتبہ رات کے وقت وہ نیند میں جان ڈال کر پڑ گیا۔ یوسف
 نے تلوار پر ہاتھ ڈالا۔ کہ یکا یک برہان نے کوہِ تلوار اوس کے ہاتھ سے چھین لی۔
 مگر چونکہ اوس کے عشق میں دل و جان دے بیٹھا تھا اس سے قتل نہ کیا۔ اب برہان شاہ
 اپنے حملہ اور قلعہ بنانے سے پشیمان ہوا۔ اور احمد نگر کے ارادہ سے لوٹ کر قصبہ
 کروڑالیان میں جو اوس کی عملداری میں تھا چلا گیا۔ رومی خان اور ایاس خان نے
 اوس کا تعاقب کیا اس سے برہان نے جان لیا کہ بغیر صلح کے لوٹ جانا اچانہیں جو
 صلح کا پیغام دیا۔ مگر ایک مہینے تک ابراہیم عادل شاہ نے صلح سے بالکل انکار کیا
 جب محمد قلی قطب شاہ اور راجہ علی خان نے دیکھا کہ بے فائدہ دو مسلمانوں میں لڑائی
 ہو رہی ہے۔ اور ختم ہی نہیں ہوتی تو محمد علی نے مصطفیٰ خان استرابادی کو اور راجہ علی خان
 نے خواجہ عبدالسلام تونی کو ہر سہم رسالت بجا پور کو بھیجا۔ اور صلح کے لیے سفارشات کی
 ابراہیم عادل شاہ نے اس شرط پر صلح منظور کی کہ برہان شاہ: اپنے بڑے ہوئے
 قلعہ کو غور و سار کر دے۔ اس شرط کو برہان نے منظور کیا۔ اور عہد نامہ کی تعمیل اور تکمیل
 کے لیے شاہ نواز خان شیرازی ابراہیم عادل شاہ کی طرف سے قطب شاہی اور خاندیسی

سفیروں کے ساتھ برہان شاہ کے پاس گیا۔ برہان شاہ نے دربار منعقد کیا۔ اور ایلچیوں کو بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ بولایا۔ پھر مصطفیٰ خان اور خواجہ عیسیٰ السلام نے گفتگو کی ابتدا کر کے صلح کی تکمیل کرا دی۔ بعد ازاں سینہ و ہم محرم شہزادہ کو برہان شاہ موضع سلسرہ میں خود آیا اور سب سے پہلے ایک پتھر قلعہ کی دیوار کا خود نکال کر ادا کیا پھر تمام صغیر و کبیر دیواریں توڑنے اور عمارت کو ڈھانے لگے اور ایک طرفۃ العین میں قلعہ منہدم ہو گیا۔ جب اس عمدہ نامہ کی تعمیل ہو چکی تو بنجا طرجمی برہان شاہ احمد نگر کو چلا گیا۔ اور راستہ میں پریشادہ سے شاہنواز خان کو رخصت کر دیا۔ اور جو کام کہ وہیہو دگی سے شروع کیا گیا تھا اس کا خاتمہ ایسا لغو ہوا۔ کہ جس سے پنج ارندامت کے سوا کچھ وصول نہ ہوا۔

۱۰۰۱ھ

۱۲۸- برہان شاہ کا دکنی برہان شاہ جب احمد نگر صبح و سلامت گیا تو اس نے چند روز تک تو اور جیشیوں کو پرنگالیوں کے اپنے ہوش و حواس درست کیے پھر شہزادہ میں ریکہ ندہ کے دفعیہ کو بیٹھا اور اکبر کے پرنگالیوں کے نکالنے کا ارادہ کیا۔ اور مندرجہ ذیل کو فوج بھیجا کہ دیا گئے کا خدشہ۔ کہ سمندر کے کنارہ کے اوس پہاڑی پر ایک قلعہ بناوین جس کے نیچے ہو کر پرنگالیوں کے جہاز آیا جایا کرتے ہیں اور پرنگالی جہازوں کو وہاں آند و رفت نہ کرنے دیں پناہ قلعہ کمور لہ وہاں بنا کر نظام شاہی فوج نے توپ اور ضریرن اوس کے برجون پر چڑھا دیئے۔ پرنگالیوں نے یہ دیکھ کر دن کا راستہ موقوف کر دیا۔ اور شب کے اندھیرے میں اپنا کام چلایا اور اپنے تمام باندہ و بندے سے امداد طلب کر کے مسلمانوں پر دوم تہہ شیخون مارا اور دو دوتین تین ہزار دکنی فوج قتل کر دی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ پرنگالیوں کے ہتھیار اچھے تھے اور اوس زمانہ تک جو فنون جنگ میں ترقی ہوئی تھی اوس سے وہ ماہر تھے۔ بخلاف ہمارے مسلمان دلاوروں کے کہ یہ وہیہو قدیمی

تیرا فکلی اور مشیر بازی کے سوا کچھ نہ جانتے تھے۔ توڑ دار بندوق اور توپ ہی ان کے پاس ہوتی تھی۔ گروہ بھی ایسی ہی خراب تھی کہ جس کو لاٹھی پونگی سے کچھ ہی تفوق حاصل تھا۔ برہان شاہ نے دکنی حبشی سنیوں سے نظام شاہی سلطنت کو چھینا تھا۔ اس لیے وہ ان کی خرابی کے درپے تھا اور غریبوں کو چاہتا تھا۔ جب اسے دکنیوں کے قتل کی خبر پہنچی تو دل میں خوش ہوا۔ مگر بظاہر کچھ افسوس کیا اور جن دکنی حبشی امرا سے اطمینان نہ تھا ان میں سے دس بارہ ہزار آدمی منتخب کر کے اس خیال سے ہنگالیوں کے مقابلہ کو بھیجے کہ طرفین میں سے جو مارا جائے گا اس سے اس کو فائدہ ہوگا۔ اور بہادر خان گیلانی کو شہر کر کے امرا غریب کے اتفاق سے رومالی اور دمن کے بندروں کو بھیجا جہاں سے ہنگالیوں کو مدد ملتی تھی جو گجرات اور دکن کے بیچ میں واقع ہیں۔ بہادر خان سے وہاں ہا اشوال شاہ کو بروز چار شنبہ لڑائی ہوئی۔ ہنگالی اور دکنی مقابلہ پر آئے اور دکنی حبشی تھے غالباً تلوار کی لڑائی ہونے لگی ہوگی۔ جس سے سو ہنگالی اور دو سو نصرانی مارے گئے۔ اور مسلمانوں کو غلبہ رہا۔ اس کی برہان شاہ نے بڑی خوشی کی۔ اسی سال ذی قعدہ کے مہینے میں خبر آئی کہ اکبر بادشاہ نے نواب خانخانان کو فوج دیکر مالوہ کو بھیجا ہے۔ اور شاہ رخ مرزا سابق بادشاہ بدخشان اور شہباز خان اکبری امرا سلطان پورا دزدن آرا کو روانہ ہوئے ہیں۔ چونکہ برہان شاہ نے اپنے وعدہ کے بموجب علاقہ برار اکبر کو نہیں دیا تھا اس لیے اسے اندیشہ ہوا کہ اکبر نے شاید برار کی تسخیر کا ارادہ کیا ہے۔ چنانچہ برہان شاہ نے بہ نظر پیش بندیا راجہ علی خان کے پاس عماد خان ایک اپنے معتبر کو بھیجا کہ اس باب میں شور کرے

لیکن اکبر نے اس وقت کوئی کارروائی نہیں کی جس سے اہل دکن کو کچھ زیادہ تشویش کی ضرورت ہوئی۔

۱۲۹۔ پرتگالیوں کے برہان شاہ تو میران حسین کا باپ تھا۔ بلبلہ چلی من اوس سے ہاتھ سے دکنی اور جیشین بڑھکر کیوں نہ ہوتا۔ غلمان اور نسوان کے ساتھ مباشرت میں کا قتل اور برہان کی خوشی۔ منہمک رہتا تھا۔ اور حکم دیدیا تھا کہ جہان کوئی خوبصورت عورت ملے خواہ وہ شوہر وار ہو یا بے شوہر والی اوسے بادشاہ کے لیے پکڑ لائیں شجاع خان

جہشی کی بی بی بڑی خوبصورت تھی۔ جب برہان شاہ کی استعد عا پر اوس نے اپنی جو رکے دینے سے انکار کیا تو اوس بیچارہ کو زبردستی قلعہ میں پکڑوا سنگا یا اور شجاعت خان کو قید کر دیا شجاعت خان نے اس وجہ سے اپنے پیٹ میں خنجر مار کر اپنا کام تمام کر لیا۔ اس وقت فرہاد خان جہشی اور اسد خان تلج خان نصیر الملک و دولت خان دانی راے و دوست علی مولہ قلعہ کو رلہ پر نامور تھے اونہوں نے پرتگالیوں کا خوب قافیہ تنگ کیا۔ قریب تناکہ یہ لوگ وہاں سے نکل جائیں کہ اسی میں شجاعت خان کو۔ خبر پہنچی۔ یک بیک تمام جہشی اور دکنیوں کو برہان شاہ سے انزرت ہو گئی۔ مسلمانوں میں اس زمانہ میں بھی ملکی لڑائیاں بادشاہ کی خاطر سے ہوا کرتی تھیں قومیت کا مطلق خیال نہ ہوتا تھا۔ جب وہ بادشاہ سے ناراض ہوتے تو لڑائی سے پہلے ناراض ہو جاتے تھے۔ کل دکنی اور جہشی ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گئے اور یہ ارادہ کیا کہ احمد نگر جاکر برہان شاہ سے بغاوت کریں پرتگالیوں کو اسکی خبر مل گئی۔ وہ رات میں چھ جہاز زمین بیٹھ اس وقت چار دن طرف سے آکر یکدم دین جمع ہو گئے۔ اگر انسان ہرتے تو اسی کو کافی سمجھتے کہ مسلمانوں کو واپس آنے سے اوٹے مقبوضات بچ گئے۔ بلکہ ممکن تھا کہ قلعہ گہر لہی بلا تکلیف جنگ ادن کے ہاتھ

اجاتا۔ مگر وہ اس وقت خونخوار و رندوں سے کم نہ تھے۔ انہوں نے ان عساکر
مسلمان کی قربانی کر کے دیا بہانا ضروری سمجھا۔ جمعہ کا دن اور (۱۶ ذی الحجہ کی تہی کہ
علی الصباح چار ہزار پتھالی قلعہ کی طرف کو آئے۔ تاج خان اور انی را سے ایک
قلیل سپاہیوں سے قلعہ کے باہر اترے ہوئے تھے وہ اون کی آواز سنتے ہی خواب
سے اوشٹے اور انگلیں ملتے قلعہ کو بہا گئے۔ قلعہ کا دروازہ کھلتا اندر گھوڑے پیچھے سے
پرتھالی ہی کی گئے اور دروازہ پر قبضہ کر لیا۔ اور اندر گھس آئے۔ اہل قلعہ برہان شاہ کے
ہاتھ کے نشہ سے مدہوش ہو رہے تھے لڑنے اور مرنے کا مطلق خیال بھی نہ بھٹا۔
اور ہر نیندین سرشار تھے۔ ان بے رحموں نے آتے ہی بکریوں کی طرح فوج کرنا شروع
کیا اور دس بارہ ہزار مسلمانوں کو گاجر مولیٰ کی طرح کاٹ کر پھینک دیا۔ فرہاد خان غری
ہو کر پکڑا گیا باقی سب مارے گئے بعد ازاں قلعہ توڑ تمام توپ خانہ اور مال و اسباب
سب لے گئے جب یہ خبر برہان شاہ کو پہنچی تو وہ مارے خوشی کے پھولانہ سمایا۔ اور اسے
عین فتح سمجھا۔ اور جو مناصب کہ ان کے قتل کی وجہ سے خالی ہوئے۔ وہ تمام
غریبوں کو تقسیم کر دے۔ مرتضیٰ خان انجو و شیخ عبد السلام عرب و احمد بیگ
قرلباش خان و خلیفہ عرب و ذبک ہادر و خواجہ اندق ماوراء النہر و وغیرہ کو مناصب
عنایت کیے اور چاہا کہ ان لوگوں کو بند جیول کو بھیج کر پرتھالیوں کا استیصال کرے کہ وہاں
اسمعیل برادر ابراہیم عادل شاہ کا جگہ اچھڑ گیا۔

۱۳۰۔ منجن خان کا لیبار سے ابراہیم عادل شاہ کو جب برہان شاہ کے جگہ ملے سے فرصت
خراج و وصول کرنے کو جانا ملی تو اوس نے میر خان حبشی تمام علی عادل شاہ کا اخلاص خان
کا خطاب دیکر اپنے پیشوا مقرر کیا یہ شخص بڑا سیدھا آدمی تھا۔ اوشہ کی رضا جوئی کو سب کلام

پر بقیہ سمجھتا اور اپنے ذاتی اغراض سے کوئی کام نہ کرتا تھا۔ ^{۲۱} اس میں ابراہیم ماحول شاہ
 نے منجن خان پر کمال کشور خان بزرگ کو سرکش کیا اور یلیبار کو خراج وصول کر کے
 لئے روانہ کیا۔ اس نے وہاں جا کر تمام رایان یلیبار سے کھلا بیجا۔ کہ اگر خراج ماضیہ
 نہ دو گے تو ہمارے ملک چین میں لے جائینگے۔ چونکہ سب کو معلوم تھا کہ ابراہیم کی
 حکومت جم گئی ہے۔ اس لئے تمام راجاؤں کا ارادہ ہوا کہ اطاعت کر لیں کنگ نانگ
 جو یلیبار کے بڑے راجاؤں میں سے تھا اور اس کے پاس آٹھ ہزار سوار پیادہ رہا
 کرتے تھے منجن خان کے پاس آکر حاضر ہو گیا۔ مگر اس سے اور اور راجاؤں سے
 کچھ دل صاف نہ تھے۔ اس لیے کنگٹاوری و اسب نانگ و بہرہ دیوی و کشی ویر
 اس امر کا خوف ہوا کہ اگر ہم اطاعت کریں اور منجن خان کے پاس حاضر ہوں تو کمین
 یہ کچھ دغا بازی کر کے ہمیں گرفتار نہ کرادے اس سبب سے ان کے ارادے
 بدل گئے۔ اب سب نے اتفاق کیا۔ اور بیس ہزار فوج سے منجن خان کے مقابل
 ہوئے۔ اور کوہستانی مستحکم مقاموں میں جا پڑے۔ مسلمانوں کو بہت تجربہ ہو چکا تھا
 کہ پہاڑی مقامات میں ہمیشہ نقصان پہونچا کیا ہے منجن خان آگے نہ بڑھا۔ اور کنگ نانگ
 کو ہمراہ لیکر قلعہ جڑہ کو چلا۔ اسب نانگ والی جڑہ بامداد دیگر رایان راستہ میں حائل ہوا
 اور کوہستان میں تین روز تک لڑائی ہوتی رہی۔ پہاڑ کے سبب سے لڑائی کے
 فیصلہ میں دیر ہوئی۔ مگر مسلمان ہی غالب رہے۔ اور منجن خان نے جا کر قلعہ کا محاصرہ
 کیا۔ جس سے اسب نانگ نے خراج دیکر اطاعت کر لی۔ اور منجن خان کے پاس
 حاضر ہو گیا یہ واقعہ راہ ربیع الثانی سنہ ۷۸۵ کا ہے پھر دو تین جیسے میں میوڑی چونکٹاوری
 کے قبضہ میں شامع ہو گیا۔ ابھی اور کچھ آئندہ مذکر کرنے پائے تھے کہ ملگوان کا جہنگڑا اوٹھ

کھڑا ہوا۔ اور منجن خان کو بیجا پورا نا پڑا۔

۱۳۱۔ ابراہیم عادل شاہ کے دلاور خان نے اسمعیل براور ابراہیم عادل شاہ کو قلعہ بلگوان بھائی اسمعیل کی بنیاد میں قید کر دیا تھا جب تک دلاور خان برسر حکومت رہا

تب تک جیسے تمام دیگر مفسد برنجاکے ہوئے تھے اسی طرح سے اوس کے حسن انتظام سے شاہزادہ اسمعیل بھی چپ بڑا تھا۔ اب جب دلاور خان کی حکومت جاتی رہی اور اسمعیل بڑا بھی ہو گیا۔ اور امرائے اوس کا ساتھ بھی دینے کو کہا تو اوس سے بھی سلطنت کی ہوس ہوئی اور ابتدا اوس کی یون پڑی کہ جب ابراہیم عادل شاہ خود مختار ہوا تو اوس نے بھائی کے پیروں سے زنجیریں نکلوا دیں اور ایک تار ہون ماہانہ جس کے سارے تین ہزار روپیہ سکے چہرہ شاہی ہوتے ہیں مقرر کر دئے اور بجز اس کے کہ وہ قلعہ سے بلا اجازت کمین نہ جائے اور کوئی قید نہ رکھی ابراہیم اوس سے یہاں تک محبت کرتا تھا کہ ایک مرتبہ بلگوان سے آم آئے پوچھا کہ اسمعیل کو بھی دے گئے یا نہیں جب معلوم ہوا کہ نہیں دے گئے تو وہ ہی اوس کو بھیج دے اور حکم دیدیا کہ جو چہینہ دہان سے بھیج جائے وہ ہمارے بھائی کو پہلے دیجایا کرے۔ پہلا اوس زمانہ میں محبت کی اس سے زیادہ اور کیا امید ہو سکتی ہے۔ اس محبت کا سبب یہ تھا کہ ان دونوں کی ماں ایک ہی تھی اور ابھی تک زندہ تھی۔ ابراہیم اوس کی بڑی عزت کرتا تھا۔ اور وہ دونوں بھائیوں میں دشمنی نہیں چاہتی تھی۔ جب امرائے سلطنت نے دیکھا کہ بادشاہ نیک مزاج ہے اور رنگیلا ہوا ہے تو انہوں نے اپنی حوصلہ آزمائی کے لیے اسمعیل کو بیکار قلعہ بلگوان کا تھانہ دار و کوتوال اور تمام شہم و خدم اوس سے مل گئے۔ اور کتنے ہی بیجا پورے۔ کہ امبر بھی ہوس کا ساتھ دینے کو تیار ہو گئے۔ سادفت راونا گوارٹی نے جو قلعہ بلگوان کے پہرہ بچی کے

سپاہیوں کا ایک بڑا عمدہ دار تھا اپنے بیٹی شاہزادہ اسماعیل کو دی تھی۔ اوس کے باعث سہ اسماعیل کو اس قلعہ کے قبضہ میں بڑی مدد پہونچی۔ اور غالباً اوس نے تباہ و آوارہ بیخبری میں پکڑ کر قید کر لیا تھا غرض کہ جب قلعہ قبضہ میں آگیا تو رمضان ۱۰۰۲ھ کو اوس نے بغاوت کے ٹھکانہ ڈال دئے۔ جب ابراہیم کو خبر ہوئی تو غالباً مان کے اشارہ سے اوس نے یہ دجاہا کہ بھائی کو میں کچھ ایذا پہونچاؤں بلکہ راستی میں کام نکل جانے کہ بہتر ہوگا۔ اور شاہ نور عالم ایک اپنے معتمد کو شیخ المسیح شیخ جنید کی اولاد میں تھا اس مضمون کا خط لکرا اسماعیل کے پاس بھیجا کہ تم کو معلوم ہے کہ اس وقت تمام سلطنت کے امیر مطیع ہیں اور کوئی دم نہیں مانتا ہے میں نے جو تمہارا ارادہ ہے اوس کی تمام کیفیت سن لی بہتر ہے کہ جو کچھ ہو گیا اوس کا عذر اور آئندہ کو احتیاط کرو۔ ورنہ جو نقصان کہ پہونچے گا اوس کا گناہ میرے اوپر نہیں ہے۔

من انچہ شرط بلغ است با تومی گویم	تو خواہ از سخن پند گیکر خواہ ملال
----------------------------------	-----------------------------------

جب یہ قاصدا اسماعیل کے پاس پہونچا تو اوس نے اس خیال سے کہ اس قدر کثرت سے امر امیر اس کا دینے سے کوئی تیار نہیں شاہ نور عالم کو گرفتار کر لیا۔ اور بغاوت آمیز جواب بھیج دیا۔

۱۰۰۲ھ۔ برہان شاہ اور عین الملک	اب اسماعیل نے برہان شاہ کے پاس امداد کے لئے آدمی
--------------------------------	--

اور عین الملک کا بیجا پور کو آنا۔	سے جلا ہوا تھا اور ایسے موقع کو خدا سے چاہتا تھا۔ اوس نے
-----------------------------------	--

امداد دینا فوراً منظور نہ کر لیا بلکہ اسماعیل کی کامیابی کے اچھی اپنی تدابیر سے بتائیں اوس نے کہا کہ اپنے مقصد کے حاصل کرنے کے لئے چاہیے کہ امرائے سب کا پور کو جبر طبع سے بہنے کے کاٹنا ضرور ہے۔ عین الملک جو امیر الامر ہے اور بلگون کے

پاس اوس کی جاگیر ہے اگر آپ سے مل جائیگا تو چونکہ وہ اوس درجہ کا امیر ہے باقی تمام امیر آپ کے اتھ ہو جائینگے۔ یہ سنتے ہی اسمعیل نے عین الملک کو جو پرگنہ ہیگیری کا جاگیردار تھا۔ اور میر آئکس خان کے متنبی لڑکے کو پیغام بھیجا۔ یہ دونو اسمعیل کی طرف مائل ہو گئے مگر عین الملک کی یہ رائے ہوئی کہ یہ سلطنت ایک بادشاہ کے ہی ہاتھ میں نہ رہے بلکہ دو جدا جدا مستقل حاکم ہو جائیں۔ اگر ابراہیم بیجا پور میں رہے تو اسمعیل بلگوین میں اپنا دارالسلطنت قائم کرے۔ اس لیے ابراہیم سے ظاہرین بگڑنا مناسب نہ سمجھا۔ اور اسمعیل سے کہا کہ جب آپ کا کام درست ہو جائیگا تو اوس وقت بسو چشم میں حاضر ہو جاؤ ننگا اودھرا ابراہیم نے جب شاہ نور عالم کی گرفتاری کا حال سنا تو اوس نے الیاس خان کو پانچ چھ ہزار فوج سے بلگوین کی تسخیر کے لیے روانہ کیا اسمعیل ابھی مکرورتنا وہ قلعہ میں متحصن ہو گیا۔ الیاس خان نے محاصرہ کیا۔ اس کے سوا ابراہیم نے عین الملک کو بھی بلگوین کی تسخیر میں مدد دینے کو لکھا۔ اوس نے ظاہر ابراہیم کے حکم سے فوج بھیج دی۔ مگر باطن میں اس فوج نے اہل قلعہ کو رسد اور باہر کی چیزیں پہنچائیں۔ جب یہ حال ابراہیم کو معلوم ہوا تو اوس نے مشورہ کے بہانہ سے عین الملک کو بیجا پور کو بولایا۔ چونکہ ابھی عین الملک کو ابراہیم سے بگڑنا منظور نہ تھا اس لیے اوس نے حسب دستور فرمان کا استقبال کیا اور رفع مظنہ کے لیے بوجلت تمام چہند مخصوصوں کے ساتھ بیجا پور کو چلا آیا۔ چونکہ عین الملک چند برس ہندوؤں سے ملا ہوا تھا اور اونہیں دیتا لیتا رہتا تھا اس اثنا وہیں انہوں نے عین الملک کی خیر خواہی کے حالات ابراہیم کو خوب سنا دئے تھے۔ اس لیے ابراہیم نے دربار کیا، در عین الملک کو بولایا۔ دربار کا یہ قاعدہ تھا کہ جب ایسا کوئی امیر آتا تو اوس وقت شاہی امیر چند سپاہی لیکر دربار میں موجود رہا کرتے تھے اور چپ دراست کھڑے

ہو کر اس امیر کو پیش کیا کرتے تھے جب عین الملک اس طرح پیش کیا گیا تو اسکو اپنے خفیہ جرم کے باعث بادشاہ سے بڑا خوف پیدا ہوا۔ اور ابراہیم کو اس خوف کا حال معام بھی ہو گیا۔ مگر بہ نظر احسن الامین اس کے اوس نے نہایت مہربانی کی اور معمولی خلعت وغیرہ دیکر اس سے رخصت کیا۔ اس بولانے اور اس عنایت و نوازش کے ساتھ رخصت کر دینے سے ابراہیم کا یہ خیال تھا کہ عین الملک کے دل میں جو کہ درت یا خوف ہو گا وہ رفع ہو جائیگا مگر ایسا نہ ہوا۔

۱۳۴۳ء سلطنت بیجا پور میں جب عین الملک بیجا پور سے اپنی جاگیر تیکری کو لوٹ کر آیا تو اس ابراہیم کے برخلاف غدر نے وہ ہی پہلا طریق رسد رسانی وغیرہ کا جاری رکھا۔ اور شاہ طرہ سے ترک تعلق نہ کیا جس سے یہ خبر اب طشت از بام ہو گئی۔ اس زمانہ میں حیات خان کو تو ال بیجا پور کو باروت وغیرہ دیکر ابراہیم عادل شاہ نے الیاس خان کے پاس بھیجا تھا مہر جمعیت کے وقت بیگم بن اس کا گذر ہوا۔ عین الملک نے اس کی بڑی خاطر تواضع کی۔ مگر حیات خان کو کو توالی کی حکومت میں زبان درازی اور رشوت ستانی کی عادت ہو گئی تھی وہ اب بھی اپنی عادت کو نہ چھوڑا۔ اور عین الملک سے بعض الفاظ اشارہ کنایہ میں ایسے کہے کہ جس سے اس کی ذمہ حرام خواہی کا الزام لگتا تھا۔ اسے ناگوار گذرا۔ جب اس نے کچھ سخت جواب دیا تو اس کو تہ اندیش بنے بالقصر تاج او سے حرام خواری کا ملزم ٹھہرا دیا۔ اور کہا کہ میں بلکون کو اسی واسطے گیا تھا کہ تیرے حالات کی تحقیقات کروں اب مجھے تیری نمک حرامی ثابت ہو گئی ہے اور میں بادشاہ سے جا کر عرض کروں گا۔

حیات خان کو تو اس سے مقصد یہ تھا کہ عین الملک سے دبا کر اس طرح کچھ روپیہ وصول کروں مگر وہ ڈر گیا۔ اور اس نے خیال کیا کہ اب زیادہ کلیا میں گر پھوڑنا مشکل ہے

حیات خان کو توقید کر لیا۔ اور علانیہ بغاوت کا ارادہ کر کے اکثر حکام بلاد و تملع کو خطوط لکھ کر شاہزادہ کی امداد کو مستعد ہو جائیں۔ مرجع کی فوج نے تمانہ دار اسمی بید نائنگ کو قید کر لیا اور شاہزادہ کی علی الاعلان اطاعت کر لی۔ بیجا پور کا قلعہ دار غور شہید خان، اسمعیل کا خفیہ طرفدار ہو گیا۔ اور اوس نے اپنے پاس اسمعیل کے آدمیوں کو رکھ لیا۔ پھر عین الملک نے برہان شاہ کو ایک عرضی لکھی اور ابراہیم کی شکایتیں بیان کر کے خبر کر کیا کہ اکثر امرا شاہزادہ اسمعیل کے طرفدار ہو گئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اوسے بادشاہ بن کر دار السلطنت کو بیجا پور میں مگر آپ کے بغیر تشریف آوری کے یہ کام انجام نہیں پاسکتا۔ اگر آپ تکلیف فرمائیں تو اس نوازش کے عوض قلعہ شولا پور و شاہ درگ آپ کے نزدیکیا جائیگا اور اسی کے ساتھ ایک مہری عہد نامہ بھی اسمعیل کے دست میں ترسب کر کے روانہ کیا۔ برہان شاہ نے جیب اسمعیل کی امداد پر عین الملک کو ایسا مستعد پایا تو فوراً لشکر جہاںگیر احمد نگر سے کوچ کیا۔ عین الملک نے بھی اوس فوج کو جو الیاس خان کی مدد کو بلگوین پر گئی تھی بلو الیاس اب تمام سلطنت میں ایک عظیم الشان مہگامہ ہو گیا۔ جس کو دیکھو وہ شاہزادہ اسمعیل کا ہی دم بہر نے لگا۔ دیونا ننگ کا بیٹا ابراہیم کے امیر ون میں داخل ہو گیا۔ عین الملک کے نام اوس کا ایک خط بکڑ آیا۔ اوس میں لکھا تھا کہ آپ کا بیٹا پہونچا۔ رومی خان شہر کے اندر اپنے کام میں گرہم ہے شہر کے اکثر عمائد نے یہاں تک کہ ابراہیم کے خدمتگاروں نے بھی اوس سے عہد کر لیا ہے کہ جب اسمعیل شاہ حوالی بیجا پور میں پہونچے تو اسی وقت ابراہیم کو گرفتار کر لیں یا خنجر سے اوس کی خبر لے لیں۔ میں شہر کے باہر اپنے کام میں مصروف ہوں آپ کا انتظار ہے جلد آئے۔ سب کام درست ہو گیا ہے، غرض کہ چار دن حرف فساد کھڑے ہوئے۔ رایان ملیبار نے بھی بغاوت کی۔ اور قلعہ چن در کو ٹی پڑھنے ہوئے۔ بیجا پور کو

ہی اکر لوٹا۔ الیاس خان جو بلگوین کا محاصرہ کیے ہوئے تھا یا تو ڈر گیا اور یا انہیں بلوایا
 کا دل میں طرفدار ہو گیا۔ قلعہ بلگوین سے ابراہیم کے بلا حکم اور ٹکڑ چل دیا۔ اور کوہہ کو بیچ
 بیچ پور کو چلا آیا جس سے دار السلطنت میں ایک تملکہ عظیم ہو گیا۔ اور سب نے
 یقین کر لیا کہ ہفتہ عشرہ میں اسماعیل آکر چچا پور پر قابض ہو جائیگا۔

۱۳۴۰ - حمید خان اور ہیل خان کا
 جاکر عین الملک کو قتل اور اسماعیل
 الیاس خان اور حاجی محمد رومی خان کو ہتھیار ہار دہ کی ہوافقت کا شک
 کو گرفتار کرنا۔
 پور ہاتھ فوراً گرفتار کر کے قید کر دیا۔ اور اسی طرح سے

دیوانگ اور بابا جی پنڈت کو جسے منصب کارملکی ابراہیم نے دے رکھا تھا یکوا کر جیل خانہ
 پہنچایا۔ اور اسی روز تمام امراء سلفنت کے احضار کے لیے فرمان بھیجے۔ اور چاروں
 طرف سے امراء اور فوجیں آنا شروع ہوئیں۔ عالم خان دکنی نے نہایت فرنی کی لشکر کی
 فراہمی کا انتظار نہ کیا اور محض پچاس ہی آدمیوں سے بیجا پور میں ابراہیم کی خدمت میں
 آکر حاضر ہو گیا۔ ابراہیم نے حمید خان کو جو ایک مدت سے قید میں تھا جیل خانہ سے
 نکالا۔ اور اوس کو بڑا مرتبہ دیا۔ اس سبب سے مخلوق کے دل پہرے اور ابراہیم کی طرف راہی
 کا لوگوں کے دل میں پھر خیال پیدا ہوا۔ اور عین الملک نے جب دیکھا کہ بلگوین پر سے
 ابراہیم کی فوج بالکل چلی گئی تو اوس نے دس ہزار سوار اور بیس ہزار پیادہ لیے۔ اور برہان
 شاہ کو احمد نگر سے جلد یا تمنا مگر ازراہ غرور اوس کا کچھ انتظار نہ کیا اور خود ہی بلگوین جا کر
 شاہزادہ اسماعیل کے سر پر سبز چتر لگایا اور اسکو بادشاہ بنایا۔ ابراہیم نے یہاں سے
 حمید خان کو ہر روز چار سہ ۲۴ ربیع الاول سن ۹۵۸ کو پٹی بھاگ بلگوین کو روانہ کیا۔ جب
 حمید خان غسال پور میں بلگوین کے قریب پہنچا تو عین الملک کا آدمی اوس کے پاس آیا

اور حمید خان سے شاہزادہ کی امداد کے لیے کہا۔ حمید خان نوہان سے تدبیر سیکھ کر یہی کیا۔ ۱۔ اوس نے کھانا بچا کر مین لڑائی کے لیے نہیں آیا۔ جون۔ بلکہ شاہزادہ عسکالم کی امداد کے لیے آیا۔ جون۔ اگر آپ جلدی سے بچاؤ کر لیں تو مین ساتھ ہوں۔ برہان شاہ کے احسان بغیر سلطنت ہاتھ آجائیگی۔ اوس کا احسان لینا میرے نزدیک مناسب نہیں ہے۔ عین الملک اس فریب کو نہ سمجھا۔ اوس نے جانا کہ حمید خان بچ کر کھانا ہے۔ برہان شاہ اس وقت پریندہ مین آچکا تھا۔ عین الملک نے اوس کا انتظار نہ کیا۔ اور قلعہ بلکوین کو چھوڑ کر شاہزادہ کو ساتھ لے ماہ ربیع الثانی ۳۰۰ھ مین حمید خان کے پاس کو چلا۔ جب ایک سطح میدان مین باہین ہتھکری در اسے باغ کے آگے۔ تو وہاں ٹھہر گیا۔ کہ ایک دربار منعقد کر کے حمید خان سے شاہزادہ کو سلام کرائے۔ اور وہاں فرش وغیرہ خوب بچھوائے۔ عین الملک کا ایک عالی خان نام بیٹا تھا۔ اوس نے حمید خان کے اوضاع سے جان لیا۔ تاکہ یہ ابراہیم کا طرفدار اور اسمعیل کا دشمن ہے۔ اوس نے عین الملک سے کہا کہ مجھے حمید خان سے کھانا ہے۔ جو تیار رہنا چاہیئے۔ مگر عین الملک نے اسے تسلیم نہ کیا۔ آج ۱۶۔ ربیع الثانی ۳۰۰ھ کی اور دن جمعہ کا تھا۔ منابر پر اسمعیل کا خطبہ پڑھا گیا۔ اسمعیل نے اب اپنے آپ کو پورا بادشاہ سمجھ لیا۔ لہذا وہ نہ کہ دشمن کی فوج سر پر چلی آرہی ہے۔ اوس کی کیفیت اور ارادہ کر دیکھا جائے کہ کیا ہے۔ جس وقت یہاں ٹنڈے ٹنڈے چہڑاؤ ہو رہے تھے اور فرش بچھ رہے تھے۔ اور اسمعیل شراب و کباب مین مشغول تھا۔ کہ حمید خان نے قریب آکر توپ اور بندوق کے گولوں سے سلام کیا۔ ایسی حالت مین ہر کوئی جان سکتا ہے کہ اسمعیل اور عین الملک کو کیسا کچھ اضطراب، نہ ہوا ہوگا۔

عین الملک نے چاہا کہ فوج بیکر کچھ حرکت نہ لوی کرے۔ مگر میل خان جو حمید خان کے

ساتھ تافوج لیکر آگے بڑھا اور عین الملک کے آدمیوں کو سنبھلنے سے پہلے ہی جالیا
 عین الملک اس تلامذہ میں زخمی ہو کر گھوڑے پر سے گر پڑا اور اوس کا سر کاٹا گیا۔
 اب سیسل خان شاہنزدہ کی طرف کو چلا شاہنزدہ چاہتا تھا کہ اپنی فوج سے ٹھکڑے والی خان
 اور انگس خان کی فوج میں چلا جائے اور دہان سے برہان شاہ کے لشکر سے جا ملے
 مگر نقشہ کے باعث گھوڑے پر سے گر پڑا۔ اور حمید خان کے آدمیوں نے اوسے
 گرفت کر کر لیا۔

۱۳۵۔ شاہنزدہ اسماعیل کا قتل جب لڑائی کا تصفیہ ہو گیا تو حمید خان نے عین الملک کا سر
 اور برہان شاہ کی دہسوی وغیرہ ابراہیم عادل شاہ کے پاس بجا پور کو بھیج کر اسماعیل کے باب میں
 حیات چاہی۔ ابراہیم نے عین الملک کا سر شجاع عام پر ٹھکڑا دیا۔ اور خانبی ابن شجاعت خان
 گروہ سرحداران کو لشکر میں بھیجا کہ اسماعیل کو اندھا کر دے۔ مگر اوس کو انگلیں پہونے سے
 کچھ ایسا صدمہ پہونچا کہ وہ مر گیا۔ بعد ازاں جب حمید خان لوٹ آیا تو عین الملک کا سر
 ایک بڑی توپ کے منہ میں رکھ کر اڑا دیا گیا۔ اور بسد نامک تمامہ واقعہ مرج کو جو اب
 سے ٹھکڑے پر قلعہ قابض ہو گیا تھا اور اون لوگوں کو گرفتار کر رکھا تھا کہ جنہوں نے اوسے قید
 کیا تھا ابراہیم نے حکم بھیجا کہ باغیوں کو قتل کر دے چنانچہ بسد نامک نے اون کے ساتھ
 سر غنوں کو برابر ایک قطار میں بٹھایا اور سب کے سر کاٹ کا بجا پور کو بھیجوا دی عالم خان
 کو اس جلد میں ابراہیم نے مصطفیٰ خان کا خطاب اور سیسل خان کو بڑا مرتبہ عنایت کیا
 اور تمام اپنے خیر خواہوں کو علی قدر مراتب مناصب و مدارج عطا فرمائے۔ جب برہان شاہ
 کو یہ تمام خبریں پہونچیں تو نہایت منجھالت سے احمد نگر کو لوٹ گیا۔ عالیخان یا غالب خان
 نے "ملک کا میثا باپ کی وصیت کے بموجب جو اوس نے زخمی ہونے پر اوسے کی تھی

اور نیز آنکس خان لڑائی سے پہلے اپنے مستورات کو لیکر بھاگ گئے تھے اور پلکنڈہ میں جا کر پناہ لی تھے۔ ان میں سے آنکس خان چند روز کے بعد ابراہیم عادل شاہ کے پاس قونامہ لیکر چلا آیا اور اوسکی جاگیر اور سے بہر ل گئی۔

۱۳۶۔ شہر حیدرآباد کا آباد ہونا گولکنڈہ کی آبادی ابراہیم قطب شاہ کے ہی زمانہ میں بہت بڑھ گئی تھی اور اب جب کہ قننام شاہی سلطنت تباہی کے کنارہ لگ گئی اور خاندیس کی حکومت بھی اوجڑ گئی تو اکثر آدمی آہرہ ہو کر اور ہر پڑے گئے اور گولکنڈہ میں آجیسے۔ محمد قلی قطب شاہ عیش دوست اور خوش مزاج آدمی تھا اوس کی عیش پرستی کے باعث گولکنڈہ کی آبادی اور بھی بڑھ گئی تھی اور ایسی گنجان ہو گئی تھی کہ اکثر بیماری پھیلتی رہتی تھی اور ایسی بڑی بادشاہت کے لیے اوسکی دارالسلطنت ایسی چھوٹی موزوں بھی نہ تھی اس لیے محمد قلی کو فکر ہوئی کہ کہیں دوسری جگہ ایک شہر بسا کر اوسے اپنا دارالحکومت بنائے۔ ۹۹۹ھ میں اتفاقاً وہ سیر و شکار کے لیے سوار ہوا۔ جب وہ تین چار کوس ٹھکرا اوس مقام پر آیا کہ جو اب حیدرآباد آباد ہے تو اوس کو یہ میدان موسی ندی کے کنارہ سے بزرگ مائی دیا اور شہر بسانے کے لیے نہایت پسند آیا۔ پرنجبون کو بولا کہ ساعت مسعود نکالی اور اس شہر کی بنیاد ڈالی۔ اوس شہر میں اوس نے نہایت بڑے چار بازار اور بڑے اونچے چار طاق بنوائے۔ اور ہر ایک بازار میں ایک ٹکین اس طرح بنکالین جو ایک دوسرے کو زاویہ قائمہ پر قطع کرتی تھیں۔ اور اون کے تقاطع سے چوراہہ بنتے تھے۔ ہر طرف اون کے کنارے بانی کی نہرین جاری کیں۔ اون کے کنارہ کنارہ سایہ دار درخت لگوائے اور اپنے رہنے کے مکانات شمالی طرف کو تعمیر کرائے۔ کہتے ہیں کہ اوس کی بانی جوئی حضرت جود ہزارہ کاہن تھیں اور

حمام اور خانقاہ مدرسہ مسجد گنگا نہ ہمارے قریب تھے۔ اور جتنی عمارات تھیں تمام چوند اور پتھر کی بنائی گئی تھیں۔ اس زمانہ میں محمد قلی ایک ہندو عورت بہاگ ستی پر عاشق تھا اور اس کا رتبہ بہت بڑا دیا تھا۔ ہزار سوار اس کے جلو میں چلا کرتے تھے اور دربار میں وہ بڑے بڑے امرا کی طرح آیا کرتی تھی اسی واسطے اس شہر کا نام اوسی کے نام پر بہاگ نگر اس نے رکھا۔ مگر جب وہ مر گئی۔ اور مخلوق نے اس سے شرم دلائی۔ تو پھر اس کا نام ستہ برس کے بعد حیدر آباد رکھ دیا۔ لیکن پھر بھی اچھی طرح اس کا نام حیدر آباد قطب شاہی سلطنت کے اخیر دم تک علم میں نہ پھیلا۔ اور اس وقت تک عوام میں بہاگ نگر ہی مشہور رہا۔ جب تک کہ یہاں مغل کی عملداری نہیں قائم ہوئی۔ مگر حیدر آباد کی آبادی محمد تنی کے ہی ایام حکومت میں ایسی کثرت سے ہو گئی تھی کہ دکن میں ایک بڑا نامی شہر سمجھا جاتا تھا اس کے باغات اور قلعے گاہیں چاروں طرف دس دس کوں تک پھیل گئی تھیں۔ اور زکورد ابراہیم ٹپن سونگہ پتھر چورجے اب پٹن چڑھتے ہیں اس کی چاروں حدیں ہو گئی تھیں۔ اور حوالی بلدہ کے دیہات رقصبات سے چار لاکھ ہوں یا اٹھارہ لاکھ روپیہ چہرہ شاہی وصول ہوتے اور کل اخراجات طبیع شاہی اور انعام و اکرام سادات میں صرف ہوتے تھے۔

۱۳۰- ابراہیم برید اور قاسم برید علی برید نے ۹۸۰ھ میں کوئی دو امتوی باہ کمانی تھی اور بوڑھا پے ثانی وایان برید۔

دی ہوئی طاقت کو عیاشی میں اور دیا تھا اور قریب بوڑھا پے کے وقت سے پہلے ہی طاقت جوانی زائل کر چکا تھا۔ مگر اس دواسے کچھ ایسی گرمی کی کہ جان پر آہنی۔ اور ۳۰ برس کی حکمرانی کے بعد مر گیا۔ اس وقت اس نے دو بیٹے ابراہیم اور قاسم چھوڑے۔ ابراہیم چونکہ

بڑا تھا۔ امرانے باپ کی حکمت اور اسے تخت نشین کیا۔ سیل خان وکنی امرانے برید سے
 میں۔ سے ایک شخص تہادہ ابراہیم برید کے برخلاف تھا اس نے چاہا کہ قاسم
 برید کو تخت پر بٹھائے۔ اور اس غرض کے لیے ابراہیم عادل شاہ سے استعانت کی اور
 رات میں قاسم برید کو لیکر کوہیر کی طرف کوہیر سے بھاگ گیا۔ مگر ابراہیم عادل شاہ
 کے بیان خود اس وقت جبکہ اسے فساد ہو رہا ہے تھے وہ مدد کیا دے سکتا تھا۔
 اس لیے سیل خان وکنی نے ہی خود کچھ آدمی جمع کئے اور اطراف بیدر میں غارت
 کرنے لگا۔ ابراہیم برید نے تین ہزار آدمی اون کی تنبیہ کو بھیجے۔ جس سے سیل خان
 اور قاسم برید بھاگ پور کہ جان بچا کر چلے گئے مگر وہاں بھی کچھ دال نہ گئی۔ تو پھر ابراہیم برید سے
 قول و قرار لیکر اس کے پاس چلے آئے چونکہ قاسم کے اطوار سے ابراہیم برید کو خطرہ معلوم
 ہوتا تھا اس لیے چند عرصہ کے بعد قاسم کو اس نے قید کر دیا۔ جب ۹۸۸ھ میں کشو خان
 عادل شاہی بیجا پور سے بھاگ کر احمد نگر کو گیا۔ اور وہاں سے پھر گولکنڈہ کو واپس ہوا تو بیدر
 میں ہی اس کا گذر ہوا تھا اس وجہ سے بعض لوگوں نے ابراہیم عادل شاہ سے کہا تھا
 کہ کشو خان اپنا کچھ مال و اسباب ابراہیم برید کے پاس چھوڑ گیا ہے وہ ابراہیم برید سے
 لینا چاہیے اگرچہ یہ بات محض غلطی تھی۔ مگر ابراہیم برید کے انکار کو ابراہیم عادل شاہ نے
 نہ مانا اور چاہا کہ اس پر ۹۸۹ھ میں لشکر کشی کرے۔ مگر عادل شاہی عملداری میں خود ہی فتنہ
 فساد اٹھ کھڑے ہوئے کہ جس سے عادل شاہ کا ارادہ دل کا دل ہی میں رہ گیا
 اسی سبب سے جب قطب شاہ اور نظام شاہ نے بیجا پور پر اس وقت لشکر کشی کی۔ تو
 ابراہیم برید ہی اون کے ساتھ مل کر اور بیجا پور کو مدد کے لیے گیا۔ جب وہاں سے
 لوٹ کر آیا تو ۹۹۰ھ میں خاتونانِ حرم کی سفارش سے قاسم برید کا قصور معاف کر کے

اس سبب سے تھی کہ پاس پڑوس والوں کو اپنے دوسرے معاملات سے فرصت دیتی
اب عادل شاہ نے چاہا کہ اوس کا ملک اپنی حکومت میں داخل کرنے سے علی برید کو
اوس نے لکھا کہ امیر برید کے زمانہ میں بیدر عادل شاہی حکومت میں داخل ہو گیا تھا
اور یہ مقام اوس سے اوسہ قلعہ بارکلیان کے دینے کے وعدہ پر دیدیا گیا تھا۔ مگر چونکہ
اوس نے وعدہ پورا نہ کیا۔ اور وہ قلعہ نظام شاہی حکومت میں چلے گئے اس لیے
چاہتے کہ قلعہ بیدر ہم کو دیدے۔ اس پیغام سے علی برید کو سخت تشویش ہوئی۔ اور اوس نے
برہان کو لکھا کہ آپ میری مدد کیجئے ورنہ میرا ملک لینے کے بعد ابراہیم عادل شاہ آپ کو
بھی نقصان پہنچائے گا۔ اور ہرچونکہ قلعہ چند رگوٹی کا بلوہ و نیکنادری اسے پنکندہ کی
تحریک سے ہوا تھا۔ اس لیے اوس کو یقین تھا کہ اب جب کہ ابراہیم عادل شاہ خاں کی
دشمنوں سے فوج ہو گیا تو اپنے قدیمی مقبوضات کے استرداد کی کوشش کریگا اور مجھے
بھی ضرور پر خاش کرے گا۔ اس لیے اوس کو بڑی فکر ہوئی۔ عالی شاہ نے اوس سے
کہا کہ برہان شاہ سے آپ لمبائے اور اوس کے اتفاق سے ابراہیم پر لشکر کشی کر کے
شمال جنوب سے اوس کا کچھ ملک چھین لیجئے۔ تاکہ اوس کی طاقت کم ہو جائے اور
اوس سے پہر اندیشہ نہ رہے۔ اسے پنکندہ نے اس رائے کو پسند کیا اور برہان شاہ
سے کہا کہ دو ابراہیم کی قوت بہت زیادہ ہے اگر اس کا تدارک نہ کیا گیا تو سلاطین دکن کو
اوس سے نقصان پہنچے گا شاہ درگ اور شولا پور آپ لے لیجئے۔ اور بنکاپور اور مدگل
میں لے لیتا ہوں۔ برہان شاہ کی تو یہ آرزوی تھی اوس نے فوراً غزہ جمالی الادل سنہ ۱۱۸۰ھ
کو دس بارہ ہزار سوار مر قسلی خان انجو سپہ سالار کو دیکر شاہ درگ اور شولا پور کو فتح کے لیے
بیجھا اور اخلاص خان مولداور شیخ عبدالسلام وغیرہ امرائے شریب کو ساتھ لے کر اس

کہیں بھی اچھا ہوتے ہی برائے فوج لیکر آتا ہوں۔ ابراہیم عادل شاہ نے دیکھا کہ برہان شاہ کا حملہ علی برید کی تحریک سے ہوا ہے اس لیے اس نے اپنے سارے محمد قلی قطب شاہ کو اپنی مدد کے لیے آماؤہ کیا۔ اور بیدر پر او سے حملہ کو ہیجا۔ مگر علی برید نے ونیکا داری کو لکھا کہ بنگاپور اور مدگل کی تسخیر کو ملتوی کر کے آپ محمد قلی کی عملداری پر تاخت کیجئے کہ جس سے وہ یہ ملک پر نہ آئے۔ اس سبب سے محمد قلی نے بیدر کو چھوڑ کر نائنگ کا رخ کیا۔ غرض مرتضیٰ خان وغیرہ جب پریندہ میں آئے تو معلوم ہوا کہ ابھی تک کرناٹک کے راجا نے کچھ بھی نہیں کیا۔ اس لیے اس فوج نے آگے بڑھنا مناسب نہ سمجھا۔ مگر تہ اول اور ان کے ساتھ کے تاراجی فوج عادل شاہی عملداری میں لوٹ مار کرتے گئی۔ ابراہیم عادل شاہ نے پہلے ہی امر اسے سرحد کو برہان شاہ کے ملک میں غارت کا حکم دے رکھا تھا اب اور یہی روک کے لیے کچھ برکی فوج بھیج دی۔ اسی جنگ تاراجی میں اوڈک بہادر ایک نظام شاہی سردار مع بہت سے سپاہیوں کے مارا گیا جس سے برہان شاہ کی فوج میں بددلی اور احمق نگین برہان سے ناراضی پیدا ہوئی۔ اور برہان کو بھی جمادی الثانی سنہ ۱۰۳۵ میں رنج کے باعث جہاز زیادہ ہو گیا۔ اور اسی کے ساتھ سوراۃ تیندور اسمال خونی کا بھی زور ہو گیا۔ کہ جس سے اطباء کی علاج سے ہمت ٹوٹ گئی۔ برہان شاہ نے مجبوراً اپنے بڑے بیٹے ابراہیم کو بولا کر دلی عہد کیا۔ اور اسماعیل کو مہمدی اور غنیمتوں کے دشمن ہونے کے باعث قتل کرادیا۔

۱۳۵۹- اخلاص خان کی بغاوت
 اس میں ۹ رجب کو ایسی خبر آئی کہ بس سے لوگوں کو خیاں
 ہوا کہ شاید برہان مچائے۔ اخلاص خان ایک حبشی زاوہ

تھا اور اس وقت لشکر میں اس کے مقابلہ میں کوئی امیر نہ تھا۔ اس نے تمام سنی امرا کو متفق

کر لیا۔ اور چاہا کہ جمال خان کی طرح مرتضیٰ خان وغیرہ امرا۔ بے غریب کو قتل کر ڈالے
 اور مرتضیٰ خان کے لشکر میں مشہور کرادیا کہ برہان شاہ مر گیا جس سے غریبوں میں ایک
 بڑی ہل چل مچ گئی مگر مرتضیٰ خان بھی ہوشیار تھا وہ فوراً مسلح ہو گیا۔ اور اپنے رفقا کو ساتھ
 لیکر احمد نگر کو چل دیا۔ بہادر خان گیلانی کو برہان شاہ کے مرنے کا یقین ہو گیا اس لیے
 وہ اور نیز قزلباش خان وغیرہ بہت سے امیر حبشی دکنیوں کے خوف سے اپنے ساتھیوں
 سمیت بیجا پور کو ہجرت کر گئے شیخ عبد السلام نے حبشی اور دکنیوں کی دوستی پر اعتماد کیا
 اور وہیں ٹھہر رہا۔ مگر ان بلوایوں سے دوستی کے خیال کی کب امید ہو سکتی ہے انہوں
 نے اوس بیچارہ کو مار دہرا۔ جب اخلاص خان کو برہان سے فراغت حاصل ہوئی تو اب
 وہ برہان شاہ کے استیصال کے لیے احمد نگر کو چلا برہان شاہ نے پہلے تو اسے نرمی
 سے پسیرنا چاہا۔ مگر جب اوس نے نہ مانا تو ایک پالکی میں سوار ہوا اور ابراہیم کے سر پر
 چتر اور آفتاب گیر لٹکا کر اوس کے مدافعہ کو ٹھکلا۔ اور ہمایوں پور میں جسے اوس کی مان تو خورہ
 ہمایوں نے آباد کیا تھا اوسی روز اگر قیام کیا۔ دوسرے روز لڑائی ہوئی۔ اخلاص خان
 شکست فاش کما کر پریندہ کو ہجرت کیا۔ مگر اس لڑائی کی محنت سے برہان شاہ کی بیماری
 ایسی قوی ہو گئی کہ دوسرے روز ۸ شعبان ۱۰۳۰ھ کو طائر روح نے پرواز کیا۔ برہان شاہ
 نے چار سال سولہ روز بادشاہی کی احسان فراموشی عیاشی اور ناخدا ترستی دور و دشمن
 میں تمیز نہ کرنا اس کی صفتیں تھیں۔ اس نے۔ اپنے عہد میں جو بڑا کام کیا وہ یہی تاکہ
 اس شیعہ مذہب کو اور چار برس احمد نگر میں زندگی دے گیا جو مرتضیٰ شاہ کے بعد یہاں سے
 رحلت کر گیا تھا۔ غریبوں کا بڑا قندہ ان تمام مولانا ظہوری نے ساقی نامہ اپنے مخترعات
 سے اسے کے نام پر لکھا ہے جس میں قریب چار ہزار بیت کے ہیں۔ اکثر فارسی کے

شہر اوسکو پسند کرتے ہیں۔ برہان شاہ نے سن ۱۱۸۵ھ میں چاہتا تھا کہ ہندوؤں کے سکے کے بجائے جو اس وقت تک تمام دکن میں مروج تھا اسلام کا سکہ جاری کرے۔ اور اماموں کے نام کا سکہ زر سنج پر مسکوک کرایا۔ مگر چونکہ اسے موت نے فرصت نہ دی اس لیے اور نیز اوس کے بعد کے ہرج مہج کے باعث اوس کے سکے کا رواج نہ ہوا۔ سو اسے اس کے ہندوؤں نے بھی اوس کے سکے کو تعصب کے باعث گلا کر فنا کر دیا۔ ہندوؤں کو ہمیشہ اسلامی سکے سے تعصب رہا ہے اور ان کو اس وجہ سے کہ مسلمان یہ پیشہ نہیں کرتے ہمیشہ سکے اسلامی کے برباد کرنے کا موقع ملا ہے پھر اسی برہان نے برہان آباد ایک شہر بھی اپنے نام پر احمد نگر کے قریب آباد کیا تھا جو چند روز کے بعد تباہ ہو گیا۔

۱۳۰۔ محمد قلی قطب شاہ کا حملہ کرناٹک پر اور
 اور پھر ہم لکھ آئے ہیں کہ اسے پنکٹہ
 موسلورک و نندیال و کلکوڑ و جنگل مری و کنڈی کوٹ
 کی مملہ آوری کی وجہ سے محمد قلی
 قطب شاہ نے اوس کی عملداری پر
 وغیرہ علاقجات کی فتح۔

فوج کشی کی تھی اب اوس کا حال سنئے محمد قلی نے خود لشکر لیا۔ اور پہلے موسلورک پر چڑھائی کی۔ یہ مقام راے پنکٹہ کے قوالبات سے تھا۔ اہل قلعہ نے محمد قلی کو ناپوں سے جواب دیا۔ اس پر قطب شاہی فوج نے اسے محاصرہ کر کے اول تو اہل قلعہ کو خوب تنگ کیا۔ اور پھر یواردن پر چڑھ کر اندر گھس گئے اور بڑے قتل کے بعد اوس پر قبضہ کر لیا۔ اس زمانہ میں ہمارے راج کا داماد اور نرسہ راج راج کا بھائی نندیال اور کھور کے قلعوں پر قابض تھے۔ جب محمد قلی کا موسلورک پر قبضہ ہو گیا تو اسے اپنے منہ سے سردار کے پرد کر کے ملک امین الملک کے سپہ سالاری میں نندیال اور کلکوڑ کو فوج بھیجی اور قلعے سے

خود بھی وہاں جا پہنچا۔ چونکہ محمد قلی قطب شاہ کی قوت کو یہ لوگ دیکھ چکے تھے انہوں نے
 کامل اطاعت اختیار کر لی۔ بعد ازاں محمد قلی نے اطراف و جانب میں اور فوجیں بھیجیں اور
 جن لوگوں نے اطاعت نہ کی اور ان کو خوب سزائیں دیں کہ جس سے اسے جنگل مری
 اور چوہری علاقہ چرول و نندناٹ و دول و چتور و کندلی کوٹہ سب مطیع و فرمان بردار ہو گئے
 مگر معلوم نہیں کہ ہر اسم راج اسے کندلی کوٹہ نے پہر کیا کیا۔ جس سے محمد قلی نے ملک
 امین الملک کو اس کے تنبیہ کے لیے فوج دیکر روانہ کیا۔ اس نے پہلے تو اس کے
 علاقہ میں خوب قتل و غارت سے ملک کو تباہ کیا۔ اور یہ جب محمد قلی بھی وہاں پہنچ گیا تو
 پہر تو پون سے اس قلعہ کو ڈھانا شروع کیا اور جو بت خانہ کہ اس قلعہ پر مدت ہاے دراز
 سے بنا ہوا تھا اور جس میں سونے کی مورچیں رکھی رکھتی تھیں حیدری توپ کے گولوں
 سے ڈھایا اس پر ہر اسم راج مجبوراً قلعہ سے باہر آیا اور تحفے تحائف دیکر جان و مال کی
 امن کا خواستگار ہوا۔ اور محمد قلی کا قلعہ پر قبضہ ہو گیا۔ یہ واقعہ شروع سنہ ۱۱۳۸ھ کا ہے۔

۱۱۴۱ھ۔ محمد قلی قطب شاہ کا پنکندہ پیر چونکہ دینکٹ پٹی نے جو راج کی سلطنت کا وارث
 محاصرہ اور ناکامیاب واپس ہونا سمجھا جاتا تھا بجا نگر کو چھوڑ کر پنکندہ کو اپنا دار الحکومت بنایا تھا
 اور یہ محمد قلی کے ملک کی عین سرحد پر تھا اور اس نے قطب شاہی علاقہ میں دست
 اندازی بھی کی تھی۔ اس لیے جب علاقہ ماہین فتح ہو گیا تو محمد قلی نے اسے پنکندہ کے
 قلعہ پر کمر باندھ دیا اور پنکندہ پر پہنچا۔ دینکٹ پٹی اس وقت غالباً لڑائی کے لیے تیار نہ تھا
 وہ فوراً قلعہ میں متحسین ہو گیا۔ اور محمد قلی نے اس کا محاصرہ کیا۔ دینکٹ پٹی نے جب
 دیکھا کہ اس وقت زور سے کچھ نہ کہ نہیں چلتا تو اس نے براہ چالاکی کوہ راج چیتا اور اپنے پشتوا
 اور پادیا حتیٰ ایک محمد سردار کو تحفے دیکر محمد قلی کے پاس کامل اطاعت قبول کرنے

کے وعدہ پر پہنچا۔ محمد قلی نے خوش ہو کر اوس کی درخواست کے بموجب محاصرہ اٹھایا۔ اب یونٹک نے نہایت ہی جلد اور بڑی احتیاط سے تین روز کے اندر کثرت سے غلہ اور مایخت لاج قلعہ میں جمع کر لیا۔ اور اسی عرصہ میں جگدہ پورہ اور وگلنگ سٹی و متواہراج و میا سامی داروغہ سر دار کو تیس ہزار پیادہ اور سوار اور چار ہزار بندو قچی لیکر قلعہ کے مدد کو آ گئے۔ جب اس طرح ویکٹ تھی نے اپنا استحکام کر لیا۔ تو چوتھے روز محمد قلی کے مقابلہ کو تیار ہوا اور ادھر کیسلند راجہ او گیر کو بھر کایا۔ جس سے اوس نے محمد قلی کے علاقہ مرقضی نگر میں لوٹ مار کے لئے اپنے داماد اور یاس رائے کو میں ہزار فوج سے بھیجا۔ اب فریقین کی حالتوں میں بڑا فرق ہو گیا تھا۔ قلعہ کے استحکام میں اب کچھ شک باقی نہ تھا۔ محمد قلی کے پاس رسد کم تھی۔ سوائے اس کے بارش کا موسم سر پر آ گیا تھا۔ اور دریائے کشنہ میں حاصل تھا جس سے برسات میں آنا ہونا سخت دشوار تھا اس لئے محمد قلی نے گندی کوٹہ منچرخان سے نوبت کے حوالہ کیا اور موسلو رک میں آسیر اور نندیاں میں جنگت راو وغیرہ نایگوڑیوں کو مقرر کیا۔ اور حیدرخان اور خانخانان اور باباجی وغیرہ سرداروں کو مرقضی خان کی سپہ سالاری میں وہاں جھوڑا اور خود دار السلطنت کو واپس چلا آیا۔

۱۸۰۱ء - اردو خان قلعہ شاہی سردار کی محمد قلی نے حیدر آباد میں آتے ہی سپہ مرقضی نگر کا بندوبست شروع کیا۔ اور افضل خان جو وہاں کا حوالدار یعنی حاکم کیسلند راجہ او گیر پر فوج اور ستم خان کی دست یمنج اور منوہراج سوناٹ میں تیار کیا اور او گیر کی راہ پر الیغا کر کے براہ ہنبول فوج لیکر ہو پونجا اور او گیر میں تاخت و تاراج شروع کر دی۔ راجہ او گیر نے اوس کے پیچھے ہی پیچھے وہاں آئے اور عصر کے وقت فریقین کا سامنا ہو گیا۔ چونکہ کیسلند کی فوج بہت تھی اس لئے

اوس نے افضل خان کو ایک میدان میں گھیر لیا۔ اور اگر اوس وقت اثر دہا خان ایک سردار پانچ سو سوار کماندار لیکر آجاتا تو افضل خان کا کام تمام ہو چکا تھا۔ مگر اثر دہا خان کے آہانے اور مسلمانوں کے ذاتی دلاوری سے ہندوؤں کو شکست ہوئی اور ان کے تین ہزار آدمی میدان میں رہے باقیوں نے ہباگ کر جان بچائی۔ اور ہر جب دینکٹ پتی نے دیکھا کہ بارش اور دیاے کشنا کی سیلابی کے باعث راستہ مسدود ہو رہا ہے تو تیراج اور گڑنگ پتی۔ اور منوبراج کے اتفاق سے ایک لاکھ سوار پیادہ لیکر کندی کو طے پڑ آیا۔ اور سنجہ خان کو محصور کیا۔ مرتضیٰ خان نے اس سبب سے اپنے ہمراہیوں کو لیکر بجا بگاڑ کی عملداری میں لوٹ مار بچائی۔ اور درپاک تک چلا گیا جہاں اوس زمانہ میں ایک بڑا بت خانہ تھ اور وہ ایک بڑا نامی مقام تھا۔ او سے خوب لوٹا اور حوالی سے بہت روپیہ وصول کیا۔ اس پر دینکٹ پتی نے یلتراج اور منوبراج کو دس ہزار سوار دیکر مرتضیٰ خان کے دفعیہ کو بھیجا۔ مرتضیٰ خان کے پاس فوج بہت توڑی تھی۔ اس لیے ہندوؤں نے اونہیں آکر گھیر لیا۔ گو اس جگہ مسلمان اپنی بہادری کے باعث بچ گئے۔ مگر حیدر آباد میں بڑی تشویش ہوئی۔ رستم خان اک شخص احمد نگر سے محمد قلی قطب شاہ کے پاس چلا آیا تھا۔ او بڑے بڑے وعیدے کیا کرتا تھا محمد قلی نے اس کی درخواست پر اسے اور غنیمت خان سرنوبت کو پانچ ہزار سوار دیکر مرتضیٰ خان اور سنجہ خان کی مدد کو بھیجا۔ جب یہ رستم خان وہاں پہونچا۔ تو غالباً مرتضیٰ خان کو جو دو مہینے سے ہندوؤں کا مقابلہ کر رہا تھا اوس کی سپہ سالاری سے بچ ہوا۔ اب جب دونوں سرداروں نے طرز جنگ کی نسبت مشورہ کیا تو مرتضیٰ خان نے کہا کہ چونکہ مسلمان تھوڑے ہیں اور ہندو کثرت سے ہیں اس لیے ہمیں جنگ قفرانی کرنا چاہیے

ہندوؤں کو مایین اور رسد لٹمین اور بہاگ جاگین میدان کا مقابلہ ہماری طاقت سے باہر ہے۔ رستم خان کی رائے اس کے برخلاف ہوئی رستم خان نے کہا چونکہ میں سپہ سالار ہوں میری رائے سے لڑائی لڑنا چاہیے۔ غرض کہ رستم خان نے وینکٹ پتی کی فوج پر حملہ کا ارادہ کیا۔ اور چونکہ فریقین کے درمیان تہی اور سے عبور کر کے ہندوؤں کو سامنے ہوا۔ مسلمان ایسے مقام پر تھے کہ جہاں بکثرت دلدلی زمین تھی لڑائی شروع ہوئی ہندوؤں نے عین ہنگامہ جنگ میں ایک زرو گامے لی۔ اور اوس کے اوپر طرح طرح کے رنگ لگائے اور اوس کے بدن اور سیگون پر رنگا رنگ کے خط کینچے اور یہ جادو بنا کر مسلمانوں کے لشکر کی طرف بھگا دیا۔ مسلمان اس طلسمات کو دیکھ کر ڈرے اور ہندوؤں کے دل بڑبڑا۔ رستم خان پر اس جادو نے وہ اثر لیا کہ نمک کی طرح اوس کا زہرہ پگھلنے لگا۔ اور فوج کو چھوڑ بیکار ہوا۔ اس وقت ہندوؤں نے اپنے دل کی مراد خوب پوری کی۔ مسلمانوں کو خوب قتل کیا۔ مرتضیٰ خان نے اپنے اوسوں سمیت بمشکل جان بچائی مگر تمام اسباب اور سامان جنگ ہندوؤں نے چھین لیا۔ جب اس شکست کی خبر محمد قلی کو پہنچی تو اوس نے حکم دیا جس سے کہ رستم خان کو زنا نہ کھڑے پہنا کر اور منہ سرخ و سفید کر کے عملداری سے نکال دیا گیا اور مرتضیٰ خان وغیرہ کو دل دہی کے لیے کچھ خلعت وغیرہ بیچے۔

۱۲۲۔ اعتبار خلع قطب شاہی کی فتح اب محمد قلی قطب شاہ نے اعتبار خان یزدی کو جسے افضل خان کے بجائے اوس نے مرتضیٰ نگر کا حوالدار کیا تھا حکم دیا کہ علم خان و حانخانان و ساجی و بہالی راو و میرہ سلمداران غریب و ترکمان کے ساتھ جن کی جاگیریں اس علاقہ میں تھیں

علاقہ کرنا ملک پر حملہ کرے۔ اس لیے اس نے اپنی سرحدر پر ہر ٹکڑے کوٹ مار چھا دی۔
 یہاں قلعہ اینٹیکیر کا قلعہ دوس وقت بڑا قلعہ گنا جاتا تھا۔ جس کا دور چہ فرسخ کا بتاتے ہیں
 اور ایک بلند پہاڑی پر بنا ہوا تھا اس کی رائے کا نام زسانید تھا۔ یہ ضرور ہے کہ اسے
 پنکندہ کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلہ میں یہ بھی شریک ہو گا۔ مگر تاریخ قطب شاہی میں
 جیسے اس تاریخ والا اور کسی اسباب کا ذکر نہیں کرتا ہے اسی طرح اسکا بھی کچھ ذکر نہیں
 ہے۔ زسانید نے جب مسلمانوں کی تاخت و تاراج کی خبر سنی تو اس نے پچاس ہزار
 پیادہ اور دو تین ہزار سوار اور کئی ہزار بانگاری اور بند قہجی جمع کئے۔ اور ایک روز رات میں
 دس ہزار پیادہ بانگاری دیکر اپنے ایک سردار کو سب خون مارنے کے لیے بھیجا۔ اور انہوں
 نے اگر لشکر کو چاروں طرف سے گیرا اور جاتے تھے۔ کہ بان مار کر لشکر کو تباہ کر دیں۔
 مگر اتفاقاً اس وقت بارش آگئی۔ اور تمام بان اونکے بیگ گئے کہ جس سے بان آگ
 نہ لے سکے۔ اور مسلمانوں کو خبر ہو گئی۔ انہوں نے اوٹھکر اون کی خوب خبر لی۔ جب
 اعتبار خان نے دیکھا۔ کہ ہندوؤں کو اس قدر جرات ہے تو اس نے اپنا خوب انتظام
 کیا۔ اور علم خان و خانن خان و ساباجی کو پانچ ہزار سوار دیکر اور ابو النجیہ بیگ و ممدی قلی
 و اسکندر آقا و حسن علی فردوسی و کلب علی بیگ وغیرہ سمداروں کو ادن کے ہمراہ کر کے
 حملہ کا حکم دیا۔ دوسرے روز میدان میں مقابلہ ہو گیا۔ ہندوؤں نے اپنی کثرت کے باعث
 مسلمانوں کو بیچ میں لے لیا۔ اور سخت نقصان پہنچایا کتنے ہی نامی آدمی مجروح
 اور مقتول ہوئے۔ اعتبار خان بھی تیار تھا۔ وہ اس حالت کے دیکھتے ہی اپنے
 بقیہ کل فوج سے کمک کو آگیا۔ خوب گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ تین چار ہزار ہندو مارے
 گئے۔ اور اہل اسلام کی فتح ہو گئی۔ پھر تو اعتبار خان اپنی فوج کو لیکر آگے بڑھا اور شیر فاستری

تک چلا گیا۔ جو بیان سے، کتنے ہی دنوں کا راستہ تھا۔ اور نہایت آبا و مقام تھا۔ اور وہاں جنوب تاخت و تاراج کر کے لوٹ آیا۔ اور ایسا رعب و اب ہٹایا کہ پھر وہاں کے راجاؤں میں سے کسی نے نوٹے وقت چون بھی نہ کیا۔ اس کے بعد کئی سال تک اعتبار خان نے اس طرف تاخت کی۔ مگر تاج مین اس کی تفصیل مطلق نہیں ہے۔

۱۴۴۰۔ محمد قلی کے پٹن اور ہندو جاگیر داروں محمد قلی کا مزاج عیش دوست تھا وہ تفصیلی کی بغاوت اور امین الملک کا اسے فرو کرنا کاموں کی طرف توجہ بہت ہی کم کرتا تھا۔

اپنے ملازموں پر چوڑا کرنا تھا۔ اس زمانہ میں ملک امین الملک میر جملہ کو اس نے بڑا اختیار دے رکھا تھا۔ یہی مالگنداری تحصیل کیا کرتا تھا۔ جب اس کے محلہ از سلاقہ مرتضیٰ نگر میں مالگنداری کی تحصیل کرنے کو گئے۔ اور انہوں نے علم خان پٹن اور ہماے راو جاگیر داروں پر جا کر نہایت سختی کی تو انہوں نے اس گنہگار کو ابھی بادشاہ کی نہایت خیر خواہی کر کے ہندوؤں پر ہم نے فتح حاصل کی۔ اسے اس سختی کی برداشت نہ کی اور محمد قلی کی ناقہ ردانی کے باعث سرکشی پر آمادہ ہو گئے۔ اور جو اپنے ساتھ کے جاگیر دار تھے انہیں بھی اپنا ہم راے کر لیا۔ اور علاقہ مرتضیٰ نگر میں ایک فساد مچا دیا۔ اور اعتبار خان کے مقابلہ کو تیار ہو گئے۔ جب لڑائی ہوئی تو اعتبار خان کی فوج میں بہت سے سلیہ راز پر پٹن پانی نیکلہ باغیوں سے مل گئے۔ اور اعتبار خان کے ساتھی کثرت سے ہلاک ہو گئے۔ اس وجہ سے اعتبار خان نے یہاں جا کر جان بچائی۔ جب یہ خبر محمد قلی کو پہنچی اور اعتبار خان کی عرض اس نے پڑھی تو اس نے فرج کی تیاری کا حکم دیا اور تھم اراکین کو جمع کر کے اس حال کو اس سے بیان کیا۔ چونکہ ملک امین الملک کی وجہ سے بغاوت ہو چکی تھی اس نے درخواست کی کہ مجھے ہی اس بغاوت کے فرو کرنے کے

اجازت دیجائے۔ اس لیے محمد قلی نے اُس کی درخواست قبول کر کے دس ہزار آدمیوں سے مرتضیٰ نگر کو روانہ کیا اس نے سرحد مرتضیٰ نگر پہنچت ہی نصف دن کو گرفتار اور قتل کرنا شروع کیا۔ اور جب کہ پانچ سو دہری مرتضیٰ نگر حاضر ہوا تو چونکہ اوس نے پہلے بھی سرکشی کی تھی اور اب اس بغاوت میں ہی اوس نے کمی نہیں کی تھی اوست فوراً قتل کر دیا۔ اور اوس کے ساتھ بہت سے مقدم اور چودہریوں کو مڑا دیا۔ جب عظیم خان و خانخانان بہالے راو وغیرہ باغی سرداروں کو معلوم ہوا کہ ملک امین الملک ایک زبردست فوج سے آگیا تو باوجود اس کے کہ ان کے پاس بھی چھ سات ہزار آدمی تھے اور قلعہ ادن کی کونج مضبوط کئے پڑے تھے مگر اوس کے خوف سے بے لڑے بھڑے تمام مال و اسباب چھوڑ چھا کر ناٹک کو باگہ گئے۔ ملک امین الملک ان کے تعاقب میں رائے پنکٹہ کی علداری میں دوڑ تک چلا گیا مگر اس زبردست فوج کو دیکھ کر رائے مذکور نے باغیوں کا ساتھ نہ دیا اس لیے امین الملک نوٹ آیا اور جو دزد اور سرکش کمر باغیوں کے ساتھ متفق ہو گئے تھے انہیں پکڑ کر دو سو چودہری اور نایکواڑیوں کا سردار ڈرا دیا اور جب وہاں جب دلخواہ انتظام ہو گیا تو پھر محمد قلی کی خدمت میں مع مال و اسباب حاضر ہو گیا۔ یہ واقعہ اخیر ۱۲۳۵ھ یا شروع ۱۲۳۶ھ کا ہے۔

۱۲۳۵ھ۔ شاہ صاحب مصنوعی کا
خروج قطب شاہی علداری میں
ابراہیم قلی قطب شاہ کا ایک بیٹا تھا جس کا نام عبدالقادر
عبدالشاہ صاحب تھا۔ ابراہیم قلی نے اس کی شادی
شاہ خلیل السد ابن شاہ نعمت السدولی کے خاندان میں کرائی تھی جو ابھی تک بیدریں رہا
کرتے تھے اور ان پر چھ اکثر سنی ہو گئے تھے۔ اس شادی کے دو برس بعد یہ
شاہزادہ بیمار ہوا۔ اس زمانہ میں باپ نے شاہ صاحب کو دیو رکٹہ کے قلعہ میں قید

کر رکھا تھا بیماری کا حال سنکر امین خان کے ہمراہ ابراہیم قطب شاہ نے کچھ طیب سیجے
 مگر کچھ آرام نہ ہوا شاہزادہ مر گیا۔ یہ تاریخ قطب شاہی والے کا قول ہے مگر فرشتہ کہتا ہے
 کہ ابراہیم نے اسے زہر دیکر مار ڈالا۔ ہمارے نزدیک صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابن طیبون
 سے ابراہیم نے زہر دینے کو کہا تھا اور انہوں نے ازراہ ترجمہ اسے نہ مارا بلکہ اس کی
 موت مشہور کر کے اسے چھپا دیا۔ اور ابراہیم سے کہدیا کہ وہ مر گیا۔ اس واقعہ کے
 بعد اس کی بی بی بیدر کو چلی گئی اس زمانہ میں ایک شخص بیدرین ظاہر ہوا جو کہتا تھا کہ میں شاہ
 صاحب ہوں۔ شاہ نعمت اللہ کے خاندان والوں نے اس کی تصدیق کی۔ اور یہاں تک
 اون کو اس پر اعتبار ہوا۔ کہ انہوں نے اس شخص کو اپنے خاندان کی بیٹی بھی دی۔ یا یوں
 کہو کہ جو شاہ صاحب کی بی بی تھی وہ بھی اس کی بی بی تھی۔ جس سے کامل تصدیق ہوتی
 ہے کہ وہ ابراہیم قطب شاہ کا اصلی بیٹا تھا۔ محمد قلی کی حکومت میں غریب اور شیعہ مذہب
 کے لوگوں کو بڑا دخل تھا اس لیے پٹمان اور ہندو ہمیشہ فتنہ اٹھانا چاہتے تھے۔ چند
 آوارہ اور خفا آزرہ لوگ اس کے سامنے ہو گئے اور انہوں نے اس کی اطاعت پر
 کمر باندھی اور جاکہ محمد قلی کو نکال کر اسے قطب شاہی تخت کا مالک بنائیں۔ جب یہ خبر
 محمد قلی کو پہنچی۔ تو اس نے بڑے ہون اور پرانے اہل کاروں کو جمع کیا۔ انہوں نے
 ”واہی دی کہ شاہ صاحب جب مرا ہے تو ہم موجود تھے اور اس کی تغیل و تکفین ہمارے
 سامنے ہوئی۔ ہے۔ چونکہ یہ بہت مشہور ہو گیا تھا کہ وہ شخص یقینی ابراہیم ہی کا بیٹا ہے
 اس لیے محمد قلی کو بڑی تشویش ہوئی اور اس نے علی برید ثانی کو لکھا کہ اس مفتری کو قید
 کر لیا جائے۔ چونکہ علی برید محمد قلی کے ایک حملہ کی بھی جان نہ رکھتا تھا اور ابراہیم عادل شاہ
 کا لنگ اس سے کٹکا ہو رہا تھا اس لیے اس نے چاہا کہ محمد قلی کی خواہش کے مطابق

اوسے گرفتار کر لے۔ مگر شاہ نعمت اللہ کے خاندان والوں نے اوسے فوراً وہاں سے
بیجا نگر کی عمارتی میں بھجوا دیا۔ یہاں پر خداوند خان حبشی کوئی جاگیر نہ تھا اور خیرات خان
پر دلاور خان بھی کمین بدین رہتا تھا یہ دونوں اوس کی مدد کو موجود ہو گئے اور دو تین
ہزار سوار اور بہت سے پیادہ فراہم کر کے قطب شاہی عمارتی میں آگے کو بڑھتے اور
دریائے کشنا کے کنارہ آکر چتر شاہی اوس کے سر پر لگایا اور اوسے بادشاہ بنا یا
اور دارالسلطنت کے امرا اور سرداروں اور تمام قلعوں کے نایکواڑیوں کو خطوط لکھے۔
اور اودن سے طرح طرح کے وعدے وعید کئے۔ اس وجہ سے بہت سے سردار خفیہ خفیہ
اوس کے بادشاہی کی طرف مائل ہو گئے۔ اور محمد قلی کے نکالنے کی تدبیریں سوچنے لگے۔
محمد قلی بھی غافل نہ تھا۔ اوس نے اعتبار خان کو، تاکہ وہ اوس کے سربراہ علاقہ پانگل میں
جا کر حفاظت کرے۔ اب شاہ صاحب نے ایک قاصد بھیجا۔ اور محمد قلی سے کہا کہ وہ
سلطنت سے کنارہ کشی کرے۔ اس پر وہ سے بڑا غصہ آیا۔ اور حسین معمر خان
و عبد الکیم و غازی خان و علی قلی خان و کیجست خان و اسماعیل بیگ وغیرہ امرا اور حوالداروں
اور سرداروں کو پانگل کی طرف روانہ کیا مگر وہاں ان کے جانے سے پہلے ہی اعتبار خان
نے دو ہزار آدمیوں سے اوس کے چہ ہزار آدمیوں کو شکست دیدی اور خداوند خان حبشی
کو گرفتار کر لیا۔ جس سے شاہ صاحب بہاگ کر قلعہ سہیل میں پناہ گیر ہوا۔ اور جب دیکھا
کہ یہاں بھی امن نہیں مل سکتی تو بیجا پور کی عمارتی میں چلا گیا اور ابراہیم عادل شاہ کے ملازمین
میں داخل ہو کر پھر کبھی حکومت کا خیال بھی نہ کیا۔ یہ واقعہ سننے کی ابتدا کا معلوم ہوتا ہے
۱۴۶- ابراہیم نظام شاہ کو تخت نشین جب برہان شاہ مر گیا تو اوس کا بیٹا ابراہیم نظام شاہ تخت نشین
اور ابراہیم عادل شاہ فرج کشی ہوا۔ اور برہان شاہ کی وصیت کے بموجب میان منہجو جا لگی

دکنی ہجویر ہاں شاہ کا تہا ایک تہا ابراہیم نظام شاہ کا وکیل السلطنت ہوا۔ اور اپنے اقارب اور اعوان کو امر امین داخل کیا۔ اخلاص خان مولد نے اتنی بڑی حرا متواری کی تھی۔ مگر جب اوس نے ابراہیم نظام شاہ اور میان منجھو سے عفو و تقصیرات کی درخواست کی اور قول نامہ طلب کیا تو اوسکی سرکشی اور فتنہ و فساد کے اندیشہ سے میان منجھو کو قول نامہ بھیجنا پڑا جب وہ احمد نگر میں آیا تو اوس نے حبشیوں اور مولدوں کا اپنا گروہ جدا ہی بنایا۔ اب احمد نگر میں دو فریق ہو گئے ایک میان منجھو کا اور دوسرا اخلاص خان کا اور آپس میں ضد و نفاد شروع ہوا کبھی تو ایک فریق کہتا کہ اکبر کے مقابلہ کو جائیں کبھی دوسرا فریق رائے دیتا کہ عادل شاہ کو روکیں کبھی ایک دوسرے کے درپے ایذا ہوتے۔ ابراہیم نظام شاہ جشن کے پیٹ سے تھا۔ حبشی اوس کے ندیم و مصاحب بن گئے۔ میان منجھو مجبور چپ ہو رہا۔ جب ابراہیم عادل شاہ نے احمد نگر کے یہ فساد دیکھے تو اوس نے بہ نظر دور اندیشی ۲۰ شعبان ۱۰۲۸ کو فوج لیکر بطریق سیر و تماشا بیجا پور سے احمد نگر کی طرف کو کوچ کیا۔ ملک گیری کی نسبت تو اوس کا مطلق خیال نہ تھا صرف اپنی سرحد کی حفاظت منظور تھی اور اس وجہ سے ایک دو کوس سے زیادہ روزانہ نہیں چلتا تھا بلکہ بعض جاگے کے روز قیام کرتا تھا تاکہ اس توقف میں اگر فساد ریف ہو جائے تو کوئی ضرورت کشت و خون کی نہ پڑے۔ اخلاص خان کی رائے تھی کہ ابراہیم عادل شاہ سے لڑائی کیجائے میان منجھو کہتا تھا کہ ابراہیم عادل شاہ پیٹے بلکہ مین ہے اوس نے ہمارا کوئی بگاڑ نہیں کیا ہے بہتر ہے کہ تحفہ تعارف بھیج کر اوس سے صلح اور اکبر کے مقابلہ کے لیے فوج فراہم کیجائے۔ اخلاص خان نے نہ مانا اور چونکہ ابراہیم نظام شاہ بھی اخلاص خان کی جانب مائل تھا اس لیے میان منجھو نے رکوت کیا۔ اخلاص خان تیس ہزار فوج سے ابراہیم نظام شاہ

اگر دیکر عادل شاہ کے مقابلہ کو جلا ابراہیم عادل شاہ بھی اس وقت شاہ درک میں پہنچ گیا تھا، اس نے ہی تیس ہزار فوج دیکر حمید خان و شجاعت خان کو روانہ کیا ۱۸ ذی قعدہ ۱۰۳۸ھ کو یہ فوج شاہ درک سے چلی ابراہیم عادل شاہ نے حکم دیدیا تھا کہ جہاں تک ممکن ہو مصالحت کی جائے۔ لیکن اگر دشمن نہ مانیں تو لڑائی کا اختیار ہے۔

۱۰۳۷ھ - ابراہیم نظام شاہ کا قتل یکم ذی الحجہ ۱۰۳۷ھ کو نظام شاہی فوج عادل شاہی علی شاہی گس آئی۔ نظام شاہی فوج کا دستور تھا کہ توپیں اور ضرب زن لشکر کے چاروں طرف لگا کر اونہیں زنجیروں اور رسیوں سے باندھ دیا کرتے تھے جب انہوں نے ایسا ہی کیا اور نظام شاہ مورچہ ہا کر ٹپڑ گیا۔ تو حمید خان نے بھی اپنی فوج کے مورچہ جو اوئے۔ دست چپ پر شجاعت خان اور شہزادہ خان کو اور دست راست پر سیل خان خواجہ سرا اور عنبر خان حبشی کو مقرر کیا۔ اور مقصود خان گرجی غلام شمعہ فیل کو جو ہاتھین کا سردار تھا آگے رکھا۔ میان منجھو نے جان لیا تھا کہ نظام شاہ کی حالت اچھی نہیں ہے۔ اس نے خفیہ حمید خان کے پاس پیغام بھیجا کہ ہمارا بادشاہ نوجوان اور ناتجربہ کار ہے بعض شریر مفسد اس کے صاحب بن گئے ہیں شراب اور نشہ بازی کی حالت میں اس سے جو چاہتے ہیں وہ کر لیتے ہیں یہ ذی الحجہ کا مہینا ہے لڑائی اس مہینے میں حرام ہے آپ براہ مہربانی ہمیں چند روز کی ملت دین کہ ہم اپنے بادشاہ کو سمجھالیں اور صلح پر آمادہ کر دیں اور ابراہیم عادل شاہ کے سر کی قسم یہی دی۔ اس لیے جب نظام شاہ کا لشکر آیا تو حمید خان بچ کر ایک کوس الگ کو جا اترتا۔ نظام شاہ نے اس پر خیال کیا کہ عادل شاہی فوج خائف ہے۔ جب رات ہوئی تو میان منجھو نے فسخ جنگ کے بے بہت کچھ کہا۔ مگر اس نے ایک نہ سنی دوسرے روز آخر لڑائی ہوئی۔ اخلاص خان کی فوج کی حالت۔

اچھی تھی جس سے اوس کے انتظام کی خوبی ظاہر ہوتی ہے۔ اوس کی فوج نے
 عادل شاہی فوج کو ایسا لیا کہ قلب اور میسرہ دونوں شکست کھا کر بہاگے اور انہی ہاتھی
 میدان جنگ میں چھوڑ گئے نظام شاہی فوج نے تین کوس تک تعاقب کیا۔ اس وقت
 نظام شاہی فوج کی طرف سے عادل شاہی فوج کی طرف کو تیز ہوا چل رہی تھی اور توپوں
 کے دھوئیں اور گرد کے سبب عادل شاہی فوج ڈھک گئی تھی اس سبب سے گو
 عادل شاہ کے قلب اور میسرہ پر بالکل شکست ہو گئی تھی اور میمنہ میں بھی ابتری پڑ گئی تھی
 مگر تاہم میمنہ کے کچھ آدمی اس سبب سے باقی تھے کہ وہ تین اسپنہ بہاگی ہوئی فوج
 کی خبر نہ تھی۔ وہ فوجیں کو اپنی اپنی فتح کا خیال ہو رہا تھا۔ نظام شاہی فوج فتح کا خیال
 کر کے لوٹ مار میں پڑ گئی۔ جس سے ابراہیم نظام شاہ کے پاس چند مخصوصوں کے سوا
 جن کی تعداد نصف سو کے قریب ہوگی اور کچھ ہاتھیوں کے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔ سہیل خان
 اور عنبر خان نے جو میمنہ میں کترے ہوئے تھے دیکھا کہ ابراہیم نظام شاہ صرف چند
 آدمیوں سے فتح کے خیال سے آگے بڑھا رہا ہے۔ سہیل خان کے پاس اقبوت
 ایک ہزار فوج تھی اور مقصود خان شہنشاہی ستر ہاتھیوں سے اسی وقت پاس لایا تھا
 اپنی کثرت اور دشمن کی قلت کو دیکھ کر یہ لوگ ابراہیم نظام شاہ پر چلے۔ ابراہیم کے ہمراہیوں
 نے کہا کہ ہم نہایت قلیل ہیں اور دشمن کے آدمی بہت زیادہ ہیں بہت سے کہہ چکے کہ ہٹ
 جائیں۔ مگر ابراہیم نظام شاہ نے بوائی کہ گھٹا اور شراب کے نشہ میں کہا کہ میرے
 چھوٹے بھائی اسماعیل نے دلاور خان کی لڑائی فتح کی تھی میں سہیل خان خواجہ سرا سے
 کیسے پتہ نہ تھا وہاں اور تلوار غلاف سے نکال دس بارہ ہاتھیوں سے عادل شاہی فوج پر حملہ کیا مگر
 اول ہوا ہلکے میں عادل شاہی فوج کے ایک سپاہی نے اس کے اسیرانہ و تیرخانہ پر مارا کہ ابراہیم کے سخت زخم آیا

اور پرندہ کی طرف کو بہاگا۔ مگر قلعہ کے پاس پہونچ کر گھوڑے پر سے گر پڑا اور جان
جان آفرین کو تسلیم کی ۵

دسے چند بشمر دو ناچیز شد زمانہ بخت دید کو تمیز شد

سہیل خان نے ابراہیم نظام شاہ کی لاکشس اوٹھوا کر ایک بالکی مین ڈولوائی اور احمد نگر
والوں کو دیدی جو او سے احمد نگر لے گئے۔ جب یہ خبر نظام شاہی فوج کو معلوم ہوئی
جواب تک اپنی فتح کے خیال سے لوٹ مین مصروف تھے تو فوراً احمد نگر کو بہاگے اور
نظام شاہی فیل خانہ دو توپخانہ عادل شاہیوں کے ہاتھ لگ گیا یہاں شاہ درگ مین
پہلے میسر اور قلب کی فوج جب بہاگ کر آئی تو اوس نے شکست کی خبر سنائی اور
اوس کے بعد جاسوسوں نے بھی اگر اذہنین کے قول کی تصدیق کی۔ جس سے ابراہیم
عادل شاہ کے لشکر مین بڑا ولولہ ہو گیا۔ لیکن جب تیسرے روز صبح کو مگر خبر آئی تو معلوم
ہوا کہ ابراہیم نظام شاہ مارا گیا اور تشویش رفع ہوئی۔

۱۲۸- ابراہیم عادل شاہ کی دہلی اس وقت نظام شاہی فوج کو ایسی شکست ہوئی تھی کہ اگر
بیجا پور کو اوراد ہوئی کی خلاصی ابراہیم عادل شاہ چاہتا تو احمد نگر کی سلطنت کا بیت صاحبہ
اور دوسے مبارک رسول مقبول مسلم فتح کر سکتا تھا۔ مگر کچھ تو اوس کو خود ہی ملک گیری کا خیال نہ تھا
اور کچھ اس وجہ سے کہ کرناٹک کے رایان نے اخلاص خان کی تحریک سے سر اٹھایا
تھا سوائے اس کے اوسکے دوست محمد قلی طب شاہ کو ایک سردار ستم خان کو کرناٹک
کی عملداری مین سخت شکست ہوئی تھی۔ اس لیے ابراہیم عادل شاہ نے اپنی فوج
کو حکم دیا کہ فقط قلعہ قنت ہار قبضہ کر کے فوراً دہلی چلی آئی چنانچہ یہ لوگ انیرزی الحجیر
مین بھی شاہ درگ پہونچ گئے ابراہیم نے سہیل خان اور سنبھان کو صلہ حسن کارگذاری مین

اسناد منصب اور جاگیر طاقی۔ اور یحیٰ پور کو کوچ کر دیا۔ جب دریا سے بہنورہ کے کنارے
 ۳۰ ذی الحجہ کو پہونچا تو برسہم غز اسے حضرت امام حسین یا اس سبب سے کہ یہ دن کسی خوشی کے
 کام کے لیے مناسب نہیں سمجھی جاتے وہاں قیام کیا۔ یہاں خیر آئی کہ رایان کشرہ نے
 موقع پا کر ادھونی کا محاصرہ کیا ہے اور اہل قلعہ نہایت تنگ ہو رہے ہیں۔ ابراہیم نے
 فوراً فوج روانہ کی مگر جب ایام عاشورہ ختم ہو گئے تو خود بھی یحیٰ پور کو چلا اور ۴۴ محرم سنہ ۱۰
 وہاں پہونچا ابراہیم نے شہر میں پہلے ہی سے آرایش کے لیے احکام بھیجے تھے چنانچہ
 اسد پور کے دروازہ سے قلعہ کے دروازہ تک جو ڈیرہ کو سب تمام درو دیوار پرمحل وزر لفت
 کے غلاف چڑھائے گئے اور پردہ ڈالے گئے تھے۔ اور قلعہ کے دروازہ کے سامنے
 اور صفابازار میں تو نہایت ہی زیب و زینت دی گئی تھی اور تمام دکانوں میں حسین اور خوبرو
 اچھے اچھے لباس پہنکر بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر باہر اسد پور کے دروازہ سے تین کوس تک
 چوبیس دکانیں نصب کی گئی تھیں اور انکو بھی محل وزر لفت سے آرایش دی گئی تھی اور اوس
 لولیان خوش آواز گانے بجانے میں مصروف تھیں۔ چاروں طرف اپنے بادشاہ کے
 آنے کی خوشنویں وہاں ایک مجمع عام تھا۔ اور بازار میں کثرتِ خلایق سے چلنے
 بہرنے کی گنجائش نہ تھی۔ ابراہیم نے یہاں پہونچکر خوب خوشیاں منائیں جشن کئے
 چند روز میں ادھونی کی طرف سے یہ خبر آئی کہ فوج شاہی کی آمد کی خبر سننے ہی بغیر
 لڑے بڑے تمام حملہ آور بھاگ گئے اور قلعہ والے محاصرہ سے نکل آئے معلوم ہوتا
 کہ مفسدون کو یہاں بھی ابراہیم عادل شاہ نے کچھ سزا دی۔ اسی پر اکتفا کیا کہ وہ لوگ
 اوس کے ملک کو چھوڑ کر چلے گئے۔ دو سو سال تک محرم سنہ ۱۰ کو ایک شخص میر علی
 ہمدانی جو ابور میں چند عردو سے۔ بارک رسول مقبول صلم کے لیکر آیا۔ ابراہیم نے

اوس کی بڑی تعظیم وتواضع کی اور ایام عشرہ مین اونمین قلعہ مین منگا کر رکھوایا۔ اور دس بارہ ہزار ہون میر محمد صلح کو دے اور جب محرم کا مینا ختم ہو گیا تو میر محمد صلح کی درخواست پر اوسے حج خانہ کعبہ اور زیارت اماکن متبرکہ کر بلا سے معلما وغیرہ کے لیے زادراہ بھی عنایت کیا۔ اور دو بال لیکر تبرگ ایک طلائی ڈبیہ مین رکھ دیے۔ اون کو جمعہ کی رات اونیز اور ایام متبرکہ مین نکاکر زیارت کرائی جاتی تھی۔

۱۰۰۳

۱۰۹۹- میان ہنچو کا احمد شاہ میان ہنچو تو ابراہیم نظام شاہ سے پہلے ہی الگ تھا۔ ابراہیم کے کو تخت نشین کرنا۔ قتل کی خبر سنتے ہی ہاگادرا احمد نگر مین جا کر قلعہ اور خزانہ شاہی

پر فوراً قابض ہو گیا۔ اوپر لکھ آئے ہین کہ جب برہان نظام شاہ اول مرا تو جن شاہ اوس کا بڑا بیٹا تخت نشین ہوا تھا۔ اور سلطان محمد خدا بندہ شاہ علی و محمد باقر و عبد القادر شاہ اوس کے دوسرے بیٹے حسین شاہ کے خوف سے ادھر اور دھر ہاگ گئے تھے

ایک مدت دراز کے بعد ایک شخص حوالی احمد نگر مین آیا۔ اور کہنے لگا کہ میر انام شاہ طاہر ہے اور مین شاہنژادہ محمد خدا بندہ کا بیٹا ہون میرا باپ فلان تاج بنگالہ مین مر گیا ہے حوادث روزگار سے مصبتیں اٹھا کر اپنی موروثی سلطنت مین پناہ لینے آیا ہون۔ اوست

مرتضیٰ شاہ کا عہد اور صلاحیت خان کی حکومت کا زمانہ تھا۔ صلاحیت خان نے اس کی تحقیقات کی۔ مگر طول زمان کے باعث حق و باطل کی تحقیق نہ ہو سکی کہ جس سے کوئی اس باب مین تصدیق و انکار کرتا۔ مگر صلاحیت خان نے ازراہ اعتیاد او سے ایک قلعہ

مین قید کر دیا اور جو لوگ کہ شاہنژادہ محمد خدا بندہ کو خوب پہچانتے تھے اونہیں اگرہ مین برہان شاہ کے پاس بھیج کر دریافت کیا کہ آپ وہاں ایک عرصہ سے رہتے ہیں شاہنژادہ محمد خدا بندہ کا اگر کچھ حال معلوم ہو تو اوس سے اطلاع دیجئے۔ بہان ایک شمس نے

سطح کا دعویٰ کیا ہے۔ برہان نے لکھا کہ محمد خدا بندہ میرے پاس یہاں رہتا تھا اور وہ میرے ہی پاس مر گیا ہے اوس کی اولاد ذکور و اناث جو ہے وہ یہاں موجود ہے اگر کسی شخص نے اوس کے بیٹے کا اپنے آپ کو ہم نام بتایا ہے تو وہ غلط ہے۔ لیکن چونکہ یہاں عوام الناس میں مشہور ہو گیا تھا کہ وہ خدا بندہ کا بیٹا ہے اس لیے صلابت خان نے بھی ضروری سمجھا کہ اوسے کسی قلعہ میں قید رکھے تاکہ کوئی فساد پیدا نہ ہو۔ اور وہ قلعہ میں ایک عرصہ تک رہا اور مر گیا۔ اوس کا ایک بیٹا تھا احمد نام۔ جو اس وقت بارہ برس کا تھا اور قلعہ دولت آباد میں قید تھا۔ میان منجو نے اخلاص خان وغیرہ کو قلعہ میں بولایا اور بادشاہ بنانے کے لیے سب کی راہ سے دریافت کی۔ چاند سلطان کی ایک سہیلی کہ بہاؤ شاہ ابن ابراہیم نظام شاہ مقتول کو جو اس وقت ڈیڑھ برس کا تھا بادشاہ کیا جائے اور امراے جو شش بھی اسی کو چاہتے تھے۔ مگر جب میان منجو نے سمجھایا اور کہا کہ بادشاہ ایسا ہونا چاہیے جو کچھ اپنے آپ کو سمجھتا ہی ہو ۵

جہان بانی و پاسے گاہ قوی	خداوندی و تاج و تخت شمس
کے راستہ کو بہنگام جنگ	نشا بدشتاب و باند و رنگ

اس نادان بچے کو بادشاہ بنانے سے کیا فائدہ ہے۔ شاہی خاندان کا ایک لڑکا مارہ سال کا دولت آباد میں ہے میرے نزدیک وہ اس سے بہتر ہے۔ اس سبب سے امراے جو شش رضی ہو گئے۔ اور میان منجو نے خواجہ نظام استر آبادی میر سامان کو دولت آباد بھیجا اور احمد کو مٹا کر ۳۰ سالہ عین عید الفضحیٰ کے روز بادشاہ بنایا۔ اور خطبہ ائمہ اثنا عشر کا پڑھا کر منامب اور اقطاع باہم تقسیم کر لیے اور بہادر شاہ کو جو چاند بی بی کے پاس پرورش پاتا تھا بزر و تعدی لیکر قلعہ جو ندین قید رہنے کو بھیج دیا۔

۱۵۰۔ اخلاص خان کا موتی شاہ کو اب جب حقیقت حال کھلی اور معلوم ہوا کہ احمد شاہ بادشاہ بنانا اور میان منجمو کا شہزادہ مراد سے مدد طلب کرنا پر فوج جمع کر کے میان منجمو سے لڑنے کو مستعد ہوئے میان منجمو نے احمد شاہ کے سپر پرچہر شاہی لگایا۔ اور میان حسن کو سات سو سوار دیکر دشمنین کے مقابلہ کو بھیجا طرفین سے خوب خوب حملے ہوئے اور کتنے ہی آدمی مارے گئے۔ اخلاص خان کی طرف سے قلعہ پر گولہ باری ہو رہی تھی اتفاقاً ایک گولہ احمد شاہ کے چتر پر آ کر رگا۔ میان منجمو کے آدمی یہ دیکھتے ہی گھبرائے۔ اور میان حسن بہاگا اور قلعہ میں جا کر پناہ گیر ہوا۔ اخلاص خانیوں کو غلبہ ہو گیا اور اونہوں نے آکر قلعہ کا محاصرہ کیا۔ دولت آباد میں آہنگ خان حبشی اور حبشی خان مولہ کو برہان شاہ نے قید کر دیا تا اخلاص خان نے حاکم دولت آباد کے پاس آدمی بھیجا کہ اونہیں بھڑا لیا۔ پھر بہادر شاہ کو قلعہ جو ند سے بولایا۔ مگر وہاں کے قاعدہ دار نے میان منجمو کے حکم بغیر دینے سے انکار کیا۔ اس لیے حبشیوں نے میان موتی ایک طفل مہبول الغب کو احمد نگر کے بازار سے پکڑا اور شاہی خاندان سے منسوب کر کے اسے بادشاہ بنایا اور اس کے نام کا خطبہ پڑھوایا جس سے ان کے پاس دس بارہ ہزار آدمی جمع ہو گئے۔ اب میان منجمو نہایت پریشان ہوا۔ اور شاہزادہ مراد حاکم گجرات کو مدد کے لیے لکھا۔ ابی میان منجمو کی عرضی گجرات میں پہنچی بھی نہ تھی کہ یہاں خود امرا سے حبشی کے درمیان مناصب اور اقطاع کی نسبت جھگڑا اٹھ کھڑا ہوا اور آپس میں کٹھن مرنے لگے۔ جب امرا سے کہنی نے ان کی یہ اتفاق دیکھی تو وہ انہیں چھوڑ میان منجمو سے جا ملے۔ جس سے اس کی طاقت بہت بڑھ گئی

اور اوس نے ۲۵ محرم ۸۸۵ھ کو قلعہ سے نکل کر ان کے بادشاہ کو قید کر لیا۔ اور امرائے حبشی اور ہر دوسرے متفرق ہو گئے۔

۱۵۱۔ شاہزادہ مراد اور خانخانان
کا مہم احمد نگر پر۔ اپنے بیٹے شاہزادہ مراد کو مالوہ سے گجرات کی حکومت پر

بھیجا اور صادق محمد خان کو اوس کی وکالت پر مقرر کیا تھا اور بجا سے شاہزادہ کے مالوہ میں مرزا شاہ رخ سابق والی پٹنن کو حاکم کیا تھا۔ اور شہباز خان کنہوہ کو چوبیس سال سے قید رہتا جیل خانہ سے نکال کر اوس کا وکیل مطلق بنایا تھا۔ جب اکبر کے چاروں ایلچی دکن سے لوٹ کر گئے تو انہوں نے جا کر بیان کیا کہ مغلیہ حکومت کو وہاں کوئی ہنر میں ماننا اسیلئے اکبر نے ۲۵ مین دوسرے بیٹے شاہزادہ دانیاں کو دکن کی تسخیر کے لیے

حکم دیا اور مرزا عبدالرحیم خانخانان کو اوس کے ہمراہ کیا۔ مگر ہر کچھ راے پلٹ گئی۔ اور ~~رضی~~ خانخانان کو بھی بھیجا۔ جب خانخانان ماندو میں آیا۔ اور برہان شاہ نے سنا تو اوس نے عنایت خان شیرازی کو خانخانان کے پاس بھیجا۔ اور انطاہر اطاعت لیا۔ اس میں وہ ۲۳ سنہ میں مر گیا۔ اب جب میان منجمو نے شاہزادہ مراد سے مدد

طلب کی اور قلعہ احمد نگر دینے کا وعدہ کیا اور اکبر کا ایک فرمان شاہزادہ کے نام تسخیر دکن کے لیے پہونچا تو شاہزادہ مراد آٹھ ہزار سوار سے احمد نگر کو روانہ ہوا۔ اور مرزا عبدالرحیم خانخانان ہی ماندو سے باتفاق لشکر شاہ رخ مرزا و شہباز خان کنہوہ و راجہ گلنا تھہر سموی راجہ مان سنگھ، راجہ درگا اور راجہ راجپت وغیرہ کے دکن کو متوجہ ہوا۔ اور راجہ علیخان والی خاندیس کو بھی ہجہ ہزار فوج سمیت بحرہ ہند پر اپنے ساتھ متفق کر کے قلعہ کالندہ کے قریب شاہزادہ مراد سے ملحق ہو گیا۔ اب شاہزادہ مراد کی تیس ہزار فوج ہو گئی جس میں

مغل دراجہوت و افغان بہادر تھے اوس نے براہ سلطان پور و نذر بار احمد نگر کو کوچ کیا اور بے معارض و معاند حوالی احمد نگر میں پہنچ گیا۔ اور جب وعدہ میان منجمو سے قلعہ احمد نگر اور ملاقات کا خواستگار ہوا۔

۱۵۲۔ احمد نگر کا محاصرہ اب میان منجمو حیران و پریشان ہو گیا ہر چند جاہا کہ بلا سے خود اور چاند بی بی کا بہادر شاہ کا خطبہ پڑھوانا۔ اکیلے ممکن ہی نہیں تھے تو قلعہ میں غلہ و اذوقہ دیا اور خیل و شتم

سے اوسے سختی کم کیا۔ اور انصار خان کو جو اوس کے انصار میں سے تھا قلعہ اور چاند بی بی کو مع بہ اہر اسات و خزانہ کے سپرد کیا۔ اور خود فراہمی سپاہ اور طلب لگاکے لیے عادل شاہ اور قطب شاہ کی سرحد کی طرف کو احمد شاہ کو ہمراہ لیکر قلعہ اوس میں چلا آیا۔ مگر چاند بی بی نے اس وجہ سے کہ انصار خان میان منجمو کا آدمی ہے کہیں مغلوں سے ملکر قلعہ اوں کے حوالہ نہ کر دے محمد خان ابن محسب اللہ وایہ زادہ مرتضی شاہ کو بڑھکایا کہ اوسے قتل کر ڈالے چنانچہ اوس نے اوسے مار ڈالا۔ اور اوسی روز بہادر

شاہ ابن ابراہیم نظام شاہ کے نام کا غائبانہ شہر و قلعہ میں خطبہ پڑھوایا۔ ایک شخص شمشیر خان حبشی تھا کہ اوس کی اولاد شتر آدمی سے زیادہ تھی اوسے اور نیز افضل خان تفرشی وغیرہ کو قلعہ میں بولالسیا۔ غالباً اسی ہنگامہ میں جب کہ میان منجمو احمد نگر سے نکلا اور اسکاتائب انصار خان مارا گیا میان موتی شاہ اخلاص خان کے ہاتھ پہر پڑ گیا۔

۲۳ ربیع الثانی ۱۰۵۸ھ کو شاہزادہ مراد علی امرائے کبار کے احمد نگر کے شمال میں حوالی نماز گاہ میں بہزیم جنگ پہنچا۔ اور کالجے چہو تہہ۔ کے میدان میں آکر کھڑا ہوا اہل حصار نے ایسی توپیں ماریں کہ مراد کے لشکر میں کسل بلی پڑ گئی۔ مگر چٹانہ شام ہو گئی تھی۔ اس لیے لڑائی

ملتوی رہی۔ اور مغلوں کی فوج رات کو باغ ہشت بہشت میں بڑی رہی جو برہان نظام شاہ کا بنایا ہوا تھا۔ اور تمام رات اپنی ہوشیاری میں کاٹی۔ اسی روز شاہزادہ نے شہر احمد نگر اور برہان آباد میں امن کی منادی کرادی۔ اور تمام متوطنین کی تسلی اور تسفی کی کہ جس سے رعایا اور تاجر اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہو گئے۔ دو سہ روز شاہزادہ مراد اور اورام راے عظام شاہ خرمزرا والی بدخشان و نواب سپہ سالار خانخانان و شہباز خان اکبر و محمد صادق خان و سید تقی سبزواری و راجہ علی خان وغیرہ قلعہ کے گرد گومے اور اپنے اپنے مورچہ اور انگین تجویز کر لیں۔ ۲۷ ربیع الثانی ۱۰۸۷ھ کو شہباز خان بغیث بد ذات شہزادہ سے بے پوچھے سوار ہوا اور نالایقی سے سپاہ کو حکم دیدیا کہ شہر کو لوٹ لیں یہ کساتنا کہ ایک طرفۃ العین میں تمام منازل و مساکن احمد نگر اور برہان آباد کے تباہ و برباد ہو گئے اور سیکڑوں شیعی مار ڈالے گئے۔ اور تعصب مذہبی کے باعث جو جو کام کرنے تھے کیے گئے۔ اب شہباز خان نے چاہا کہ لنگر دوازدہ امام کو غارت کرے کہ اسے میں شاہزادہ مراد کو خبر ہو گئی۔ شاہزادہ مراد اور خانخانان نے اسے بڑی لعنت اور ملامت کی۔ اور کہتے ہی تاراجیوں کو عسباً للناظرین سزا دی مگر چونکہ مسکین احمد نگر کے مال و متاع سب غارت ہو چکے تھے وہ رات کو شہر چھوڑ کر ادھر ادھر چلے گئے اور شہر ویران ہو گیا۔

۱۵۳۱- احمد نگر کے پانچ دعویدار اس وقت احمد نگر کی سلطنت کے پانچ دعویدار تھے اول جلالی اور خانخانان کا اخلاص خان کو نے بہادر شاہ ابن ابراہیم نظام شاہ کو بادشاہ مان رکھا تھا۔ دوسرا شکت دین اور آہنگ خان کا میان منجمو نے احمد شاہ کو تخت و تاج دیدیا تھا اور حوالی بیرمین احمد نگر بن جانا۔ پڑا ہوا تھا۔ تیسرے اخلاص خان نے موتی شاہ کو شطرنج کا

شاہ قرار دیا تھا جو اسوقت دولت آباد میں تھا۔ چوتھے آہنگ خان حبشی اپنی الگ ہی
 قہائی چانول کی ہٹدیا بیجا پور کی سرحد پر پکار رہا تھا۔ شاہ علی ابن برہان شاہ اول ابھی تک
 زندہ تھا۔ عمر اوس کی ستر برس کی ہو گئی تھی اور بیجا پور میں رہا کرتا تھا۔ آہنگ خان نے
 اوسے بلا کر چتر شاہی دے رکھا تھا۔ پانچویں منسل تھے جو فوج لیکر احمد نگر کا محاصرہ کیے
 ہوئے تھے۔ ان میں اخلاص خان نے اسوقت جرات کی اور دس ہزار سوار سے احمد نگر
 کو چلا کر مغلوں کو نکال دے۔ خانخانان سپہ سالار نے دولت خان لودھی کو پانچ چھ ہزار
 سوار سے اوس کے دفعیہ کو بھیجا۔ یہ شخص بڑا بہادر اور اکبری فوج کے منتخب سپاہیوں
 میں سے تھا۔ زیرا۔ بے گنگ کے کنارہ تنخا صمین کا مقابلہ ہوا کئی شکست کھا کر ہار گئے
 دولت خان نے اون کا تعاقب کیا۔ اور قتل و غارت میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا کہیں اسی
 فوج کے سامنے شہر پٹن بھرا گیا۔ اوس وقت یہ مقام نہایت آباد تھا۔ انہوں نے جا کر
 اوسے ایسا لوٹا کہ وہاں کے باشندوں کے پاس جامہ تک اتر و ایلے۔ چونکہ میان پنجوب نے
 بہادر شاہ کو قید کر رکھا تھا چاندنی بی اوس سے ناراض تھی۔ اس لیے چاندنی بی نے
 آہنگ خان کو راضی کیا۔ اور اپنی امداد کے لیے احمد نگر کو بلوایا۔ آہنگ خان کے
 پاس سات ہزار آدمی تھے وہ اس حکم کے پہونچتے ہی فوراً چل کھڑا ہوا۔ یہ بڑا بہادر آدمی
 تھا جبوقت احمد نگر چھ کوس رہا تو اس نے وہاں کے خیر حاسوسوں کی معرفت منگائے
 اور انہوں نے آکر بیان کیا۔ کہ احمد نگر کے شرقی جانب کو مغلوں کی فوج نہیں ہے وہ سمت
 بالکل خالی ہے۔ اب آہنگ خان نے شاہ علی اور اوس کے بیٹے مرقضی کو ساتھ لے لیا
 تین ہزار سوار اور ایک ہزار پیادہ اور تین چاندی لیکر اندھیری راستہ میں چاندنی بی۔ کہ پاس کو چلا۔ اتفاقاً
 اوسے روز صبح کو شاہزادہ مراد سوار ہوا تاکہ حصار کے گرد گومر مورچوں وغیرہ کا انتظام کرے

جب وہ شہ تی جانب کو آیا اور اوسے خالی پایا تو خانخانان کو اوس کی نگرانی کے لیے مقرر کر گیا۔ اور وہ جواب تک باغ بہشت بہشت میں خمیدہ زن تھا اسی روز وہاں آگیا۔ آہنگ خان کو اس کی مطلق خبر نہ تھی اوس نے سمجھا تھا کہ راستہ خالی ہے بلا مزاحمت میں اندر قلعہ میں چلا جاؤنگا۔ جب وہ یہاں آیا تو خانخانان اوس وقت اوپر بالا خانہ پر عبادت کے مکان میں تھا اوس کے دو سو پہرہ دار تیر اندازوں نے تیر مارنا شروع کیے دولت خان لودمی جو خانخانان کا میہر شمشیر تھا چار سو جوان سے اوس کے آگے آیا اور اڑائی ہوئے لگی۔ دولت خان کا بیٹا شیر خان بھی چہرہ سوا دمیوں سے باپ کی مدد کو آگیا۔ آہنگ خان نے دیکھا کہ یہاں ٹھیک کر لڑنا اپنے بھائی کو تا ہے۔ بہتر ہے کہ کھلمباے۔ شاہ علی نے ضعف سیری کے باعث آگے جاتا اور چند روزہ زندگی کو نایاب شاہی کی امید مہموم پر کھونا مناسب نہ سمجھا اور معاودت کا ارادہ کیا۔ اس لیے آہنگ خان نے اوس کے بیٹے مرتضیٰ کو چپ رسو آدمی سے ساتھ لیا اور خانخانان کے لشکر کے درمیان ہو کر قلعہ میں چلا گیا اور شاہ علی باقی لشکر سے لٹا اور دولت خان نے تعاقب کیا۔ اور نو سو آدمی قتل کر کے بمشکل باقی دکنیوں نے بھاگ کر جان بچائی۔

۱۵۴۰ - سہیل خان کی پہلا ر
 امین مددی علی سلطان قطب شاہی
 اور میان منجمودا خلاص خان
 فخرشاہی کا اکٹھا ہونا۔

اس وقت میان منجمودا خلاص خان آہنگ خان وغیرہ
 تدبیرین کر رہے تھے کہ جس سے ہر ایک اپنے مخالف کو
 غارت و تباہ کرے اور اپنے بادشاہ کو سب پر غالب کر کے
 ایک بادشاہ قرار دے۔ جب یہ سب خبریں ابراہیم عادل شاہ
 کو پہنچیں اوس نے خیال کیا کہ اگر مندوں نے احمد نگر کی سلطنت لے لی تو ضرور ہے
 کہ وہ آگے قدم بڑھائیے اور یہی پور کو بھی نہ چھوڑیں گے۔ اس لیے مجبوراً احمد نگر و لون کی

مدرکیہ بنانا چاہیے اس نے ان سب فریقوں کو کھٹا کہ آپس میں لڑائی کرنا اور دشمن کو قوی کرنا اچھا نہیں ہے۔ اس وقت سب کو چاہیے کہ آپس میں اتفاق کر کے منہ لوں کو نکال دیں بعد میں جو شخص کہ سلطنت کے لایق ہو او سے بادشاہ بنالین۔ اس وقت کی لڑائی کا نتیجہ یہ ہو گا کہ خود ہی سب کے سب تباہ ہو جائیں گے اور اگر بالفرض کوئی ایک دو سر پر غالب بھی آگیا تو مغلوب منلوں سے مل جائیں گے اور ان کی تقویت کے باعث اس غالب کو بھی خاک میں ملا دیں گے۔ جب یہ نصیحت ان سلاطین ثلاثہ کے گوش زد ہوئی تو سب نے اسے پسند کیا اور بساط منازعت کو طے کر کے سب متفق ہو گئے اور سب نے ابراہیم عادل شاہ سے امداد طلب کی۔ میان منجمو نے اپنے بیٹے حسن اور شاہ محمود اور تفضی خان بنجو کو اس کے پاس بھیجا اور چاند بی بی سے بھی استعانت کی متواتر درخواستیں پہنچیں۔ یہاں تو ابراہیم نے فوج پہلے ہی تیار کر رکھی تھی۔ سہیل خان خواجہ سر اکو جس کی بہادری اس وقت خوب مشہور ہو گئی تھی۔ سپہ سالار کر کے تیس ہزار فوج سے روانہ کیا۔ اور محمد قلی قطب شاہ نے بھی ہمدی قلی سلطان ترکمان کے ہمراہ چھ سات ہزار سوار اور بہت سے پیادے بھیجے اور شاہ درک کے مقام پر میان منجمو اور اخلاص خان بھی اپنی فوج سمیت سہیل خان سے آکر مل گئے جس سے سہیل خان کے پاس ساٹھ ستر ہزار کھنٹی فوج ہو گئی۔ راجہ کی لڑائی کے بعد اس قدر کثرت سے دکن میں فوج کسی اکٹھی نہیں ہوئی تھی۔ **نظم**

۱۳۵۰ء - شاہزادہ مراد کا قتلین	شاہر ملکست در عقد کہم کردوی جبہ	دست راغوش با شمشیر و خنجر می کند
سزنگ لکوانا اور چاند بی بی کا	آنکہ پازیر سیرناز و تنغم می تند	کردگار شر در جہان مزار و سرد می کند
اونین کمود وانا۔	بادشاہی و چمن و ازندگی را زانما گل	با وجود ناز کی از خار سر بر می کند

چاند بی بی کا نام اور پرم طرہ آئے ہو وہ جین نظام شاہ فاتح بیجا نگر اور خونزہ بہا یون کی بیٹی اور
 علی عادل شاہ والی بیجا پور کی بی بی تھی۔ سب سے پہلے لڑا کہیں میں اوس نے
 بیجا نگر کی لڑائی دیکھی۔ پھر علی عادل شاہ کے زمانہ میں بیجا پور میں رہی اور اوس کے بعد جب
 بیجا پور میں بادشاہ گردی ہوئی تو کمال خان کشور خان اخلاص خان اور دلاور خان کا دور
 و کما اور طرح طرح کی مصیبتیں اڑھائیں۔ اور ابراہیم عادل شاہ کو مان کی طرح ہالا۔ پھر
 احمد نگر میں آئی تو صلابت خان اور مر قاضی شاہ کے بعد مرزا خان اور جمال خان اور برہان شاہ
 ابراہیم نظام شاہ اخلاص خان اور میان منجمو کے جنگڑے سب اوس کی نظروں کے
 سامنے گزرے۔ اس وقت نظام شاہی خاندان میں در حقیقت سلطنت کا اگر کوئی
 لایق اور حقدار وارث تھا تو یہی عورت تھی۔ وہ بہادر بھی تھی اور عاقلہ بھی تھی گو مسلمان عورتوں
 کے عام پاکدامنی کے باعث اوس کی عصمت کوئی بڑی فخر کی بات نہیں تھی تاہم
 جب یہ خیال کیا جائے کہ وہ بادشاہ ہادی اور خود مختار تھی تو البتہ وہ ایسی تھی کہ ایسی
 پاکدامنوں کی مثالیں شاذ و نادر ہی ہوا کرتی ہیں۔ افسوس کہ مسلمانوں کی پردہ نشینی
 کی سختی نے اوسے سلطنت سے محروم رکھا ورنہ ایسی لایق اور بہادر عورتیں دنیا میں
 بہت ہی کم دیکھنے سننے میں آتی ہیں۔ جب مغلوں نے قلعہ کا محاصرہ کیا تو اوس نے
 اون کے دفعیہ پر کمزور بنی۔ جب مغل سرکوب بناتے تو وہ بھی آرمیوں کو مقرر کرتی اور
 قلعہ کے رجون کو اوس کے مقابلہ میں خوب بلند کر دیتی۔ جب وہ خندق محیط قلعہ کو
 مٹی پتھر سے پاٹ کر اندر جانے کا راستہ کرتے تو وہ اسے حالی کر دیتی جب وہ مورچوں
 کو اپنے آگے بڑھاتے تو وہ ایسی توپیں مارتی کہ مغلوں کو پیچھے ہی ہٹنا پڑتا۔ اور راتوں کو
 قلعہ سے نکل نکل شمشیر و زون سے تنگ کرتی اور مغلیہ فوج کو قتل و غارت کر کے اوس کی

فوج پہر قلعہ میں گس جاتی۔ غرض جو تدبیر مغل قلعہ شکنی کی کرتے وہ اس کا انداز کرتی
 اسی طرح تین مہینے گزر گئے اور قلعہ فتح نہیں ہوا۔ جب سہس خان کے لشکر کی خبر
 مغلوں کو پہونچی تو ادا نہیں بڑا اندیشہ ہوا۔ شاہزادہ مراد نے خانخانان اور صادق محمد خان
 وغیرہ امرائے اکبری کو بولایا۔ اور ایک محفل مشاورت منعقد کی۔ اس میں صحبت
 و مباحثہ کے بعد یہ رائے پھیری کہ لشکر دکن کے پہونچنے سے پیشتر ہی کسی طرح
 قلعہ کو فتح کر لینا چاہئے اس لیے اس مشورہ کی تجویز کے مطابق شاہزادہ نے محاصرہ
 کا خوب بندوبست کیا کہ اہل قلعہ کی آمد و رفت کے سب راستے بند کر دئے تاکہ کسی طرح
 باہر کی اندر اور اندر کی باہر خبر نہ جاسکے۔ اور نقب لگانے کا حکم دیا۔ چنانچہ شاہزادہ
 وغیرہ کے مورچوں سے پانچ نقب قلعہ کی دیوار۔ کہ نیچے تک پہونچ گئے۔ اور اس
 میں باروت بہر دی گئی۔ اور اداں کے سوراخ پتھروں سے بند کر کے گچی کر دی گئی۔
 دوسرے روز کو یکم رجب سن ۹۷۷ کے اور روز جمعہ کا تھا شاہزادہ نے بعد نماز جمعہ سرنگ
 اوڑانے کا ارادہ کیا۔ خواجہ محمد خان شیرازی جو شاہزادہ کے لشکر میں تھا ادا سے یہ
 حال معلوم ہوا۔ چاند بی بی نے براہ دور اندیشی ادا سے اپنا خیر خواہ بنا کر کہا تھا اس لیے
 ادا نے ہم نہ ہی کے باعث اہل قلعہ پر رحم کیا۔ اور اندھیری رات میں قلعہ کے نیچے
 جا کر سرنگوں کی جگہ اور شاہزادہ کے ارادہ سے چاند بی بی کو مطلع کر دیا۔ چاند بی بی
 اسی وقت اوٹھ کھڑی ہوئی اور سرنگوں کی تلاش کرانے لگی۔ دو سہر روز جمعہ
 کی نماز تک دو نقب معلوم کر لئے اور اداں کی باروت نکال کر پھینک دی اور اتنا پانی
 ادا میں ڈال دیا کہ آگ کے بجائے، اداں سے پانی کی نہر بہ گئی۔ پھر اور نقبوں کی
 تلاش شروع کی۔

۱۵۶۔ شاہزادہ مراد کا سرنگ
 اوڑا کر قلعہ پر حملہ اور چاند سلطان
 کا اوسے روکنا۔

شاہزادہ مراد یہ چاہتا تھا کہ دکن کی فتح میں سے بھی نام ہو۔ خانخانان
 کا اوس میں نام نہ ہو۔ اس لیے جب جمعہ کا دن ہوا اور سرنگ
 اوڑا نے کا وقت آیا تو مرزا عبدالرحیم خانخانان کے بلا اطلاق
 اپنے امرا صادق محمد خان وغیرہ کو لیکر قلعہ کے نزدیک گیا اور سب نگون میں آگ دینے
 کا حکم دیا۔ تین سرنگ جن میں باروت تھی اوڑ گئے اور پچاس گرو قلعہ کی دیوار ٹوٹ گئی
 اور اوس کے پتھر اور اوس کے اوپر کے آدمی وغیرہ آسمان کو ایسے اوڑ گئے کہ جیسے
 آسمان میں کبوتر اوڑتے ہوں اور پھر جہان کمین وہ پتھر اور کڑیاں وغیرہ کرین اون سے
 اہل قلعہ کو نقصان پہونچا مگر چونکہ قلعہ والوں کو سرنگ لگنے کا حال معلوم تھا اس لیے
 انہوں نے اپنی بہت احتیاط کر لی تھی وہ نقصان نہ پہونچا کہ جس کا ایسے وقت
 میں اندیشہ ہو سکتا تھا۔ جب مرتضیٰ خان پسر شاہ علی واہنگ خان و شمشیر خان و
 محمد خان دایہ زادہ و افضل خان وغیرہ چھوٹے بڑے امرانے اتنا بڑا رخنہ دیکھا تو
 قلعہ کے دروازوں کی طرف کو بہا گئے اور ادھر ادھر گوشوں میں چھپ رہے۔ اور دھر
 شاہزادہ اور اوس کے امر اس خیال میں کھڑے تھے کہ باقی دو نقب بھی اوڑیں
 تو حملہ کیا جائے۔ مگر انہوں نے کتنی دیر انتظار کیا اور سب نگون نے آگ نہ لی تو
 حیران کھڑے کے کھڑے رہ گئے اور اس شش و پنج میں ہوئے کہ کیا کیا جائے
 چونکہ چاند بی بی کو یہ حال پہلے سے معلوم تھا کہ دو نقب جو باقی ہیں وہ خالی ہو گئے ہیں
 اوڑینگے نہیں۔ اور اوس نے اوڑنے کا وقت آجانے کے باعث دیوار کے شکاف
 کے بند کرنے کا بھی بندوبست کر لیا تھا اس لیے جہی کہ سرنگ اوڑ گئے اوس جو انہرود
 عورت نے بے رقع پہن۔ ایک تلوار گلہ میں حمل کی۔ اور دوسری تلوار ہاتھ میں لی

اور برہنہ پاؤں پہن کر ہی سرعت کے ساتھ تھیلے اور ٹوکڑے مٹی اور پتھر کے بہرے
 ہوئے جو اوس نے تیار کر رکھے تھے لیکر شگافوں کے مقام پر اکٹری ہوئی۔ اور
 باؤ از بلند تمام اہل قلعہ سے کہا کہ اسے مردان یکوشید تاجا مزنان نہ پوشید کسی کو ہمیشہ
 جینا نہیں ناموری کے ساتھ مر جانا بدنامی کے جینے سے ہزار درجہ بہتر ہے جس وقت
 کہ یہ دشمن اندر گس آئینگے تمہیں قتل و غارت کر ڈالینگے تمہارے زن و فرزند ان کے
 ہاتھوں میں جائینگے اور ان سے جو اور ان کا دل جباہیگا وہ سلوک کریں گے۔ ایسے وقت میں
 ہرگز نام دی نہ کرنا چاہیے۔ جس وقت کہ یہ عورت وہاں آئی اور ایسی غیرت دلائی تو احمد نگر
 میں کوئی جبڑا بڑا عورت مرد امیر غریب ایسا نہ تھا کہ جو اس کی مدد کو نہ اٹھ کھڑا ہوا ہو میر تقی
 خان آہنگ خان وغیرہ بھی نکل آئے اور اس کے حکم اور اسے کے بموجب شگافوں
 کی مسدودی میں مصروف ہوئے۔ اور ایک طرفۃ العین میں توپیں اور فیرزن اور دیگر
 آلات جنگی وہاں لاکر لگا دیئے جس سے وہ شگاف دہلیز و درخ کا نمونہ بن گیا۔ اور ہر توجہ نگر
 والوں نے رخنے کے بند کرنے کا بندوبست کیا اور ہر جب شاہزادہ کو دوسرے سرنگوں
 کے اوڑنے سے مایوسی ہوئی تو اس نے فون کو حملہ کا حکم دیا۔ اور ایسی سخت
 کوشش کی کہ اس سے زیادہ امید ہی نہیں ہو سکتی تھی مگر اس عورت کے سامنے
 کسی کی پیش نہ گئی۔ جس قدر اوہر سے سخت حملہ ہوا اسی قدر اوہر سے سخت رد
 اور مزاحمت ہوئی۔ یہاں تک کہ طرفین کے جوان مردان کے خون سے زمین میں نہالے
 بہہ گئے۔ اور چار گنٹھ کامل لڑائی ہوتی رہی بعد ازاں شام ہو جانے کے باعث مجبوراً
 شاہزادہ مراد کو نامرد لوٹنا پڑا۔ اور مغلوں کے لشکر کے ہر صغیر و کبیر کے منہ سے اس
 عورت شیر دل کی تعریف و تحسین بے ساختہ ہونے لگی اور اسے تانیخ۔ مے او سے بجا ہے

چاندنی بی کے چاند سلطانہ کمنے لگی۔ جب رات ہوئی اور مغل اپنے لشکر میں بوٹ کر آرام ہو گئے تو کوآسمان کے سورج اور چاند نے مغرب کے پردہ میں منہ چھپالیا مگر یہ نامور چاند ویسے ہی رات بھر گھوڑے پر سوار شگاف کے مقام پر کھڑی رہی اور کسی کو روپیہ دیا کسی سے وعدہ وعید کیے اور کسی کو میٹھی باتوں سے پھسلا یا اور دیوار بنوائی پتھر مٹی کوڑا لکڑی ڈنگڑی حتیٰ کہ آدمیوں کی لاشوں سے رات ہی رات میں دیوار تین گز اونچی کرائی۔ اور ایسا ستم کم نہ ہو سکا کہ وہ صبح کو دشمن کی بہت پر حملہ کی نہ ہوئی سچ ہے ۵

خدا بیخ انگشت یکسان نہ کرد	نہ ہر زن زن است و نہ ہر مرد مرد
<p>۱۵۴۔ شاہزادہ مولو اور چاند سلطانہ اگرچہ چاند سلطانہ نے بڑی جوان مردی کی اور قلعہ کی دیوار کو پھردست کر لیا۔ مگر وہ عاقلہ یہ بات جانتی تھی کہ ان ایک مشت آدمیوں سے قلعہ کی حفاظت تاب کیے۔ دشمن بڑا زبردست ہے۔ بدون امداد کام نہ چلے گا۔ اس لئے اوس نے سہیل خان کو خط لکھا کہ قلعہ کی حالت بہت ایتہ ہو رہی ہے اب تک تو دلاوری اور دل دہی سے میں نے قلعہ بچایا۔ اب قلعہ میں رسد نہیں رہی ہے۔ تم جلد آؤ۔ اگر دیر کرو گے تو قلعہ ہاتھ سے جاتا رہیگا۔ یہ خط چوباسوس لے لے جاتا تھا اتفاقاً کہین مغلوں کے ہاتھ پڑ گیا خاننجانان اور صادق محمد خان نے اوس خط کو دیکھا اور پھر دیکھے ہی اوسے جاسوس کو دیدیا اور ایک خط اپنی طرف سے بھی سہیل خان کو لکھا کہ یہ جنگ رات سے ہو رہا ہے آپ جلد آئے تاکہ اس کا کچھ تصفیہ ہو جائے۔ جب یہ خط سہیل خان کے پاس پہنچے تو وہ بیر سے جہنم اس وقت پڑا ہوا تھا فوراً احمد نگر کو روانہ ہو گیا۔ مغل بھی اب تنگ ہو گئے تھے اور وہ کسی فوج میں جو ادھر ادھر لوٹ مار کر رہی تھیں وہ دونوں نے مغلوں کی رسد بند کر دی تھی۔ شاہزادہ اور صادق محمد خان گہرا لگے تھے</p>	<p>۱۵۴۔ شاہزادہ مولو اور چاند سلطانہ کے مابین براہ علاقہ دینے پر صلح</p>

اونہوں نے خانخانان کو مشورہ کے لیے بولایا۔ اول تو خانخانان نے دخل دینے سے انکار کیا مگر جب صادق محمد خان نے اپنے مکار بہ پرندہ مست کا اظہار کیا تو اس نے بادشاہ کی خیمہ خواہی کے باعث شاہزادہ کو صلح ہی کہہ دکن کا لشکر کوچ بہ کوچ چلا آ رہا ہے۔ اس وقت لڑائی لڑنا خالی از دشواری نہیں ہے بہتر یہ ہے کہ آپ ہمارے طرف چلے جائیں اور جب اس طرف قبضہ ہو جائے اور وہاں کی عساکر ہماری حکومت سے راضی ہو جائے تو بہر بیان اگر احمد نگر کو فتح کیا جائے۔ چونکہ شاہزادہ وغیرہ تمام امر اس کی تنگی سے گہرا لے ہوئے تھے اُنہوں نے خانخانان کو صلح کا مختار کر دیا۔ خانخانان نے سید مرتضیٰ سنواری کو جو امر اسے اکبری میں مدت سے داخل تھا چاند سلطانہ کے پاس صلح کی بیغام دیکر بھیجا۔ جب چاند سلطانہ نے مغلوں کی گہراہٹ دیکھی تو صلح سے استغنا کیا۔ مگر بہر راضی ہو گئی یہ صلح نہایت خفیہ ہوئی نہ منہ سے سہیل خان وغیرہ کو بلکہ احمد نگر کے اور امر اکو بھی بہید نہ کھلا۔ بعد ازاں فریقین کے ایچی آئے اور یہ عہد نامہ لکھا گیا کہ کچھ ہر گزات بیدار اور کل برار کا علاقہ جو تغال خان کے قبضہ میں تھا شاہزادہ کو دیدیا جائے۔ اور حسین شاہ کے وقت میں جس قدر ملک مور سے بندر جہول تک اور پرندہ سے دوات آباد اور سرحد گجرات تک تھا وہاں احمد نگر کے پاس رہے جب فریقین کی عہد نامہ پر مہرین ہو گئیں اور سہیل خان احمد نگر سے چہ کہ کوس پر پہنچ گیا تو شاہزادہ مراد اور خانخانان اور اہل شعبان نے اسے یمن براہ کوتل جتور بظاہر دولت آباد کی تسخیر کو چلے اور وہاں سے ہوتے ہوئے برار کو چلے گئے۔ یہ خفیہ عہد نامہ چاند سلطانہ کے حق میں گواہی دقت نہیں مگر آگے چکر بلا سے جان ہو گیا۔ کیونکہ اس صاع سے جو مجبوری۔ کے اگر چہ اس وقت

کسی نے انکار پر زیادہ اصرار نہ کیا لیکن کسی نے اسے پسند نہ کیا۔ اور خالصکر اس سبب سے اور بھی پسند نہ کیا کہ اس میں یہ لوگ شامل ہوئے۔

۱۵۸۔ بہادر شاہ کا احمد نگر جب سہیل خان کے لشکر میں فوج مغلیہ کے واپسی کی خبر پہنچی تو امر اسے دکن کی جدت و جدت میں منجھو اور احمد شاہ کی رفاقت چھوڑی اور احمد نگر کو چلے گئے۔ اب میان منجھو نے چپا ہا

۱۵۸۔ بہادر شاہ کا احمد نگر

میں بادشاہ ہونا اور شاہزادہ

مراد کا برابر میں انتظام۔

کہ احمد شاہ بادشاہ ہو۔ اور احمد نگر میں کچھ ہاتھ پاؤں مارنے کا ارادہ کیا۔ مگر تنگ خان نے چاندنی بی کی رائے سے احمد شاہ کو قلعہ سے باہر نکال دیا۔ اور میان منجھو کو قلعہ میں آنے سے روک کر کسی شخص کو جو نڈکوبیجا۔ اور شعبان شہنشاہ میں بہادر شاہ ابن ابراہیم نظام شاہ کو منگا کر بادشاہ بنایا۔ میان منجھو نے کٹر ادو کیا۔ جب ابراہیم غلام نے سنا تو پیاس داری چاندنی بی اور نیز مصلحت وقت کے لحاظ سے فساد پر باہر مناسب نہ جانتے مرنقی خان دکنی کو بے تعبیل احمد نگر کو بھیجا۔ اور میان منجھو سے کہا کہ اس وقت میں ایسی آرزو میں کرنا ملک میں خلل ڈالنا ہے تم سہیل خان کے ساتھ بھان چلے آؤ جیسا مناسب ہو گا ویسا کیا جاویگا۔ میان منجھو نے بھی جان لیا تھا کہ اگر عادل شاہ کی نافرمانی کرتا ہوں تو میری بات چلنا مشکل ہے اس لیے سہیل خان کے ہمراہ احمد شاہ کو لیکر بچا پور چلا گیا۔ ابراہیم نے احمد شاہ کے لیے کچھ جاگیر مقرر کر دی اور میان منجھو اور اسکے بیٹے میان حسن کو اپنے امر میں داخل کر لیا۔ اسطرح احمد شاہ کے نام کی سلطنت بھی آٹھ سینے رہی۔ اور ہرنہزادہ مراد اور خانخانان ہرا کو یے۔ اور ایک مقام پر بالاپور کے قریب چھانی ڈالی۔ اور اس جگہ قصبہ شاہ پور آباد کر کے اسے رعایت دارالحکومت بنایا۔ اور پرگنات کو اراکی جاگیر میں تقسیم کر دیا۔ اور پاد کو آرام کے لیے تھوڑے تھوڑے

فاصلہ پر پہنچا۔ چونکہ ابھی دکن میں پاؤں اچھی طرح نہ جھے تھے اور اونکی صلح پر اعتبار نہ تھا اس لیے اکبر نے راجہ علیخان سے قرابت پیدا کرنا مناسب سمجھا۔ اور اوس کے بیٹے کی بیٹی سے اپنے بیٹے شاہزادہ مراد سے شادی کر لی۔ اور راجہ علیخان کو تین چار ہزار سوار سے بخاطر داری برار میں رہنے دیا۔ شاہزادہ مراد اور شہباز خان کنبوہ سے احمد نگر کے تاراج اور نیز صلح کے وقت رنج ہو گیا تھا اس لیے شہباز خان شاہزادہ سے بغیر رخصت لئے مالوہ کو چلا گیا۔ اور شاہزادہ مراد نے برار میں اچھی طرح اپنا انتظام کر لیا۔

۱۵۹- قطب شاہی تاریخ میں
واقعات کی تاریخ نہ لکھنے سے
دقتیں۔ اور مکندر راجہ سے
کشمکوٹ کی بغاوت -

۱۵۹- قطب شاہی تاریخ میں
واقعات کی تاریخ نہ لکھنے سے
دقتیں۔ اور مکندر راجہ سے
کشمکوٹ کی بغاوت -

تھا اور ہر سال معمولی خراج بھیجا کرتا تھا۔ جب وہ مر گیا تو اوس نے مکندر راجہ ایک بارہ برس کا بیٹا چوڑا۔ محمد قلی نے اوسے باپ کی جگہ گدی نشین کر دیا۔ اور امر اور راجہ ہارے قاسم کوٹہ کو لکھ بھیجا۔ کہ مکندر راجہ ہارے طرف سے اپنے باپ کی جگہ وہاں کا راجہ مقرر کیا گیا ہے۔ اس لیے تمام رائے اور سردار وہاں کے اوس کے مطیع ہو گئے بعد ازاں مکندر راجہ محمد قلی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور بادشاہ نے اوسے رین زر اور کلاہ و کمر و آفتاب گیر عنایت کیا اور اوسے اپنے وطن کو بعزت تمام رخصت کر دیا مکندر راجہ مدت تک راجہ کرتا رہا۔ اور معمولی خراج باپ کی طرح بھیجتا رہا۔ قطب شاہی تاریخ میں لکھا ہے کہ مکندر راجہ اور بہائی بلند نے تیس سال تک خراج بلا زر و حیلہ بھیجا۔ مگر

یہ تعداد تیس سال کی محض غلط ہے کیونکہ اوسے تاریخ قطب شاہی سے ثابت ہوتا ہے کہ ہمایوں نے راجمندی کی فتح کے بعد اطاعت قبول کی تھی۔ اور اس فتح کی تاریخ ہے (معبود کا فرمان بدست آمد) جس سے ۹۷۹ھ نکلتے ہیں اور یہ بھی قطب شاہی تاریخ سے ہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ واقعہ جس کا ذکر ہم کر رہے ہیں احمد نگر پر اکبری فوج کی چڑائی سے پہلے کا ہی اور یہ چڑائی تینتالیس ہجری کے کیطرح تیس سال باپ بیٹوں کی اطاعت کو نہیں ہو سکتے۔ یہ بحث ہم نے صرف اس لیے لکھی ہے کہ قطب شاہی تاریخ کی اصل بچہ تحریرات کا حال ہمیں بتانا منظور ہے کہ جس سے ہم کو سخت دقت ہر مقام پر آکر پڑتی ہے۔ اور پاس پڑوس کی سلطنتوں کی تاریخوں سے بغیر مدد لے کر ہی نہیں چلتا اور اس سے بھی کامل تشفی نہیں ہوتی۔ اور اسباب اور نتائج واقعات کے اچھی طرح نہیں نکل سکتے۔ غرض جب محمد قلی نے اکبری فوج کے مقابلہ کے واسطے اپنی فوج کا عظیم احمد نگر کو بھیج دیا۔ تو مکندران کو دودیا در نے بھگایا۔ اور محمد قلی سے بغاوت پر آمادہ کر دیا مکندران نے پہلے تو برلاس خان اور غنصفر خان وغیرہ چند مسلمان سرداروں کو جو غلباں دہان ایسے رہتے ہوئے جیسے آجکل انگریزی رزیدنٹ دیسی ریاستوں میں رہا کرتے ہیں فریب سے قید کر لیا اور دیوراج اپنے داماد کو جو محمد قلی کا طرفدار اور خیر خواہ تھا مار ڈالا۔ اور ہر خراج دینے سے انکار کر کے دینکنڈوری رائے پناٹہ کو لکھا کہ آجکل قطب شاہی فوج احمد نگر کو اکبری فوج کے مقابلہ کو گئی ہوئی ہے۔ اور ایک بڑا حصہ فوج کا شمالی مغربی سرحد پر پڑا ہوا ہے جو اس وقت دہان سے کسی طرف جنبش نہیں کر سکتا ہے۔ ایسے میں اگر آپ اور ہم بالاتفاق کوشش کریں تو ممکن ہے کہ قلب شاہی عملداری کو خاک میں ملا دیں اس لیے ضرور ہے کہ ہم اس ساتھ دست بٹے۔

۱۶۰۔ مکندر راج کی بغاوت اس وقت محمد قلی کی حالت بڑی نازک تھی اوس کی اچھی فوج اور امین الملک کا اوسے تو اعتماد نگہ نہ ہوئی تھی اور باقی عمدہ فوج کا ایک بہت بڑا حصہ شمال مغربی شکست دیکر تقاسم کو ٹپ پر سرحد پر مغلوں کے ڈر سے پڑا ہوا تھا۔ اب جب کہ شمال مشرق قبضہ کرنا۔ مین مکندر راج نے سرا دھمایا تو اوس کی موافقت کی خاطر جنوب

مغرب میں وینکٹا دہری مرتضیٰ نگر پر فوج لیکر چلا۔ مگر محمد قلی بڑا بیدار مغز تھا۔ اُس نے بلاس خان کی عرضی پہنچتے ہی میرزین العابدین رستمداری کو سر لشکر کیا۔ و عبد الکرم حوالدار وغیرہ امرا اوس کے ساتھ گئے اور کٹھک ٹوٹہ کو روانہ کیا۔ کہ مکندر راج کو تسلی دلا سا دیکر راہ پر لائے اور جب عامل مرتضیٰ نگر نے لکھا کہ دینکٹ پتے دو لاکھ سوار اور پیادہ اور ہزار ہا تلیسکر مرتضیٰ نگر پر پڑہ رہا ہے تو عادل خان نیکی کو سپہ سالار کیا اور بہت سی سپاہ اور دوسو ہا تلی اور کچھ توپیں لیکر اوس کی روک کو بھیجا۔ میرزین العابدین نے مکندر راج کے پاس آدمی بھیجے اور اوسے نصیحت کی۔ مگر چونکہ ہندوؤں کو معلوم تھا کہ آجکل مغل احمد نگر پر پڑے ہوئے ہیں اور قطب شاہی فوج اور ہر گہری ہوئی ہے تو انہوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھائے بغیر رہنا مناسب نہ سمجھ کر قطب شاہی امرا کی ایک نہ سنی۔ جب محمد قلی نے دیکھا کہ بغیر تلوار کے کام نہ چلے گا تو خود مکندر راج کی تنبیہ کے لیے جانیکا ارادہ کیا۔ مگر امین الملک کی رائے سے غالباً یہ مناسب سمجھ کر بادشاہ دارالسلطنت سے کمین نہ ملے خاموش ہو رہا۔ اور امین الملک کو اوس کی تادیب کے لیے مقرر کیا اور ہری چند بہامی، بلند ر کے بہامی اور ہری چند کے بیٹے شکر راج اور علم خان کو جو غالباً خطا معاف کر کے محمد قلی کے پاس آگیا ہو گا۔ انیز مجاہد خان وغیرہ کو ساتھ کیا۔ اس لیے مکندر راج نے اپنے گرد نواح کے راجاؤں سے مدد منگائی اور تیس ہزار پیادہ اور تین ہزار سوار لیکر حدود

راجہ جنت ہی میں مسلمانوں کے مقابلہ کو پڑھ آیا۔ امین الملک نے ہر چند چاہا کہ وہ اطاعت اختیار کرے مگر ابھی اوس نے نہ مانا۔ اس لیے طرفین سے فوجیں تیار ہوئیں۔ میرزین العابدین سر لشکر قلب مین کھڑا ہوا۔ اور امین الملک پیچھے مدد کے لیے تیار ہوا۔ جب ہندوؤں نے حملہ کیا تو سب سے پہلے علم خان اور سنکراج اپنی فوجیں بیکر اون کے مقابل ہوئے مگر ہندوؤں نے بیان خوب بہادری کی۔ اور مسلمانوں کے صفیں توڑ دیں اور علم خان اور سنکراج کو نیزوں سے مار ڈالا۔ اور تریب تہا کہ ہندوؤں کی فتح ہو جائے مگر امین الملک نے پیچھے سے تازہ دم فوج لیکر مدد کی اور لڑائی کا پانسا پلٹ دیا۔ مکندر راج شکست کھا کر بھاگا۔ اور کٹھکوٹہ مین جا کر پچارہ برلاس خان اور غضنفر خان قیدیوں کو قتل کر ڈالا۔ اس سے امین الملک نے وہاں بھی اوس کا تعاقب کیا اب مکندر راج نے دیکھا کہ مسلمانوں سے لڑنا جان کھوٹا ہے اس لیے وہ سید کا کول اور مدورہ کی طرف کو اپنا ملک چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اور کٹھکوٹہ پر قطب شاہی فوج کا بلا مزاحمت کامل قبضہ ہو گیا۔

۱۶۱۔ محمد قلی کی دینکٹ پتے راسے جب دینکٹ پتے راسے پنکٹہ نے دیکھا کہ عادل خان پنکٹہ سے مصاحبت۔ اور ہاجہ زبردست فوج سے مرتضیٰ نگر آگیا ہے اور فوج ابھی آئینکا انتظار ہے اور سنکراج کو کٹھکوٹہ مین شکست ہوئی ہے تو اوس نے حملہ مناسب نہ سمجھ کر لشکر کشی کا عذر اس طرح کیا کہ کچھ تحفے تحائف محمد قلی کو بھیجے اور لکھا کہ مرتضیٰ نگر کی طرف مین اس لیے آیا تھا کہ کہم کے تالاب کا مجھے دیکھنا منظور تھا۔ محمد قلی نے اس عذر کو اس وقت غنیمت سمجھا۔ اور اسے مصاحبت آمیز خطوط لکھ کر مال دیا۔ اور عادل خان بنکی کو لکھ بھیجا کہ لڑائی کی چھیڑ چھاڑ نہ کرے۔ جب ادھر سے خوف

سپہ سالار مفضل نگر اور چنگیز خان سرنوبت کو حکم دیا کہ ردیوار ہندون کی تادیب کے لیے
 راجمندی اور کامورم کی طرف جائیں۔ عادل خان فوراً وہاں جا پہنچا۔ اور ان بلوائیوں
 کو ایک ہی حملہ میں تشریف کر دیا۔ گو میدان میں اون کو شکست ہو گئی۔ مگر انہوں نے جا کر
 دریا پر قبضہ کر لیا۔ اور بیس ہزار آدمی نے اکٹھے ہو کر ایسی مضبوطی
 اسے انتظام کیا کہ عادل خان کو دریا سے عبور کرنا غیر ممکن ہو گیا۔ اس لیے
 اوس نے محمد قلی کو درخواست بھیجی کہ کچھ تو پون اور فوج سے اوس کو مدد بھیجی جائے
 اس عرصہ میں مکندراج کا جگڑا نبٹ چکا تھا اس لیے محمد قلی نے میرزین العابدین کو
 لکھا کہ عبد الکریم حوالدار کے اتفاق سے توہین اور ضرب زن اور بانکاری اور شتابانی
 تفتیشیوں کی فوج لیکر عادل خان کی مدد کرے۔ اور جس قدر توہین چاہیے ہیں۔ راجمندی
 کے قلعہ سے لے لے۔ اس حکم کے پہنچنے ہی میں العابدین عادل خان کی امداد
 کو پہنچا۔ مگر ہندون کا ایسا ہجوم تھا اور دریا میں پانی بھی اس کثرت سے تھا کہ اس امداد
 سے بھی کام نہ چلا۔ مگر جب باباجی سرنوبت اور دہر ماراؤ نے دو تین کوس کے فاصلہ پر
 ایک گذرگاہ دریافت کر لی۔ اور چنگیز خان نے چند سوار لیکر دریا میں گھوڑے ڈال دیے
 اور پار ہو گیا۔ اور پیچھے سے اور بھی فوج نے گذرنا شروع کر دیا تو اگرچہ باغیوں نے حال
 دریافت ہونے پر خوب مزاحمت کی مگر اون کی ایک پیش نہ گئی اور اوس گھاٹی میں
 افینیر۔ پناہ لینا پڑی جو اوس کے قریب ایک دشوار گزار مقام پر انہوں نے سنگین دروازہ
 بنا کر اپنے پناہ کے لیے مقرر کر رکھی تھی۔ اور اوس پر توہین چڑھا کر خوب مستحکم کر لیا تھا۔
 اور عبور ہونے کے بعد فوج کا اوس طرف سے گذر تھا۔ انہیں چنگیز خان نے اوس مقام
 پر روک دیا۔ اور سخت جدوجہد کے بعد اوس پر بھی قبضہ کر لیا۔ اور جب باغی بہت سے

قتل ہو گئے اور نہایت مجبور ہوئے تو انہوں نے اطاعت قبول کی۔ اور باوجود اس سرکشی کے مسلمانوں نے اپنے قدیمی قومی رحم دلی کے باعث یوعدہ ادا سے مالگداری اور ان کے تمام قصور معاف کر دیے۔ بعد ازاں عادل خان تو گو لکنئہ چلا آیا اور میرزین العابدین اور چنگیز خان کو حکم ہوا کہ وہ لکنئہ کو جا کر اوس کا انتظام کریں۔ یہ اوپر کے تمام قطب شاہی واقعات لکنئہ و کشمیر کے ہیں۔

۱۶۳۔ محمد خان کی پیشوائی جب چاند سلطانہ نے احمد نگر میں بہادر شاہ کو بادشاہ بنایا تو محمد خان اور سرکشی پر گزشتہ آدھائی سال میں منتجب دایہ ناو سے کو پیشوا کیا یہ تو طبعی دستور ہے کہ جو ذی اختیار مجبور ہو وہ اپنے استقلال کے واسطے اپنے اعوان و انصار کو

فراہم کرے۔ اس نے بھی تمام امورات سلطنت پر اپنے آئندے بہر دئے۔ اور آہنگ خان اور حبشی خان کو جو اس وقت بڑے بڑے سردار تھے پکڑا کر قید خانہ میں بھیج دیا۔ اس وجہ سے جو اور امرا اور ذی حوصلہ لوگ تھے ان کی ہمتیں پست ہو گئیں اور وہ ادھر ادھر گوشہ کنار ہو گئے۔ جس سے چاند سلطانہ بھی اوس کے قبضہ میں ہو گئی اور محمد خان کی ہی حکومت چلنے لگی۔ چاند سلطانہ اسے دیکھ کر بہت گمراہی۔ ابراہیم عادل شاہ کے سوا کون تھا جس سے وہ فریاد کرتی۔ اوس نے ابراہیم کے پاس پیغام بھیجا کہ محمد خان سے جو امید تھی اوس کے بالکل برخلاف اوس سے ظہور میں آیا نہ بدست دشمن نہ حد پر پڑا ہوا ہے یہاں یہ فتنہ و فساد ہو رہے ہیں۔ اگر آپ ایسے وقت میں کچھ توجہ نہ کریں گے تو یہ بقیہ ملک مغلوں کے قبضہ میں چلا جائیگا۔ چونکہ ابراہیم چاند سلطانہ کی اپنی مان کی طرح سمجھتا تھا اور نہایت ممنون احسان تھا دوسرے منملوان کی پیش قدمی کو اسے اپنے ملک پر بھی اندیشہ تھا اوس نے احمد نگر میں امن قائم رکھا۔ ضروری ہوا اور سہیل خان کو ایک بڑی

فوج دیکر شہنشاہین پیر احمد نگر کو بھیجا۔ کہ چاند سلطانہ کی مرضی کے موافق دہان کا انتظام کر دے۔ جب سہیل خان دہان گیا اور محمد خان راہ راست پر نہ آیا تو سہیل خان نے چاند سلطانہ کی راے کے مطابق احمد نگر کا محاصرہ کیا۔ اور محمد خان قلعہ میں متحصن ہو گیا چار مہینے تک محاصرہ رہا۔ جب محمد خان نہایت تنگ ہوا تو اوس نے خانخانان سے مدد مانگی لیکن جب یہ حال اہل قلعہ کو معلوم ہوا تو اوس سب لوگ اوس سے برگشتہ ہو گئے اور قید کر کے اوسے چاند سلطانہ کے حوالہ کیا۔ اس کے بعد چاند سلطانہ نے آہنگ خان حبشی کو جو اوس کا بڑا معتبر تھا پیشوا اور وکیل السلطنت کیا اور سہیل خان کو خلعت دیدلا کر باغ از تمام رخصت کیا۔

۱۶۴۱ء۔ دکنیوں اور مغلوں کی لڑائی | جب سہیل خان لوٹ کر حوالی راجہ پور میں پہونچا۔ جو دریائے راجہ علیخان اور راجہ رام چندر کا لنگ گودا دری کے کنارہ واقع ہے تو معلوم ہوا کہ امرائے قتل اور خانخانان کے مقابلہ میں اکبری نے نقص عمد کیا ہے اور قصبہ پاتری کو جو مملکت سہیل خان کی شکست۔

گیا۔ اور ابراہیم عادل شاہ کو اس کی اطلاع کی۔ اور اسی طرح چاند سلطانہ اور آہنگ خان نے بھی قطب شاہ و عداں شاہ کو حالات لکھ کر بھیجے۔ اور مغلوں کے نکالتے کے لیے بہشت و سماجت تمام مدد کی درخواست کی جس سے عادل شاہ نے حسب دستور سابق سہیل خان کو مغلوں کے مقابلہ کے لیے سپہ سالار کیا۔ اور قطب شاہ نے ممدی تہی سلطان کو تلنگانہ سے روانہ کیا۔ اور گو کہ چاند سلطانہ چاہتی تھی کہ مغلوں سے لڑاں ہو مگر بھی احمد نگر سے ساٹھ ہزار سوار کے قریب لکے ہو کر آ گئے۔ اور یہ سب فوج قصبہ سون پتہ میں جمع ہوئی۔ اس وقت خانخانان سپہ سالار مغلیہ جالندہ پور میں

اور شاہزادہ مراد شاہ پور میں تھا۔ خانخانان نے فوج کو پارون طرف سے طلب کیا اور شاہزادہ کے پاس شاہ پور میں گیا۔ مغلیہ فوج کے تمام سرداروں کا یہ قاعدہ تھا کہ ایک دوسرے پر نفوذ چاہتے تھے۔ خانخانان یہ جانتا تھا کہ یہ فتح میرے نام سے ہو۔ اس لیے اوس نے شاہزادہ اور اوس کے اتالیق محمد صادق خان کو یہ صلاح دی کہ وہ اپنی جگہ پرین اور باقی تمام امر اسے اکبری اور شاہر خ مرزا اور راجہ علی خان والی برہانپور کو ساتہ لیا۔ اور بیس ہزار سوار سے ناندر کے قریب دریا سے گنگ گوداوری کے کنارہ دکنیوں کے مقابلہ کو گیا اور لشکر کے گرد خندق کو دو کر پندرہ روز تک ٹھہرا۔ جب دکنیوں کی کم کیفیت کو دیکھ لیا اور مٹ بیڑوں میں اودن کی طرزا انداز کو جانچ لیا تو دریا سے جہین اس وقت پانی پایا بہتا فوج کو پارا و تار لایا۔ ۷ اجمادی الثانی ۹۷۰ھ کو مخا صمین کا علی الصبح سامنا ہو گیا مگر انہیں واپس چھین فی قہین نے لڑا لڑے بڑے تین بجاد کو آخر عصر کو وقت جنگ شروع ہوئی کہیں خان کو مینہ پر امر آ نظام شاہی اہمیرہ قطب شاہی فوج تھی۔ پر کالیوں وغیرہ اہل یورپ کی آمد و رفت کے باعث تو پچنانہ کا رواج اس وقت تک جس قدر دکن میں تھا تو سنار و اج شمالی ہند میں نہ تھا۔ سہیل خان کا تو پچنانہ بھی اکبری تو پچنانہ سے کہیں اچھا تھا۔ مرزا عبدالرحیم خانخانان نے چاہا کہ خود دکنیوں کا مقابلہ کرے۔ مگر پھر کچھ سوچا کہ عین لڑائی کے وقت راجہ علی خان اور راجہ رام چند وغیرہ امرے راجپوت کو آگے بھیج دیا۔ جنہوں نے بڑا بڑا سہیل خان کے ہراول کو تو پچنانہ چھوڑنے کی مہلت نہ دی اور اودن کے سر پر اگر اودن میں شکست دیدی۔ اور کسی قدر تو پچنانہ چھین کر سہیل خان تک پہنچ گئے۔ اس وقت سہیل خان نے پہلے تو توپ اور بندوق سے راجپوت اور خاندیسوں کی خوب خبر لی۔ پھر دھوکے سے ہباگ چلا۔ جب مغل تعاقب کر کے ایک دشوار گزار نام پر آئے۔ گئے تو پھر تو پچنانہ کی آگ میں ہر کر آگے نکلا۔

اور ایسا حملہ کیا کہ جس سے چارہزار آدمی مخالفوں کے غارت ہو گئے۔ اور راجہ علیخان والی برہانپور و راجہ رام چندر مارے گئے۔ سہیل خان نے دیکھا کہ نظام شاہی اور قطب شاہی فوج مغلوں کے سامنے سے ہباگ۔ گئی تو اوس نے دشمن کی پوری فوج کا مقابلہ اپنے اوپر لے لیا۔ اور دشمن کے میمنہ اور میسرہ کو کامل شکست دے دی کہ جس سے وہ لوگ ہباگ کر شاہپور چلے گئے۔ اسی مین خانخانان کے مارے جانے کی خبر بھی اڑی اور بگٹورڈن کو دیکھ کر وہاں ایسی گنہگار ہو گئی کہ محمد صادق خان نے چاہا کہ شاہزادہ کو جس طرح ہو سکے دکن سے نکال کر لیجائے۔ جس وقت دو گھنٹی دن رہا ہے اوس وقت سہیل خان کے مقابلہ مین دشمن کا ایک آدمی ہی موجود نہ تھا۔ سہیل خان کو یقین ہو گیا کہ اوس کی کامل فتح ہو گئی۔ اس لیے وہ خوشی خوشی دھن ٹہیر گیا۔ مگر چونکہ خانخانان کو راجہ علیخان وغیرہ کے مارے جانے کی خبر نہ تھی وہ بھی میدان میں ہزار ہا جب دکنیوں نے مغلوں کی رسد کو دیکھا تو وہ لوٹ پرہیل پڑے۔ اور لوٹ کر اپنی سرحد کی طرف کو حفاظت کی غرض سے لوٹ آئے اس سے لڑائی کے مقام پر سہیل خان کے پاس ایک توڑی سی فوج رہ گئی۔ چونکہ رات ہو گئی تھی۔ فریقین کو ایک دوسرے کا حال معلوم نہ تھا۔ اس لیے کوئی اپنے لشکر میں روشنی نہیں کرتا تھا۔ مگر سہیل خان کو پہر رات گئے کچھ ضرورت پیش آگئی۔ اور اوس کے دربار چیت دچراغ روشن کئے گئے جب اس روشنی کو خانخانان نے دیکھا۔ تو اندیش کے لیے جا سو سون کو بھیجا۔ معلوم ہوا کہ یہ سہیل خان کا لشکر ہے دکنیوں کی کچھ تہہ پین بہری بہرائی مغلوں کے ہاتھ آگئی تھیں۔ خانخانان نے حکم دیا کہ ادمین سے دشمن پر فیر کریں۔ جب سہیل خان کے لشکر میں گولے بیسنے لگے تو اوسے معلوم ہوا کہ دشمن سر موجود ہے اس لیے چراغ خاموش کر کے

قیام گاہ کو دیدیا۔ مگر اس سے سہیل خان کے تمام لشکر میں ایک کسبلی بچ گئی۔ اس نے آدمی دوڑائے کہ چاروں طرف سے ہر گندہ فوج کو بولا کر لائیں۔ اور ہر خانہ خانان سبھی اپنی فوج کی قلت اور دشمن کی موجودگی سے گہرا یا مگر دانائی سے یہ تاثر کیا کہ ان گولوں نے دشمن کے دل میں ہراس پیدا کر دیا ہے اس لیے اس نے فتح کی خوشی کا تقارہ خاصہ اور کرنا بچوایا کہ جس سے شاہی فوج کے سردار جو ادھر ادھر غاروں اور گوشوں میں رات بسر کرنے کو پڑے تھے اس کے پاس آنا شروع ہوئے۔ جب یہ لوگ خانہ خانان کے پاس آتے تو عرب کے دستور کے موافق مسلمان نعرہ ادا کر مارتے اور ہمدادوں کے دیکھا دیکھی جم جم مہادیو۔ کے کرتے تھے اس طرح گیارہ مرتبہ رات میں خانہ خانان کے لشکر سے صدا بلند ہوئی۔ اس صدا نے سہیل خان کے لشکر کو سخت پریشان کر دیا۔ جب صدا بلند ہوتی تو ان کی دلاوری پرواز کرتی تھی اور اکبری فوج کے دل پڑھتے تھے۔ غرض کہ جب صبح ہوئی تو سہیل خان کے پاس دس بارہ ہزار سوار سے کم موجود نہ تھے اور خانہ خانان کے پاس بھی تین چار ہزار سوار تھے۔ اس وقت خانہ خانان کا یہ قصہ تھا کہ باہم صلح ہو جائے اور سہیل خان صلح کا پہلے پیغام دے۔ مگر سہیل خان نے اپنے مشیروں کی رائے سے صلح کا کچھ خیال نہ کیا۔ اس سبب سے خانہ خانان نے مجبوراً قبل از طلوع آفتاب لڑائی شروع کر دی۔ تاکہ مخالف اس کی قلیل فوج کی تعداد کو کمین نہ جان جائیں۔ نہایت سخت لڑائی ہوئی۔ طرفین نے دل توڑ کر ایک ایک آٹھل زمین کے لیے جان دی۔ اسی کشمکش میں خود سہیل خان زخمی ہو گیا اور بیتاب ہو کر گھوڑے پر سے گر پڑا۔ قریب تھا کہ دشمن اس کا کام تمام کر دے۔ مگر دشمن اس کے پاس دوڑ پڑے۔ اور بڑی رفاقت کے ساتھ اسے میدان جنگ سے دونوں بازو پکڑ کر

نکال لائے۔ اور شاہ درگمین اگر پناہ لی۔

۱۶۵۔ خانخانان کی دہلی مرزا عبدالرحیم خانخانان کی فیروز جنگی توپ پہلے ہی سے مشہور تھی۔
 دکن سے اور ابو الفضل کا اس فتح غیر متوقعہ سے اوس کی ادبھی ناموری ہو گئی۔ جب وہ شاہپور
 سپہ سالار دکن مقرر ہوا۔ میں شاہزادہ مراد کے پاس گیا تو وہ اوس سے بہت خوش ہوا۔

اور اکبر کو اوس سے اطلاع دی۔ بادشاہ کچھ عرصہ سے عبداللہ خان ازبک والی
 توران کے حملہ کے اندیشہ سے لاہور میں ٹھہرا ہوا تھا اور اب عبداللہ خان کے مرجانے
 پر اگر وہ کوٹ آیا تھا جب اس فتح کی خبر اوس کو پہونچی تو اوس نے خانخانان کو خلعت
 اور گھوڑا اس جلد میں بھیجا۔ خانخانان نے فتح کے بعد اپنا قیام پور میں مقرر کر کیا۔
 اور پرنالہ اور کاویل برار کے بڑے بڑے قلعوں کے فتح کے لیے فوج بھیجی صادق محمد خان
 پنجہزار می کی تحریک سے شاہزادہ مراد نے خانخانان سے کہا کہ یہ موقع اچھا ہے
 دکنی پریشان حال ہو رہے ہیں۔ احمد نگر کو لیکر سلطنت نظام شاہی کو ختم کر دینا چاہیے
 خانخانان مذہبی میل کے باعث چاند بی بی کی رعایت کرتا تھا اوس نے کہا کہ چونکہ ابھی
 برائیں ہمارا کامل قبضہ نہیں ہوا ہے اس لیے ضرور ہے کہ اس سال ہمارا اچھی طرح
 انتظام کر کے آئندہ سال میں احمد نگر پر فوج کشی کی جائے۔ چونکہ خانخانان کا یہ کہنا محض
 غلط تھا اور صادق محمد خان شاہزادہ کو بہکا تا تھا اس لیے شاہزادہ کو اوس سے رنج ہو گیا۔
 اور اس نے اپنے باپ کو لکھا۔ جس سے اکبر نے شاہزادہ کی رعایت و خاطر داری
 کے باعث مستغفہ میں اسے واپس بولالیا۔ اور بجایا۔ اوس کے شیخ ابو الفضل
 کو کن کا سپہ سالار کر کے بھیجا۔ اور مرزا یوسف خان کو اوس کا شریک کر دیا۔ انہوں نے
 اگر پناہ اور کمرہ اور کاویل کے قلعوں کو فتح کیا۔

۱۶۶۔ چاند سلطانہ اور آہنگ خان کی چونکہ چاند سلطانہ کی مرضی نہ تھی کہ اکبری فوج سے لڑائی کرے اور فیض الدین شیرازی کا صلح کے کیجاے اس لئے اوس نے آہنگ خان کو لڑنے سے منع کیا تھا غالباً اسی بات پر چاند سلطانہ اور آہنگ خان لیے آنا۔

سے رنجش ہو گئی تھی۔ جب آہنگ خان نے خانخانان سے میدان خالی پایا۔ تو اوس نے چاہا کہ چاند سلطانہ اور بہادر شاہ کو بھی نابود یا مقید کر کے خود مختار بن جائے۔ جب یہ حال چاند سلطانہ کو معلوم ہوا تو اوس نے اپنی اور بہادر شاہ کی حفاظت شروع کر دی۔ اور قلعہ کا دروازہ بند کر کے حکم دیا کہ آہنگ خان اور ارکان دولت کی طرح قلعہ کے باہر ہی دیوانداری کا کام کیا کرے۔ آہنگ خان نے کچھ دنوں تک تو اس حکم کی تعمیل کی۔ مگر بہر مخالفت کر کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ اور یقین میں روز لڑائی ہونے لگی۔ چاند سلطانہ کا معاون ابراہیم عادل شاہ کے سوا اور کون تھا اوس نے اعانت کی اوس سے درخواست کی یہ قاعدہ کی بات ہے کہ بادشاہوں اور سرداروں کے یہاں جو شخص اپنی لیاقت اور محنت سے بڑا تر بہ پیدا کیا کرتا ہے اوس کے دشمن ہی بہت ہو جایا کرتے ہیں۔ سہیل خان نے مغلوں کے مقابلہ میں اپنی شجاعت سے بڑا نام پیدا کیا تھا اس لیے مفسدون نے ابراہیم سے اوس کی چنیلان کمائی تھیں اور ابراہیم سہیل خان کے دل میں یہ بات ڈال دی تھی کہ ابراہیم میری فکر میں بہ گرفتار کر کے تجھے قتل کرنا چاہتا ہے۔ یہ رائے تو مفسدین نے تیار کیا ہو کر ہے۔ مگر ہمارے نزدیک سہیل خان اپنی شکست کی مذمت سے ابراہیم کو منہ دکھانا نہ چاہتا ہوگا۔ جس سے مفسدون نے ابراہیم اور سہیل خان کے دلوں میں رنج پیدا کر دیا ہوگا اسی سبب سے اس نے بیجا پور کا جانا آنا ترک کر دیا تھا اور اپنی جاگیر شاہ دکن میں ہی رہا کرتا تھا اور چونکہ بیجا پور میں اور کوئی سردار اس پایہ کا نہ تھا اس وجہ سے ابراہیم

فوجی مدد تو احمد نگر کو نہ پہنچ سکا۔ رفیع الدین شیرازی کو باہر صلح کرادینے کے لیے روانہ کیا۔ اور یہ بھی حکم دیا کہ شاہ درک جاکر سیل خان کے دل سے ہراس کو دور کرے۔ رفیع الدین اس وقت دارالسلطنت یچا پور کا حاکم اور بڑے شاہزادہ کا اتالیق تھا اور شاہی سکے دوتا بھی اوسے کے پاس رہتا تھا اور اصطلیل کے دو سو ہاتھی اور سات سو اونٹ اور ڈیڑھ ہزار گھوڑے اس اوسے کی نگرانی میں تھے اور گھوڑوں کے خرچ کے لیے دیہات سے وصول ہو کر ایک لاکھ بیس ہون اوس کے پاس آتا کرتے تھے۔ سو اے اس کے جو کا غذات کہ عمال اور کارکنوں کی جانب سے بادشاہ کی خدمت میں آتے اور ان کا حضور میں پیش کرنا بھی اسی کا کام تھا۔ اور جو اسے کی خبریں بھی بادشاہ کو یہی سنا با کرتا تھا۔ جب یہ روانہ ہوا تو تمام کام اپنے ایک بیٹے کے سپرد کر دیا۔

۱۶۷۔ رفیع الدین کا سیل خان چونکہ شاہ درک احمد نگر کے راستے میں ہے اس سبب سے رفیع الدین کے پاس شاہ درک میں جانا۔ پہلے سیل خان سے ملنے کے لیے گیا۔ سیل خان نے تین کوس تک رفیع الدین کا استقبال کیا۔ جب رفیع الدین اوس کے مکان میں گیا تو دیکھا کہ ایک نہایت وسیع و رفیع عمارت ہے اوس کے گرد اگر دوسرا پردہ اور شامیانہ اور خیمے برپا ہیں اور ان میں شاہانہ تکلف سے فرش بچھے ہوئے اور خدام اور سرداران فوج اپنی اپنی جگہ پر مودبانہ کھڑے ہوئے ہیں۔ اور نہایت عظیم الشان امیر بن کی سی شوکت و سطوت جلوہ افروز ہو رہی ہے گویہ سب کچھ تھا مگر یہی اوس نے رفیع الدین کی توقیر اور خاطر داری میں بال برابر کوتاہی نہ کی۔ نہایت گرم خوشی سے ملا۔ اور صداقت اور راست بازی سے جو ہر اسباب کہ بادشاہ نے خوف کے پیدا ہوئے تھے وہ اس نے من و عنان بیان کر کے رفیع الدین نے کہہ کہ بادشاہ تجھ سے نہایت خوش ہے۔

اور کیوں نہ ہو تو ہی ایک ایسا شخص ہے کہ جس نے مغلوں کو ابی تک آگے بڑھنے سے روک رکھا ہے اور اسی کے ساتھ چالپوسی و دجوبئی کی باتیں ہی کہیں۔ جس سے سیل خان اعتقاد الدولہ کے خیالات خوف و ہراس سب یک دم محو ہو گئے۔ اور اوس نے ابراہیم عادل شاہ کو ایک عرضی معذرت آمیز لکھی۔ ابراہیم نے اوس کے جواب میں فرمان عنایت آمیز اور خلعت وغیرہ بھیجا۔ اور فریقین کے دلون سے کشیدگی جاتی رہی۔

۱۶۸۔ رفیع الدین کا چاند سلطانہ جب سیل خان کا خاطر خواہ بندوبست ہو گیا تو رفیع الدین احمد نگر

اور آہنگ خان کے دریاں ٹپنا کو چلا جب اوس نے احمد نگر کی حکومت میں قدم رکھا۔ تو دیکھا

کہ ملک ویران اور مخلوق پریشان ہے دیہات و قریات کی چار دیواری کے سوا کہیں

کمیتی اور سبزی نظر نہیں آتی۔ جب احمد نگر کے قریب آیا تو معلوم ہوا کہ تمام امیر ایک

دوسرے کے دشمن ہو رہے ہیں آہنگ خان حبشی نے وکنسی حبشی میں ہزار جمع کر لیے

ہیں۔ اور بڑی مستعدی کے ساتھ چاند سلطانہ اور بہادر شاہ ابن ابراہیم نظام شاہ کو جو پانچ

چھ سال کا تھا محاصرہ کیے پڑا ہے۔ اور غلہ اور تمام مایحتاج کو محصورین پر بند کر رکھا ہے۔

جب وہ پاس پہنچا تو آہنگ خان اپنی تمام امو کو لیکر اور لشکر کو آراستہ کر کے اوس کے

استقبال کو آیا جس سے یہ مقصود تھا کہ رفیع الدین کو اوس کی قوت و قدرت معلوم ہو جائے

پھر اوس نے رفیع الدین کو بڑی خاطر داری کے ساتھ دوسرے روز اپنے پاس ٹھیرایا۔

دوسرے روز سید علی تابین جو بڑا مشہور شخص تھا ایک سرنوبت کو لیکر چاند سلطانہ کی طرف سے

اوسے بولانے کو آیا۔ رفیع الدین نے اندھا کار تمام کا برواعیان کو سخت پریشان پایا۔

آہنگ خان اور اوس کے رفقا کی طرف سے اوان کا ناک میں دم آگیا تھا۔ اس سے یہ

اوس نے طرفین کو سمجھایا اور جتا دیا کہ اگر وہ اس کا کسانہ مانینگے تو ابراہیم عادل شاہ

فوج پیچھے مناسب تدابیر عمل میں لایا گیا۔ جب فریقین باہم صلح پر راضی ہو گئے تو بہادر شاہ کو
 قلعہ کے ایک برج پر کھڑا کیا۔ اور باہر سے امرائے قلعہ کے بیچے آکر اس سے سلام کیا
 دوسرے روز شکر گاہ میں نظام شاہ کے لیے ڈیوڑھی استادہ کیے گئے اور تیم تخت
 بچھایا گیا اور تاج شاہی اوس تخت پر رکھا گیا۔ اور تمام سرداروں اور امیروں نے آکر
 اوس کرسی کو سلام کیا۔ اور معمول خلعت وغیرہ ان کو عطا کئے گئے۔ اور اس خوشی
 میں قلعہ اور لشکر میں جا بجا شادیانہ بجاے گئے۔ اور چونکہ ابراہیم عادل شاہ کے سبب
 سے یہ جنگ ارفع ہوا تھا اس لیے سب نے اوس کے لیے فاتحہ سلامتی پڑھی۔ اور دعائیں
 مانگیں۔ قلعہ کے لوگ لشکر میں گئے اور اپنے دوست آشناؤں اور رشتہ داروں سے
 ملے اور باہر کے امیر اندرائے۔ اور بہادر شاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے اپنے
 اغراض اور مطالب بیان کیے۔ جدید عامل اور کارپرداز مقرر ہوئے اور کاروبار سلطنت اور
 ملک کا انتظام عہدہ ہونے کی سب کو اسید ہو گئی۔ مگر چونکہ اس صلح سے بعض لوگوں کے
 حوصلے پورے نہیں ہو سکتے تھے انہوں نے پھر فساد اٹھایا۔ اور تین چار غلامان شاہی
 کو پکڑ کر قید کر لیا جس سے پھر وہ ہی جنگڑے فساد قائم ہو گئے۔ اب امرائے باغی نے
 کچھ قلعہ کے لشکریوں کو دھوکے دے دلا کر اپنے ساتھ ملا لیا اور بیٹل ہزار آدمی سے حملہ
 کیا۔ اس حملہ کے وقت بہادر شاہ باوجود خرد سالی قلعہ کے برج پر چڑھا اور اپنے آدمیوں کو
 ترغیب دینے لگا۔ باہر سے اوس پتیر برس، ہے تھے۔ ایک تیر اوس کے چتر میں ہی
 آکر لگا۔ ایک تیر سے اس کے غلام کام تمام ہو گیا جو اس کے پیچھے کھڑا ہوا تھا۔ جب
 بہادر شاہ کے ہوا خواہوں نے قلعہ پر سے توپیں ماریں تو جھلکے اور پس پا ہو گئے اس پر
 رفیع الدین نے باغیوں کو ہر توپچ اور شنیع اور پند و نصیحت کی۔ اور سمجھایا کہ شاہزادہ مراد ایک

بڑے زبردست لشکر کے ساتھ سر پر منتظر وقت بیٹھا ہوا ہے۔ تمہارا یہ آپس میں لڑنا اپنے ملک اور عزت کو کوتاہ ہے۔ اس نصیحت سے باغی بہر راضی ہوئے مگر چاند سلطانہ کو اون کے قول و فعل پر اطمینان نہ رہا تھا۔ اس لیے اوس نے اس صلح کو نامنظور کیا۔ مگر جب رفیع الدین نے سمجھا یا کہ مصالحت وقت بھی ہے تو بہرہ راضی ہو گئی اور فریقین میں صلح ہو گئی۔ ایک فریق دوسرے سے ملنے جلنے لگے۔ اور یہ ارادہ ہوا کہ متفق ہو کر شاہزادہ مرد کو دکن سے نکال دیں۔

۱۹۹۔ رفیع الدین کی کوشش۔ اسی زمانہ میں جب فریقین میں اس صلح ہو گئی تھی بہادر شاہ کا ایک رائیگان ہونا اور اوس کی رفیق اتفاقاً گھین چپٹ پر پڑھا تھا۔ اوس نے دور سے دیکھا کہ قلعہ واپسی بیجا پور کو۔

اون کے سامنے رکھا ہوا ہے جب چاند سلطانہ نے مخبر سیکر خبر منگائی تو معلوم ہوا کہ آہنگ خان نے رشوتاروپہ بیجا ہے اور قلعہ کی فوج والوں کو دیا ہے۔ کہ جس وقت قلعہ پر حملہ کیا جائے تو وہ محاصرین کے مانع نہ ہوں اور قلعہ کے دروازے آہنگ خان کی فوج کے واسطے کھول دیں۔ چاند سلطانہ نے چاہا کہ سازش کرنے والوں کو سزا دی جائے۔ جب اون کو معلوم ہوا کہ ہید کھل گیا۔ تو انہوں نے آہنگ خان کو اس سے اطلاع دی۔ اور لکھا کہ جلد آؤ ورنہ کام بگایا جائیگا۔ آہنگ خان دوسرے روز صبح ہی فوج لیکر قلعہ پر آیا۔ چاند سلطانہ نے محاصرین کے خوف سے قلعہ کے دروازے سنگ واپاک سے بند کر دیئے تھے۔ جنہ دیر چون سے بوقت ضرورت آنا و رفت ہوتی تھی۔ سازش یوں نے کٹر کی کہو لکرا اوس سے اندر آنے کے لیے کہا۔ چاند سلطانہ تو مستعد تھی۔ اوس نے ان سازش کے سرداروں کو بلوایا کہ ایدن کو تسلی دولا سا دیر راضی کرے۔ بعض تو چلے آئے اور

بعض نے خوف سے آنے سے انکار کیا اور لڑائی کے لیے آمادہ ہو گئے۔ آہنگ خان
 قلعہ کے پاس تو آہی گیا تھا اوس نے ایک اپنے خاص ملازم عنبر نام حبشی کو کچھ فوج
 دیکر اندر جانے کا حکم دیا۔ جب عنبر قریب آیا تو دیکھتا کیا ہے کہ چاند سلطانہ کے رفیقوں اور
 سازشیوں سے باہر لڑائی ہو رہی ہے اور سازشی شکست کھا کر باہر نکل رہے ہیں۔ جب
 عنبر در پچہ کے اندر گسکر دوسرے در پچہ کے پاس آیا تو دیکھا
 کہ چاند سلطانہ کے آدمی بھاگے ہوؤں کے تعاقب میں آ رہے ہیں اور ایک شخص ملک
 صندل برید جس کا خطاب سند عالی تھا اپنے دوسو آدمی سے بالاحصار پر کھڑا ہوا ہے
 اور حقماے باروت کبھی تو اہل قلعہ پر مارتا ہے اور کبھی آہنگ خان کے لشکر پر پینکتا ہے
 اسی کشمکش میں نہ پائے رفتن اور نہ پائے ماندن دیکھ کر وہ پیچھے کو ہٹا۔ اور جدھر سے
 آیا تھا اسی طرف کو نکل گیا۔ آہنگ خان خود قلعہ میں داخل ہونے کو آیا مگر اوپر سے
 ایک عمدہ دار نے اوس کے چند ہمراہیوں کو ہلاک کیا۔ آخر مجبوراً وہ بھی لوٹا۔ اس تلامذہ
 میں کچھ سازشی مارے گئے اور کچھ نکل کر آہنگ خان سے مل گئے۔ غرض محاصرین کو اس
 علم میں ناکامیابی ہوئی۔ جب رفیع الدین کو یہاں ایک عرصہ دراز گزر گیا اور فریقین کا فساد
 نہ گیا تو اوس نے یہ تمام حالات ابراہیم عادل شاہ کو لکھ کر بھیجے۔ اور لکھا کہ شاہنشاہ مراد کے
 ادھر آنے کی خبر ہے اور میری کوشش سے کچھ فائدہ مترتب نہیں ہوتا۔ ابراہیم نے
 اوس کو لکھا کہ فوراً بجاپور کو چلے آؤ۔ اس لیے رفیع الدین چاند سلطانہ سے رخصت ہو کر
 بجاپور کو چل دیا۔ طرفین کے آدمیوں کو اوس کے جانے سے افسوس ہوا۔ کیونکہ اب
 اوان کا فساد رفع کرنے والا کوئی اور وہاں نہیں تھا امیروں نے کچھ دور تک مشایعت
 کی اور پھر رخصت ہو گئے ملک میں اس وقت ایسی بدمعاشی پھیلی ہوئی تھی کہ کثرت سے

امیر دکن نے رفیع الدین کو عرض کیا کہ لکھنؤ کے روبرو انہیں پیش کر کے بیجا پور میں رہنے کا کوئی بندوبست کرا دے۔ اور علما فضلہ اور اور لوگ بیس ہزار سوار پیادہ اوس کے ساتھ بیجا پور کو چلنے کے لیے ساتھ ہوئے تاکہ اوس کے ساتھ راستہ کے خطرات سے محفوظ رہیں۔ جب یہ لوگ رفیع الدین کے ساتھ سرحد بیجا پور میں پہنچ گئے تو جبکہ کوہجی کو موقع ملا وہ اوس طرف کو چلا گیا اور رفیع الدین ابراہیم کی خدمت میں چودہ مہینے کے بعد پہنچ کر پھر اسے ہتھیار و آلات پر متعین ہو گیا۔

۱۷۰۰ء اکبر! شاہ کا خانقاہیں اور احمد نگر پر اگرچہ چاند سلطانی آہنگ خان کے برخلاف تھی مگر بہرہی آہنگ خان کے پاس پندرہ بیٹیل ہزار سوار اچھے موجود تھے اور اسی وجہ سے اس کی شکست کے زمانہ میں ہی آہنگ خان نہ چکا۔ اور جب اوس نے دیکھا کہ خانخانان دکن میں ہمیں سپہ ہارس کے باعث گودادری کے اس ہار شاہزادہ کے پاس سے مدد نہیں آسکتی ہے تو اوس نے بیر پر کچھ فوج بھیجی کہ اوسے مغلوں کے قبضہ سے نکال لے۔ بیر میں اس وقت ایک شخص شیر خواجہ نام مغلوں کی طرف سے جاگیردار تھا۔ وہ سنتے ہی دکنیوں سے لڑنے کے لیے تیار ہوا۔ اور بیر سے چھ کوس تک لڑا۔ مگر شکست کھا کر قلعہ میں متحصن ہو گیا۔ از تمام مصنافات بیر پر دکنیوں نے قبضہ کر لیا۔ اسپر شیر خواجہ نے اکبر کو بیان کے تمام حالات کی اطلاع دیکر ابوالفضل اور سید یوسف کی مدد سے بھیجے کہ باعث شکایت لکھی۔ اکبر نے خیال کیا کہ دکن کے معاملات کو خانخانان خوب سمجھتا ہے اور چاہا کہ اوسے پھر دکن کو بھیج دے۔ اسی میں شیر خواجہ مراد بوجہ اکثر خرب خمر و مخالفت نسوان بمقام شاہپور رشوال مستلزم میں مر گیا۔ اس سے اکبر کو برا بھلا ہوا۔ پہلے تو اوسے دہلی

دفن کیا۔ مگر بعد میں اوس کا تابوت دہلی میں لے گئے اور اوس کے دادا ہمایون کی قبر کے پاس دفن کر دیا۔ اب اکبر نے دکن کی فتح کا اور بھی مصمم ارادہ کیا۔ اور خانخانان کی بیٹی جانان بیگم سے اپنے بیٹے دانیال سے نکاح کرایا۔ اور دونوں کو ایک دل و یک زبان کر کے دکن کی تسخیر کے لیے روانہ کیا چونکہ ابو الفضل نے یہاں کے کچھ ایسے حالات لکھے تھے کہ جس سے اکبر کا دکن کو آنا ضرور تھا اس لیے خانخانان اور دانیال ابھی سرحد دکن تک ہی پہنچتے تھے کہ خود شاہ کے وسط میں اکبر بھی دکن کو روانہ ہو گیا۔ راجہ علی خان کے مارے جانے پر مرزا عبدالرحیم خانخانان کی تجویز اور اکبر کی منظوری سے اوس کا بیٹا بہادر خان شاہنشاہین خاندیس کے تخت پر بیٹھا۔ مگر یہ خفیف العقل اور بنگلہ بوزہ کا شایق تھا۔ عورتوں کی صحبت میں مست ہر تھا اور ناچ گانے کے سوا کسی کام سے کچھ تعلق نہ رکھتا تھا۔ اور برہان پور کے قریب ایک شہر بہادر پور بسا کر وہیں عیش و عشرت میں بسر کرتا تھا۔ باوجود مہیاگی ایسے زبردست شاہنشاہ کے اپنے باپ کے خلاف نہ تو اوس کی اطاعت کی طرف مائل ہوا۔ اور نہ انک کی حفاظت کی۔ اور نہ شاہنشاہ زادہ دانیال کے آنے پر اوس سے ملا۔ اور نہ خود شاہنشاہ اکبر کے ماندو میں تشریف آوری پر اوس کا استقبال کیا۔ بلکہ شامت جو آئی تو قلعہ داری کا سامان درست کر کے قلعہ اسیر میں مقیم ہو بیٹھا پرستھن پہی اسکے ہنسی آتی چہ سپاہی اور محافظین قلعہ کے سوا اٹھارہ ہزار ناکارہ آدمی بھی قلعہ میں بھرے۔ اور گھوڑے اونٹ ہاتی گائے بھینس بھیڑ بکری مرغی کیو تر بھی بے انتہا جمع کر لئے۔ کل آدمیوں کو اتنا دودھ قلعہ میں اوس نے سرے سے ایک لاکھ بیس ہزار تھی۔ اور اسی پر جو انور دہلی تعداد کا قیاس کرنا چاہیے الغرض جب شاہنشاہ زادہ دانیال اور خانخانان نے

دیکھا کہ بہادر خان مطیع نہیں معلوم ہوتا تو انہوں نے مونگی پٹن میں گوداوری کے کنارہ
توقف کیا۔ اور اسے سمجھایا لیکن وہ راستہ پر آتا معلوم نہ ہوا اور اکبر نے دیکھا کہ خاندیس کی
تسخیر کے بغیر دکن کا ملک قبضہ میں آنا بہت مشکل ہے اس لیے اس کا بندوبست کرنا
ضروری ہے اور چونکہ چاند سلطانہ اور آہنگ خان کے باہم میان خودنا اتفاقی ہو رہی
تھی جس سے یہاں کی فتح کوئی دشوار نہ تھی اس لیے خود احمد نگر جانا موقوف کر کے
خانخانان اور شاہزادہ کو حکم دیا کہ وہ احمد نگر جا کر اس سے فتح کریں اور خود اسیر کی تسخیر کے
لیے آئے۔ اپنے آپ کو بچ گیا۔

۱۷۱۰ء - شاہزادہ دانیال اور خانخانان
کا احمد نگر پر محاصرہ اور چاند سلطانہ
کے قتل پر اس وقت موجود تھی۔ اس نے خانخانان کی آمد کا
نظام شاہ کو قید کرنا۔
شاہزادہ دانیال اور خانخانان حکم ہوتے ہی تیس ہزار
سوار سے احمد نگر چلے آہنگ خان کے پاس پندرہ ہزار
افوج اس وقت موجود تھی۔ اس نے خانخانان کی آمد کا
حال جبھی کہ پہلے مرتبہ سنا تھا تو وہ چتور کے گھاٹ پر آ پڑا
تھا۔ اور چاہتا تھا کہ وہاں مغلوں کو روکے۔ لیکن جب سنا کہ خود اکبر نے آکر اسیر کا محاصرہ
کیا ہے اور معلوم ہوا کہ شاہزادہ اور خانخانان دوسرے راستہ سے دریا کو عبور کر آئے
ہیں تو لڑائی کو فضول سمجھ کر تمام خیمہ اور امان کو آگ لگا دی اور پھر احمد نگر کو بچانے اور
چاند سلطانہ سے مدد لینے وغیرہ کو بالائے طاق رکھ کر جزیرہ کا راستہ لیا۔ اس لئے
اکبر نے فوج بلامزا حمت احمد نگر تک چلی آئی۔ اور پہلے کی طرح سے اسے محاصرہ کیا
اور چاروں طرف مورچہ لگا کر خانخانان اور شاہزادہ اور سید یوسف خان کی طرف سے نقب
کو دے اور سر کو بے بنائے۔ چاند سلطانہ نے بی قلمہ بندی اور فراہمی آلات جنگ
ورسدا اور جذب قلوب سپاہ میں کوئی کوتاہی نہیں کی اور سرداروں اور بادشاہوں کو جو کام

لازم ہوتے ہیں وہ سب پورے کیے مگر اس وقت دکن کی حالت میں پہلے سے
 بڑا فرق ہو گیا تھا۔ محمد قلی قطب شاہ اور ابراہیم عادل شاہ دونوں کان دبا کے پڑے تھے
 خود احمد نگر والے آپس میں لڑا کر تباہ ہو چکے تھے۔ اور اکبری فوج کی حالت پہلے سے
 بدتر و بتر تھی۔ اس لیے چاند سلطانہ کی رائے تھی کہ قلعہ شانہ راہ و دانیال کو دیکر
 جان اور عزت کی امن حاصل کریں۔ اور بہادر شاہ کو لیکر خدا کے ہر وسعہ پر جنمیر کو چلے
 جائیں اس وقت قلعہ میں جیتہ خان حبشی بڑا سردار تھا چاند سلطانہ نے بولا کہ جب
 اوس سے اپنی رائے ظاہر کی تو اوس نامعقول نے بلا مال اندیشی ایک۔ شور
 مچا دیا۔ کہ چاند سلطانہ مغلوں سے مل گئی ہے۔ اور چاہتی ہے کہ قلعہ اس کو دیدے
 چونکہ چاند سلطانہ نے پہلے برا کا علاوہ مغلوں کو دیکر صلح کر لی تھی۔ اوس کی بدنامی
 نظام شاہی سرداروں کے دل سے ابھی نہیں مٹتی تھی بلکہ چاند سلطانہ کے ذمے سب
 بڑا ہی قصور لگا کر اوس سے بغاوت کیجاتی تھی۔ اگرچہ یہ الزام اوس کا محض بے عقلی سے
 تھا مگر حیا کی بے عقلی کو کون دور کر سکتا ہے اس بات کو کہنے ہی سے چاند سلطانہ کو پکا مجرم تصور کیا
 اور بلوہ مچا کر حرم میں گس پڑے اور اوس عاتلہ اور مصلحت اندیشی کو بڑی بڑی طرح سے
 مار ڈالا۔ بعض کتابہ بھی قوی ہے کہ جب چاند سلطانہ نے یگانہ اور بیگانہ کی ایسی حالت
 دیکھی تو اوس نے غیرت میں آکر خود کشی کر لی۔ غرض کچھ یہی ہو جب اس چاند کو گن لگ
 لیا تو اب قلعہ کا بچا لے والا کون تھا۔ دوسرے روز خواجہ ابوالحسن ترمذی میر دیوان شاہ راہ
 وانیال کی سرداری میں مغلوں نے سرنگ لگا کر قلعہ کی دیوار توڑ ڈالی اور اندر کسکے بچوں
 اور جوانوں کو قید کر لیا۔ اور باقی جس قدر قلعہ والے تھے سب کو ایک قلم مار کر فنا کر دیا
 اور تمام مال و اسباب لوٹ کر اور بہادر شاہ کو قید کر کے اکبر کے پاس برہانپور میں لے گئے۔

اور اکبر نے اسے گوالیار کے قلعہ میں بھیج دیا۔ اس طرح بہادر نظام شاہ کی سلطنت بھی تین برس اور کسی جینے رہی۔ کہتے ہیں کہ اس وقت قلعہ والوں نے توپ مالک میدان سے شاہزادہ کی فوج پر گولے مارے تھے۔ چنانچہ ایک دن میں سے شاہزادہ کے خیمہ کی طرف گیا۔ اور وہاں سے قاضی بایزید کے گھر میں جا کر گرجا شاہزادہ کے مصاحبین میں سے تھا۔ یہ گولہ ایک بہتر کا بنا تھا۔ اور اس کا وزن اس وقت کے دس من کے برابر تھا۔

۱۷۲۔ بہادر خان کی حماقت اور اکبر خانہ کی طرف سے فوج کرنا۔ اور سلطان فاروقیہ خانہ کی کاخاتہ۔

اب ادھر خاندیس کی کیفیت ملاحظہ کیجئے۔ اول تو اکبر نے ماندو سے بہادر خان کے پاس سہرہ پیجے۔ اور اسے نصیحت کی کہ اطاعت کرے۔ مگر جب دیکھا کہ نصیحت سے کچھ اثر نہیں ہوتا۔ تو خود بہادر کو آیا۔ اور حکم دیا کہ اسیر کا محاصرہ کیا جائے چنانچہ محاصرہ کیا گیا۔ قلعہ ایک بلند پہاڑی پر بنا تھا۔ اور اس پہاڑی کی چوٹی آدھ کوس سے زیادہ چوڑی چکلی اور بھڑائی تھی۔ پانی کے لیے چشمے وہاں موجود تھے۔ پھر اس قطع میدان کے گرد ایک حصار تھا جس کا کسی قدر حصہ آسا اہیر کا بنایا ہوا تھا۔ اور کچھ سلاطین فاروقیہ نے تکمیل کو پہنچایا تھا۔ اس کی چڑھائی ایسی دشوار تھی کہ پیدل جانا مشکل بنا۔ اگر گھوڑے یا چھوٹے ہانی کو لیجا نا ہو تا تو بڑی دشواری پڑتی تھی۔ رسیاں باندھ کر چڑھاتے تھے پھر حصار کے اندر بڑے بڑے عالیشان مکانات اور پر فضا باغات اور جوض تھے وہاں ایک مسجد ایسی خوبصورت بنی تھی کہ بڑے بڑے شہر دن میں نہ ہوگی۔ اس زمانہ کے واقفان فنون بنگ کی رائے تھی کہ ہندوستان میں رہتا ہے۔ کے قلعہ کے بعد کوئی قلعہ اس کے برابر مضبوط نہیں رہے مگر رہاس کے حصار کی وسعت

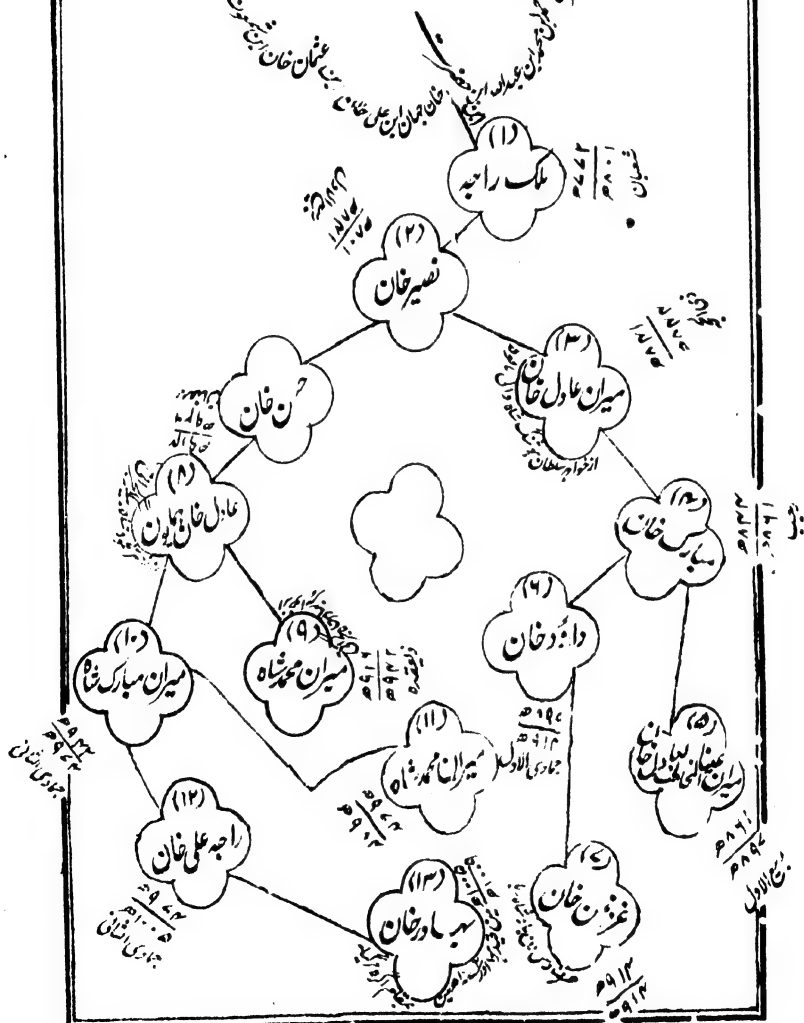
بانچ چہ کوس کی ہے جس سے اوس کی حفاظت کے لیے دس بارہ ہزار آدمی درکار
 ہوتے اور اوس کی حفاظت صرف ایک ہزار آدمی کر سکتے تھے۔ پہر سلاطین قاروقیہ
 خاندان نے اس حصار کے دروازہ پر ایک اور حصار بنایا تھا۔ اور اوس میں دروازہ لگا کر
 اوس کا نام مالگیرہ رکھا تھا۔ اسی قلعہ میں اگر دوسوا آدمی اور توپ اور ہر بزن حفاظت کے لیے
 ہوتے تو اوس کا بھی فتح کرنا نہایت مشکل تھا۔ پہر قلعہ میں کمانے پینے کو دس برس کا
 سامان موجود تھا اس لیے محاصرین اہل قلعہ کا کچھ نہ کر سکے۔ اگر بہادر خان کو عرصہ ہوتی
 تو اکبر کی ترکی تمام ہو جاتی۔ اور نامراد لوٹنا پڑتا۔ مگر اس بے وقوف نے ادھر تو بیگرون
 اور نکمون کو قلعہ سے نہیں نکالا جس سے بوجہ کثرت آبادی قلعہ کی ہوا بگڑ گئی۔ اور
 سفوفت کے باعث مری پسلی۔ چائیس ہزار آدمی مر گئے۔ حیوانات ناطق صامت
 کے مرنے سے ایک ہول قیامت پیدا ہو گیا۔ اور ہر باکار و نادر محافظین کو کنجوسی
 کر کے کمانے پینے سے تنگ کیا۔ جس سے انہوں نے حفاظت میں تغافل کیا
 اور قلعہ مالگیرہ ملازمان اکبری کے قبضہ میں آ گیا۔ جب اس پر ہی بہادر خان غفلت کی نیند
 سے نہ چوٹا اور محاصرہ کو دس مہینے گزری گئے تو افواہ اڑی کہ اکبر بادشاہ نے چند واقفان
 طلسمات اور افسون کو قلعہ کی تسخیر کے عمل پڑھنے کو مقرر کیا ہے اور خود ہی آفتاب کا
 عمل کر رہا ہے جس کا اوس کو بارہا تجربہ ہوا ہے جس سے دشمن خراب و تباہ ہو جایا کرتے
 ہیں یہ دبا اور مری اوسی کے سبب سے سنہ سے اسی طرح کی ایک اور خام خیالی ہی سنئے
 کہتے ہیں کہ جب شہر بہرہ پور نصیر خان نے اپنے پیروم رشد کے کہنے سے بسایا تھا تو
 اوس وقت انہوں نے ایک پتھر کی چٹان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تھا کہ جب تک
 یہ پتھر مٹی کی صورت نہ ہو جائیگا اوس وقت تک تیری اولاد سے یہاں کی سلطنت

نہ جانیگی۔ لیکن اگر بانی کی صورت ہو جائیگی تو پھر امید نہ رکھنا۔ یہ کمادت مشہور چلی آتی تھی۔ جب اکبر کو یہ روایت معلوم ہوئی تو اس نے سنگ تراشون کو حکم دیا کہ اسے بانی کی صورت میں تراش دیں۔ اور اسی کے ساتھ اہل قلعے نے اتفاق کیا کہ بہادر خان سے بغاوت کریں اور اسے گرفتار کر کے اکبر کے حوالہ کر دیں۔ ان باتوں کو سنکر بہادر خان سخت مضطرب ہوا۔ اور سمجھا کہ اب سلطنت میرے ہاتھ میں ہرگز نہیں رہ سکتی اس لیے آصف خان و مرزا جعفر و کبیر خان وغیرہ اپنے رفقا کو بلا کر مشورہ کیا۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جیسا کوئی شخص ہوتا ہے ویسی ہی اکثر اس کے ساتھی اور رفیق بھی ہوا کرتے ہیں یہ لوگ ہو بلا اہم محاصرہ کے باعث گہرا لٹے ہوئے اور پریشان۔ تمہ انہوں نے اسے کوئی اپنی حفاظت کے لئے تو صلاح نہ دی۔ منہ اس سے یہ کہا کہ اب اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ مال و جان کے امن پر قلعہ اکبر کے حوالہ کر دینا چاہیے۔ اسی میں خبر آئی کہ قلعہ احمد نگر بھی قریب الفتح ہے۔ اس لئے بہادر خان نے اپنے مشیروں کی رائے کے بموجب خان اعظم زاعر کو کہہ کر و ساطت سے جان و مال کی امن طلب کی۔ اکبر نے جان کی امن دی اور مال کی نسبت سکوت اختیار کیا۔ بہادر خان نے اسی کو غنیمت سمجھا۔ اور اس قلعہ کو بزدلی اور حماقت سے چھوڑ کر اکبر کی خدمت میں حاضر ہو گیا کہ جس کا یہ جبر و قہر ہاتھ آتا یا کیا ممکن نہ تھا۔ اور اس طرح پرستش میں خاندان فاروقی خاندانیں تمام ہوا۔ اکبر نے بہادر خان کو لاہور بھیجا کہ اس کے اور اسکی اولاد کے لیے وظیفہ مقرر کر دیا۔ اور وہ ۸۳۲ھ میں بمقام آگرہ اپنی موت مر گیا۔ تین برس سے اوپر اس نے سلطنت کی اس خاندان میں کل ۲۳۸ برس حکومت رہی اور بتیرہ ماہ شاہ ہوئے



شجرہ خاندانی سلاطین فاروقیہ

عمر فاروق رضی اللہ عنہ



۱۷۳۔ شاہزادہ محمد سلیم کی جس وقت اکبر درکن کے لیے آگرہ سے روانہ ہوا تھا۔ تو اوستوت اکبر سے بغاوت اور اکبر کا درکن شاہزادہ محمد سلیم کو جو ۹۷ھ میں راجہ پونسل والی جے پور کی لڑکی سے آگرہ کو روانہ ہونا۔ اور راجہ بنگوان داس کی بہن کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔

شاہنشاہی کا خطاب دیکر ولی عہد کر آیا تھا۔ اور صوبہ اجمیر اور سے جاگیر میں دیکر رانا سے اوڑے پور کی تادیب کے لیے اور سے حکم دیا تھا اور راجہ مان سنگھ سپر راجہ بنگوان داس شاہزادہ کے سائے اور شاہ قلی خان محرم کو اوس کے ساتھ کیا تھا۔ کہ لڑائی میں شاہزادہ کی اپنی تربیت حصاب اور سپاہ سے مدد کرتے رہیں۔ بنگالہ کا صوبہ مان سنگھ کو اکبر نے دیا تھا۔ مان سنگھ کا بیٹا ماسنگھ وہاں کام کرتا تھا۔ اور سلیم نے ابھی رانا سے اوڑے پور کی لڑائی تمام بھی نہیں کی تھی کہ اوڑے ہر بنگالہ سے خبرانی کہ عثمان ابن قنوی نے بغاوت کی ہے۔ اور ماسنگھ کو اوس سے شکست ہوئی۔ شاہزادہ کے مزاج کو دیکھ کر خوشامدیوں نے بہکایا کہ بنگالہ کے فساد فر کرنے کے حیلہ سے رانا کی مہم کو ملتوی کیجئے اور راجہ مان سنگھ کو فساد فر کرنے کے بہانہ سے بنگالہ بھیج کر اور دہلی آگرہ پر قبضہ کر کے بنگالہ کو بھی اپنے دخل میں کر لیجئے۔ اکبر درکن کو گیا ہوا ہے۔ اوس مہم کے پورا کئے بغیر وہ لوٹ نہیں سکتا ہے۔ سلیم اس ارادہ سے چل کھڑا ہوا اور مان سنگھ کو بنگالہ کو رخصت کر دیا۔ جب اکبر کی مان کو اس کی خبر ہوئی تو وہ بڑے کو سمجھانے کو آئی۔ مگر شاہزادہ الہ آباد چلا گیا۔ شرم کے باعث دادی سے نہ ملا اور وہاں جا کر اودہ الہ آباد ہما کے صوبوں پر اپنا قبضہ کر لیا۔ اکبر نے کچھ دنوں پیشتر شاہان کو لکھنڈہ اور جی پور کے پاس بھی اپنے ایلچی بھیجے تھے کہ وہ اون لو اطاعت اور پیش کش بیچنے کے لیے آمادہ کریں۔ اس بیجا پور کے ایلچی کا نام شریف سردی تھا۔ چونکہ یہ بادشاہ اکبر کی زور و قوت کو خوب

پہچان گئے تھے۔ دونوں نے اطاعت قبول کی تھی اور پیش کش بھی اکبر کی خدمت میں
 پہنچا دئے تھے۔ اس پر اکبر نے اپنے دستور کے مطابق جمال الدین حسین انجو کو بھیجا تھا
 کہ شاہزادہ انیال کے لیے ابراہیم عادل شاہ کی بیٹی بیگم سلطانہ کو طلب کرے۔ ابراہیم عادل
 شاہ نے قبول کیا تھا۔ مگر ابھی دولہا کے پاس روانہ نہیں کی گئی تھی کہ شاہزادہ سلیم
 کی بغاوت کے لحاظ سے اکبر نے دار السلطنت کو جانا ضروری سمجھا۔ اس لیے دکن میں
 جو کچھ اسے اور کرنا منظور تھا اسے ملتوی کر کے شاہزادہ انیال کو خاندیس ریزہ راکھی
 حکومت عنایت کی۔ اور خانخاناں کو اس کا وزیر مقرر کیا۔ اور فوج دکن کی سپہ سالاری
 اور احمد نگر کی حکمرانی شیخ ابوالفضل کو مرحمت فرمائی۔ اور خود شاہیہ کے ادال میں آگرہ پہنچا
 ۱۷۔ اکبر کا سلیم کو نصیب متین کرنا
 اور جنگالہ اور اڈیسہ دین اور چنگلچرون کی باتوں پر ہرگز کان نہ کرنا۔ اور بیٹے کو محمد شریف کے
 سلیم کا ابوالفضل کو قتل کرنا۔ ہاتھ جو شاہزادہ کا ہم باز اور ہم سین تھا ایک نصیحت آمیز خط
 لکھ کر بھیجا۔ اور اس میں محبت پوری اور شوق دیدار ظاہر کر کے بیٹے کو اپنے پاس بولایا
 اس پر بھی شاہزادہ نے اپنا دل صاف نہ کیا۔ اور ایک بڑی زبردست فوج لیکر باپ سے
 ملنے کے بہانہ سے آگرہ کو روانہ ہوا اور رستہ میں امرائے شاہی کی جاگیرات کو غارت
 کیا۔ اور ادن سے روپیہ وصول کیا۔ اور اٹا و دہک چلا آیا۔ جب یہ نوبت پہنچی تو اکبر
 کو اپنے مال کی فکر ہوئی اور انتظام ملک میں جن حمل کے آثار ظاہر ہو گئے۔ مجبوراً اکبر نے
 بیٹے کو ایک فرمان بھیجا۔ اور اس میں بہت سی نصیحت کی باتیں لکھیں۔ اور
 لکھ کر ہمارے ملنے کے لیے آکر آنا چاہتے ہو تو جریدہ حسب دستور قدیم چلے آؤ
 اور اگر کچھ سو اس ہو تو سیکر الہ آباد لوٹ جاؤ۔ جب دل صاف ہو جائیگا اس وقت

مل لینا۔ جب سلیم نے اکبر کی ایسی باتیں دیکھیں کہ جو نہ کسی باپ نے اپنے بیٹے سے اور نہ کسی بادشاہ نے کسی نافرمان سے یرتی ہو گئی تو اس نے باپ کو ایک نہایت مودبانہ عرضی لکھی۔ کہ میرا ارادہ تو صرف یہ ہے کہ تم کو ہوا کا تھا۔ مگر جب آپ کا حکم لوٹ جانے کا ہے تو میں اللہ آباد واپس جاتا ہوں۔ اس پر اکبر نے تمام سلاطین کے برخلاف اپنے بیٹے کو صوبہ بنگالہ اور اڑیسہ دیدیا۔ اور لکھا کہ وہاں اپنے آدمی تر کر دو اور دل میں جو کسی طرح کا دغہ ہو وہ نکال ڈالو۔ مگر سلیم نے اس کی بھی تعمیل نہ کی اور اپنے آدمیوں کو اپنے پاس ہی جدا نہ کیا۔ اسی زمانہ میں اکبر نے ابو الفضل کو دکن سے طلب کیا۔ سلیم ایسا کم نبت اور نالایق تھا۔ کہ اس نیک شخص کو بھی اپنا دشمن سمجھتا تھا اور جانتا تھا کہ میرے باپ کو یہ بھگتا ہے اور مجھ سے بدگمان کرتا ہے اس لیے اس نے اس کے مار ڈالنے کی تجویز کی۔ راجہ نرسنگھ دیوبندیل کٹھن کا راجہ تھا جو علاقہ گوالیار کے قریب ہے۔ سلیم سے اور اس سے کچھ جگہ پر اہور ہا تھا۔ سلیم نے اس کو لکھا کہ اگر تم اپنے آپ کو ہمارا خیر خواہ اور دوست بنانا چاہتے ہو تو ابو الفضل کو مار ڈالو۔ جو دکن سے آ رہا ہے۔ اور تمہارے ملک کے قریب میں ہو کر گزرے گا راجہ نرسنگھ اپنے وطن کو جانے کے بہانہ سے خدمت ہوا۔ اور جب ابو الفضل گوالیار کے قریب پہونچا۔ تو عین بے خبری کے عالم میں راجہ نرسنگھ بہت سے آدمی لہجاکر اس پر پھیل پڑا۔ ابو الفضل کے پاس آدمی بہت ہی تھکے ہوئے تھے کہ یہی اس نے بہانے کو عار سمجھا اور لڑکر مارا گیا۔ یہ واقعہ شروع اللہ کا ہے۔ جب اکبر کو خبر ہوئی تو وہ اپنے خیر خواہ ملازم کے لیے بہت رویا۔ اور دودن تک نہ کھانا کھایا اور نہ سویا۔ اس کی اسرہ حالت پر بے بناوٹ یہ شعر کہا گیا ہے ۵

شہنشاہ جهان را از دفاش دیدہ پُر نرم شد | سکندر اشک حسرت رخت کا فدا طون ز عالم شد

جب اکبر کو ہوش آیا تو اس نے حکم دیا۔ کہ ز سنگمہ راؤ اور اوس کے اہل و عیال گرفتار کیے جائیں۔ اور طرح طرح کی تکلیفیں اودن کو دیا جئیں ایسی سختی کے حکم اکبر نے اپنی عمر بھر کبھی بھول کر بھی نہیں دئے تھے۔ لیکن غالباً اکبر کو یہ نہ معلوم ہوا کہ یہ کام شاہزادہ سلیم کا ہے۔

۱۵۰۔ ابوالفضل کے حالات | یہ ابوالفضل شیخ مبارک ناگوری ابن شیخ خضر سیستانی کا بیٹا تھا اور بمحرم ۹۵۷ھ کو پیدا ہوا تھا۔ شیخ مبارک ۹۵۷ھ میں آگرہ میں آکر سکونت پذیر ہو گیا تھا۔ اور ایک بڑا عالم صوفی مشرب اور صلح کل کے خیالات کا آدمی تھا جس سے مولوی لوگ اس کی تکفیر کیا کرتے تھے۔ اس کے اسی صلح کل کے خیالات کے باعث ایک شخص شیخ علانی نوجوان جو میران سید محمد جوہوری کے خلفا میں سے ہوا ہے اس کا معتقد تھا۔ اور گو شیخ مبارک اوس کو اس ممدوی اعتقاد سے منع کرتا تھا مگر اس کی دوستی کے سبب متعصب ملا اسے بھی ممدوی کہنے لگے تھے۔ اور اکبر سے چغلیان کہا کر اوس کے قتل کا فتویٰ لے لیا تھا۔ مگر وہ ۹۷۶ھ میں دہان سے بہاگ کر گجرات چلا آیا۔ بہان مرزا غنیز کو کہ نے اکبر سے اوس کی سفارش کی اور قصور مٹانے کر دیا۔ اور ۹۷۷ھ میں اکبر کے دربار تک اسے پہونچا دیا۔ اور شیخ مبارک کا بڑا بیٹا فیضی اوس کے دربار میں داخل ہوا۔ بعد ازاں ۹۸۱ھ میں فیضی نے اپنے بہائی ابوالفضل کو بھی دربار شاہی میں پیش کیا۔ دوسرے۔ ال ابوالفضل نے آیت الکرسی کی تفسیر لکھ کر اکبر کو دیا جس سے ابوالفضل کی علمی لیاقت جو اب تک چھپی ہوئی تھی عام میں یک بیک مشہور ہو گئی۔ دربار کے علما نے اوس سے رقابت شروع

کی۔ اور بحث مباحثہ اوس سے کرنے لگے۔ مگر اس سے سب کو معلوم ہو گیا کہ ابو الفضل
اوس سے زیادہ لائق اور ذہین ہے۔ بادشاہ کی اوس پر عنایت روز بروز بڑھنے لگی
اور رفتہ رفتہ ۹۹۰ھ کے قریب وہ وزیر اعظم ہو گیا۔ اوس کی فارسی عبارت نہایت طولانی
اور الفاظ کا انبار اور مغلق ہوتی تھی کہ جس کے سمجھنے کے لیے ایک بڑا دماغ چاہیے۔
فارسی اور عربی زبان میں اس زمانہ میں کچھ ایسا رواج ہو گیا تھا کہ جس قدر عبارت پیچیدہ اور مشکل
ہوتی تھی، اسی قدر اچھی سمجھی جاتی تھی۔ ابو الفضل کی انشا کا ڈھنگ لوگوں کو نہایت
پسند ہوا اب تک بھی فارسی زبان کے رموز دان اوس کی خوش بیانی کی تعریف
کرتے ہیں اور اوس کے مطالعہ سے خوش ہوتے ہیں۔ اور یہی سبب ہے کہ اوس
نے جو خطوط و فرامین اکبر کی طرف سے تحریر کئے تھے یا بواسطہ دوستوں وغیرہ کو
لکھے تھے اور نیز اوس کی عام تقریبات وغیرہ کو اوس کے بہانے عبد الصمد نے
ایک جگہ جمع کیا ہے جو انشاے ابو الفضل کے نام سے آج تک عوام میں مشہور
ہے اور ایسی مرغوب ہے کہ آج تک بھی بعض فارسی دان اوس کی طرز تحریر کی تقلید
کرتے ہیں۔ مگر اب اس زمانہ میں تو کوئی ایسی تحریر کو پسند نہیں کرتا۔ اوس نے کتنی
ہی کتابیں لکھی ہیں مگر اوس کی دو کتابیں اکبر نامہ اور آئین اکبری قابل بیان ہیں۔ پہلی
کتاب میں اوس نے ہندوستان کی کچھ مختصر تاریخ لکھ کر اکبر کے ۴۴ سال کی تاریخ سنہ ۱۵۸۵ھ
یعنی اپنے قتل کے کچھ روز پہلے تک لکھی ہے۔ اوس نے واقعات کی
خوب چھان بین کی ہے۔ اور اپنی کتاب کو مکرر سکریب دلا ہے۔ اور جو نسخہ کہ آجکل متداول
ہے وہ نسخہ ہے جو اوس نے پانچویں دفعہ لکھا ہے۔ دوسری کتاب آئین اکبری
اسی اکبر نامہ کا ضمیمہ ہے جس میں اوس نے تمام ہندوستان کا جغرافیہ بیان کیا ہے

اوس میں تمام ممالک محروسہ کی مردم شماری خانہ شماری محاصل زمین، صوبوں کے خراج اور زمین کی سیاحتیں۔ مکان۔ پیداوار۔ اور بادشاہ کے اخراجات۔ اور سلطنت کے مختلف صیغوں کا بیان ہی نہیں بلکہ ہندوستان کے مختلف شہروں کی صنعت و حرفت و دستکاری۔ ہندوؤں کے مذہب۔ ان کے خیالات۔ ان کی مقدس کتابوں اور فلسفہ کے متفرق فرقوں کا ذکر ہے۔ اس سے پہلے ہندوستان کے کسی بادشاہ کے عہد کا نظام سلطنت اور حکمرانی کا شرح حال معلوم نہیں ہے۔ آجکل کے زمانہ کی رائے کے مطابق اصلی تاریخ یہی ہے۔ کیونکہ اس میں موج فرد و احد یعنی بادشاہ کے حال سے رعایا کے حالات اور طرز معاشرت پر اتر آیا ہے۔ اور ہزاروں برس کے اس غلط خیال کو کہ ”ایک ہی شخص سلطان سب کچھ ہے اور ایک کے علاوہ اور سب اس قابل نہیں کہ مورخ ان کا ذکر کرے“ باطل کر دیا ہے ابو الفضل نے ان کتابوں میں اکبر کی تعریف ہی تعریف لکھی ہے۔ اور بڑے بڑے الفاظوں میں اس کو سراہا ہے مگر یہ الزام نہ صرف ابو الفضل پر ہے بلکہ تمام ایسے فارسی مصنفین پر پڑتا ہے جو کسی بادشاہ سے خاص تعلق رکھتے ہیں۔ تو ہی ان کی تصانیف میں وہ تعریف صرف لفظی ہوتی ہے اور اصل حقیقت مدوح کی نہیں جتنی۔ بخلاف یورپین مورخین کے کہ وہ اصل واقعات پر پردہ ڈال دیا کرتے ہیں۔ ابو الفضل کے مذہبی خیالات صرف کچھ اپنے باپ کے ہی سے صلح کل کے نہ تھے۔ بلکہ اوس سے بدجا بڑا کراؤا دانتے۔ جس سے اوس کے معاصر اوسے دہریہ کہا کرتے ہیں۔ مگر یہ بالکل غلط ہے۔ وہ بکا مسلمان اور خدا کا قدرت کا بڑا معتقد تھا۔ البتہ اوس کا خیال کچھ ایسا نا بت ہوتا ہے کہ وہ سمجھتا تھا ”بہر مذہب میں نیک لوگ ہی ضرور ہر اکرتے ہیں“ اور اکبر کے نزدیک غلوں سے بڑھنے کے لیے اوس کے

دین الہی کا ظاہر امتہ محمدیہ نہ بن گیا تھا بلکہ خلیفہ سبھا جاتا تھا۔ لیکن حقیقتاً وہ دل سے جانتا تھا کہ وہ مذہب غلط ہے۔ غرض کہ وہ بڑا لائق عالم اور حکیمانہ مشرب کا آدمی تھا اور صرف علمی لیاقت سے وہ وزیر اعظم کے رتبہ کو پہنچا تھا۔

۱۶۶۔ عملداری قطب شاہی مین
 رات تھوڑی ہے کہانی بڑی ہے۔ کتاب کو مختصر کرنا چاہتے
 ہیں۔ مضامین بہت ہیں۔ اب قطب شاہ کی داستان سنئے
 امین الملک کے مزاج میں تحکم بہت بڑا تھا۔ ہمیشہ اپنے
 ماتحتوں پر حکومت جتایا کرتا تھا ہندوؤں کو بغاوت کے لیے
 دیو کا اطاعت کرنا۔

یہ ایک بہانہ جو جاتا تھا جب ہندوؤں نے شتھہ امین دیکھا کہ اکبر نے دکن پر چڑھائی کی ہے
 جس سے قطب شاہ کو اور دہر تو حیر کرنا پڑے گی تو انہوں نے دل میں سرکشی کے
 منصوبہ باندھے۔ اور اوس کی بنیادوں پر یہی کہ رات راؤ ایک ہندو سردار محمد علی کا
 خیر خواہ تھا۔ امین الملک سے وہ ناراض ہو گیا اور رات کو لشکر سے بھاگ گیا اور بغاوت
 پر آمادہ ہوا۔ اور ہری چند بھائے بلند کے بھائی سے کہا کہ میں تجھے بھائے بلند کی
 جگہ راجہ کراؤنگا۔ تو بھی میرے ساتھ ہو جا۔ وہ بھی لشکر سے نکل اوس سے حساب ملا۔
 اب ان کے پاس دس ہزار آدمیوں کی بیڑی بھاڑ ہو گئی اور امین الملک کے لشکر پر انہوں
 نے شبیخون مارنا شروع کیے۔ امین الملک نے جا کر انہیں ایک پہاڑی پر گھیر لیا۔ اس
 لڑائی میں رات راؤ ایک تیر سے مارا گیا۔ اور اوس کی فوج تمام متفرق ہو گئی۔ مگر ہری چند
 بچ کر کھل گیا۔ اور دس راؤ راجہ دیراکوٹ سے جا کر مدد مانگی مکندر راج پسر بھائی بلند جو بنگالہ
 کی طرف چلا گیا تھا اس وقت وہاں سے آکر وہ چلو پر قابض ہو گیا تھا۔ وہ بھی ان سے
 مل گیا۔ اب انہوں نے باہم مشورہ کر کے یہ ٹھہرایا۔ کہ دس راؤ اور ہری چند تو امین الملک

اور میرزین العابدین کی فوج کا مقابلہ کریں۔ اور مکندر راج چلمور سے بڑھ کر ملک نائب کو قلعہ جبرجہ میں گھیر لے۔ ملک نائب کے پاس فوج تھوڑی تھی۔ مکندر راج نے اسے قلعہ میں محصور کر دیا۔ اور چند روز کی لڑائی بھرائی کے بعد سیر بیان دگا کر قلعہ کے اندر گھسنے کا ارادہ کیا۔ مگر میرزین العابدین نے یہاں سے چنگیز خان کو اسکی مدد کے لیے بھیجا اور یہ مدد عین وقت پر پہنچ گئی۔ ورنہ ملک نائب کا کام بڑھ چکا تھا۔ چنگیز خان نے جاتے ہی مکندر راج کو ہٹا دیا اور میرزین العابدین اور دسناد دیو سے ناراین پور کے میس میں مقابلہ ہو گیا۔ دسناد دیو کے پاس باج نجر سوار اور تیس ہزار پیادہ تھے مگر بہرہی مسلمانوں کو فتح ہوئی اور دسناد دیو نے قلعہ دیراکولم میں جا کر پناہ لی۔ ناراین پور پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ مکندر راج نے جبرجہ کے محاصرہ سے ہٹ کر قلعہ قطب شاہ آباد کا محاصرہ کیا تھا مگر جب دسناد دیو کے شکست کی خبر سنی تو وہ محاصرہ اٹھا کر اپنی دارالحکومت قلعہ چلمور آچلا گیا۔ یہ قلعہ بڑا مضبوط تھا۔ اور اس کے گرد اگر بڑا جنگل تھا تو میرزین العابدین نے چنگیز خان سے رزیت اور عبد الکریم حوالدار و بہائے راؤ و دھرم راؤ کو چلمور پر پڑھنے کا حکم دیا۔ مگر جنگل کی کثرت کے باعث راستہ میں چلنا مشکل تھا۔ جا بجا ہندوؤں سے لڑائی لڑنا پڑتی تھی۔ دو مہینے تک متواتر راستہ میں ہی لڑائیاں ہوتی تھیں۔ اب مکندر راج نے دسناد دیو کو لکھا کہ اگر مجھے تم نے مدد نہ بھیجی تو یہ قلعہ آکر مسلمان لے لینگے۔ اس لیے دسناد دیو نے اپنے گرد و نواح کے زمینداروں سے مدد لی۔ اور بہری چند کی سرداری میں بول باز اور سوندی۔ پنے بیٹیوں کو ساتھ کر کے دو ہزار سوار اور تیس ہزار پیادے اور سواہی مکندر راج کی مدد کو بھیجے چنگیز خان کے پاس اس وقت صفتہ باج نجر سوار اور دس ہزار پیدل فوج تھی۔ ہندوؤں نے اگر ایک گھنٹی جھڑی کے آٹھین جہان طہری

تنگ گماٹی تھی ررچے جاے۔ ان کے مورچوں کے گرد تین طرف نہایت بلند پہاڑ تھے اور فقط اسی گماٹی سے مورچوں تک راستہ تھا جب یہ لوگ مورچوں سے نکل کر مسلمانوں پر حملہ کرتے تو ان کو یہی شکست ہوتی تھی۔ مگر مسلمان اون کے مورچوں تک نہیں پہنچ سکتے تھے کہ جس سے اونہیں کامل شکست ہو جائے جب ایک مدت تک اس طرح لڑائی رہی تو مسلمانوں کے لشکر میں رسد کی تنگی ہو گئی۔ اور ہندو نے اپنی کثرت کے باعث رسد کے راستہ بند کر دئے اس لیے مسلمانوں نے ملکر مشورہ کیا۔ شاہِ رضا ملک نائب کا بیٹا تھا۔ وہ ایک مدت تک اس جنگل اور پہاڑ میں پھرا کرتا تھا راستوں۔ سے خرب واقف ہو گیا تھا وہ بھی اس مشورہ میں موجود تھا۔ اس نے کہا کہ ان کے مورچوں تک تو میں پہنچاے دیتا ہوں۔ پھر آپ جو کر سکتے ہیں کر لیجئے اس لیے تمام لشکر تیار ہو کر اس کے ساتھ ہولیا۔ شاہ رضا نے ایک راستہ سے مورچوں تک پہنچا دیا۔ اب مسلمانوں نے تلوار نکالی۔ ہندو بھی اپنی کثرت کے سبب سے مقابل ہوئے اور خوب لڑے۔ اور گوہری چند نکل گیا مگر بہت سے ہندو سردار گرفتار ہو گئے۔ جب یہ خبر دستاوردیو کو پہنچی تو وہ اپنے اعزاء کو قید میں دیکھ کر بہت گمراہا۔ اور دھرم راؤ کی وساطت سے صلح کا خواہستگار ہوا۔ اور تیس ہزار ہون اور پچاس ہائی بھیج کر سالانہ اسی قدر خراج بھیجنے کا وعدہ کیا۔ چونکہ بول بات بڑا اجالاک اور مایہ فساد تھا اس لیے مسلمانوں نے اس شرط پر اس صلح کو منظور کیا کہ اسے قید کر کے ہمارے پاس بھیج دیا جائے۔ چنانچہ دستاوردیو نے اسے پکڑ کر بھیج دیا۔ اور صلح ہو گئی مسلمانوں نے تمام ہندو قیدیوں کو چھوڑ دیا۔ جب دستاوردیو کو بھٹ سے اطمینان حاصل ہو گیا تو کچھ دنوں کے بعد زین العابدینؑ نے چنگیہ خاں کو مکند راج کے استیصال کے لیے بھیجا۔ مکند راج اس سبب سے حملہ کے قریب الورہ کے

درہ میں مورچہ باندھ کر پڑ گیا۔ لیکن جنگیہ خان نے وہاں جا کر دوروز کی لڑائی کے بعد مکندر راج کو نکال دیا۔ اور قلعہ چلو قطب شاہیوں کے قبضہ میں آگیا۔ اور مکندر راج بھاگ بنگالہ کی طرف چلا گیا۔ یہ واقعہ ۱۰۰۸ھ کے اخیر یا ۱۰۰۹ھ کے شروع کا ہے۔

۱۷۷۷- مکندر راج اور کٹر راج کا
فساد اور سیّد حسن کی سپہ سالاری
میں اور سکافرو ہونا اور چلو پور
مسلمانوں کا قبضہ

جب احمد نگر اکبری فوج نے فتح کر لیا تو ان ہندوؤں نے بھر جبرگڑا
اڑھانا چاہا۔ اور رات رات مقتول کے بیٹے کشم راج نے
پیر کشم پر بکر باندھی اور مکندر راج کو بھی بنگالہ سے بولالیا۔ اور
قاسم کوٹہ کے استخلاص کی ہر تجویز کی اور مدد اور پوتنہ کے

قلعوں پر قابض ہو گئے اور قطب شاہی اعلیٰ درجہ کی سپہ سالاری میں لوٹ کھسوٹ مچا دی۔ امرائے
قطب شاہی نے ہر چند چاہا کہ ملایمت سے کام نہ لے، مگر کچھ فائدہ نہ ہوا آخر مجبوراً زمین اعلیٰ
نے جنگیہ خان اور سیّد تاج و رضا خان و مجاہد خان و دہر ماراؤ و اسی راؤ کو مکندر راج
اور کشم راج کی تادیب کو بھیجا۔ جب دونوں لشکر سامنے ہوئے تو صبح سے شام تک
خوب لڑائی ہوئی۔ اور عین غروب کے وقت ہندو شکست کھا کر قلعہ مدوارہ میں جا چکے
جنگیہ خان نے اس کا محاصرہ کیا مگر کثرت اشجار کے باعث اس کی فتح میں تعویق
ہوئی۔ اور علاقہ میں لوٹ مار پھیل گئی۔ قطب شاہی فوج میں مسلمان بہت تھوڑے
تھے۔ اور جو تھے ان کے تمام افسر ایرانی شیعہ تھے۔ چنانچہ سنی و بے ہوئے
تھے اس وجہ سے اہل اسلام میں ایک ایسی نہ تھی اور ہندوؤں کی بات چل جاتی تھی
اور لشکر کے ہندو باغیوں کو ہمیشہ مدد دیتے رہتے تھے۔ اور چپکے ہی چپکے ان کی
اءانت کرتے اور منسوبے بناتے رہتے تھے اس وقت دہر ماراؤ نے تجویز پیش کی
کہ چونکہ قاسم کوٹہ کا فساد مدت سے برپا ہو رہا ہے مگر فساد نہیں ہوتا اس لیے ضرور

ہے کہ کندراج کو قاسم کوٹہ کا کچھ علاقہ دیکر اس سے مطیع کر لیا جائے زمین العابدین نے اس راے کو نہ مانا۔ اور اس بات پر اصرار کیا کہ قاسم کوٹہ کی ایک انگل ہیر زمین ہندون کو نہ دیا جائیگی۔ اس لیے یہ جہگڑا تصفیہ کے لئے دہراؤ نے محمد قلی کے پاس پیش کیا۔ یہاں بھی دربار میں ہندو ہی حاوی تھے۔ اور انہوں نے محمد قلی کو بہکایا۔ اور زمین العابدین کی رائے کو برا بتلایا۔ اور غالباً یہ کہا کہ زمین العابدین کی ورتبیری سے ہری چند سانئیر خواہ بچا ہو گیا ہے جس سے یہ جہگڑا رفع منین ہوتا ہے۔ اس لیے محمد قلی نے زمین العابدین کو تو دہراؤ کی دل دہی کے لئے نالائہ میں واپس بولالیا۔ مگر بجائے اوس کے سید حسن ابن مصطفیٰ خان کو سہا کر کے بھیجا اور حکم دیا کہ اس فساد کا جلد قلع قمع کر دے۔ سید حسن نے وہاں جاتے ہی زمین العابدین کے برخلاف ہری چند کو قتل نامہ بھیجا بولالیا۔ اور ہری چند کی رائے کے بموجب سہرہ کی حفاظت کے لیے تین قلعہ بنائے۔ اور اون کے نام مصطفیٰ آباد قطب شاہ آباد اور محمد آباد رکھے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ زمین العابدین نے پہلے ہی ان قلعوں کے مقام تجویز کر دیے تھے۔ اور قطب شاہ آباد کو بنوا بھی لیا تھا۔ جب قلعہ بن گئے تو ان میں ملک نائب کے سپرد کر دیا۔ اس وجہ سے ہندون کو اپنی ماحنت و تاراج میں دقت ہونے لگی اور انہوں نے ان قلعوں کو فتح کرنا چاہا۔ کندراج نے کسٹراج کو دو تین ہزار پیادہ اور تشنگی دیکر محمد آباد کو بھیجا۔ کہ اوس پر قبضہ کرے۔ مگر کسٹراج تیر سے مارا گیا۔ کندراج کو اس کا بڑا افسوس ہوا۔ اور بجائے اوس کے رسوائیہ کو اوس نے سہرا بنایا۔ یہ بھی ایک گولی سے مارا گیا۔ اور فوج کندراج کے پاس پٹ گئی اسی زمانہ میں مصطفیٰ آباد پر بھی کندراج نے اگین راہ کو دس ہزار پیادہ دیکر بھیجا تھا۔ اتفاقاً یہ سردار بھی مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اور ایسے ہی سہیلہ راج بھی

جو پانچ ہزار فوج سے تیسرے قلعہ پر آیا تھا تیر کے سرحد قہر ہوا۔ جاہل ہندون کو یہ متواتر نقصان پر نقصان پہونچنے کو ادن کی بہمت ٹوٹ گئی۔ اور سید حسن نے مکندر راج کے استیصال پر کمزور نہ ہوئے۔ دہر ماراؤ نے اب کوئی مزاحمت نہ کی۔ سید حسن نے چار دن طرف جنگل کٹوا ڈالا جس سے مکندر راج قلعہ سے نکل کر صف کے لڑائی لڑنے پر مجبور ہوا۔ اور شکست کھا کر جنگالہ کو ہباگ گیا اور وہاں چلمو پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ پھر محمد قلی نے یہ ملک تمام امرا کی جاگیر میں مقرر کر دیا۔ اور سوری راؤ کو وہاں کی مالگداری کا انتظام سپرد ہوا یہ واقعات ۱۰۹۹ھ سے ۱۱۰۰ھ تک کے ہیں۔

۱۰۸۸- سلطنت قطب شاہی میں چونکہ سلاطین قطب شاہی متواتر شیعہ مذہب کے ہی ہوتے شیعہ اور ہندون کا دخل اور رہے اور محمد قلی بھی پکا شیعہ تھا اس لیے اس سلطنت میر محمد امین کا وزیر اعظم مقرر ہوتا۔ میں تمام سرکار و بار میں شیعہ ہی شیعہ امراتے اور اس لیے وہ کسی سنی کو سرکار امورات سلطنت میں دخل نہیں ہونے دیتے تھے۔ مگر چونکہ شیعہ آدمی اس کثرت سے نہیں مل سکتے تھے کہ جو تمام امورات سلطنت کا بندوبست کر سکیں اس لیے تمام مالگداری کے اور نیز متفرق کام ہندون کے ہاتھ میں رہتے تھے اور مندرجہ چند اعلیٰ عمدہ مسلمانوں کے ہاتھ میں ہوتے تھے۔ اور اس کثرت سے ہندو کے سبب سے یہ بھی ہوتا کہ رفتہ رفتہ بعض ہندو بادشاہ کے مزاج میں بھی دخل ہو جاتے اور وزارت کے رتبہ کو عمل پہونچ جاتے۔ اور یہی وجہ تھی۔ کہ میان اکثر اور رہا کرتے تھے۔ اور ادن کے فرد کو نے میں بہت طول ہوا کرتا تھا اس لیے محمد قلی نے اراکین کو جمع کیا۔ اور ادن سے وزیر اعظم کے تقرر کی رائے لی کہ کس کو مقرر کیا جائے امر نے اپنے اپنے دوستوں کو پیش کیا جن میں اکثر ایرانی اور سید تھے۔ ان میں سے

محمد قلی نے میر محمد مومن استر آبادی کی سفارش سے زبہ آل طہ و حسین میرزا محمد امین کو پسند کیا اور اسے لائق دیکھ کر اسے مین اپنا وزیر اعظم اور حبلہ الملک بنایا۔ اور وزارت کا قلمدان ایسا جمع بجاہر عنایت کیا جس کے روشنی کے دیکھنے سے آنکھیں خیرہ ہوتی تھیں۔ کہتے ہیں کہ اس نے ہندوستان کا زور کچھ کم کر دیا اور سواری راؤ بہر مین کو جو بادشاہ کے بہت منہ چڑھ گیا تھا اور اس سے کچھ دنوں کے بعد سخت عداوت کرنے لگا تھا نکال دیا تھا۔ محمد امین کی تنخواہ دو لاکھ ہون سالانہ تھی اگر ایک ہون ساڑھے چار روپیہ چہرہ شاہی کا مانا جائے تو نو لاکھ روپیہ سالانہ تنخواہ ہوتی ہے اس وقت نواب وقار الامرا بہادر وزیر اعظم سلطنت نظام کی تنخواہ ایک لاکھ بیس ہزار سالانہ حالی یا تقریباً ایک لاکھ روپیہ چہرہ شاہی ہے۔ گویا قطب شاہی وزیر سے آٹھ حصہ تنخواہ کم ہے یا یوں کہو کہ نور و پیہ کے بجائے ایک روپیہ ملتا ہے۔ تاریخ فرشتہ مین میر محمد مومن استر آبادی کی نسبت بیان کیا ہے کہ اس کے آبا و اجداد سلاطین ایران کے یہاں بڑے معزز و مکرم تھے۔ اور میر محمد مومن خود بھی شاہ طہماسپ کے زمانہ مین شاہزادہ حیدر کا معلم مقرر رہا تھا۔ اور بہت بڑا عالم تھا۔ محمد قلی اس کی بڑی قدر و عزت کرتا تھا۔ اور تمام مہمات سلطنت اوس کی تفویض کر کے خود اپنے بہائیون اور ندیمون کے ساتھ عیش و عشرت مین مصروف رہا کرتا تھا۔ میرزا محمد امین محمد قلی کے اخیر زمانہ تک۔ اسی عہدہ پر مامور رہا۔ مگر سلطان محمد۔ سے موافقت نہ آئی۔ اوس کی حکومت مین کچھ دنوں کے بعد یہاں سے چلا گیا۔ پہلے سجا پور کو گیا۔ مگر جب وہاں کوئی صورت اسے اپنے لائق نہ دیکھے تو ایران کو شاہ عباس کے پاس چلا گیا۔ مگر باوجود اس کے کہ ایک لاکھ روپیہ کے جواہر ت وغیرہ بادشاہ کو نذرانہ مین پیش کیے لیکن وہاں بھی کوئی

نفع نہیں ہوا۔ بلکہ شاہ عباس نے اس کے اندر خستہ پر طبع کی نظر کی اس لئے یہ شہنشاہ میں جب کہ جہانگیر گجرات سے مالوہ کو جہاز ہاتھ تو محمد امین بھی جہانگیر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ملازمان شاہی میں داخل ہو گیا۔

۱۷۹۔ مرتضیٰ نظام شاہ کی تخت نشینی اور منبر و خاندان کی ٹرائی کے بعد مسلح۔ اگرچہ احمد نگر اکبر کے قبضہ میں آگیا مگر سلیم کی اس بغاوت سے باقی ملک پر اکبر کا قبضہ نہ ہو سکا۔ اور نظام شاہی امر کو اپنے قوت پیداکر نے اور پڑ پڑنے کا موقع مل گیا۔ انہوں نے بہادر شاہ کے قید ہونے کے بعد مرتضیٰ پسر شاہ علی کو بادشاہ بنایا۔ اور پڑ پڑنے کو دار السلطنت مقرر کیا۔ آہنگ خان کا تو یہ حال معلوم نہیں کہ کیا ہوا۔ مگر دو اشخاص ان امر میں پڑے زبردست ہو گئے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ وہ دونوں اپنے اپنے ملک کے جدا جدا مالک بن گئے۔ ایک ادن میں سے عنبر بدشی تھا۔ کہ جس کے تحت میں سرحد تلنگانہ سے بیر کے نیچے تک ملک تھا۔ اور احمد نگر سے چار کوس اور دولت آباد سے بیس کوس بندرجبول تک سب اوسی کے قبضہ میں مانا جاتا تھا۔ دوسرا راجو دکنی تھا۔ اس کے قبضہ میں دولت آباد اور اوس کے شمال میں سرحد گجرات تک اور جنوب میں احمد نگر سے چھ کوس تک عمار الملک تھا۔ گو یہ اپنے اپنے ملک کے باطل خود مختار تھے مگر ضرورتاً انہوں نے مرتضیٰ کو بادشاہ مان رکھا تھا۔ اور قلعہ اوس اور کچھ گائون اوس کے خرچ کے لیے چھوڑ دیے تھے۔ اور چونکہ دونوں فی حوصلہ تھے اور چاہتے تھے کہ دوسرے کو غارت کر کے خود مالک ہو جائیں اس لیے آپس میں دونوں ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ سبب خان خاندان کو معلوم ہوا کہ یہ دونوں باہم ناموافق ہیں تو اوس نے عنبر کے ملک میں سے اوس قلعہ پر اپنے آدمی بھیج کر قبضہ کر لیا جو تلنگانہ کی سرحد کے قریب تھا

مگر عنبر نے آٹھ سات ہزار سوار سے سنانہ میں ہی وہاں جا کر مغلوں کے تھانہ اوٹھا
 فکے اور اپنے علاقہ کو واپس لے لیا۔ اب خانخانان نے اپنے بڑے بیٹے مرزا
 لعل مرچ کو پانچ ہزار منتخب سوار دئے اور عنبر کے مقابلہ کو بھیجا۔ حوالی ناندر میں فریقین سے
 بڑی سخت لڑائی ہوئی۔ اور عنبر زخمی ہو کر گھوڑے پر سے گر پڑا۔ مگر اوس کے رفیق
 دوڑ پڑے اور اوسے میدان سے اٹھا کر لے گئے۔ اور اوس نے جاتے ہی
 بہر فوج جمع کی اور اپنی سرحد کی اچھی طرح حفاظت کر کے چاہا کہ مغلوں پر حملہ کرے۔
 جب خانخانان کو اوس کی بہادری اور دانائی کی خبریں پہنچیں۔ تو اوس نے صلح کا
 پیغام دیا چونکہ راجہ عنبر کا ایک دشمنی حریف ہی موجود تھا۔ بلکہ خانخانان کو عنبر کے برخلاف
 مدد دیتا تھا اس لیے عنبر نے صلح کو غنیمت سمجھی اور خانخانان سے خود جا کر ملاقات کی
 اور حدود کا فیصلہ کر لیا۔ اور عہد و پیمان طرفین میں لکھ گئے۔ جس سے جھگڑا بالکل
 رفع و دفع ہو گیا۔

۱۸۰۔ ملک عنبر کا رقصی علی برید ثانی بارہ سال حکومت کر کے سنانہ میں مر گیا۔ اوس کے
 نظام شاہ پر اور نیز قلعہ مقبرہ کا چوٹا سا گنبد اوس کے آباؤ اجداد کے مقابر کے پاس
 پریندہ پر قبضہ کرنا۔ بادشاہی عید گاہ کے متصل بیدر کے مغرب میں اب تک
 موجود ہے اوس کے بعد اوس کا بیٹا امیر برید ثانی ملک کا حاکم ہوا۔ مرقصی نظام شاہ
 نے جب اوس کی تخت نشینی کا حال سنا تو اوس کا لکھا۔ کہ عنبر اور راجہ بیسے کو کروں
 نے مجھے بے بس کر رکھا ہے۔ اگر آب میری مدد کر کے مجھے اپنے دادا کا ملک وادین
 تو میں اوسہ او گیر قند ہار آپ کو دیدونگا اور اوس کے ساتھ کچھ تحفے تجا لیفہ بھیجوں
 یہ سچے اور چونکہ اسی زمانہ میں تپنگا کے کولی اور فرہار خان مولد اور ملک صندل اور

اور کہتے ہی دکنی سردار ملک عنبر سے ناراض ہو گئے۔ اور مرتضیٰ نظام شاہ کے پاس چلے گئے۔ اور اپنی نمود کے لیے اس کو بہکایا کہ ملک عنبر کو غارت کر ڈالے۔ اور حوالی قلعہ اوسہ میں لشکر جمع کیا۔ تو اس سبب سے امیر بریدی بھی مدد کو راضی ہو گیا اور مرتضیٰ نظام شاہ کے پاس قلعہ اوسہ کو گیا۔ وہاں مرتضیٰ نے اس کی بڑی دہوم و دام سے ضیانت کی اس میں عنبر بھی اپنے اعوان و انصار کو لیکر اس طرف پہنچا۔ اور نظام شاہ کو شکست دیکر پتنگ رائے کو گرفتار کر لیا۔ مرتضیٰ شاہ اس سے بڑا گنہ گار آیا۔ اور فرہاد خان اور صندل کی صلاح سے عنبر سے صلح کر لی۔ یہ واقعہ اللہ کا ہے۔ چونکہ عنبر اس فرکر میں تھا کہ کسی طرح قلعہ پر بندہ پر قبضہ کر لے اس لیے اس کے چند روز بعد ربیع الثانی ۱۰۲۸ھ میں نظام شاہ کو لیکر قلعہ پر بندہ کو گیا۔ وہاں منجن خان حبشی بیس سال سے قلعہ دار تھا۔ وہ عنبر کے ارادہ کو سمجھتا تھا۔ اس نے نظام شاہ سے کہا کہ تجھے تو میں بادشاہ سمجھ کر قلعہ میں آنے دیتا ہوں۔ مگر عنبر کا آنا میں قلعہ میں نہیں پسند کرتا اس نے خانخانان سے ملاقات کی ہے اور اکبر کے طرف داروں اور خیر خواہوں میں ہو گیا ہے اس پر اعتماد نہیں ہو سکتا۔ عنبر نے کہا کہ چونکہ مجھ کو پتنگ رائے فرہاد خان اور صندل کی طرف سے کشاکش تھا اس لیے میں نے خانخانان سے صلح کر لی تھی۔ مگر بدل سے میں مرتضیٰ شاہ کا غلام ہوں اور چاہتا ہوں کہ جہاں تک ممکن ہو اسر خانان کی خیر خواہی دل و جان سے کرتا ہوں۔ منجن خان نے ان چکنی جڑی: تون کا کچھ اعتبار نہ کیا۔ اور نامہ و پیام بے سود سمجھ کر اسلٹ بند کر دی۔ جب عنبر نے دیکھا کہ منجن خان پر ناپونہیں چلتا اور ممکن ہے کہ مرتضیٰ شاہ کسی رقت بہاگ کر اس کے پاس چلا جائے۔ اور پھر فتنہ کو طول ہو اس لیے نظام شاہ کو بکڑ کر قید کر دیا۔ جب فرہاد خان اور صندل نے یہ صورت دیکھی تو وہ دو تو قلعہ کے

یہ بچے جا کر پڑ گئے۔ اور منجن خان نے اون کے سب سے سہمت کر کے ایک مہینے تک عنبر کا مقابلہ کیا۔ منجن خان کا ایک بیٹا تھا سونا خان وہ بڑا بد معاش و بد کا تھا جس کسی کی عورت کو دیکھتا زبردستی پکڑ لیتا اور زنا کرتا تھا۔ قلعے کے سپاہیوں کی عورتوں سے بھی اوس نے ایسا ہی کیا۔ اس لیے سپاہیوں نے اوسے پکڑ کر مار ڈالا۔ منجن خان اس سے گھبرایا اور جریدہ قلعہ سے نکل کر فرماؤ خان اور ملک صندل وغیرہ چند آدمیوں کو ساتھ لے کر روز تک تو عنبر سے لڑتے رہے۔ مگر ملک عنبر نے حسن تدبیر سے وہاں کے لوگوں کو راضی کر لیا۔ اور مرتضیٰ نظام شاہ کو قید سے چھوڑ کر وہاں سکونت پذیر کر دیا۔ اور اپنے چند مخصوص اوس کے ساتھ رکنہ خود نکال کر چلا آیا۔

۱۸۱- اکبر کی نرمی اور شاہزادہ سلیم کی دیکھ بھال کے لیے اوس کے مان سلیم کی حماقتیں۔ سلطان بیگم کو اوس کے پاس الد آباد کو بہت سے تحفے تحائف اور مالکولات و ملبوسات دیکر ہیجا۔ مان نے اپنے بیٹے کو دیکھوئی اور بند و نصاب سے راضی کیا اور بوجہ عفو جرایم اکبر کے پاس اوسے لیکر چلی۔ دادی نے ایک منزل پونی کا استقبال کیا۔ اور اگرہ میں لا کر دادی اور مان نے شاہزادہ کو باپ کے قدموں پر ڈال دیا۔ باپ نے اٹھا کر سینہ سے لگایا اور بہت خاطر داری کی۔ اور اپنے پگڑی بیٹے کے سر پر باندھی۔ اور ولی عہدی کے مکر شایانہ بجا سے تاکہ موافق اور منافق کو کوئی شبہ باقی نہ رہے۔ اور بدستور سابق شاہزادہ کو رانا سے اوسے پور کی مہم سپرد کی۔ اور چند روز کے بعد بروز دوسرہ شاہزادہ رخصت ہوا۔ اور فراہمی سامان کے لیے فتح پور میں آکر ٹھہرا۔ مگر کچھ مزاج باں گیا۔ اور وہاں جا کر لکھنویاں جو ننگہ رانا کی مہم کے لیے ایک بڑا

تو بچانہ اور سامان لشکر و کار سہ ہے۔ اور سرکاری مقصدی اوس۔ کہ بہم پہنچانے میں تساہل کرتے ہیں اور اودن کی شکایت کرنے سے اپنی خفت اور آپ کی ناراضی کا اندیشہ ہے اس لیے میں الہ آباد جاتا ہوں وہاں سے سامان تیار کر کے بہر حکم کی تعمیل کروں گا۔ اکبر نے بیٹے کو ہر چند سمجھایا۔ لیکن جب دیکھا کہ کچھ اثر نہیں ہو تا تو الہ آباد جانے کی اجازت دی اور حسب دستور تحفے تحائف علی التواتر بھیجتا رہا تاکہ بیٹے کو باپ کی ناراضی کا گمان نہ ہو۔ مگر پھر بھی سلیم نے الہ آباد کی سرحد پر پہنچنے ہی شاہی اختیارات خود مختار نہ عمل میں لانا شروع کئے۔ اکبر نے اسے سنا مگر کچھ توجہ نہ کی۔ اکبر نے جب کہ شاہزادہ سلیم کی پندرہ برس کی عمر تھی راجہ بہگوانداس کی بیٹی سے اور دو برس بعد ۹۹۲ھ میں راجہ اودے سنگھ سپہ راجہ باس دیو کی بیٹی سے اوس کا بیاہ کر دیا تھا۔ بہگوانداس کی لڑکی سے ۹۹۲ھ میں ایک لڑکی سلطان بیگم اور ۹۹۴ھ میں ایک لڑکا خسرو نام پیدا ہوا۔ اور اسی سال زین خان کی بیٹی سے بھی سلیم کا بیاہ ہوا تھا۔ اور اخیر سال میں اوس سے شاہزادہ پرویز پیدا ہوا۔ اور راجہ اودے سنگھ کی بیٹی سے بھی ۹۹۵ھ میں ایک لڑکا پیدا ہوا اور اکبر نے اس پوتے کا نام خرم رکھا۔ اس وقت خسرو اور خرم دونوں واداکے پاس رہا کرتے تھے مگر خسرو باپ کے برخلاف تھا اور دادا سے اپنے باپ کی جھگلیاں کما کرتا تھا۔ اس وجہ سے مان کو اس کی بڑا پرہیز ہوتا تھا۔ ان دونوں میں وہ کچھ بیمار بھی تھی۔ خسرو کی گستاخون۔ سے ناراض ہو کر اوس نے انیون کسالی اسی زمانہ میں سلیم کے ایک خوبصورت غلام کو ابک شخص اوس کے مصاحبین میں سے بدکاروں کے لیے ابکا کر لے گیا۔ جب وہ بکڑا آیا۔ تو شاہزادہ نے اودن دونوں کی کمال کچوائی۔ جب یہ خبر اکبر کو پہنچی تو اوس نے کہا تعجب کی بات ہے کہ جس کے باپ

نے اپنے روبرو زنجیر بکڑے کی کمال نہ کچھوائے اوس کا بیٹا ایسا رنگ دل
 ہو کہ آدمیوں کی کمال اپنے سامنے کچھوائے۔ اب اکبر نے اٹھتے ہی یہ ضروری
 سمجھ کر سلیم کے پاس خود الہ آباد جانے کا ارادہ کیا۔ اور اگرہ سے کشتی میں بیٹھا
 مگر کشتی ریت میں اٹک گئی۔ اور بارش بھی بڑی شدت سے ہوئی۔ اور ہر اگرہ سے
 خبر آئی کہ اکبر کی مان کا برا حال ہے۔ مجبوراً اکبر لوٹ آیا۔ اوسی روز اکبر کی مان مگرہ
 اس پر سلیم خود اکبر کے پاس آکرہ آیا۔ باپ نے اول تو بیت پیار کیا۔ پھر گہرین لاکر
 حکم دیا کہ شہر انجھاری کے باعث مزاج تمہارا ٹھکانے نہیں رہا ہے چند روز خانہ نشین
 رہو۔ مگر بہت جلد چوڑ دیا۔ اور پہلی ہی سی عنایت کرنے لگا۔

۱۸۲۔ ابراہیم عادل شاہ کی چونکہ اکبر اور سلیم کے باہمی تعلقات اچھے نہ تھے اس وجہ سے
 لڑکی سے شاہزادہ دانیال اس زمانہ میں ابراہیم عادل شاہ نے دولہن دولہا کے پاس غالباً
 کی شادی اور موت۔ روانہ نہ کی۔ اور کوئی چار سال تک تیاری جمیز کے بہانے بنا کر وقت

کو ٹالتا رہا۔ مگر اب جب باپ بیٹوں میں ملاپ ہو گیا۔ تو اب زیادہ روکنا مناسب نہ سمجھا
 اور یہ طہیر ایا کہ شاہزادہ دانیال برہانپور سے خود احمد نگر میں آئے اور یہاں بیاہ کے جشن
 اور خوشیاں منائی جائیں بعد ازاں جب چاہیں دولہا دولہن۔ برہانپور کو سدہ جائیں
 اس انتظام کے مقرر ہونے کے بعد آغاز ۱۳۱ھ میں ابراہیم عادل شاہ نے لڑکی
 کو بہت سے جمیز اور فوج کثیر کے ساتھ انگر کو پور بچا دیا۔ جب شاہزادہ دانیال کو
 معلوم ہوا کہ محل عروس کے ساتھ کثرت سے فوج آئی ہے۔ تو اوس نے احمد نگر
 آنے میں تامل کیا۔ لیکن جب اوس کی استدعا کے موافق کچھ آدمی واپس بولائے
 گئے اور غاصبانان نے اپنا اطمینان کر کے اوسے اطلاع دی تو احمد نگر کو براہِ ناسک

و دولت آباد روانہ ہوا۔ اور کچھ آدمیوں کو راجہ کے پاس بھیجا کہ عنبر کی طاج وہ بھی اطاعت کرے اور ملازمت میں حاضر ہو کر اپنے علاقہ کی منظوری اس سے حاصل کرے مگر راجہ نے شاہزادہ پر اعتماد نہ کیا اور اس کے پاس نہ گیا۔ اس وجہ سے شاہزادہ نے آزدہ ہو کر اس کے قلع قمع کا حکم دیا۔ راجہ بھی آٹھ ہزار سوار سے مقابل ہوا۔ اس نے دیکھا کہ اکبری فوج سے میدان کی لڑائی لڑنا دشوار ہے اس لیے اس نے ماتحت و تاراج اور لوٹ کھسوٹ اور مارنے بھاگ جانے پر کمر باندھی۔ مجبوراً شاہزادہ نے جالندہ پور کو خانخانان کے پاس آدمی بھیجے اور ملک منگائی۔ خانخانان نہایت تیزی سے پانچ چھ ہزار آدمی لیکر خود اس کے پاس پہنچا۔ جس سے راجہ اپنے راجہ کو چھوڑ کر پروردہ جا پڑا بعد ازاں شاہزادہ احمد نگر آیا۔ اور عادل شاہ کی فوج کو زخمی کر کے محل کو احمد نگر سے بغرض حفاظت پٹن کو لے گیا۔ اور وہاں معمولی جشن کیے۔ پھر ہر ہانپور چلا گیا مگر شرانجوری کے باعث اسی سال کے اخیر ذی الحجہ ۱۳ھ میں مر گیا۔

۱۸۳۳- اکبر بادشاہ دہلی کی وفات اکبر کے دل میں مخلوق سے ایسی محبت تھی کہ جیسے غریب شریف خاندانوں میں ہوا کرتی ہے۔ بادشاہوں کے سے سخت دلی اوس کے پاس ہو کر نہ نکلے تھے۔ وہ تمام انہ انہوں کو دل سے پیار کرتا تھا خصوصاً اپنے عزیز اور اقارب سے اوس کو بڑی ہی محبت تھی۔ اس محبت کے باعث اوس نے شاہزادہ سلیم کی گستاخوں کو کس محل کے ساتھ برداشت کیا کہ شہید ہی کوئی باپ ایسا کرے گا۔ مگر بہرہی اوس کے دل پر اس کا بڑا صدمہ ہوا۔ شاہزادہ مراد تو پہلے ہی مر چکا تھا اب ان مری پھر دوسرا بیٹا دانیال بھی مر گیا۔ اب متواتر صدموں سے اوس کی تندرستی میں فرق آگیا۔ اور بیمار پڑ گیا مرض نے ایسا دبا یا کہ امید زیت منقطع ہو گئی۔ خسر سلیم کا بیٹا اپنے باپ کا مخالف تھا

وہ چاہتا تھا کہ دادا کے بعد میں ہی بادشاہ ہو جاؤں اس کے دو بڑے طرفدار تھے
ایک خان اعظم کو کلتاش خان اور سکاخسر دوسرا مان سنگھ اس کا مامون یہ چاہتے
تھے کہ خسر کو تخت پر بٹھا کر شاہزادہ سلیم کو اندھا کر دیں۔ اس سبب باپ کی بیماری
میں سلیم نے قلعہ کا جانا آنا ترک کر دیا۔ کیونکہ انہیں دونوں امیرون کے آدمی قلعہ پر
محیط تھے۔ اور شاہزادہ خرم کو جو ہر وقت دادا کے پاس رہتا تھا بولا بیجا۔ مگر اسکو
دادا سے ایسی الفت تھی کہ اس نے دادا کو چھوڑنا نہ چاہا۔ سلیم نے خرم کی مان
کو بھیجا کہ وہ شاہزادہ کو سمجھا کر لوالاے۔ مبادا کہ دشمن اسے کچھ ضرر پہنچائیں۔ اس پر
بھی وہ نہ آیا۔ جب اکبر نے دیکھا کہ سلیم نہیں ہے تو وہ فراست سے متاثر گیا۔ اور اس
نے کہا کہ میرے بعد سلیم تخت نشین ہو۔ اور سر کو صوبہ بنگالہ ملے۔ جب غریزہ خان
نے دیکھا کہ سلیم کا پلہ بہاری ہے اور میری کچھ نہ چلیگی تو وہ بھی اپنے امرا کے تفاق
کے باعث سلیم کا طرفدار ہو گیا مگر بان سنگھ اپنے ارادہ پر جابر رہا۔ اور چاہا کہ مرزا خرم اگر
قلعہ سے باہر نکلے یا سلیم اندر جائے تو ان کا پکڑ کر کام کر دیا جائے۔ مگر مرزا خرم کو
دادا کی محبت سے یہ فائدہ پہنچا کہ وہ باہر نہ نکلا۔ اور اس خطرہ سے بچ گیا۔ پھر امرا
خیر خواہ نے راجہ مان سنگھ کو بھی بڑے بڑے وعدہ وعید کے ساتھ بنگالہ کی صوبہ
داری پر رخصت کیا۔ اور سلیم نے جا کر قلعہ میں اپنے آدمی مقرر کر دیے۔ بعد ازاں
سلیم باپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت کا حال وہ خود اپنے نزدیک میں
لکھتا ہے ”کہ باپ نے مجھے بہت پیار کیا۔ اور فرمایا کہ امرا اور دربار اس کمزور میں
بلوائے جائیں۔ اور مجھ سے ارشاد کیا کہ میری مرضی نہیں ہے کہ تیری اور میری
اون دولت خواہوں۔ کہ درمیان ناچاتی ہو۔ جنہوں نے برسوں میرے ساتھ

مختبین اوطہائیں اور سختیان جہیلین ہرین اور میری شان و شوکت کے کاموں میں ہمیشہ
 مدد و معاون رہتے ہیں۔ جب سب امیر جمع ہوئے۔ تو اودن کی طرف مخاطب
 ہو کر یہ فرمایا کہ اگر میں نے ہوئے سے بھی کوئی خطا تمہاری کی ہو تو تم اوس کو
 معاف کرو۔ جب میں نے یہ حال دیکھا تو میں باپ کے قدموں پر گر پڑا۔ اور زار زار
 رونے لگا پھر میری طرف اشارہ کیا کہ اس تلوار کو باندھو۔ اور میرے سامنے بادشاہ
 بنو اور کہا کہ تمام خاندان کی عورات کی خیر لینا۔ اور میرے پورا نے رقیقون اور مستقین
 کو نہ ہو لٹا۔ پھر بروز چہار شنبہ وقت شب ۱۳ جمادی الآخر ۱۲۸۵ھ کو ایک بڑے
 مولوی کو بولا کہ کلہ شہادت کسی دفعہ پڑھا اور جنتی مسلمانوں کی طرح ۶۳ برس کی عمر میں
 اس دنیا سے سہارا۔ اس بادشاہ کے چال چلن پر پوری پوری اسے دینا تو دکن
 کے مورخ کا کام نہیں ہے یہاں اتنا ہی کافی ہے کہ اگرچہ اوس کی رائے مذہبی
 معاملات میں اچھی نہ تھی بلکہ اوس سے لغویت اور یہودہ بن ٹپکتا تھا۔ لیکن بادشاہی
 کے کاموں میں وہ نہ صرف ہندوستان کے اچھے بادشاہوں میں سے ہوا ہے۔
 بلکہ روئے زمین کے عمدہ اور عقلمند نامور بادشاہوں میں سے تھا۔ اور بنی نوع انسان
 کے حق میں ایک نعمت عظمیٰ اور خدا کی رحمت سمجھنا چاہیے اوس کی ہر ایک بات
 سے ایک شان کبریائی نظر آتی ہے۔ نئے نئے آئین ایجاد کیے۔ پہلون کی
 غلطیاں درست کیں پہلون کے واسطے ضوابط بنا کر چھوڑ گیا۔ اوس نے اپنی سلطنت
 کی بنیاد اس بات پر رکھی تھی کہ کسی کی خوشحالی اور فراع البالی میں فرق نہ آئے
 اپنے اور بیگانے سب آسودہ حال رہیں۔

۱۸۳۷ء - عزیز اور راجا کی لڑائی - مرتضیٰ نظام شاہ اگرچہ برائے نام بادشاہ تھا۔ مگر حقیقت اوس سے

اور عنبر کا کل مملکت تھا۔ عنبر نے قیدی بنا کر کہا تھا۔ اس سے کسی بات کا اختیار نہ تھا۔
 شہی کا مالک ہونا۔ اس سے وہ نہایت تنگ تھا۔ راجو سے اس نے التجا کی
 کہ عنبر کی قید سے رہائی دلا دے اس لیے راجو پر بندہ کو آیا۔ اور نظام شاہ سے ملا۔
 اور عنبر کے دفعیہ پر کر باندھی۔ کمی مرتبہ لڑائی بھی ہوئی۔ ہر مرتبہ راجو ہی کو غلبہ رہا۔ جب عنبر گسریا
 تو خانخانان سے مدد مانگی۔ خانخانان نے میرزا حسین بیگ جاگیر دار میر کے سرداری
 میں دو تین ہزار سوار بھیج دیے ان کی مدد سے عنبر نے راجو کو دولت آباد کی طرف بگایا
 اسی زمانہ میں دانیال مر گیا تھا اور خانخانان شروع ۱۲ سالہ میں برہانپور میں تھا
 عنبر کو خوب موقع ملا۔ اس نے اچھی فوج لی۔ اور دولت آباد پہنچا۔ راجو اس وقت کمزور تھا
 وہ بہت گسریا۔ اور خانخانان سے مدد کا طالب ہوا۔ خانخانان یہ چاہتا تھا کہ اس وقت
 برہانپور سے کسی طرح نکل آئے وہ بھانہ ہی ڈھونڈ رہا تھا۔ راجو کے آدمیوں کے پہنچتے
 ہی چل دیا۔ اور دولت آباد کے قریب آکر راجو اور عنبر کے درمیان جہہ مینے تک پڑا ہوا
 اور دونوں کو نہ لڑنے دیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اگر ایک نے دوسرے کو دیا لیا
 تو نظام شاہی سلطنت کی قوت پہر کمجائی ہو کر زور آور ہو جائیگی۔ جب عنبر نے دیکھا کہ خانخانان
 نہیں مانتا تو اس نے راجو سے صلح کر لی اور پر بندہ کو لوٹ گیا۔ اور خانخانان جالندہ پور
 میں چلا گیا۔ چونکہ مر قزی شاہ نے ایک مرتبہ پہلے بھی راجو کو کھڑک لڑایا تھا اس لیے اب
 عنبر نے چاہا کہ اس سے معزول کر کے کسی اور بادشاہ کرے۔ مگر ابراہیم عادل شاہ اس کے
 برخلاف تھا اس کی مخالفت سے عنبر کو پڑا ناہیشہ تھا۔ اس لیے عنبر نے مر قزی شاہ
 سے پھر ملائیت اختیار کی۔ اور جب دونوں کے دل صاف ہو گئے تو مر قزی شاہ اور عنبر نے
 دس بارہ ہزار سوار لیے اور مر قزی اپنے باپ دادا کی قدیمی مسکن جنبہ کو گیا اور اسے دارالسلطنت

مقرر کیا پہر کچھ مسلمان اور ہندو سردار دولت آباد کی طرف بھیجے کہ راجکو یا تھنیر میں حاضر کریں
 ورنہ اوس کا قلع قمع کر دیں راجو عنبر کے خوف سے جنیر میں نہیں آتا تھا لڑاکو گرفتار ہوا۔ اور قلعہ
 شاہ کا اوس کے ملک پر قبضہ ہو گیا۔ اور عنبر کا ہی اختیار کل نظام شاہی قلمرو میں چلنے لگا۔
 یا یوں کہو کہ عنبر ہی درحقیقت بادشاہی کرنے لگا۔ یہ واقعہ ۱۶۱۷ء کا ہے۔

۱۷۱۰ء: حیدر آباد میں کوتوال
 کی سونمیں پر دہلیوں کا قتل
 جب سے کہ خاندیس برار احمد نگر اکبر نے فتح کر لیا تہا تب سے
 شمالی ہند کے مسلمان لاہور اگرہ سے دکن کی طرف سیاحت
 و تجارت کی غرض سے آنے جلنے لگے تھے حیدر آباد میں بھی انہوں نے بہت دکانیں
 کھول لی تھیں۔ اور کچھ لوگ نوکری چاکری کے لیے آگئے تھے۔ اور یہی وجہ ہو کہ قطب شاہ
 کے ملازموں میں کچھ ٹھانڈوں کے نام اوپر ہم بیان کر آئے ہیں۔ نبات گماٹ محمد قلی کے
 ایک مکان کا نام تھا اوس میں بلا اجازت کوئی نہ جاسکتا تھا ایسی چیز کی ہر کسی کو دیکھنے
 کی تمنا ہوا کرتی ہے۔ انہیں نوادردن میں سے چند آدمیوں نے اندر جانے کا ارادہ
 کیا۔ کہتے ہیں کہ یہ لوگ شراب پئے ہوئے تھے۔ جس سے قیاس ہوتا ہے کہ غالباً یہ
 شمالی ہند کے سنی ہنوں گے کیونکہ وہاں کسی زمانہ میں بجز امرا کے شراب کے پینے کا
 رواج نہیں ہوا ہونے۔ یہ ایرانی امرا کے متعلقین ہونگے جو دکن کی ملازمت کے اب تک
 ٹھیلہ دار چلے آتے تھے۔ اور جن کی درحقیقت دکن میں بادشاہت تھی۔ اور اسی زور
 پر پہرہ والوں کے منع کرنے کی انہوں نے پروا نہ کی۔ اور زبردستی اندر گس گئے۔ پہر
 خواجہ سراہوں نے محمد قلی سے اودن کی شکایت کی بادشاہ کو یہ بے ادبی نہایت ناگوار
 گزری۔ اوس نے علی آغا والی شہر کو ان کو تنبیہ کا حکم دیا علی آغا نے دوسرے بنگالوں کو کہ شہر میں بغل اور غریب بہت
 آگے گئے ہنوں کو ہوشیہ ایسی حرکتیں سرزد ہوا کرتی ہیں جو انہوں نے نہایت ہی ہند کے ہنوں نے دکن کا کچھ حصہ فتح کر لیا تھا

اس لئے اس جنگی بر محمد قلی نے اس وقت میں کدیا کہ جو بر دیسی لوگ ملازمین ہیں اور نہ تجارت وغیرہ کرتے ہیں انہیں شہر سے نکال دیا جائے۔ علی آقا ایک فوجیان آدمی تھا اس نے نہ آگ دیکھا نہ سچا کو توالی والوں کو بولا کہ کدیا کہ پٹان مغل اور غریب جو شہر میں ہیں انہیں نکال دو۔ اب کو توالی کے سرفروخت اور پیادہ کوچہ بازار میں مگلے اور جس کسی پر دیسی کو دیکھا خواہ وہ تاجر ہو یا نوکر آوارہ ہو یا کام کا ہر ایک کو پکڑنا اور قید کرنا شروع کیا جس سے شہر میں ایک شور مچ گیا۔ اور مشہور ہو گیا کہ بادشاہ نے غریبوں کے قتل کا حکم دیدیا ہے یہاں کے دکنی لوگ تو غریبوں کے جانی دشمن ہی تھے انہوں نے اس کو کہتے ہی تمام پر دیسی وکانداروں کو لوٹ لیا۔ اور صدمہ آدمیوں کو قید اور قتل کر ڈالا۔ یہ بیجا رنج و ہرجا تھے خنجر و شمشیر اداں کے گلے پر موجود تھا کتنا ہی عزیز داری کرتے کوئی نہیں سنتا تھا۔ جتنے اور اہلکار سرکاری تھے وہ حیران تھے کہ بادشاہ نے کیوں ایسا حکم دیدیا ہے۔ اور بچو جہاں چہاے بیٹھے تھے۔ میر محمد امین وزیر اعظم آخر لاچار ہوا۔ اور سنتے ہی بادشاہ کی خدمت میں پہنچا محمد قلی سو رہا تھا۔ اس وقت کسی خادم کی مجال نہ تھی کہ بادشاہ کو جگائے محمد امین نے دروازہ کو نہایت زور سے بجایا۔ جس سے محمد قلی اوٹھ کھڑا ہوا۔ محمد امین نے سارا حال بیان کیا۔ جب محمد قلی نے کھڑکی سے دیکھا تو شہر میں ایک آفت برپا تھی۔ فوراً اس نے علی آقا کو بولا کہ جس کی غلطی سے یہ حادثہ پیدا ہوا تھا اور اس سے سخت ناراض ہو کر حکم دیا کہ فوراً اس کا انتظام کرے۔ اور مجرموں کو سزا دی۔ اب علی آقا نکلا۔ اور کو توالی کے سرفروختوں اور پیادوں کو ساتھ لیا۔ اور مسعودیوں کو قید اور قتل کرنا شروع کیا۔ کہتے ہی سرفروختوں کو مروا دیا۔ اور اداں کی کمالین بچو امین اور اداں شون کو پکڑ کر کسی کو ہاتھی کے بانوں سے بند ہوا کسی کے ہاتھ بانوں کاٹے اور انار میں عبرتاً لٹا کر بھر کیا۔ اور غریبوں کا مال نا افسوس کرا کر ا کے جہاں تک مل سکا اداں کو مار دیا۔ یہ واقعہ ۱۰۸۷ھ کا ہے۔

۱۸۶- محمد قلی کے بہائی دکن میں ہمیشہ یہ دستور رہا ہے کہ شاہزادہ باپ کے عین حیات خدا بندہ کی بغاوت کا ارادہ اور اوس کا انسداد۔ کو تخت نصیب ہوا تو وہ قتل و قید اور اندھے کئے گئے ہیں مگر اس کے برخلاف محمد قلی نے اپنے بہائیوں کے ساتھ بڑا اچھا سلوک کیا۔ اپنے بہائی جو باپ کے بعد زندہ رہے اور ان کو جاگیریں دین اور نہایت آسائش اور آرام سے رکھا۔ اور کسی قسم کی قید و تکلیف اور پرودہ نہ رکھی۔ اس کا ایک بہائی خدا بندہ ابھی تک زندہ تھا اور چونکہ محمد قلی کی اور اوس کی ماں ایک ہی تھی اس لئے محمد قلی اور بہائیوں کی نسبت ہمیشہ سے اس کی زیادہ خاطر کرتا تھا اور خدا بندہ بھی ہمیشہ حاضر و غائب اوس کا دوست اور خیر خواہ تھا۔ اور ایسی اطاعت کرتا تھا کہ بغاوت کا اوس سے کبھی اندیشہ ہی نہ تھا۔ شاہ راجہ ایک بزرگ سید محمد بندہ نواز کی اولاد میں تھے ان کے مرید بیان بکثرت اور بڑے بڑے امیر تھے۔ عبدالکریم حوالدار اور نور خان اور فتح الملک حوالدار اور حسن علی عبدالکریم کا بچا اور اور چند آدمیوں نے شاہ صاحب کی تحریک پر خدا بندہ کی طغیانی کا ذمہ لیا اور شاہ صاحب کے مکان میں جمع ہو کر یہ ٹھہرایا کہ محمد قلی کو تخت سے اقامہ کر خدا بندہ کو بادشاہ بنائیں اور غریبوں کو مار کر دکنیوں اور سنہیوں کی بادشاہت قائم کریں مگر قبل اس کے کہ کوئی کارروائی کریں محمد قلی کو اس کی خبر لگ گئی۔ اور اوس نے مفسدون کو ان کے ارادہ کے ظہور سے پہلے ہی گرفتار کر لیا۔ اور عہدہ نگار کو لکھنؤ کے قلعہ میں قید کر کے چند روز میں سب کو مار ڈالا۔ اور خدا بندہ کو مع زن و فرزند ایسا مقید کیا کہ تمام فوائد دنیوی سے محروم ہو گیا۔ یہ واقعہ بھی اسی کتاب میں ہے۔

۱۰۷- جمالیہ کا خاندان جب اکبر مر گیا۔ تو شاہزادہ سلیم بلقب نور الدین محمد جہانگیر دہلی کے تخت

اور شاہزادہ ہر دین کو دکن کی طرف بھیجا۔ اور ملک عنبر کا ابراہیم عادل شاہ اور امیر شہر کا خطاب دیا۔ اور امان بیگ بپسر غفور بیگ کابلی کو مہابت خان سے اتفاق کرنا۔

محمد جعفر آصف خان بھی صوبہ بہار سے اگر خدمت میں حاضر ہوا اس پر شاہزادہ ہر دین کو محمد جعفر آصف خان کی اتالیقی میں چتور کی مہم پر مقرر کیا۔ مگر شاہزادہ خسرو بارادہ بغاوت ماہ ذی الحجہ ۱۰۸۷ھ میں لاہور کو ہلکا گیا اس سے چتور کی مہم ملتوی رہ گئی جب خسرو دیکڑا آیا تو چند روز بعد آصف خان کو قلمدان وزارت عطا فرمایا۔ بعد ازاں عبدالرحیم خانخانان بھی حسب الطلب ۱۰۸۷ھ میں جہانگیر کے پاس گیا اور ۴۲ ربيع الاول ۱۰۸۷ھ کو دارالسلطنت میں حاضر ہوا اور اقرار کیا کہ اگر بادشاہ سوائے اس فوج کے جو دکن میں اس وقت موجود ہے بارہ ہزار فوج اور دس لاکھ روپیہ عطا کرے تو دو سال کے اندر دکن کا تمام فساد مٹا دینگا ورنہ بادشاہ کے دل میں جو آئے وہ کرے اختیار ہے۔ اس لیے جہانگیر نے اس سے پنجہ بازی کا درجہ عنایت کر کے دکن کی مہم پر مامور کیا۔ اور چھ ہزار اور امیر دن کو بھی بارہ ہزار سوار سے اوس کے ساتھ متعین کیا اور دس لاکھ روپیہ نقد اس مہم کے سرانجام کے لیے اوس کو مرحمت کیے۔ جب خانخانان کو یہ مدد ملی تو وہ دکن کی تسخیر کے لیے آکر برہانپور میں مقیم ہوا اور امرائے دکن سے میل جول پیدا کرنے اور توجہ جڑ گانے کی فکر میں کرنے لگا ابراہیم عادل شاہ کے پاس ایک قاصد بھیجا۔ اور برہانپور میں اپنی مع الخیر واپس آجانے کی اطلاع دی اور ملک عنبر کو بھی دوستانہ خطوط لکھے۔ ملک عنبر بھی چالاکو امین کو کچھ نہ ہمت۔ وہ پہلے ہی جانتا تھا کہ یہ وقت ایک دن آنے والا ہے۔ اس لیے اوس نے پہلے ہی

بندوبست کر لیا تا جب اوس نے سنا کہ اکبر مر گیا اور جہانگیر نیا بادشاہ تخت پر بیٹھا ہے
 اور خسرو وغیرہ کے فسادوں میں وہ مشغول ہے اور خانخانان بھی دکن میں نہیں ہے
 تو اوس نے اپنی قوت خوب بڑھائی۔ ملک کا خوب اچھی طرح بندوبست کیا۔ اور فوج
 اور توپخانہ کو خوب سنبھالا۔ اور شاہانِ دکن سے محبت پیدا کی۔ امیر برید ثانی کو اپنا دوست
 کر لیا۔ ابراہیم عادل شاہ کو بڑا خوشامد خط لکھا کہ میں نے مغلوں کے مقابلہ میں نظام
 شاہی حکومت کی حمایت پر کمر باندھ ہی ہے اور چونکہ دشمن کے مقابلہ میں یہ دونوں سلطانین
 ایک ہی حکم میں ہیں خانخانان دکن کو آنے والا ہے اس لیے آپ میری مدد دیجئے۔ احمد نگر مغلوں
 کے ہاتھ میں چلا گیا ہے۔ میرے پاس کوئی ایسا مقام مضبوط نہیں ہے کہ جہاں خزانہ
 اور سامان جنگ باطلینان رکھا جاسکے۔ لہذا قلعہ قند ہار جو ابراہیم نظام شاہ کے قتل
 کے بعد آپ کے قبضہ میں آ گیا ہے اگر آپ مجھے دیدین تو میں وہاں اس کا انتظام کر لوں
 اور کچھ فوج بھی امداد کے لیے عنایت فرمائی جس کا خرچ میں دو لگا۔ سوائے ان دونوں
 باتوں کے ایک اور درخواست ہے کہ چونکہ آپ کو بھی میں نظام شاہی خاندان کی طرح
 اپنا مخدوم سمجھتا ہوں اس لیے چاہتا ہوں کہ یہ امر ذہنی ہی نہ رہے بلکہ ظاہری بھی ہو جائے
 اپنے خاندانِ زادوں میں سے کسی کی لڑکی سے میرے لڑکے کے عزیز الملک کی شادی
 کر دیجئے تاکہ میری خادمیت کو آپ کے ساتھ خوب استحکام ہو جائے۔ ابراہیم عادل شاہ
 نے یہ تیون باتیں منظور کیں۔ تو ہمارا قلعہ ملک عنبر کو دیدیا۔ اور دس ہزار چیدہ سوار
 اوس کے پاس بھیج دیئے کہ ہمیشہ وہاں رہا کریں۔ اون کے خچے کے لیے عنبر نے
 تین لاکھ ہون کا علاقہ علیحدہ کر دیا۔ اور ابراہیم عادل شاہ نے یا قوت خان غلام کی
 بیٹی صاعہ جو ایک شاہی خاندان کی عورت کے ہسٹ سے تھی ملک عنبر کے بڑے

بیٹے کو دلا دی۔ اور نکاح اس طرح ہوا۔ کہ مولانا حبیب الدین جنہ کو گیا۔ اور عزیز الملک کو
 بولا کہ بیجا پور کو لایا۔ اور اوسے کشور خان اول کی حویلی میں اوتارا۔ اور بڑے دھوم دھام
 سے اوس کی شادی ہوئی۔ پھر امر کے ساتھ کر کے دولہا دولسن کو ابراہیم نے جنہ کو
 بیسیدیا۔ ملک عنبر نے دور تک استقبال کیا۔ اور امر اسے عادل شاہی کو قلعہ
 میں اوتار کر خوب خاطر و تواضع کے بعد رخصت کر دیا۔ اب جب خانخانان نے ملک عنبر
 کو خط لکھا۔ تو اس نے ہی اوس سے خوب دوستی جتائی اور خود اوس کے پاس جا کر کلا
 خانخانان کے دکن میں آنے کے آٹھ سات مہینے کے بعد جہانگیر کو خیال آیا کہ دکن کی
 مهم پر کسی شاہزادہ کا جانا ضرور ہے۔ اس لیے اسی سال کے اخیر میں شاہزادہ پرویز کو
 دکن کا صوبہ دار کیا اور بیس لاکھ روپیہ مدد خرچ کئے۔ بے ادبیس ہزار سوار اور دس ہائی اور
 دو سو گھوڑے بھی عنایت کیے۔ اور آصف خان کو اوس کا تالیق کر کے امیر الامرا وغیرہ
 سرداروں کو اوس کی مدد کے لیے متعین کیا۔ اور بعد میں جب دیکھا کہ مدد کی زیادہ ضرورت
 ہے تو خانخانان کو بھی دس بارہ ہزار سوار اور دیکڑا اوس کی تائید کا حکم دیا۔

۱۸۸۔ شاہزادہ پرویز کا حملہ دکن پر
 اور ملک عنبر اوسے شکست دینا
 اور احمد نگر پر عنبر کا قبضہ۔

تاریخوں میں اس بات کی تفصیل نہیں لکھی ہے۔ کہ خانخانان
 نے جو خطوط شاہان دکن کو بھیجے اور میں کیا لکھا تھا۔ اور
 ملک عنبر اور خانخانان کی ملاقات میں کیا گفتگو ہوئی۔ اور۔

کس بات پر لڑائی چڑی۔ جب شاہزادہ پرویز باہنر میں آیا تو خانخانان نے فوج کو حکم
 دیا کہ نظام شاہی حکومت پر ظہرین۔ ملک عنبر نے جی اپنی تمام فوج اور ابراہیم عادل شاہ کی
 دس ہزار اور امیر برید ثانی کے دس ہزار آدمی لیے۔ اور مقابلہ کو سر پر پہنچا۔ اور اپنی رحمت
 کا اچھا بندوبست کیا کہ جس سے دشمن اندر نہ آسکے جب یہ نظام شاہی اور عادل شاہی

اور برید شاہی عظیم الشان فوجیں سرحد پر پہنچ گئیں تو خانخانان نے جہانگیر کو لکھا کہ دکن کا
 کاٹرا اجتماع ہے ملک بھیجنا چاہیئے اس پر جہانگیر کا فوراً ارادہ ہوا کہ دکن کو آئے۔
 مگر دکن میں اکبر کے دو بیٹوں کے مرجانے کے باعث جہانگیر کی مان نے اور نیز
 امرانے اسے دکن آنے سے روکا۔ اس لیے وہ تونہ آیا۔ لیکن روپیہ اور فوج
 سے اس نے خانخانان کو اور مدد بھیجی۔ دکنیوں کی لڑائی قزاقانہ طرز کی تھی مارا اور
 بہاگ گئے۔ لوٹا کسوتا اور چلدے۔ راجہ مان سنگھ جوشا ہرادہ پر دیر کے ساتھ ہوتا
 کھا کرتا تاکہ دکنی میدان کے مردمنیں بہن چوٹوں کی لڑائی کرتے بہن میں انہیں اب بھگائے
 دیتا ہوں اس پر اسے نظام شاہی اور عادل شاہی نے عادل شاہ کو لکھا
 کہ فوج اور بھیجنا چاہیئے دشمنوں کی تعداد بہت ہے لیکن مغلوں کے حملہ کی خبر سنکر
 کرنا ملک میں فساد برپا ہو گیا تھا۔ اور بغاوت کا اندیشہ پور ہوتا اور ہرادہ ہونی پڑی براہیم
 عادل شاہ نے کچھ فوج بھیج رکھی تھی اس لیے اس نے تین چار ہزار آدمی جو سروسٹ
 موجود تھے روانہ کیے۔ مغلوں کے پچھلے حملہ کے وقت احمد نگر کے مرہٹہ بھی ادھر
 ادھر آوارہ ہو گئے تھے عنبر نے اس وقت اوسنین بھی جمع کر لیا تھا کہ جس سے دہلی ہزار
 آدمی اور اکٹھے ہو کر آگئے۔ اب دونوں فوجیں ایک دوسرے کے مقابل پڑی تھیں
 احمد نگر کے مرہٹوں نے لوٹ کسوتا مچا کر مغلیہ فوج کے دہلی دہلی کو کس گرد و آلودہ میں
 رس کا نام و نشان نہ چھوڑا۔ کھڑی کمیٹی تک جھلا کر خاک کر دے۔ اب لڑائی کی جھڑپ
 چھڑا شروع ہوئی طرفین سے بہادر قتل ہونے لگے۔ مغلوں کے لیے نہ تو یہ موسم
 لڑائی کے مناسب تھا۔ اور نہ خانخانان نے موقع جنگ مناسب تجویز کیا تھا۔ جس
 سے اس کے ہزاروں آدمی اور جانور مرنے لگے۔ لاشوں کے سڑنے سے جنگل کی

ہو ا خراب ہو گئی۔ مرہٹے لوٹ مار میں وہ بھی تازہ دم تھے۔ شہزادہ نے مشورہ کیا
 تو امرانے صلاح دی کہ دکن کے اندر جانا چاہیئے تاکہ تحفظ کی سختی رفع ہو۔ خانخانان اس
 وقت برہانپور میں تھا۔ اوس نے شاہزادہ کو دکن میں جانے سے منع کیا۔ اور کہا کہ
 آج کل موسم گرما میں سب جگہ گرماس دانہ کی کمی ہے بہت سے کہ چند روز کے لیے
 برہانپور واپس چلے آئے۔ اور جب لشکر آرام لے لے تو پھر حملہ کرنا چاہیئے۔ ایک
 مدت سے یہ مشہور تھا کہ خانخانان دکن میں کی طرف ذاری کرتا ہے اور یہ سچ بھی تھا اس لئے
 امرانے وہی لے اس کو نہ مانا۔ اور شاہزادہ کو آگے ایدل آباد تک بڑھالائے خانخانان
 کو اوس کے ساتھ آیا۔ مگر اوس نے کامل مدد دی سے جی چورایا۔ اور ذہی کیا جو وہ ہمیشہ
 سے کیا کرتا تھا۔ بظاہر بادشاہ کی خیر خواہی مگر باطن میں اور داؤ پیچ سے دکن میں کی جانب
 ذاری کرتا تھا۔ کہ جس سے جہانگیر اوس سے بدظن نہ ہو جائے اس سے ملک عنبر کو
 بڑا فائدہ پہونچا۔ اور جب شاہزادہ کی فوج ایک کوہستان میں پہنچ گئی۔ اور بے موسم
 خوب بارش ہوئی تو جو مرہٹہ اونہیں آگے پیچھے لوٹتے آ رہے تھے اونہوں نے یہاں
 اور بھی تنگ کیا اور دکنی فوج نے اونہیں قتل کرنا شروع کیا۔ مغلیہ فوج یہاں سخت
 پریشان ہو گئی اور امرانے خانخانان سے مدد مانگی اور اپنے سوتدیر کی معذرت کی
 اور کہا کہ کوئی صورت ایسی نکالیے کہ جس سے ہم برہانپور واپس آسکیں بیجا پور کی تاریخ
 میں لکھا ہے کہ اس پر خانخانان نے ابراہیم عادل شاہ اور ملک عنبر کی منت و سماجیت کی
 اس لشکر میں پرہیز جہانگیر بادشاہ ہندوستان کی کا بیٹ ہے اسے قتل نہ کرو چھوڑ دو۔ جس سے
 انہوں نے اسے نکل جانے دیا۔ اور وہ برہانپور چلا گیا۔ یہ تو یاروں کی بالکل تہمت ہے
 مگر پرہیز اور خانخانان کو شکست ہوئی۔ اور بہت بڑے شہر ایطر کہ جو جہانگیر کے کتوں کے

لایق بھی نہ تھے صلح کر کے مغلیہ فوج برہانپور کو واپس چلے گئے تو طے وقت
 دکنیوں نے تعاقب میں انہیں بہت تنگ کیا اور بڑی خرابی اور تباہی کے بعد جاگیر
 فوج نے برہانپور میں جا کر آرام پایا۔ اس سبب شکست کا باعث خانخانان کا نفاق تھا
 جو اس کی عادت تھی۔ جب شاہزادہ پرویز برہانپور چلا گیا۔ تو ملک عنبر نے احمد نگر کے
 محاصرہ کے لیے مرہٹوں کو مقرر کیا قلعہ دار احمد نگر کو اب تک تو شاہزادہ پرویز سے مدد کی
 امید تھی۔ مگر جب یہ خبر سنی کہ مغلوں کی شکست ہوئی۔ اور دکنیوں نے اسے تنگ
 پکڑا۔ تو اس نے قلعہ خالی کر کے برہانپور کا راستہ لیا۔ اور دس برس کے بعد نظام شاہی
 دارالسلطنت پر دکنیوں کا پھر قبضہ ہو گیا۔ یہ واقعہ ۱۰۱۹ھ کا ہے۔

۱۸۹۔ امیر برید ثانی خاتم سلاطین برید کا
 ہماگ نگر کو ہاگنا۔ اور مرزا علی کاہدیر میں
 حاکم ہونا۔ سلاطین پھیندہ اور شاہان
 برید کے مقبرے۔

پھر اگر تاتا تانا خود کو کسی روان پر سوار ہوتا اور خاتونان حرم پیادہ اس کے ساتھ ساتھ چلتی تھیں
 بازاری بے تکلف ادن کو دیکھتے تھے۔ کسی ندیم نے جب اس کا سبب پوچھا تو کہا
 کہ سلاطین کی مستورات کو کس کی مجال ہے کہ بڑی نگاہ سے دیکھ سکے۔ اور ادن سے
 ہدکار ہی کر سکے۔ جب اس کا اندیشہ نہیں تو پھر حجاب کی کیا ضرورت ہے۔ ایسی
 حالتوں کے نتیجہ ہوتے ہیں وہ سب جانتے ہیں۔ اس وقت جب کہ اس کی دوبارہ
 فوج مغرب کے مقابلہ کو گئی ہوئی تھی اس بے انتظامی اور بے پروائی سے اس کے
 ایک۔ امیر مرزا علی نے فائدہ اٹھایا۔ اور خروج کج کے اس کے چند ندیموں کو مار لوٹ

امیر بریدانی کو ہمارے نگر کی طرف نکال دیا۔ اور خود بیدر کا حاکم بن بیٹھا۔ اور اس طرح ۱۲۳ برس کی حکومت کے بعد بریدہ یہ خاندان ۱۰۱۸ھ میں خاتمہ کو پہنچا۔ اور امیر بریدانی محمد قلی کے پاس رہنے لگا۔ پھر اس کا حال نہیں معلوم کیا ہوا۔ لیکن اوس کا مقبرہ بیدر میں موجود ہے شاید اوس کا جنازہ حیدرآباد سے وہاں کو لے گئے ہوں گے۔ اس وقت اوس کے قبضہ میں جو ملک تھا اوس کی جمع ۳۸۸۶۱ روپیہ تھی اور اوس کی حدیں یہ ہیں۔ مشرق میں کو لاس میدک و حیدرآباد۔ شمال میں ناندر اور دریا سے ماخڑا۔ جنوب میں سرکار مظفر نگر ملکیہ اور پرگنات اوس کے حسب تفصیل ذیل ہیں۔

پرگنہ جوبلی محلہ آباد۔ حسن آباد۔ کاریونگی بہاگی
چٹکوپہ اکلی اوراد بنٹور

جس ترتیب سے سلاطین بہمنیہ ایک دوسرے کے بعد مرتے گئے ہیں اوسی ترتیب سے ان کی قبریں بھی ایک قطار میں مشرق سے مغرب کو تلگھاٹ کے نیچے ایک کوس پر موضع اشٹور کے میدان میں بنائی گئی ہیں۔ اور ان کے چہ گنبد بڑے اور تین چھوٹے ہیں۔

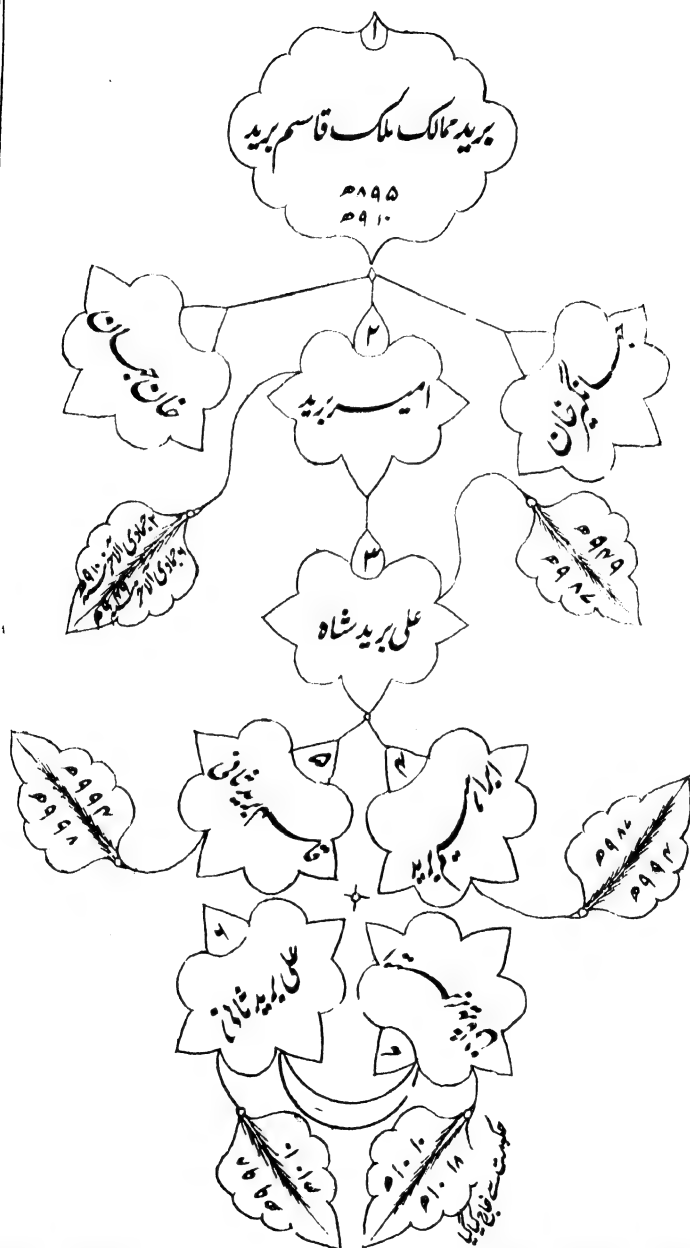
اول گنبد سلطان احمد شاہ ولی بہمنی کا ہے جو اوس نے خود اپنے زمانہ حیات میں بنوانا شروع کیا تھا اور اوس کے مرنے کے بعد اوس کے بیٹے علاؤ الدین نے تمام کرایا۔ اور اسی کے پاس کوئی دو گولی کے فاصلہ پر شاہ خلیل اللہ بن شکر کا گنبد جو گنڈی ہے اسے بھی علاؤ الدین نے ہی بنوایا ہے۔ دوسرا گنبد جینی خود سلطان علاؤ الدین کا ہے جو اوس نے خود بنوایا ہے۔ تیسرا گنبد ہمایون شاہ بہمنی کا خود اسی کا تبار کرایا ہوا ہے جو تین گنبد نظام شاہ کا نام پڑا ہوا ہے۔ پانچواں گنبد محمد شاہ شکر کا ہے جو بالکل

ٹوٹ گیا ہے۔ چٹا گنبد سلطان محمود شاہ کا ہے جسے سلطان قلی قلم شاہ نے
گو لکٹھہ سے کاریگر اور روپیہ بھیج کر بنوایا ہے۔

اور تین چھوٹے چھوٹے گنبد ولی اللہ اور کلیم اللہ اور احمد شاہ نانی کے ہیں جنہیں سلاطین
بریدیہ نے برائے نام بادشاہ بنایا تھا۔ سلاطین بریدیہ کے مقبرہ بیدر کے مغرب میں
عمید گاہ کے پاس ہیں۔ ان میں کوئی ترتیب نہیں ہے۔ قاسم بریدی بانی خاندان کا گنبد
علی بریدی کے گنبد کے پہلو میں ہے علی بریدی کا گنبد اس راستہ پر واقع ہے جو بیدر سے
خانان پور کو جاتا ہے۔ یہ گنبد بیدر میں سب سے بڑا گنبد ہے۔ اس کے پہلو میں ایک
لنگر خانہ مع بنگلہ کے شاہ راہ عام پر واقع ہے۔ یہ مقبرہ نہایت بلند اور خوبصورت ایک
بڑے چبوترہ پر بنا ہوا ہے۔ جس کے وسط میں سنگ سیاہ سے علی بریدی کی قبر بنی ہے
گنبد کے چاروں طرف چار دیواری ہے۔ پہلے اس میں باغات بھی تھے۔ اب تو
اس کے مجاور وہاں کیتی کرتے ہیں۔ جنوب کی طرف ایک عالیشان دروازہ ہے
اور اس پر ایک خوبصورت دلکشا بالا خانہ بنا ہوا ہے اسی دروازہ سے خانان پور کو راستہ
جاتا ہے۔ اس سے ایک گولی کے فاصلہ پر خان جہان پسر قاسم بریدی کا گنبد ہے۔
عمید گاہ کے عقب میں ابراہیم بریدی اور قاسم بریدی نانی اور امیر بریدی نانی کے
چار گنبد ہیں۔



شاہان بریدیہ کے خاندان کا شجرہ یہ ہے



۱۹۰۔ قطب شاہی عہداری جب ۱۸۰۸ء میں شہزادہ پرویز کی دکن میں آنے کی خبر گرم ہوئی تو قطب شاہی عہداری میں بھی ہندون نے اپنی معمولی فساد اور اوس کا فروجہنا۔

ہوئے۔ سید حسن سپہ سالار قاسم کوٹہ غافل تھا و سناد دیو نے کثرت سے بہیڑ بھاڑ لیا اور سید حسن پر عین عالم غفلت میں آپڑا اور گھیر لیا۔ مگر مسلمانوں کی قدرتی دلیری سے ہندون کو شکست ہوئی۔ اب ہندون نے ملک میں لوٹ مار مچائی۔ سید حسن نے محمد قلی کو اس کی اطلاع دی۔ محمد قلی کو اوس کی شکست حرامی پر بڑا غصہ آیا۔ اور اوس نے اوس کے استیصال کی تجویز کی۔ چنگیز خان اور دہر مارا کو فوراً سید حسن کے پاس بھیج دیا۔ جب ہندون نے دیکھا کہ قطب شاہی زبردست فوج آگئی۔ تو وہ اپنے قلعوں میں متحصن ہو گئے۔ کٹناراجہ و سناد دیو کا ہتھیار تھا۔ چچا بہت چون میں کچھ دشمنی تھی وہ چچا سے آزدہ ہو کر مسلمانوں کے پاس چلا آیا قطب شاہی فوج کے ہندون نے جب دیکھا کہ مسلمان اب اس ہندو حکومت کو نہ چھوڑیں گے تو انہوں نے پاس مذہب ایک چالاک کی اور اوس کے بچانے کی یہ تجویز نکالی کہ سپہ سالار کو اس بات پر راضی کیا کہ و سناد دیو بدھ کا مذہب ہے رعایا اوس سے ناراض ہے۔ اس سے معزول کر کے کٹناراجہ کو اوس کی جگہ بٹھانا چاہیے اس سے وہاں کی رعایا راضی اور خوش ہے جب یہ خبر مشہور ہوئی تو و سناد دیو کے کچھ رفیق اوس سے جدا ہو کر کٹناراجہ کے پاس چلے آئے۔ و سناد دیو کو ٹہری فکر ہوئی پہنچے۔ یہاں پہنچ کر چند روز زمین مر گیا۔ قطب شاہی فوج کے سپہ سالار نے اشتہار دیا کہ ملاقات و سناد دیو کو رعایا نے اگر ہماری مخالفت کی اور ہم سے لڑاؤ کے لیے مقابلہ کیا۔ تو ہم اودن کا ملک ضبط کر لینگے۔ اور نہ ہم سے

راجہ بنائین اور سے راجا ماننا چاہیے۔ اس وجہ سے قطب شاہی فوج کی طاقت کو ہندوؤں نے دیکھ کر عرضیان بھیجیں کہ ہم کشناراجہ سے راضی ہیں دسنا دیلو کے بجائے اسے راجا کر دیا جائے۔ اس لیے دہر ماراؤ نے کشناراجہ کو دسنا دیلو کے بجائے مقرر کیا۔ اور اس نے تین لاکھ ہون اور تین سو ہائی اور جواہرات وغیرہ نذرانہ دیکر وعدہ کیا کہ اگر مجھے گدی نشین کر دیا جائے تو میں ہر سال حسب دستور بہاے بلند خراج بھیجتا رہوں گا۔ اس پر دہر ماراؤ نے اسے اپنے وطن کو راجہ کر کے روانہ کر دیا۔ اس کے جاتے ہی تمام ہندو زمیندار اور رئیس اس کے تابع ہو گئے کشناراجہ نے اول اول تو ڈیڑھ سو ہائی اشکریہ میں بھیجے۔ گرجب ملک پر کامل قبضہ ہو گیا۔ تو ایفاسے عہد کو بالائے طاق رکھ کر کشی پر آمادہ ہوا۔ اس لیے قطب شاہی سپہ سالار نے اس کے ملک پر چڑھائی کی اور ڈیڑھ سو ہائی اور ڈیڑھ لاکھ ہون دار السلطنت کو بھیجا کشناراجہ کے تمام حالات سے محمد قلی کو اطلاع دی اس لیے محمد قلی نے پہر جنگیز خان اور دہر ماراؤ کو حکم دیا۔ کہ کشناراجہ کی تنبیہ کے بعد اس کے دارالمقر کے پاس ایک قلعہ بنایا جائے اور وہاں فوج رکھی جائے جب قطب شاہی فوج وہاں گئی تو ہندو قلعہ نشین ہو گئے۔ اور مسلمانوں نے بہت سے علاقہ پر اپنا قبضہ کر کے وہاں ایک قلعہ بنایا اور کشناراجہ اور اس کے تمام زمیندار ساتھیوں کو خوب تنگ پکڑا کہ جس سے مجبور ہو کر سب نے اطاعت اور خراج گزاری کا وعدہ کیا اور وہاں کا فساد رفع ہو گیا۔

۱۹۱۔ پرتاب شاہ راجہ دستر کی کشتی اسی زمانہ ۱۱۹۰ھ میں پرتاب شاہ راجہ دستر نے بھی اور محمد امین کا اور کئی تنبیہ کے لیے جانا۔ اور ٹھہرا۔ اور محمد قلی نے اس کی سرکوبی کا اختیاء

اعتماد والدولہ میر محمد امین کو دیا۔ میر محمد امین نے اپنے اقتدار سے آسے راونا ملک
 واری کو سپہ سالار کیا اور سید حیدر اور امجد الملک وغیرہ حوالداروں کو اوس کے ساتھ
 کیا۔ اور پرتاب شاہ کی تنبیہ کو بھیجا۔ یہ پہلا ہی موقع ہے کہ دکن کی ریاستوں میں ہندو
 سپہ سالار بھوکڑ بھیجا گیا ہے۔ غرض جب آسے راوہان گیا تو اکثر حصہ اوس ملک
 کا اوس نے لے لیا۔ مگر چونکہ وہاں جنگل بہت کثرت سے تھا دستر پرتاب شاہ کے
 دارالقرار پر قبضہ نہ کر سکا۔ مگر قطب شاہی تاج کی یہ تحریر غلط ہے آسے راوے کچھ نہ پھسکا
 اس لیے محمد امین کو ۲۲ لاکھ میں خود جانے اور اوس ملک کو داخل ممالک محروسہ
 کرنے کا حکم ہوا۔ محمد امین نے دستر کے علاقہ میں جا کر چند روز قیام کیا۔ جب مکت خان
 وزیر دست خان و خیرات خان و امجد الملک و اعتبار خان اوس سے آکر ملحق ہو گئے تو
 اوس نے دستر کے طرف کوچ کیا۔ پرتاب شاہ نے اپنے عیال و اطفال اور مال و خزانہ کو
 جنگلوں میں چھپا دیا۔ اور اپنے آپ جنگلوں میں جا بجا پھرنے لگا کہ مسلمانوں کے ہاتھ
 نہ آئے۔ اس لیے محمد امین پر گنہ منگور و مندیرو وسط علاقہ دستر میں جا کر قیام پذیر ہوا۔ اور
 وہاں ایک قلعہ بنایا۔ اور علاقہ میں جہاں جنگل تھے وہاں آگ لگائی اور محاصل وصول کیے
 پرتاب شاہ نے بھی قلعہ دستر کو خوب مضبوط کیا۔ اور لڑائی روز بروز ہونے لگی۔ اس بات
 میں بھی مبالغہ ہے۔ محمد امین سے بھی کچھ نہ ہو سکا۔ کیونکہ تاریخ میں لکھا ہے کہ جب لڑائی
 ہوئی تو بارش کے سبب سے بندوق اور بان کا چھڑنا غیر ممکن ہو گیا۔ اور ہندوؤں نے قلعہ کی
 پناہ سے مسلمانوں کو قتل کیا۔ ورنہ سرد و اذوقہ بند کر دیا۔ لاعلاج محمد امین وہاں سے لوٹ
 آیا اور سرد دستر پر چوہدری تھی وہاں آکر قیام کیا۔ اور محمد قلی سے مدد کی درخواست کی
 جب محمد قلی کو معلوم ہوا کہ محمد امین بخیریت لوٹ آیا تو اوس نے مالک پست خان کو

پانچ ہزار بند و قجی اربانکاری دیکر امداد کو بھیجا۔

۱۹۲۔ محمد قلی قطب شاہ اور برید شاہی حکومت کے سوا اس زمانہ میں نظام شاہی اور عادل شاہی شاہ عباس والی ایران کا مذہبی حکومتیں بھی ایک عرصہ سے سنی ہو چکی تھیں۔ اور غل بھی جو دکن میں پڑھتے چلے آتے تھے سنی ہی تھے۔ اب جو دکن میں شیعہ

حکومت تھی وہ بھی قطب شاہی تلنگانہ کی حکومت تھی اور شاہ طہماسپ صفوی کا بیٹا شاہ عباس ایران میں بادشاہ تھا۔ اوسکی حکومت بھی کمزور ہو رہی تھی۔ والی روم سے اوس کو ہر وقت لٹکا لگا رہتا تھا۔ اگر وہ آنکھ کو لکر دیکھتا تھا تو سب سے قطب شاہی حکومت کے اور کمین شیعہ حکومت نظر نہ آتی تھی اس لیے فطرتاً بادشاہ ایران کی طبیعت قطب شاہی حکومت سے تعلق پڑا۔ محمد قلی کو گو پاس پڑوس کے بادشاہوں اور مغلوں کا بڑا خوف تھا مگر یہ میلان ایسا زبردست تھا کہ اوس کو ایران سے تعلق پڑ جانے پر اوس نے مجبور کر رکھا تھا۔ خاص کر اوس وقت جب کہ شاہ عباس نے خود ہی ۱۲۰ھ میں اغرلو سلطان اپنے ایک ایلچی کو خط دیکر محمد قلی کے پاس بھیجا اوس وقت تو محمد قلی کو اوس کی خاطر داری نصیب ہی ہو گئی۔ غرض جیسا ایلچی کے بندرگوا میں آنے کی خبر بہاگ نگر میں پہنچی تو محمد قلی نے میر محمد ضیاء الدین محمد نیشابوری کو بھیج دیکر گوا کو بھیجا۔ تاکہ ایلچی کی خاطر داری میں صاف کرے۔ جب اغرلو سلطان سرحد قطب شاہی میں داخل ہو گیا تو محمد قلی نے اپنے امیروں کو اوس کے استقبال کے لیے روانہ کیا اور ہر منزل میں دعوتیں اور مہمانان اوس کی ہونے لگیں۔ اور جب وہ دارالسلطنت کے پاس آیا۔ تو محمد قلی نے خود شہر سے نکل کر محمد نگر کے کالمے چہوترہ تک اور ہاں استقبال کیا اغرلو سلطان نے شاہ عباس کا خط دیا۔ جس میں درستی اور محبت کی بہت

سی باتین لکھی ہوئی تھیں اور بہت سے تحفے بھی نذر گذرانے جو وہ بادشاہ ایران کی طرف سے لایا تھا ان تحفوں میں ایک تاج شاہی اور مکرو و خنجر صغیر چالیس عربی گھوڑے با ساز و سامان عبا ہائے زر و لغت پانچ سو تھان مغل و اطلس فرنگی کے اور بارہ قالین کرمانی بارہ بارہ گرد طول و عرض کر اور اور بھی بہت سی دوسری چیزیں تھیں۔ محمد قلی نے ایلچی کو مبلغ و دلکش امین ٹھہرایا۔ اور دو ہزار تومان سالانہ اوس کے چنچ کے لیے مقرر کر دیے اس کے سوا انعام و اکرام کی انتہا نہ تھی مغلوں کے جنگ و جدال کے خوف سے یہ ایلچی چوبیس برس تک دکن میں پڑا رہا اور اسی سبب سے اوس کی رخصت کرنے سے قبل حاجی قنبر علی کو محمد قلی نے بہت سے تحفے تحایف دیکر ایران کو بھیج دیا۔ ایزد جب ۱۸۱۸ء میں اغرلو سلطان کو رخصت کیا تو مہدی قلی سلطان کو بھی اپنا ایلچی کر کے اوس کے ساتھ کیا۔ اس کے سوا تاج فرشتہ میں لکھا ہے کہ اپنے بیٹے کے واسطے شاہ عباس نے محمد قلی کی بیٹی کو مانگتا اور محمد قلی تیار تھا کہ شاہزادی کو ایران کو روانہ کرے مگر بہر آئندہ کا حال معلوم نہیں کہ یہ شادی ہوئی یا نہیں کسی تاریخ میں کچھ ذکر نہیں ہے۔

۱۹۳۱ء۔ محمد قلی قطب شاہ کی ۴۹ سال کی عمر میں محمد قلی قطب شاہ ۳۱ برس ۸ مہینے بادشاہی موت اور اوس کا مذہب کر کے کثرت شراب خواری کے باعث بیمار ہو کر ۱۷ ذی قعدہ ۱۲۰۲ھ کو مر گیا۔ اور لنگر فیض اثر میں اپنے باپ دادوں کے پاس اور مذہبی چوش۔

مدفون ہوا۔ یہ بادشاہ بھی اسنے آبا و اجداد کی طرح شیعہ مشرب تھا ہلال محرم کے دیکھتے ہی سیاہ رنگ کا ماتمی لباس خوب پہنتا اور تمام غریبوں کو پہننے کو دیتا تھا اور حکم کر دیتا تھا کہ تمام ملک محروسہ۔ کہ مسلمان ماتم نہ کریں۔ دوڑے بڑے وسیع مکان بنوائے تھے ایک تو اپنے مغل سرزمین اور دوسرا رستہ شہر میں۔ ان کا نام الایہ تھا۔ ہر ایک

الادہ میں ہزار ہزار طاق تھے اور ان میں چہرے اعلیٰ جملہ کرتے علماء فضلاء اور تمام اراکین دولت
 جو شیعہ ہوتے ایام عاشورہ میں الادہ و محلہ میں جمع ہوتے اور گریہ و زاری کے
 ساتھ تمام رسوم ماتم ادا کرتے تھے۔ ساٹھ ہزار ہون ہر سال اخراجات مطبخ اور مجاور
 و خدام نگرانہ اشاعت شربین خرچ ہوتے۔ اور جب ایام محرم ختم ہو جاتے تو زرعاشوری
 کے نام سے بارہ ہزار ہون غرابا اور متجہین کو تقسیم ہوتے تھے۔ علاوہ اس کے ایک
 لاکھ ہون سالانہ خیرات اور تصدقات میں بانٹے جاتے اور مقامات متبرکہ کر پائے
 معلیٰ اور نجف اشرف کو بہت کچھ نقد اور اسباب ہر سال بھیجا جاتا تھا۔ پھر جب ربیع الاول
 کا مہینا آتا تو حضرت رسول مقبول صلی علیہ وسلم کے مولود کی مجلس کرتا اور نہایت خوشی مناتا تھا
 بہاگ نگر کے چاروں سمتوں میں بڑی بری نشستگاہیں بنی ہوئی تھیں وہاں مجلسین
 ہوتی تھیں بادشاہ کے یہاں شامیانے استادہ لگے جاتے اطلس خطائی اور دیباے
 رومی کے فرش بچاے جاتے اور بادشاہ کے مصاحب امرا شعر آتے
 اور مضر بان خوش السمان نوازے حجازی اور آہنگ عراقی میں حمد و نعت کی غزلین
 گاتے چاروں طرف مشک و عنبر کے بخورات سلگائے جاتے اور گلاب چڑھا جاتا
 تھا۔ انواع الفول کے نواکہ اور اصناف، اصناف کے حلویے اور شیرینیان اور اقسام
 اقسام کے شربت اہل محفل کو دے جاتے تھے۔ یہ باتیں تو ایسی ہیں کہ جنہیں سنی
 بھی کہیں کہیں کیا کرتے ہیں۔ اگر ایمان بہت باتیں ایسی ہیں ہوتی تھیں کہ جن کا سنیوں
 میں رواج نہیں ہے۔ لوگ چاندی سونے تانبے پتیل وغیرہ کے اقسام اقسام کی
 مورتیں بناتے اور اونہیں ا۔ بے مکانات کی دیو دیویوں پر لٹکاتے اور اوس سے اونہیں
 سجاتے تھے مہ و مہنہ کہ اس سے اور کا کیا مقصد تھا۔ باتوں کی صورت نہایت

مہیب ہوتی اور شیردن کی موثرین بڑی خوفناک بنائی جاتی تھیں۔ اور یہی نہیں تھا کہ دنیا کے جانور دن ہی کی صورتیں ہوتیں بلکہ خیالی صورتیں ہی گڑھ لی جاتی تھیں غرض بارہ روز تک یہی جلسے اور خوشیاں ہوتیں۔ نوین دن محمد قلی ہانی پر سوار ہوتا اور خود مجلسوں کے دیکھنے کے لئے نکلتا تھا۔ یمن و یسا امر اور اراکین دولت ہوتے اور ایک ہزار عورتوں کے قریب بادشاہ کے آگے آگے رقص کرتی اور کودتی اور چمکتی چلتیں تھیں جدھر کو بادشاہ کا گزر ہوتا۔ اس طرف کے رہنے والے حوالدار راستہ میں اپنی اپنی مقدرت کے لایوح عمدہ سے عمدہ فرش زربفت محض واطلس وغیرہ کا پہناتے اور بادشاہ سے انعام پاتے تھے پھر اٹاریخ کو نہایت شان و شوکت کے ساتھ خود اپنی مجلس کرتا اور اس میں تمام اراکین دولت اور امیر و غریب جمع ہوتے اور خوشیاں کرتے تھے ان تمام مجلسوں کا خرچ کنندہ درمی یعنی بی بی فاطمہ کی نیاز اور خوشبو وغیرہ کا خرچ ملا کر ایک لاکھ ہون یا چار لاکھ روپیہ ہوتا تھا۔

۱۹۴۔ محمد قلی قطب شاہ کے محمد قلی قطب شاہ دل کا بھی بڑا فیاض تھا جو مسافر اور غریب ایران عادات و اطوار۔ وغیرہ سے آتے اور امرالی و ساطت سے پیش ہوتے اور کو بڑے بڑے انعام دیتا تھا۔ تمنہ اور زکوٰۃ کے نام سے کوئی دو لاکھ ہون سالانہ پچھلے بادشاہوں کے وقت میں رعایا سے وصول ہو کر خزانہ شاہی میں جمع ہوتے تھے اور سے ناجائز بمحکمہ معاف کر دیا تھا۔ دارالسلطنت میں جب کسی ہندو یا مسلمان غریب یا امیر کی شادی ہوتی یا کسی مسلمان کے بچے کا مننہ ہوتا تو دوست و رشتہ دار دو لاکھ دو لاکھ کو انیز مختلفون کو مجلس اے شاہی کے نیچے چڑی دھوم دھام اور تزک احتشام سے لاتے تھے بادشاہ حسبِ ہیئت اپنے جامہ دار خانہ سے انہیں جوتا دیتا اور

کسی کسی کو زرقہ بھی عنایت کرتا تھا۔ اور یہی تمہیں کہ ایک دو کو دیتا بلکہ اگر ارات دن برابر آدمی چلے آتے تو اس معمول میں کبھی فرق نہ پڑتا تھا۔ رحم دل بھی ایسا تھا کہ عمر بہر کبھی کسی کے قتل کا حکم نہیں دیا۔ اگر کمین خون ہوتا اور قصاص کی ضرورت ہوتی تو مقدمہ عدالت میں ہیچ دیتا وہاں سے جو فیصلہ ہوتا اس کی تعمیل ہوتی تھی۔ وہ اپنی شان و شوکت کا بھی پابند تھا۔ امرائے دل میں اس کی بڑی عزت تھی۔ اور سب اس سے دلی محبت کرتے تھے۔ وہ اون کی دلہی کی خاطر اون کے گہروں پر جاتا مگر کم۔ تاکہ اس کی تمکین و وقار میں فسق نہ آئے۔ ایک مرتبہ محمد امین نے اپنی آٹھ برس کی وزارت کے بعد جب کہ اس کی ولت و حشمت شاہانِ عظیم الشان کی طرح ہو گئی تھی محمد قلی کی سلسلہ میں ضیاء کی۔ اور مکان کو اطلس و مغل مشجر سے سجایا۔ بادشاہ صبح کے وقت مع اپنے جمیع امرا اور اراکین دولت کے وہاں گیا۔ تمام اعیان سلطنت اپنے اپنے درجے کے کمرے ہوئے شعرانے مبارکباد کے اشعار پڑھے مطربان خوش آواز نے نغمہ و سرود سے محفل کا رنگ دوبالا کر دیا۔ محمد امین نے طاقون میں رکھ کر پیش کش حضور میں پیش کیا۔ ۳۰ عربی گھوڑے ۲۰ ہاتی ایک زرین بڑکا جس میں چودہ قرص جواہرات کے لگے ہوئے تھے ایک ہر دور آئینہ بلور کا ایک زرین طلائی چودہ بے نظیر قرآن شریف مع غلاف مرصع کے دو سونگیاں اور دو سو کشمیری خائیں اور زربفت و مغل و ہلک و مطبق و مشجر و طلسم و قلنی کے چودہ چودہ تھمان ۳۰ چوڑے قاینین ۳۰ زربے تنکیہ کربانی اور کتنے ہی طبع جواہرات سے بہرے ہوئے اس پیش کے ساتھ تھی۔ بعد ازاں دس تیرخوان بچایا گیا اور انواع و اقسام کے کمانے چھنے گئے۔ کمانے کے بعد محمد امین نے قصہ خوانوں نے عربیوں اور شعر اہل نغمہ کو اس مجلس میں حاضر تھے پچاس ہزار ہون کے قریب انعام عطا کیا۔

کہتے ہیں کہ محمد امین کے پیش کش کی قیمت کوئی ڈیڑھ لاکھ ہون نہی جو چہلہ لاکھ روپیہ چہرہ شاہی سے بھی زاید ہوتی ہے۔ محمد قلی نے خوش ہو کر اپنے کندھے سے زرین جادا و نامی اور خلعت کے ساتھ محمد امین کو اوڑھادی پانچ گھوڑے اور پانچ ہاتی بھی اسے عنایت کیے اور محمد امین کے ہی دے ہوئے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے دولت خانہ کو واپس کیا۔ یہ دعوتیں فقط نمائش کے لیے ہی نہیں ہوتی تھیں بلکہ ان سے بڑے بڑے ملکی مقاصد حل ہوتے تھے۔ اور امرا کے دل میں بادشاہ کی محبت اور عزت بڑھ جاتی تھی۔

۱۹۵- محمد قلی قطب شاہ محمد قلی کو عمارتوں کے بنانے کا نہایت شوق تھا جب کہ یہ کی عمارتیں۔ اس کو تفکرات ملکی اور جشن و سرور شاہی سے فرصت ملتی تو ہمیشہ

کوئی نہ کوئی عمارت بنواتا رہتا تھا۔ اس نے جو جو عمارتیں بنوائیں ہیں ان کا کچھ تو ذکر ہم اوپر حیدر آباد کے بیان میں کر آئے ہیں اور کچھ عمارتوں کا حال ہم نیچے لکھتے ہیں۔ ان عمارتوں میں سے کیے عمارتیں اس خاکسار مولف تاریخ ہذا عبد الغفور بن مولوی حافظ عبد الوہاب خان رامپوری مترجم سرشتہ علوم و فنون نے چرچہ شہم خود دیکھیں اور ان کے حال قلمبند کیے ہیں۔

موسیٰ ندی کا بڑا ناٹل۔ یہ پل سنہ ۱۸۷۳ء میں بنا ہے اس کی ۲۳ محرابیں ہیں ۶۰۰ فٹ لمبا اور ۳۳ فٹ چوڑا اور زمین سے ۴۵ فٹ اونچا ہے۔ قدیمی ٹرک جو شہر سے گولکنڈہ کو جاتی ہے وہ اسی پل سے گزرتی ہے۔

جامع مسجد۔ یہ مسجد چارمینار کے قریب سنہ ۱۸۷۳ء میں بنائی گئی ہے۔ کوئی بڑی اور خوبصورت عمارت تو نہیں ہے۔ گز سے پہلی درجہ ہے جو اس شہر میں بنی ہے اس میں حمام بھی بنائے تھے۔ اور حجام ملازم رکھے تھے۔ بولوگ۔ بان نہانے کو آتے اور نہیں سرکا سے لنگیان

ملتین اور حجام اون کو نہلا تے حجامت بناتے اور منانے والوں سے کوئی آخرت نہ لیتے تے۔

چارمینار۔ یہ ایک مربع سنگین چومنزلی عمارت وسط شہر میں ہے۔ جو ۹۹۹ مربع مطابق ۱۵۹۱

میں بنی ہے۔ اور جس کے چاروں رخ شمال جنوب مشرق مغرب کو ٹیک ٹیک قائم کی گئی ہیں۔ اس کے ہر سمت ۲۰ گز چوڑی اور ۴۴ گز اونچی ہے چاروں طرف چار محراب دار دروازے

ہیں جو دس دس گز اونچے اور آٹھ آٹھ گز چوڑے ہیں اس کے چاروں رخ سے بڑی

چوڑی چار سطحیں نکلتی ہیں اس کی سب سے پہلے چہت گنبد کی طرح بنائی ہے

اور چاروں گوشوں پر اوس کے دہرے چار مینار ہیں جس کا ارتفاع ساٹھ ساٹھ گز ہے۔

اور ہر مینارہ میں چار بالاخانے ہیں۔ جن میں باہر کی طرف کو محراب دار کھڑکیاں لگی ہیں تمام عمارت پر

بیل بوٹے اور گلکاری کی ہوئی ہے۔ اس گنبد دار چہت کے اوپر دو بالاخانہ ہیں۔ سابق

میں ایک بالاخانہ میں مدرسہ تھا۔ اور سب سے اوپر کا بالاخانہ نماز پڑھنے کے لیے

مسجد کا کام دیتا تھا۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ جب بہاگ نگر بسا تھا تو شہر میں اور نیز

گو لکھنڈہ میں دبا پیل تھی۔ اور اس بلا کے دور کرنے کے لیے یہاں کے باشندوں نے

ایک تعزیہ اور علم لکھائے تھے۔ اتفاقاً بیماری کا زور جاتا رہا۔ اس کی یادگار میں تعزیہ کی

شکل پر یہ چار منار بنوا دی گئیں۔ اس بادشاہ کے اعتقاد مذہبی کو خیال کر کے کہہ سکتے

ہیں کہ یہ روایت صحیح ہو تو تعجب نہیں کیونکہ چار مینار کی صورت ایک بڑے عظیم شان

تعزیہ کی سی معلوم ہوتی ہے۔ کو کا پل سے اس عمارت کے بالاخانہ کے حوض میں نہر کے

ذریعے پانی آتا اور شاہی مکانات میں یہاں سے جاتا تھا۔

چار مینار۔ یہ عظیم الشان محراب دار چار دروازوں میں جو اس چار مینار کے پاس شمال جانب کو

شمالاً و جنوباً شرقاً و غرباً ایک سمتوں میں ایک دوسرے کے مقابل ۱۰۰۰ گز میں بنائے گئے ہیں۔

چار سو کا حوض۔ یہ حوض اس چار کمان کے عین وسط میں ہے۔ یہاں ایک بنگلہ تھا جہاں سے بادشاہ پٹنہ کی اپنی فوج کو ملاحظہ کرتا اور بڑے بڑے عمدہ داراؤں کے پاس یہاں آتے اور اپنی فوج کی خوبی کے لحاظ سے انعام و اکرام پاتے تھے۔

دارالشفاء و کاروان سرائے یہ بھی ایک بڑی عمارت ہے جو محمد قلی نے حکیموں کے اور وہاں مریضوں کا علاج کرنے اور طب کے پڑھنے پڑھانے اور مسافر و در ماندوں کی آسائش کے واسطے بنائے تھے۔ اس کا بڑا صحن ہے۔ اور پتھر کا بنا ہوا ہے۔ اسی کے ساتھ ایک حمام بھی تھا۔ یہ کل مکان اب بڑے سیدہ حالت میں ہے۔

محلات شاہی۔ یہ عمارت شہر کے مشرقی سمت کو تھی اور حیدر آباد میں سب سے پہلی عمارت یہی بنی تھی۔ خاص شاہی محل تو ایک ہزار گز طول و عرض میں تھا۔ اس کے چاروں سمت میں بڑے بڑے عظیم الشان اور بلند محلات اور بنے ہوئے تھے دروازہ شرق کی طرف تھا۔ اس دروازہ پر دو سنگین کڑیاں تیس تیس گز لمبی اور دو دو گز چوڑی اور موٹی رکھی تھیں اور اس پر پتھروں کی سلین بارہ بارہ گز لمبی رک کر چھت بنائی تھی دروازے کے کوڑا سال اور صندل کی لکڑی کے اور طلائی کیلون سے بڑے ہوئے تھے۔ مجلس کے ادھر ایک اور قہر تھا اس پر صبح شاہانہ چڑھی نو بت بجا کرتے تھے۔ اس مجلس کے آگے دو جو مکان بنے ہوئے تھے وہ اون سرداروں اور امیروں کے نام سے موسوم تھے کہ جو اون سے کسی طرح کا علائقہ رکھتے تھے۔ ہر صبح کو ان کے اور مقرب اور نائیلواری اپنی اپنی فوج لے کر دولت سر اسے شاہی پر حاضر ہوئے اور مقامات معینہ پر اپنے اپنے سوار و پیادوں کو

چھوڑ تن تنادر وازہ شاہی میں داخل ہوتے تھے۔ کچھ باقی مجلس اس کے دونوں طرف ہمیشہ حاضر رہتے۔ اور غلامان خاص میں سے دو حبشی علی الدوام ہزار ہزار آدمی کی صف بانڈھے ہوئے دروازہ کے قریب محافظت کے لیے کھڑے رہتے تھے۔ مجلس اس کے اندر ایک بڑا وسیع صحن تھا۔ اس کے جنوب میں شاہی دفتر تھا اور مغرب میں جامدار خانہ وغیرہ شاہی کارخانے تھے۔ شمال میں جو دوسرا دروازہ تھا اس کے ارد گرد چار وسیع چبوترے تھے اس پر حوالدار اور فوجی آدمی اور فیل سوار اور شب نویس (یعنی جاسوس) اگر بیٹھتے تھے۔ تیسرا محل حبر میں ایک چبوترہ اور ایک محل ہتھیا (یعنی محل کھانا تھا)۔ یہاں سلیار پہرہ چوکی کے واسطے ہر وقت موجود رہتے تھے۔ ایک چوتھا محل اور تھا جو چندن محل کے نام سے موسوم تھا۔ یہاں بھی سلیار رہا کرتے اور نوبت بنوبت پہرہ دیا کرتے تھے۔ پانچواں گلشن محل تھا اس میں خاص خاص ترک عرب و کئی سلیار رہتے تھے۔ چٹا صدر صف تھا اس میں بھی مقرب سلیار موجود رہتے تھے۔ ساتواں صحن محل تھا۔ یہ اعیان و اکابر اور علما و فضلاء کے لیے تھا۔ اس محل کے مشرق کو تنوگر لنبیا چبوترہ تھا۔ اور اس پر سائبان پڑا ہوا تھا۔ یہاں سادات اور علما اور سرداروں سلیاروں سپاہیوں فیل سواروں محلداروں وغیرہ کو بادشاہ کی طرف سے دونوں وقت کمانا کھدایا جاتا ہے ہر روز دس ہزار آدمی تک دسترخوان پر حاضر ہوتے تھے۔

راہش۔ قدیم زمانہ میں جو بادشاہ بڑے بڑے مہمنف اور عادل گذرے ہیر، اون میں سے بعض بعض نے اپنی دربار، وان میں، نجیرین لٹکا ئی ہیر، تاکہ مظلوم ادن کے بیرونی کنارہ پر کھڑا کھلا دین اور بادشاہ کو اندر ادن کی خبر ہو جائے اور اراکین دولت اون انصاف نہ۔ کے ہون تو بادشاہ اس کی تلافی کر دے۔ جہانگیر ۱۴۔ ۱۵ء میں جب

دہلی کے تخت پر بیٹھا تو اوس نے پہلا حکم یہی دیا اور ایک طلائی زنجیر ۳۰ گز لمبی اگرہ کے قلعہ میں لٹکائی گئی۔ اوس کا دوسرا سراباہر ایک پتھر پر دریا سے جمنا کے کنارہ تھا اوس میں ساٹھ گھنٹیاں گھلتی تھیں۔ غالباً اسی خیال سے محمد قلی نے بھی ایک مکان چار سو کے جنس کا پاس اس شہر میں آتے ہی بنوایا تھا۔ اس کی کئی منزلیں تھیں اور ہر ایک منزل سے بازار اور میدان کی طرف کٹر گیان رکھی گئی تھیں اور ایک زنجیر اوس میں لٹکائی گئی تھی۔ بادشاہ یہاں آکر بیٹھتا اور مظلوموں کی داد دیا کرتا تھا ان کٹر کیوں سے شہر شخص کو اجازت تھی کہ بادشاہ سے برچا ہے اگر عرض کرے اوس کے روپر جو عرض تھا جس کا طول ۲۰ گز اور عرض ۴۰ گز تھا اسلئے عین ایک مرتبہ دریا سے موسیٰ بن اس زور سے سیلاب آیا کہ شہر میں پانی بہہ آیا۔ اس مکان میں اوس وقت باروت خانہ تھا۔ باروت بیگ گئی۔ اس باروت کو دھوپ میں خشک کر رہے تھے کہ کسی طرح باروت نے آگ لے لی۔ اوس کے صدمہ سے یہ مکان اور گرد و نواح کے مکانات اڑ گئے اور اوس سے ستراسی آدمی بھی مرے اور زخمی ہوئے۔

نہری محل۔ یہ عمارت دریا سے موسیٰ کے کنارہ دیوانداری اور مجالس کے واسطے بنائی گئی تھی۔ اس کے عقب میں ایک بڑا پر فضہ میدان تھا جہاں ہائی گھوڑے پیادہ اور سوار کترے رہا کرتے تھے۔ بادشاہ خود آقا تفریح کے طور پر یہاں بیٹھا کرتا تھا۔

نبات گھاٹ۔ محمد قلی کو شکار کا بھی بڑا شوق تھا۔ ایک روز شہر کے شمال میں دو تین کوس پر شکار کیلئے پہنچا تھا کہ دوپہر کی گرمی میں تھک گیا اور چاہا کہ کہیں ٹھنڈی جگہ میں آرام کرے ایک خدمتگار نے کہا کہ اس پہاڑ پر جس سے بڑی ہے اور جہاں پہاڑ سے اوس کے پانی بکثرت بہتا ہے۔ جب محمد قلی وہاں گیا تو اوس کو وہ مقام ایسا پسند آیا کہ اس نے وہاں

محل بنانے کا حکم دیا۔ چنانچہ اوس پہاڑی پر شاہی قصر تیار ہوا اور دارالسلطنت تک وہاں سے باغ اور درخت لگائے گئے۔ اسی کے قریب ایک باغ تاجس کا نام باغ دلکش تھا۔ اوس کے چار دروازے تھے اور اون پر بیٹھنے کے لیے اچھے مکانات بنے ہوئے تھے اور اوس میں صاف پانی کی نہریں بہتی تھیں۔

خدا داد محل۔ چونکہ اس نے بہاگ متی ہندنی کے نام پر اپنے بسائے ہوئے شمس کا نام بہاگ نگر رکھ دیا تھا جس سے اس کو بڑی منامت ہو رہی تھی۔ اب اوس نے سنہ ۱۰۹۹ھ میں اوس کی منامت مٹانے کی غرض سے ایک نہایت عالیشان مہنت منزل عمارت ایسی بنوائی کہ جس کے طبقات کے نام سے اوس کا مذہبی جوش اور اعتقاد ظاہر ہوتا ہے اگرچہ اس کل عمارت کا نام خدا داد محل تھا مگر اوس کے ہر ایک طبقہ کا نام ہی الگ الگ تھا۔ طبقہ ہفتم کا نام الہی محل طبقہ ششم کا محمدی محل طبقہ پنجم کا حیدر محل طبقہ چہارم و سوم کا حسن و حسین محل اور طبقہ دوم اور اول کا جعفری و موسوی محل تھا۔ چونکہ باقی چہ امام یا نو حضرت پیغمبر علیہ السلام کے ہم نام ہیں یا حضرت علی کے۔ اس لیے ان تمام محلات کے نام سے آئمہ اثنا عشر کے سب نام پورے ہو جاتے ہیں۔

محل باغ محمد شاہی۔ یہ باغ دارالسلطنت میں محمد قلی نے لگوایا تھا اور اس میں ایک نہایت عالیشان عمارت بنوائی تھی اور قریح کے لیے اوس میں آگر عیش و نشاط کیا کرتا تھا۔ سنہ ۱۱۰۰ھ میں وہ طور۔ نبات گمات ایک پہاڑ پر شمال میں تھا اس لیے جنوب میں ہی اوس کے چوڑا ایک مکان اُس نے پہاڑ پر بنایا تھا۔ اس میں چار دیوان اور ایک شاہ نشین ۳۰ گز طول بن اور ۲۰ گز عرض میں اور ایک حوض ۷۵ گز طول اور ۳۰ گز عرض اوس کے روبرو تھا۔ یہ بھی بادشاہ کا تفریح گاہ تھا۔

جنان محل۔ ملک امین الملک کا باغ قصر شاہی کے محاذی تھا اوس میں یہ عمارت بادشاہ نے بنوائی تھی۔

عاشور خانہ^{۱۵}۔ یہ عاشور خانہ^{۱۶} اھمین محمد قلی نے بنایا ہے اور اب تک موجود ہے۔ اور اب بھی عاشور خانہ کے ہی مصرف میں ہے اوس کی تعمیر کا خرچ چیا سٹھ ہزار روپیہ ملائے ہیں ان عمارتوں کے سوا اور بھی بہت مکانات محمد قلی نے بنائے تھے جن کے حالات مناسبت دشوار ہیں۔ میر ابو طالب نے جو محمد قلی کا ناظر الملک تھا اوس کی تعمیرات کے خرچ کی تعداد ستر لاکھ ہون بتلائے ہیں۔ عبدالعزیز قطب شاہ کے زمانہ میں ہون سترے چار مغلیر روپیہ کے برابر ہوتا تھا اس حساب سے تین کروڑ نہ لاکھ روپیہ کل خرچ کے ہوتے ہیں۔ مگر آج کل کے حساب سے ایک ہون سات روپیہ سے بھی زائد ہوتا ہے اس سے فی ہون سات روپیہ کے حساب سے اوس کی تعداد چار کروڑ نوے لاکھ روپیہ چہرہ شاہی ہوئے جسے پانچ کروڑ کننا چاہیے۔ فی الحقیقت محمد قلی کے برابر دکن کے بادشاہوں میں سے کسی نے کبھی عمارت نہیں بنوائی ہے۔ عمارت کے لحاظ سے اسے دکن کا بابا آدم کننا چاہیے۔

۱۹۶۔ سلطان محمد قطب شاہ محمد قلی کے زمانہ میں بھی امور سلطنت کا دار و مدار قیدی دستور کی تحت نشینی اور راجہ کے بموجب ایرانیوں پر ہی تھا۔ جس سے دکن کے سنیوں اور ہندوؤں کو نفرت تھی۔ جس وقت محمد قلی مر تو چوہدرانی امرا کہ

مجلس اسے شاہی میں تھے اونہوں نے یہ سوچا کہ ہمارے مخالف کمین کچھ فساد نہ مچا دیں فلہذا روایہ بند کر لیا۔ اس لئے امرا۔ مغرب باہر رہے۔ یلے اون کو سخت تشویش ہوئی۔ سنی اور ہندو دونوں اکٹھے ہوئے اور غریبوں کو قتل و غارت کر۔ نے کے لیے فساد

برپا کرنا چاہا۔ غالباً اودن کا یہ ارادہ ہو گا کہ کسی ایسے شخص کو تخت نشین کریں جو اودن کے مذہب کا یا اودن کا طرفدار ہو۔ مگر محمد قلی کی وصیت کے بموجب میر محمد مومن وزیر اعظم نے محمد قلی کی موت کا حال سنتے ہی قلعہ میں جا کر سلطان محمد۔ محمد قلی کے بھائی محمد امین کے بیٹے کو تخت پر بٹھا دیا اور فوراً اوس کی تخت نشینی کو مشترک و ریاحس سے کوئی فساد برپا ہونے نہ پایا۔ سلطان محمد کی مان سیدہ اور مصطفیٰ خان اردستانی وزیر ابراہیم قطب شاہ کے قریب کے رشتہ دار دین سے تھی۔ یہ بادشاہ بروز چارشنبہ ۲۳ ربیع الثانی ۱۰۱۶ کو پیدا ہوا تھا اور چار سال کی عمر میں اوس کا باپ مر گیا تھا۔ چونکہ محمد قلی کی کوئی اولاد نہ تھی۔ اس لیے محمد قلی نے اسے اپنے بیٹے کے طور پر پالا تھا۔ اور اس کا نام اوسی نے محمد رکھا تھا۔ مگر اس کو ظل اللہ کے لقب سے پکارا کرتا تھا۔ فاضل محمد ستانی نے اسے قرآن شریف پڑھایا تھا اور چاند میان یوسف ایک دکنی اس کا فنون سپاہگری کا استاد تھا۔ ۱۰۱۶ھ میں محمد قلی نے اپنی بیٹی حیات بخش بیگم سے اس کی شادی کر دی تھی اور اوس میں ایک مہینے تک دھوم دھام سے جشن کیے تھے اس شادی کی دھوم دھام اور سچ کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ جادراخانہ شاہی سے نصف خلعت تیس ہزار دے گئے تھے۔ جب سلطان محمد تخت پر بیٹھا ہے تو اوس کی عمر اکیس سال کی تھی۔ میر محمد مومن کے سب سے اوس کی سلطنت کو سب نے تعظیم کر لیا۔ اور کوئی جگہ تخت نشینی کی بابت نہ ہوا۔ ابراہیم عادل شاہ نے میر محمد قلی کو اور مر تفضی نظام شاہ نے میر ابو الفتح کو تحفہ و ہدایا دیکر ادا سے مراہم تعزیت اور تہنیت کے لیے بھیجا۔ سلطان محمد قطب شاہ نے بھی معمولی تعظیم و تکریم انبیجیوں کی جوہرتی تہنیت اچھی طرح ادا کی۔ چونکہ محمد قلی کے زمانہ میں راجہ دستر سے لڑائی چھڑی ہوئی تھی اور محمد بن

بادشاہ کی نازک حالت کا حال سنکر اوس مہم کو بلا تصفیہ چھوڑ آیا تھا اس۔ یسے اوس کا انجام کو پہونچنا ضرور تھا۔ سلطان محمد نے جمادی الاول ۸۲۱ھ میں سید کمال الدین کو جو ماہنذران کے شاہزادوں سے تہا سہ سالار کیا۔ اور سید حیدر حوالدار و غریب خان و چیتان خان وغیرہ سرداروں کو ساتھ کر کے تصفیہ کے یسے روانہ کیا۔ جب یہ لوگ وہاں گئے تو انہوں نے نیم بجز فوجی دہکی کے اور کوئی کام نہ کیا۔ اور راجہ سے صرف چند ہاتی اور اطاعت کا وعدہ لیکر صلیع کر لی۔ غالباً سلطان محمد قلی کی مرضی ایسی ہی ہوگی۔ اگر محمد قلی زندہ رہتا تو شاید ایسا نہ ہوتا۔

۱۹۷۔ نورجہان اور اوس کا چونکہ نورجہان جہانگیر کی بیگم سے ہندوستان کی سلطنت میں بڑے بڑے انقلاب چھوئے ہیں اور دکن بھی اوس کے اثر سے محفوظ نکل جہانگیر سے۔

نہیں رہا ہے اس یسے اس عورت کا حال لکھنا یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اس کا دادا خواجہ محمد طہانی شاہ طہماسپ کے زمانہ میں خراسان کا حاکم تھا مگر باقی دار ہو کر وعدہ سے معزول اور نہایت غریب ہو گیا اور غیاث بیگ نورجہان کا باپ اسی پریشانی کے باعث دہلی لڑکیاں اور ایک لڑکا لیکر تلاش معاش میں ہندوستان چلا آیا تھا۔ اسی مصیبت کے زمانہ میں نورجہان قندہار کے قریب پیدا ہوئی مان باپ نے جب دیکھا کہ سواری کے نہ ہونے اور فلاکت کے باعث مان کی بے شیرمی سے لڑکی کا پالنا سخت دشوار ہے تو اوس کو قافلہ کے سربراہ کپڑے سے بین لپیٹ کر ڈال دیا۔ ملک مسعود قافلہ میں سے بڑا سوداگر تھا۔ بھی کے رونے کی آواز سنکر اوس نے اسے اٹھالیا اور خوبصورت دیکھ کر ازراہ ترغیم اس کے ہم پالنے کو کہہ کر لے گیا۔ دایہ اس کی مان کے ساتھ اس قافلہ میں کہاں مل سکتی تھی۔ مان ہی اوس کی دایہ مقرر ہوئی۔ سبب معلوم ہوا کہ سہی لڑکی کی مان ہے اور اوس کا

باپ ایک بڑا عالی خاندان شخص ہے تو اس تاجر نے اون کے ضروری سامان
 خوراک اور سواری سے اون کی اعانت کی۔ جب ملک مسعود آگرہ میں اکبر کی خدمت
 میں آیا تو مرزا غیاث بیگ اور اوس کے بیٹے ابو الحسن کو بھی بادشاہ کے دربار میں
 پیش کیا اور چونکہ ملک مسعود کی بی بی شاہی محلات میں جایا آیا کرتی تھی نورجہان کی مان
 بھی اوس کے ساتھ آنے جانے لگی۔ پھر جب نورجہان بڑی ہوئی تو اس کی آمدورفت
 محلات میں ہو گئی۔ شانہ رادہ یلیم اس کی صورت زیکم کر لوٹ پوٹ ہو گیا اور ہنسی مذاق
 اوس سے کرنے لگا۔ جب اس کی خبر اکبر کو پہنچی تو اوس نے نورجہان کا نکاح ایک
 شخص منی قلی ترک خاں خان کے ملازم سے کرادیا۔ اور اسے شیر افگن خان کا
 خطاب دیکر بنگال میں کچہر جاگیر دی۔ جب جہانگیر بادشاہ ہوا تو اوس نے اسی سال قطب الدین خان کو کھٹاش کو
 بنگالہ کا صوبہ دیا اور چکے سے اس کو کہدیا کہ جیلو ہو سکے نورجہان کو شیر افگن خان کی لکیر بھی دے جب قطب الدین
 نے اسے میں شیر افگن خان سے اپنا منشا ظاہر کیا تو شیر افگن خان نے خلافت امید قطب الدین
 کو تلوار سے جواب دیا۔ قطب الدین خان مارا گیا۔ پھر شیر افگن خان کو بھی اوس کے
 نوکر دن نے مار ڈالا اور نورجہان گرفتار ہو کر جہانگیر کے پاس آئی۔ جہانگیر نے اوس کو
 مناکحت اور مواصلت کا پیغام دیا۔ مگر وہ اپنے شوہر کے خون کا دعویٰ کرنے لگی
 جہانگیر کو بھی غصہ آیا۔ اوس نے قطب الدین خان کے خون کا دعویٰ کیا۔ اور نورجہان
 کو کنیزان میں بھیج دیا۔ مگر دو تین برس کے بعد نورجہان نے، سوچا کہ شیر افگن خان تو مر گیا
 اب تو کیوں بادشاہی پر رات مارتی ہے اور جہانگیر سے تلح کو راضی ہو گئی۔ پھر جہانگیر کا بیان
 سنہ ۱۵۷۱ میں جہانگیر سے ہوا پہلے بادشاہ نے اوس سے تیز صل کا خطاب دیا۔
 اور پھر نورجہان۔ کہنے لگا۔ اور تمام حرم سے اس کو عزت بڑی دی۔ بلکہ یہ کہتے کہ تمام سلطنت

ہی اوسکو دیدی یہاں تک کہ سکھ میں بھی اوس کا نام اس طرح بوج ہو گیا ۵

بجگم شاہ جہانگیر یافت صدر لیور | بن ام نوچرسان بادشاہ بیگم زر

نوجہان جہانگیر سے کسی وقت جدا نہ ہوتی تھی دربار میں اور ہاتی کی سواری پر ہی اوس کے پیچھے لگی پردہ میں بیٹھی رہتی تھی۔ یہ عورت بڑی عقلمند تھی اور جہانگیر کے مزاج اور اس کی سلطنت کو اس سے بڑا فائدہ پہونچا۔

۱۹۸۔ جہانگیر کا خاندان کے بجائے جب خاندان اور شاہزادہ پرویز کی شکست کی خبر خان جہان لودی کو دکن کی مہم پر مامور کیا جہانگیر کو ہوئی اور خاندان کی جہانگیر کے نہ مانے اور عبد اللہ خان صوبہ دار گجرات کا اُس سے شکایت کی تو جہانگیر کو خاندان پر بڑا غصہ آیا اس لیے ۱۹۸ھ کے آخر میں جہانگیر نے خاندان حملہ ملک عنبر پر۔

لودی کو دکن کی مہم پر مامور کیا۔ جب خاندان دکن میں آیا تو اوس نے جہانگیر کو عرضیہ بھیجی۔ کہ سب خرابی اس سبب سے واقع ہوئی کہ خاندان اور دوسرا دران شاہی میں اتفاق نہیں ہے خاندان نے اپنے وعدہ کے بموجب دکن کی مہم کا انصرام نہ کیا تھا جو شکر شاہزادہ پرویز کا آیا تھا اوس کی رسد کا بھی انصرام نہ ہوا تھا۔ ایک من غلہ نہایت گران بدشوارنی ملتا تھا۔ یک ٹروں اونٹ گھوڑے مر گئے تھے۔ خاندان نے لکھا کہ یا تو خاندان کو بولا یہ سب کچھ یا اوسے بالکل مختار اور مالک بنا دیجئے۔ اگر آپ اوسے بولا ئیں تو مجھے تیس ہزار سوار اور عنایت ہوں کہ میں تمام ملک دکن کو فتح کر لے دوں۔ میں قند ہار وغیرہ سب صوبوں پر قبضہ کروں اور یہی پور کی حکومت کو بھی داخل ممالک منسوب کروں۔ ابن ایسا نہ کروں تو میں پہر اپنا منہ نہ دکھاؤنگا غرض یہ درخواست منظور ہوئی خاندان بادشاہ کے پاس چلا گیا اور وہ اوس سے نہایت ناراض ہوا اور

۱۹۹۔ عبدالمدخان کی شکست
 اوس زمانہ میں تاریخ نویسی کا قلم ایرانیوں کے ہاتھ میں تھا۔ عنبر ان
 ملک عنبر سے اور غا بنجان کی
 نہیں لکھا ہے جو حال کہ اوس کا کچھ معلوم ہوا ہے وہ پاس پڑوس

کی سلطنتوں کے حال سے دریافت کیا گیا ہے۔ کسی شخص نے یہ نہیں لکھا کہ عنبر نے
 اس مہم کے دفعیہ کے لئے کیا کیا انتظام اور تدابیر کیں۔ عنبر کو یہ معلوم تھا کہ عبدالمدخان
 ایک بڑا نامی سپہ سالار اور فتح نصیب مشہور ہے ضرور ہے کہ اوس نے بڑے بڑے
 انتظامات کئے ہوں گے۔ مگر ہم کو صرف اتنا ہی معلوم ہے کہ پرتگالیوں وغیرہ کی ہمسایگی
 کے باعث اوس کا تو بچانہ جہانگیری تو بچانہ سے اچھا تھا۔ اوس نے عبدالمدخان کے
 مقابلہ میں اپنی باسکاری فوج کو متعین کیا اور نہایت اچھے اچھے گھوڑے و دیگر اوزمین لوٹ
 مار کے لیے حکم دیا۔ اور ملکوں میں لڑائی صف کی ہو کر تی ہے مگر ملک عنبر نے میدان
 کی لڑائی کے بہ نسبت قزاقانہ جنگ کو مناسب سمجھا۔ اوس کی فوج نہایت ہی بے خبری
 کے عالم میں عبدالمدخان کی فوج کے گرد و نواح میں چار چار پانچ پانچ کوس پر پہنچ جاتی
 اور زمین و یسا ہر اول اور چند اول کو تنگ کرتی کوچ اور مقام کے وقت رسد اور سامان
 جنگ کو اور بار برداری کے اوزنوں کو لوٹ لیتی فوج کے چو آدمی ادھر ادھر پہنچے
 ہو تے اوزمین قتل کر دیں زن و مرد کے ناک کان کاٹ کر اوزمین خوف دلانے کے
 لیے عبدالمدخان کے لشکر ہی میں چھوڑ دیئے۔ جس سے عبدالمدخان کی فوج میں ایک
 اضطراب پھیل گیا۔ اور اس عنبر کی مار توڑ سے عبدالمدخان کا نصف لشکر تلف ہو گیا
 اور باوجود اس کے کہ ابھی تک میدان کی لڑائی نہیں ہوئی تھی۔ عبدالمدخان کی فوج کے
 سپاہی چپ پیکر فوج سے لٹا رہ کر نے اور بھاگنے لگے کوئی رزاسا نہ ہوتا کہ بادشاہی

فوج کو ترک نہ ہوتی اور ملک عنبر کو کوئی مدد نہ پہنچتی ہو۔ اسی صورت سے عبدالمدخان کا
 ہر اول دولت آباد تک چلا آیا اور محاصرہ کی تدبیر میں ہوا ملک عنبر نے مرقضی نظام شاہ کو
 تو قلعہ میں چھوڑ دیا۔ اور قلعہ کا بندوبست کر کے آپ باہر چلا گیا اور ایسے ڈھنگ سے
 لڑا کہ بادشاہی فوج کی جان بڑی ضیق میں آگئی۔ رسد کی راہیں بند کر دیں۔ ابھی یہاں
 چھاپا مارا۔ ابھی وہاں لشکر کو پرانگندہ کر دیا۔ اور حملہ ہائے پیالے اور جنگ فرامی سے
 ایک آفت مچادی۔ عبدالمدخان نے اپنے ہمراہیوں سے مشورہ کیا۔ سب نے صلاح
 دی کہ اس وقت احمد آباد کو مراجعت کرنا اور ہر سال جنگ درست کر کے تو بچا نہ نکلے
 اور فیضانِ بنگلی کے ساتھ آنا چاہئے۔ جب مراجعت کا ارادہ ہو گیا تو دکنیوں کے تعاقب
 کے خوف سے چند اہل کا خوب بندوبست کیا اور اسپر علی مردان خان ایک بڑے نامی
 بہادر و عمدہ داروہ افسر کیا۔ جب عبدالمدخان لوٹا تو دکنیوں کے دل اور بھی بڑھ گئے اور
 انہوں نے لوٹ کھسوٹ قتل و غارت میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا۔ مارتے اور بہاگ جاتے
 اور جب علی مردان خان کی فوج مقابلہ کو سیدھی ہوتی تو دکنی رفوچکر ہو جاتے۔ اور پھر
 غفلت میں دوسری طرف سے آپڑتے وقت بے وقت بیڑ کو غارت کر ڈالتے۔ انہری
 راتوں میں شبنون مارتے۔ آخر کار ایک روز دس بارہ ہزار سوار علی مردان خان پر آپڑے
 وہ شایداون کے ہر روز کی سی لڑائی کے خیال میں ہو گا اور جانتا ہو گا کہ یہ لوٹ لاٹ کر بہاگ
 جایئے مگر اونہوں نے اسے آگیر لیا۔ علی مردان خان بھی بڑی بہادری سے لڑا۔ مگر
 زخمی ہو کر دستگیر ہو گیا۔ اور ملک عنبر نے اسے دولت آباد کے قلعہ میں قید کر دیا اور اس کے
 علاج کے لیے جراح مقرر کیے۔ مگر وہ اونہیں زخموں سے چند روز بعد ۱۔ پھر بھی ملک عنبر نے
 عبدالمدخان کا چیمہ چھوڑا مارتے ڈھرتے بھلائے کے سرحد تک چلے گئے۔ جب خان چیمہ

نے عبداللہ خان کی چڑھائی کا حال سنا تا تو اوس نے بادشاہی حکم کی تعمیل کے لیے
برہانپور سے دکن کو کوچ کیا تا مگر چونکہ وہ بھی عبداللہ خان کی رفاقت کرنا نہ چاہتا تھا
اس لیے خانجمن کی فوج آہستہ آہستہ کوچ و مقام کرتی بڑھتی تھی۔ یہاں تک
کہ جب اون کو عبداللہ خان کی شکست اور واپسی کی خبر ملی تو وہ بھی برہانپور کو لوٹ گئے
اور ملک عنبر کی کامل فتح ہو گئی۔

۲۰۰۔ کن کی تاریخ پر اندھیرا عبدالغفور مولف تاریخ ہذا نے حیدر آباد کی تمام سرکاری اور خانگی
اور ہندون کا امورات سلطنت کتب خانوں میں دو اور دوش کی اور کتابیں ڈیڑھ سو سال زمانہ
دکن میں خفیہ ہونا۔

کن کی تاریخ پر ایسا اندھیرا چھایا ہوا ہے کہ کچھ نہیں معلوم ہوتا کہ کن
میں اس عرصہ میں کیا ہو رہا تھا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ قطب شاہ اور عادل شاہ مغلیہ فوج کے
حملوں سے مشوش ہو رہے ہونگے اور اس سبب انہوں نے اپنے ملکوں میں
صفا امن و امان قائم رہنے کو ہی غنیمت سمجھا ہو گا کہ جس سے جدید فتوحات کے
کام کو اونہیں موقوف کرنا پڑا۔ اور ملک عنبر کو گوطاہری اور نوجی مدونہ سہی تو اخلاقی اور
باطنی مدد ضرور ہی دیتے ہونگے۔ مگر مورخ کچھ بھی نہیں لکھتے۔ بالکل سکوت کا عالم ہے
جہاں گیر کی سلطنت اس وقت اپنے کمال عروج پر تھی۔ اوس کی فوج کو شکست دیدینا
کوئی چھوٹی بات نہیں ہے۔ اس سے یقین ہوتا ہے کہ ملک عنبر کی طاقت بہت
بڑھ گئی تھی۔ اور یہاں تک اوس کا حوصلہ ہو گیا تھا کہ جب خانجمن لوٹ گیا تو اوس نے
برابر میں بادشاہی علاقہ سے محاصل وصول کرنا شروع کیا۔ مگر ملک عنبر کے حالات معلوم ہونے
سے ہم یہ نہیں بتا سکتے کہ یہ طاقت اوس کو کس طرح حاصر ہوئی تھی اور اوس کے کیا
اسباب تھے۔ اتنا تو کہہ سکتے ہیں کہ اوس کی فوج کے سردار اکثر حبشی برہمنی مسلمان تھے

اور اوس کی فوج کے سپاہیوں میں مہڑٹوں کی تعداد کا بڑا حصہ تھا۔ یہ لوگ اگرچہ میدان کی لڑائی کے ابھی تک کام کے نہ تھے مگر وہ زے لالہ اور مہاراج بھی نہ تھے بلکہ اون میں مسلمانوں کی سپاہیانہ جرأت نے اثر کر دیا تھا اور وہ اپنے آپ کو سپاہی سمجھنے لگے تھے اور دور دور کی لڑائی اور غارت گری سے مخالف کو سخت تنگ کرتے تھے ہندو اس زمانہ میں نہ صرف ملک عنبر کی فوج میں شامل تھے۔ بلکہ سارے دکن کی حکومتوں میں تمام کاموں کی حقیقت یہی مالک ہو رہے تھے۔ مسلمان جب اس ملک میں آئے تو اپنی سپاہیانہ قوت کے ذریعہ سے آئے اور بہان کی بود و باش اور اس ملک میں اون کی حکومت کے قیام کی وجہ یہی اون کی سپاہیانہ قوت ہی تھی۔ اس وجہ سے اون کو ہمیشہ اسی فن کا شوق رہا۔ اور جس قدر اونہوں نے اپنے عیش و عشرت کے بعد توجہ کی وہ ہمیشہ اسی فن کی طرف کی۔ لکھنے پڑھنے میں گو بعض بڑے بڑے صاحب کمال ہوئے اور ریاضی اور علوم و فنون میں اوس زمانہ میں دنیا کے استاد بنے۔ مگر اون کی توجہ اور شوق علم کی طرف عام کہی نہیں ہوا۔ بلکہ پڑھنے لکھنے اور حساب کتاب کو ہمیشہ ایک بوجہ سمجھتے رہے۔ اگر کبھی ضرورت پڑی تو ایک لالہ کو نوکر رکھ لیا۔ اوس نے اون کا حساب کتاب کر دیا وہ منکر خوش ہو گئے۔ لیکن یہ حساب کتاب ایسی چیز نہیں ہے کہ ایک دن کا کام ہو یہ تو ہمیشہ ہوتا ہے اور ہر جگہ اس کی ضرورت ہوتی ہے چہ جیسے اس کی ضرورت ایک خاص آدمی کو ہے ویسی ہی اس کی ضرورت تمام ملک کو اور سلطنت کو ہے اس سبب سے امرا اور سلاطین کے درباروں اور دیہات کے زمین داروں اور شہر و قصبہ کے سوداگر دن کو جو غائب رکنا پڑے۔ وہ یہ لالہ ہاتھوں ہاتھوں ہر جس کے ہاتھ میں ڈولی اوس کا سب کوئی حساب کتاب ہاتھ میں ہونے سے

گو انسان حاکم نہ بنے مگر حاکم کا پیشکار تو بن ہی جاتا ہے۔ اور خصوصاً جہان غفلت اور اس کام سے نفرت ہو وہاں تو وہ فاعل مختار ہی ہو جاتا ہے یہی حالت اہل اسلام کی اس زمانہ میں تھی۔ جابجا سرکار دربار اور امر اجاگیر مارون کے یہاں ہندو محاسب نوکر ہوا کرتے تھے اور وہ تمام حساب کتاب کے مالک ہوتے تھے۔ پرادن کے ساتھ ادن کی کارپردازی کی مدد اور اعانت کے لیے بھی ہندو ہی مقرر ہوتے تھے اور اور اس سبب سے کسی مسلمان امیر کے گھر کے کاموں کے کارکن ہندو ہوا کرتے تھے گا لون کی مالگذاری اور سرکاری حکم احکام کی تحریر کا کام بھی انہیں کے ہاتھ میں رہتا اور انہیں کے رشتہ دار ساتھی اوس کے کاچکن ہوتے تھے مسلمانوں کے مسلمان ملازم اپنے آقاؤں کی اطاعت صرف اور انہیں سپاہیانہ کاموں میں کرتے جس کے لیے وہ نوکر ہوتے تھے۔ ہندو ملازموں کو اس کی کچھ پرواہ نہ ہوتی وہ ہر ایک کام کرنے کو مستعد ہو جاتے اور ایسی اطاعت اور خدمت گزاری کرتے کہ مسلمان امیر ادن کے گردیدہ ہو جاتے اور ان کی کتابت و اطاعت کے باعث ادن کے بندے بن جاتے۔ غرض کہ مسلمانوں کے سہدین کچھ تو مسلمانوں کی غفلت اور سستی سے کچھ اس ملک میں ہندوؤں کی کثرت سے کچھ ادن کی اطاعت شعاری اور کفایت سے تمام کاروبار یا بیو بار کے مالک اوس وقت بھی ہندو تھے اور جس قدر امر اجاگیر دار ہوتے وہ سب انہیں محاسنون اور منشیوں کی راہ پر کام کرتے تھے۔ لا کوئی سرکاری یا خانگی کلمہ ایسا نہ تھا کہ جس میں ہندو کا دخل نہ ہو۔ اسی وجہ سے اس وقت میں ادن کو ایسی قوت ہو گئی تھی کہ اہل قلم سے اب اہل سوف بھی ہو۔ نہ لگے مال کی حفاظت گہرا کا جو کی پہہ انہیں۔ کہ سپرد ہوا۔ پھر ٹیکہ پہلے ہونے کے سبب سے دوڑ و چوہ خبر رسانی وغیرہ کا کام بھی انہیں کے ذمہ ٹھہرا۔

امرا کے سوار ہی شکازی لوٹ امین ہی ہی کام دینے لگے۔ پہر جب ایسی حالت ہو تو کب تک غلام سے مالک اور محکوم سے حاکم بننے کی رغبت نہ ہو غرض اسی طرح سے ہندوؤں کا اعزاز بڑھا اور اب وہ یہ جاننے لگے کہ ہم بھی کچھ ہیں۔

۲۰۱۔ یاقوت خان وغیرہ امرا نے نظام شاہی کی ایجاد کے باعث ایک عہد کی شکست شہنشاہان سے کے معاملات کو جیسا خانخانان سمجھے ہوئے ہے ایسا اور کوئی نہیں جانتا یہ بہتر ہے کہ اس سے ہی وہاں بھیجا جائے۔ اس لیے جہانگیر نے پہر ۱۵۸۲ء کے آخر میں خانخانان کو دکن کی معمر پروا نہ کیا۔ اور خواجہ ابو الحسن اعتقاد خان نو جوان کے بھائی کو بھی آصف خان کے مر جانے کے باعث آصف خان کا خطاب دیکر اس کے ہمراہ کیا۔ خانخانان کے مزاج میں اپنی قیدی سستی تھی۔ اگر اس نے دکن میں وہی آہستہ آہستہ کارروائی شروع کی۔ کہ جس کا دو تین سال تک کچھ انظر اس پر نہ ہوا۔ خانخانان نے اپنے بیٹے شاہ نواز خان کو بالاپور میں فوج کا سردار مقرر کر رکھا تھا۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جس کی قوت بہت بڑھ جاتی ہے اس کے کوئی نہ کوئی دشمن بھی ہو ہی جاتے ہیں۔ یاقوت خان وغیرہ چند سردار عنبر کی فوج کے مر ہٹوں کے بہکانے سے اس کو رنجیدہ ہو گئے تھے اس وقت یاقوت خان و آدم خان و بابو جیو کانتہ وغیرہ چند مرہٹے سردار شاہنواز خان کے پاس چلے آئے۔ اور اس کو عنبر کے مقابلہ کے لیے بلکرایا۔ شاہنواز خان نے اس وقت بڑی ہمت و دانشمندی کا کام کیا۔ ان لوگوں کے آتے ہی خوشی کے شادیانے بجا دئے جس سے یگانہ و میگا نہ سب کو شاہنواز خان کی افزائش قوت کا خیال پیدا ہو گیا۔ اور اس کے آدیوں کی ہمت بندہ گئی۔ پہر اس نے

اپنا تو بچا نہ لیا۔ اور عنبر کے مقابلہ کو روانہ ہوا۔ اور محلدار خان ویا قوت خان و آتش خان
 و دلا در خان وغیرہ امرائے نظام شاہی کو شکست دی۔ اور اپنے ہر دل کو عنبر کے اون
 گاشتوں کی تنبیہ پر مقرر کیا جو بادشاہی علاقہ سے مالگہ اری وصول کرتے تھے۔ مگر کا
 بہیدی لٹکا ڈھائے۔ یہ نظام شاہی باغی سردار عنبری ملازمنوں پر ایسے موقع سے
 آکر گرے کہ عنبری فوج شکست کھا کر ہباگ گئی۔ جب عنبر کو خبر ہوئی تو وہ اپنی فوج لیکر
 دولت آباد سے شاہ نواز خان کے مقابلہ کو چلا۔ ادھر سے شاہ نواز خان نے بھی
 اپنی کل فوج لی۔ طرفین ایک مقام پر چہ کو س کے فاصلہ سے آکر ٹپڑے ایک نالہ اونکے
 درمیان حائل تھا۔ یہ دشمنی باغی بھی عنبر کی لڑائی اور اوس کے داکو بیچ سے خوب واقف
 تھے۔ یعقوب خان بدخشی نے جو شاہ نواز خان کا سپہ سالار تھا موقع جنگ جانتے ہی
 ایک ایسے موقع پر قرار دیا کہ جہاں نالہ کم عرض تھا۔ مگر کچھ غنیمت کی طرف بہت تھی۔ پہنالہ کے
 قریب بر قندازو تیر انداز چیدہ چیدہ تعین کئے اور ان کے عقب میں لکلی فوج کو تو بچا نہ دیا
 اور بان مارنے والوں کو کھرا کیا۔ دور دراز تک فوجیں ایک دوسرے کے مقابل ٹپڑی
 لڑیں۔ اور طرفین نے اپنے سامان کئے تیسرے روز عنبر نے علی الصبح اپنی فوج کو نالہ
 سے اترنے اور نملہ کرنے کا حکم دیا شہنواز خان کی فوج نے پہلے تیر اور بان مارنا شروع
 کیے اور پھر بند و قون اور توپوں سے سخت نقصان پہونچایا۔ اس وقت ہوا تیز چل رہی تھی
 جو تیرگو۔ شہنواز خان کی طرف سے جاتے تھے۔ وہ عنبری فوج پر ٹیک پہونچتے تھے۔
 لیکن جو عنبری طرف سے آتے تھے وہ ہوا سے ٹکرا کر نشانہ پر نہ لگتے تھے۔ سواے
 اس کے عنبر کی طرف فائر نہ شیب بہت تھا کہ جس سے اوس کے سوار اور ہاتھیوں کو چلہنا
 دشوار تھا۔ اور دلیل میں اون کے پائین پہنس جاتے تھے اور ہنر کلنا محال ہو جاتا تھا۔

اسی وجہ سے عنبر کی فوج کی صفین کی صفین غارت ہو گئیں۔ اور اس قدر کشتیوں کے
 ٹہیر ہو گئے کہ شہنواز خان کی فوج کے لیے اونہوں نے سڑک کا کام دیا۔ اور دارا بھٹا
 وغیرہ آگے بڑھنا شروع ہو گئے۔ اور نالہ سے عبور کرنے لگے۔ باوجود اس سخت
 نقصان کے عنبر نے سخت کوشش کی کہ مخالف کو روکے اور خود تمام فوج لیکر مقابل
 ہوا اور ایسی جانفشانی کی کہ لڑائی کی حالت پلٹنے کے قریب ہو گئی۔ مگر اس وقت
 شہنواز خان اور یعقوب خان خود اس کے روکنے کو آگے کہ جس سے عنبر نے
 زیادہ ٹہیر نامناسب نہ سمجھا۔ اور فوراً لشکر کی باگ پھیر دی۔ اور سیدہ دولت آباد کو چلا آیا
 شہنواز خان کی فوج نے تین کوںس تک تعاقب کیا اگر رات کو اندھیرا حاصل نہ ہو جاتا
 تو وہ کمینوں کا بچنا محال تھا۔ تمام تو سچا نہ اور تین سو باقی اڑھٹ عنبر کے چسپن گئے۔ پھر دشمنوں
 نے اس کا کمر کی تک تعاقب کیا۔ یہ کمر کی وہ مقام ہے کہ جہاں عنبر نے عبداللہ خان
 صوبہ دار گجرات پر فتح پائی تھی اور اس کی یادگار میں اس جگہ کا نام فتح گڑھ لکھا اور اس کو آباد
 کیا تھا۔ کمر کی مرہٹی زبان میں سنگستان کو کہتے ہیں چونکہ بیان پہاڑ بہت ہیں اس لیے
 اسے کمر کی کہنے لگے تھے۔ اور نگ زیب عالمگیر نے اس جگہ کا نام خجہ بہمنیا دیا
 و اور نگ آباد رکھ دیا تھا۔ غرض تین روز تک شہنواز خان نے اسے ٹوٹا بعد ازاں واپس
 چلا گیا جہاں گنیر نے اس فتح کے جلد میں شہنواز خان اور یعقوب خان وغیرہ امر پڑی
 جڑی حنا تیرہ کین۔ یہ واقعہ ۱۰۲۴ھ کا ہے۔

۲۰۲۔ شاہزادہ خرم کی عزت اور اس کے شاہزادہ خرم کو ۱۰۲۶ھ میں جہانگیر نے ہشت ستراری کا
 بچوت کی پیدائش اور اس کا کن کن ہم منصب اور علم و تقارہ اور آفتاب گئے جو اس خاندان میں
 ولی عہد کی کانشن ہے اور نیز مہر شاہی کا اہتمام عنایتاً

پر روانہ ہونا۔

کیا تھا اور اسی سال میں خرم نے ایک ہندو نگران کی سازش سے شاہزادہ خسرو کی
 بغاوت کی خبر جھانگیر کو دی تھی اور جھانگیر نے سازش کرنے والوں کو سزا دی تھی اور ۱۰۱۹ھ
 میں مرزا منظر حسین زبیر شاہ اسماعیل صفوی کی دختر سے جس سے کوئی اولاد زندہ نہیں
 رہی شادی ہوئی تھی اور ربیع الاول ۱۰۲۱ھ میں مرزا ابوالحسن آصف خان پسر اعتماد الدولہ
 غیاث بیگ کی بیٹی ممتاز محل سے شاہزادہ خرم کا بیاہ ہوا تھا۔ اور ۱۰۲۲ھ میں دوازدہ ہزاری
 ہش ہزار سوار کا منصب دیکر اور خان اعظم کو امانا لیتے مقرر کر کے اسے جھانگیر نے
 رانا سے چتواری مہم پر بھیجا تھا اور ۱۰۲۳ھ میں عبداللہ خان فیروز جنگ صوبہ دار گجرات
 اور دکن کی فوج کو بھی اس کی امداد کرنے کا حکم دیا تھا۔ اور محمد تقی بخشی مخاطب پشہ قلی خان
 بھی اس کے ساتھ گیا تھا شاہزادہ خرم نے اس مہم کو ۱۰۲۴ھ میں سر کیا اور بڑی لڑائی کے
 بعد رانا سے چتواری اس کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ جس کے صلہ میں ہیرہ ہزار سی
 اور وہ ہزار سوار کا منصب اس کو ملا تھا۔ ۱۰۲۳ھ میں جہان آرا بیگم اور ۲۹ صفر ۱۰۲۴ھ
 میں داراشکوہ۔ اور شاہ شجاع ۱۸ جمادی الثانی ۱۰۲۵ھ میں اور روشن آرا بیگم رمضان ۱۰۲۵ھ
 میں اور دھوکہ مقام پر جو گجرات مالوہ کی حدوں پر مہم کرنے سے اصل میں دو حد سے
 اور جسے اب دھوند کہتے ہیں ۱۵ ذی قعدہ ۱۰۲۵ھ کو اورنگ زیب شاہزادہ خرم کے بچے
 پیدا ہوئے تھے۔ جب ۱۰۲۵ھ میں عبداللہ خان ایک واقعہ ٹھکانے کیل کے باعث
 معذور ہوا اور دیانت خان گجرات کو اس کی جگہ بھیجا گیا تھا تو شاہزادہ خرم نے اس کی
 تقصیر بادشاہ سے لکھ کر معاف کرا دی تھی۔ اب جھانگیر نے عنبر بی امیر دکن کی اطاعت سے
 اسی قدر فائدہ برکت نہ لیا بلکہ عنبر کے استیصال کے لیے اسی ۱۰۲۵ھ کے سلخ شوال کو
 شاہزادہ خرم کو دکن کی مہم پر مامور کیا اور عبداللہ خان کو دکن کو بھیجا کہ شاہزادہ پرویز کو فوراً آباد

روانہ کر دے اور شاہزادہ کی تقویت کے لیے خود بھی ماہ ذیقعدہ میں ماندو کیا۔ وہاں خود توسیر و شکار میں مشغول ہو گیا۔ اور شاہزادہ کو دکن کی طرف روانہ کر دیا۔

۲۰۳۔ سلطان محمد قطب شاہ اور ابراہیم عادل شاہ
اور ملک عنبر کا شاہزادہ خرم کی اطاعت کرنا
اور قلعہ احمد نگر کی واپسی۔

اس وقت نظام شاہی امر اکے چلے جانے کے باعث عنبر کی حالت اچھی نہ تھی۔ اس لئے اس نے ابراہیم عادل شاہ کے مشورہ سے شاہزادہ خرم کے آنے کا حال سنتے ہی اس کے بندوبست کی تدبیر کی۔ سلاطین دکن میں اس وقت عنبر کے سوا ایسا دل چلا کون تھا جو غلیہ فوج کے مقابلہ کو اٹھتا جب عنبر کی ہی حالت اس قابل نہ تھی تو اس سے بجز اطاعت کے امر کیا ہو سکتا تھا۔ اس لئے ابراہیم عادل شاہ اور عنبر نے اپنے سفیر جالگیر کے پاس قبل اس سے کہ شاہزادہ نیر یا کو عبور کرے بھیج دے شاہزادہ نے ان ایلیچین کے ہو پٹھنے کے بعد افضل خان اور راجہ براجیت کو بھیجا پور کہ اور میر کلی معتقد خان و اسے جادو داس کو حیدر آباد کو مع دکنلا، مذکورہ دکن کی طرف بھیجا۔ اور ابراہیم عادل شاہ اور سلطان محمد قطب شاہ کے نام فرمان لکھے اور اس میں لڑائیوں کی خرابی کو ظاہر کر کے بہت سے وعدہ و وعید کئے اور یہ اشعار بھی اوس میں درج کئے

یکے نور صلح و دگر نار جنگ

دے نار جنگ یو دھن سار سوز

دو شعلہ نیک شمع دارم چنگ

بود نور صلح شبتان خسرو ز

بعد ازاں نربہ پر خاٹا خان و صاحب خان و شاہنواز خان پسر خاٹا خان و عبد اللہ خان فیروز جنگ و راجہ براج سنگھ و راجہ بہلو سنگھ و داراب خان و راجہ نرسنگھ دیو شاہزادہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شاہزادہ (۵) ربیع الاول ۱۰۸۰ کو رہا پڑ میں داخل ہوا۔ چونکہ ابراہیم عادل شاہ خرم اور دکن میں اس وقت بڑا ذی عزت تھا۔ شاہزادہ نے دو ایلیچون کو حکم دیا کہ وہ پہلے

عادل خان کے پاس جائیں۔ جب یہ ایلیچی ابراہیم عادل شاہ کے پاس آئے تو اوس نے سفیروں کا پانچ گوس تک استقبال کیا اور فرمان کو زمین بوس کر کے سر پر رکھا۔ اور دکلہ کو شہر میں لاکر بڑے اعزاز و اکرام سے اوس کی مہمانداری کی اور جہانگیر کی اطاعت اور عنبر سے اوس علاقوں کے واپس کرنے کا اقرار کیا جو بادشاہی مفتوحہ ملک میں سے اوس کے ہاتھ پڑ گئے تھے۔ جب افضل خان اور راجہ بکرماجیت کے عرائض سے شاہجہان کو معلوم ہوا کہ ابراہیم عادل شاہ اطاعت کی طرف مائل ہے اور پیش کش سے بچنے کا سر انجام کر رہا ہے تو اوس نے سید عبداللہ بارہ کو جہانگیر کے پاس بھیج کر تمام کیفیت سے اطلاع دی۔ سید عبداللہ اشعبان ۱۰۲۰ھ کو جہانگیر کے پاس پہنچا۔ اوس نے اس خوشی میں سید عبداللہ کو سیف خان کا خطاب دیا۔ اور شاہزادہ خرم کو ایک نہایت بیش قیمت لعل بھیجا۔ پھر ابراہیم عادل شاہ نے چھ لاکھ روپیہ نقد اور پچاس ہاتھی جس کی قیمت چھ لاکھ تجویز کی گئی تھی اور اوس میں ایک سرنک بے نظیر ہاتھی تھا اور پچاس عربی گھوڑے ساٹھ ہزار روپیہ کے اور جواہر و آلات مرصع دو لاکھ پچاس ہزار کے پیش کش میں بھیجے۔ اور دو لاکھ روپیہ راجہ بکرماجیت کو اور ایک لاکھ افضل خان کو دیا۔ اور مہمانداری وغیرہ تحفے متاعف میں جو اوس کا خرچ ہوا وہ اس کے علاوہ اود سر میر کی اور جادو اسے ۵۰ جب ۱۰۲۰ھ کو حیدر آباد پہنچے سلطان محمد قطب شاہ نے بھی ایلیچون کا اعزاز و اکرام اوسط ج کیا جیسا کہ ابراہیم عادل شاہ نے کیا تھا۔ اور اسی قدر پندرہ لاکھ روپیہ کا پیش کش بھی بھیجا۔ پھر آیت بیجا پور سے لوگر احمد نگر گیا اور اوس پر اوزیر باقی تمام محالات بالا گٹا پر قبضہ کر لیا۔ شاہجہان نے خنجر خان مخاطب۔ سپہدار خان کہ جانے پو کے تہا فون برادر جہانگیر بیگ مخاطب۔ جانا پناہا لو احمد نگر کی حراست پر بھیجا اور بیرام بگ بخشی ان تمام تہانہ داروں اور فوجداروں کے ساتھ

جو بالاکھاٹ میں متعین ہوئے تھے بالاکھاٹ کو آیا اور انہیں اپنے اپنے مقامات پر
 احمد نگر جالندہ پور مونکی ٹپن سرکاہاسم پاتری سیکر ماہور کہہ کر کلمہ پڑھنے والا پور آنہ پڑ گئے
 بٹیرمین جس کا فقط مصلح پچیس لاکھ روپیہ تھا تاہن کر کے چلا گیا اور اپنے ساتھ
 بہر جی زمیندار بجلانہ کو بھی مع پیش کش لایا جس کی تنبیہ کا ہی اس کو حکم ہوا تھا۔ شاہزادہ خرم
 نے برہانپور سے کچھ فوج راجہ ہاسے گوندانہ کے مطیع کرنے کے لیے بھی بھیج دی تھی
 اس نے جا کر اور مار پیٹ کر کے انہیں مطیع کر لیا۔ اور ساتھ ہاتی اور دو لاکھ روپیہ
 چاندہ سے اور تین ہاتی اور ایک لاکھ روپیہ رُم سے پیش کش میں لائے۔ جب
 یہ سب انتظام ہو گیا تو شاہزادہ نے بدستور سابق خانخانان کو خاندیس و برادر دکن کا صوبہ
 کیا اور تیس ہزار سوار اور سات ہزار پیادہ میر قنداز کا اندرا اس کی مدد کو چھوڑے۔ جس میں
 سے بارہ ہزار سوار شہنواز خان کو دیکر دکن کو بھیجا۔ اور خود اسی سلسلہ میں ایشوال کو
 باپ کے پاس جا پہنچا۔ اور دکن کی پیش کش جس کی کل تعداد پچاس لاکھ روپیہ کے قریب
 تھی اور نیز زمیندار بجلانہ کو جانگیر کی خدمت میں پیش کیا۔ جانگیر نے اس حسن خدمت کے
 عوض شاہزادہ خرم کو شاہجان کا خطاب اور سی ہزاری بست ہزار سوار کا منصب عنایت کیا
 اور دربار میں کرسی پر بیٹھنے کی اجازت دی۔

۲۰۳۔ جہانگیر کا گجرات کو اس کے بعد جانگیر نے صابت خان کو کابل کی موبہ داری پر بھیجا
 اور پھر تسمیر کو حسانا۔ اور سر دشا کر کرتا ہوا احمد آباد اور کمبہات کو چلا گیا مگر چونکہ احمد آباد کے

قریب بادشاہ بیمار ہو گیا۔ اس لیے وہاں سے بہت جلد مالور کو واپس ہوا لیکن جب
 سنا کہ کہ اگر وہ میں دبا تھیں ہی ہے پھر دہ دیا و حدہ حد مارے سے احمد آباد کو لوٹ گیا۔
 اور صوبہ گجرات شاہجان کو جانگیر میں دیدیا اور سلسلہ میں پھر آگہ کو مراجعت کی۔ اس وقت

تک یہی اگرہ کی دبا شدت تھی اس لیے فتح پور میں مقام کیا۔ خانہ خان دکن سے
 یہاں اگر بادشاہ کی خدمت سے شرف ہوا۔ چونکہ ۱۰۲۸ھ کے شروع میں شہنشاہ خان گیا
 اس لیے بجائے اوس کے اوس کے بہائی داراب خان کو جہانگیر نے خاندیس اور
 براہ کا صوبہ دار کیا۔ اسی زمانہ میں جہانگیر نے حکم دیا کہ لاہور اور مالوہ کے راستہ میں ایک
 ایک کوس کے فاصلہ پر کنوئیں کھودے جائیں اور ہر کون پر سایہ دار درخت لگائے جائیں
 اور موقع مناسب پر سرزمین بنائی جائیں۔ پھر بادشاہ کشمیر کو پہلا۔ راستہ کی تکلیفیں دیکھ کر راستہ
 میں قیام گاہیں بنانے کا حکم دیا۔ اور چونکہ کشمیر میں بعض لوگوں نے فساد کیا تادنا درخان
 کو اوس کی تنبیہ پر مقرر کیا۔ اور فساد فرو ہوا۔ پھر ۱۰۲۹ھ میں بادشاہ بہمن رہا۔

۲۰۵۔ مرزا علی دلی بیدر کو قید کر کے مرزا علی امیر برید ثانی کو نکال کر ۱۰۱۸ھ میں بیدر کا حاکم بن بیٹھا
 ابراہیم عادل شاہ کا علاقہ تبیدار اور تھا اوس نے چاہا کہ خاندان عادل شاہیہ سے کچھ رشتہ
 اور چوٹی کے فساد پر کڑوں کو دہل پیدا کرے کہ جس سے یہ سلطنت دوست ہو جائے۔
 اس لئے اوس نے اپنی بیٹی ابراہیم عادل شاہ کے بیٹے
 ملاکب محمد دسہ کرنا۔

۱۰۲۸ھ میں بیاہ دی۔ اور پرگنہ جنگ پور اوس کے جیمیز میں دینے کو کہا۔ جب شادی
 ہو گئی تو اپنی چوٹی سی سلطنت کا ایک بڑا پرگنہ ہاتھ سے جاتا دیکھ کر دل ہو گیا۔ اور جو اقرار
 کیا تھا اوس کے ایغامین لیت و عمل کرنے لگا۔ ابراہیم کو اس پر غصہ آیا۔ جب اس وقت
 جہانگیر سے اطمینان خاطر ہوا تو اس نے ۱۰۲۹ھ میں مرزا علی کو جنگ پور کے پرگنہ لینے کے
 واسطے سردہ ہزار سوار روانہ کئے۔ اور سردہ ہزار رنجوؤں کے مواضع کے درمیان گھاٹ پر
 اونہوں نے آکر مورچہ جما۔ نئے۔ مرزا علی ہی دو ہزار سوار اور پانچ ہزار پیادہ نیکہ دفعیہ کو نکلا۔
 اور تازہ بگٹھانہ کے کنارہ آکر چڑا۔ مرزا علی کی تلون زاجی سے اوس کے سردار ناراض ہو کر

تھے اور جانتے تھے کہ عادل شاہ کو ضرور فتح ہوگی۔ اس لیے اوس کے سردار
 عادل شاہ سے بہت مل گئے تھے۔ عادل شاہی فوج نے مرزا علی کے لشکر پر رات
 کے وقت چناپہ مارا۔ اور اندھیری رات میں یان اور حقون سے اوس کے لشکر کو پریشان
 کر دیا۔ کچھ تو اس سبب سے اور کچھ عادل شاہ کی رعایت سے مرزا علی کے سردار کنارہ کش
 ہو گئے اور صبح کو مرزا علی اور اوس کے متعلقین کو عادل شاہی فوج نے قید کر لیا اور
 بیجا پور کو لے آئے۔ یہاں ارن کو ایسا قید کیا کہ پیرا دن کے مرگ و زیت کا کسی کو
 حال نہیں معلوم ہوا۔ تاریخ برید یہ مین اس واقعہ کو محمد عادل شاہ اور شادی کو علی عادل شاہ
 سے منسوب کیا ہے۔ اور ۱۰۲۹ھ کے بجائے ۱۰۳۰ھ لکھا ہے۔ مگر یہ
 غلط ہے اول تو علی عادل شاہ ۱۰۳۹ھ میں پیدا ہوا ہے اوس کی شادی ۱۰۳۵ھ میں
 کیونکر ہو سکتی ہے۔ دوسرے یہ کہ ۱۰۳۲ھ میں بیدار ابراہیم عادل کے قبضہ میں تھا اور
 اوسے ملک عنبر نے ابراہیم عادل شاہ پر چڑھائی کرنے کے وقت لوٹا تھا۔ اس لیے
 ہمارے نزدیک بجائے علی کے محمد اور بجائے ۱۰۳۵ھ کے ۱۰۳۲ھ ہونا چاہئین۔
 اور اس ہماری رائے کی تصدیق تاریخ بیجا پور سے ہوتی ہے اوس میں اس کے فتح کی
 تاریخ ۱۰۲۹ھ کے قریب میں لکھی ہے۔ غرض جب مرزا علی قید ہو گیا تو ابراہیم نے بیدار
 اور اوس کے توابعات پر قبضہ کر کے اوسے داخل ممالک محدودہ کر لیا اور مرزا علی کی بیٹی
 اپنی بیوی کو دلجوئی کے لیے اس علاقہ کا مختار بنایا۔ اب بیدار کی حکومت کا جو نام باقی تھا
 وہ بھی جاتا رہا۔ اسی زمانہ میں ادھوئی کی طرف کچھ فساد ہوا تھا۔ ابراہیم نے کچھ فوج
 اوس کے رفع کے لیے بھیجی تھی اس فوج نے ۱۰۳۱ھ میں کربل کو فتح کر لیا۔ اور علاقہ
 ہی عادل شاہی عملداری میں داخل ہو گیا۔

۲۰۰۶ ملک عنبر کی تاخت جہانگیری جس زمانہ میں جہانگیر کشمیر جنت نظیر کی سیر و سیاحت میں مشغول
 علاقوں پر اور جہانگیر کا شاہجہان کو
 دکن کی طرف بھیجا۔

بیدر کو بیجاپور کی حکومت میں داخل کر لیا تھا۔ مگر ملک عنبر دوسری ہی تک دو میں تھا
 اوس نے اس زمانہ میں اپنی فوج اور ملک کا خوب انتظام کیا۔ اور ایسے سردار پیدا
 کئے جو اوس کے خالص رفیق اور ہوا خواہ تھے اور جن پر اوس کا بڑا اعتبار تھا اور غالباً
 ادن امر کو بھی راضی کر کے اپنے پاس بولالیا کہ جو پہلے آزرہ خاطر ہو کہ شہنواز خان
 کے پاس چلے گئے تھے کیونکہ ان باغی سرداروں کے نام آگے چلکر ہم اوس کے
 سپہ سالاروں میں پاتے ہیں۔ ملک عنبر بڑا غیرت والا شخص تھا۔ اس کو نہ صرف اپنی
 شکست کا اور علاقہ جات مفتوحہ کی واپسی کا بھی رنج تھا۔ بلکہ اس بات کا بڑا اصد مدہ ہوا تھا۔
 کہ شاہجہان کے سفیر ابراہیم عادل شاہ کے پاس پہلے گئے اور وہیں تمام شرائط صلح
 طے کی گئیں۔ اور اوس کو فوطہ طائر لٹکا صلح کی تعمیل کے لیے پوچھا گیا۔ جب اوس کا
 انتظام اندرونی درست ہو گیا۔ اور جہانگیر دکن سے دور چلا گیا۔ تو اوس نے فوراً عہد
 اطاعت کو فراموش کر بادشاہی علاقوں پر ہاتھ بڑھایا اور سچاس ہزار فوج کی بیڑ بھاڑ سے
 پہلے تو بالاکھاٹ کی شاہی فوج کو تنگ کیا۔ اور تمام رسد و اذوقہ کے راستے بند کر دیے
 شاہی فوج نے بہر کو مستحکم کر کے تین مہینے تک اوس کا مقابلہ کیا۔ گو کہ داراب خان نے
 منصور خان حبشی عنبر کے ایک سردار کو گرفتار کر لیا۔ مگر آخر کو او۔ سے روٹھ کر لٹکاٹ سے
 اوتر کر انراچ بالا پور میں پناہ لینا پڑا۔ پھر عنبر نے کون بھی اون کو چین نہ لینے دیا اور تمام
 رستے مسدود کر دیے کہ بادشاہی امر قحط کے باعث بالا پور کو بھی چھوڑنا پڑا۔

اور برہانپور میں جا کو چاہلی۔ اور عنبر نے تمام دیہات و قصبات کو حوالی برہانپور تک غارت
اور ویران کر ڈالا اور احمد نگر کا محاصرہ کیا اور دکن براہ خاندیس کے تمام قدیم اور جدید شاہی علاقہ
جز قباہض ہرورم برہانپور کو جا کر پہلی دی۔ خان خاندان نے پہلے ہی جہانگیر کو عرضی بھیجا کہ عنبر کی سرکشی
کی اطلاع دی تھی اب جب شاہی ملازمون کو عنبر نے ایسا تنگ کر دیا تو صوبہ دار برہانپور
وغیرہ نے عرضیان بھیجا کہ جہانگیر کو ان تمام واقعات کی اطلاع دی۔ اور کہا کہ یا تو آپ
اس قدر جلد بطریق ایلغار کے آئیں کہ جیسے اکبر بادشاہ احمد آباد کے امر کی مدد کو تو روز بین
آگیا تھا۔ یا شاہجہان کو بھیجیں تب تو ہماری جان اور آبرو محفوظ رہ سکتی ہے۔ ورنہ راجپوتوں
کی طرح ہم لوگ اپنے زن و فرزند کو قتل کر کے مخالف سے مقابلہ کو نکلیں گے اور اگر جانیگے
ملاک کی بد نظمی کے باعث خزانہ میں ایک پیسہ نہیں رہے اور فوج کی حالت تنگی خراج
کی وجہ سے نہایت ہی خراب ہے اس خبر کے پہونچتے ہی پہلے تو جہانگیر نے احمد آباد
اور مالوہ کے خزانہ داروں کو بیس لاکھ روپیہ دینے کو حکم لکھا۔ اور سزا دیون کو حکم دیا کہ فوراً
جا کر اس کی تعمیل کرادیں اور شاہجہان کو دکن کی مہم پر جانے کے لیے کہا۔ اور خود بھی کشمیر
سے آگرہ کو چلا آیا اور لاہور میں آکر شاہجہان کو چپاس لاکھ روپیہ نقد مع دیگر انعامات کے دکن
کے فوجی اخراجات کے لیے عنایت کر کے غزہ صفر ۱۰۱۳ھ کو ترخصت کیا۔ اور خان جہان
کو صوبہ دار ملتان کر کے خود آگرہ کو چلا آیا۔ اور شاہجہان راجہ ہرماجیت و افضل حسان
عمید اللہ خان و خواجہ ابوالحسن و لشکر خان و سردار خان و سید نظام و محمد خان بخش
لشکر اور احمدی اور برہانپور کے ایک بڑی بہاری فوج لیکر روانہ ہوا۔

۲۰۷۔ شاہجہان کا شراب سے تو بیکرنا۔ اس وقت ملک عنبر کی فوج براہ اکبر پور ۲ ربیع الاول ۱۰۱۳ھ
اور برہانپور میں پہونچتا۔

کر رہی تھی اور منصور حبشی نے آئندہ ہزار فوج سے ماندو کے قلعہ والوں کو دہلی دی تھی اور محمد تقی کو قلعہ جہین جانے کا سخت اندیشہ ہو رہا تھا اس لیے دوسرے ہی روز ہم ربیع الاول کو شاہجہان نے خواجہ ابوالحسن کو پانچ ہزار سوار دے کر دکنیوں کی تنبیہ پر متعین کیا۔ اس خبر کے پہنچنے ہی محمد تقی اور یوسف خان قلعہ سے ہزار سوار لیکر نکلے۔ ایک چوٹی سی لڑائی ہوئی جس میں دکنی شکست کھا کر زبدا پارہاگ آئے۔ چونکہ زبدا کے اس طرف عنبر کی فوج کچھ آگے تھی اس لیے منصور حبشی نے تقویت باکر جاہا کہ زبدا سے عبور کر کے پھر محمد تقی پر حملہ کرے مگر محمد تقی نے دوسری کنارہ سے تیر اور بندو قون سے ایسا روکا کہ وہ دریا سے نہ اتر سکے اور خواجہ ابوالحسن و بیرام بیگ وغیرہ محمد تقی سے آکر مل گئے اور بالاتفاق دریا سے زبدا سے عبور کر آئے۔ اور عنبر کی فوج برہانپور کو بہاگ آئی۔

۱۶۲۴ء میں جشن سالگرہ میں شاہجہان نے شاہگیر نے شاہجہان کو زبردستی شراب پلائی تھی اوس وقت سے شاہجہان شراب پینے لگا تھا۔ جب وہ دریا سے چنبل پر آیا۔ اور دکنیوں کی قوت و شوکت کا حال سنا تو اوس کو اپنی عزت کا بڑا خیال ہوا۔ اور پہلی فتح کی نیک نامی کو شکست کی بدنامی سے بدل جانے کا اندیشہ پیدا ہوا۔ اس لیے اوس نے شراب نوشی کے طلای غلظت کو توڑ کر خیرات کر دیا اور شہر آب دریا میں بہکا دی۔ اور خدا سے نند کیا کہ آئندہ شراب کبھی نہ پونے گا۔

جبنا شاہی کہ در عہدِ نساب	شد ز قویہ بہم جو پیران کا سیاب
---------------------------	--------------------------------

جب اس فتح کی خبر شاہجہان کو پہنچی تو وہ ۲۷ ربیع الاول کو شادی آباد ماندو کے قریب پہونچا۔ وہاں خانخاناں اور داراب خان کے 'ایض سے معلوم ہوا کہ دکنی فوج حوالی برہانپور میں ساٹھ ہزار سے کم نہیں ہے اور قرب جوار میں ایسی منتشر ہے کہ جیسے برہانپور کا

محاصرہ کئے ہوئے ہے۔ ایسی حالت میں اس وقت تک کہ فوج متعینہ ہمارہی کل
 مجمع ہو جائے یہاں آنا خطرہ سے خالی نہیں ہے۔ بہتر ہے کہ اوس جگہ تافراہی
 سپاہ توقف کیا جائے اور اسی کے ساتھ شاہجہان کے ہوا خواہوں نے ہی صلاح
 دی کہ جب تک کل فوج اگر لشکر میں جمع نہ ہو جائے نہ رہا سے عبور کرنا چاہیے۔ مگر شاہزادہ
 نے ۱۲ جمادی الاول ۱۰۳۰ھ کو متوکل علی اللہ سے سولہ ہزار فوج سے دریا سے
 نرمد کو عبور کیا اور اسی روز عبداللہ خان بی دو ہزار سوار سے شاہزادہ کی فوج سے
 مل گیا۔ اب شاہجہان نے فوج کو ترتیب دیا۔ عبداللہ خان چونکہ جنگ آزمودہ تھا
 شاہجہان نے اسے ہر اول مقرر کیا۔ اور راجہ بکر ماجیت کو برنگار اور خواجہ ابوالحسن کو
 جرنیل قرار دیا چونکہ دریا سے نہ رہا سے برہانہ صفر چار منزل پر ہے اور اس قدر
 فاصلہ کہ کوکئی اپنی تاخت میں طے کر سکتے تھے۔ اس لیے شب خون کا بڑا اندیشہ تھا
 شاہجہان نے اسی مقام سے راتوں کو یہی دن کی طرح اپنے لشکر کی حفاظت شروع
 کی جب وہ برہانپور کے قریب پہونچا تو خانخانان اور دارا پخان وغیرہ نے عرض کیا
 کہ باوجود آپ کی تشریف آوری کے کوکئی یہاں سے نہیں ہٹے چار باج کوں برہانپور
 جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اون کو بڑی قوت ہو گئی ہے۔ اس لیے یہ بہتر ہے
 کہ دریا سے پورنا کے کنارہ جو یہاں سے چودہ ہند رہ کوں ہے۔ ان برسات کے باقی
 دو مہینوں میں قیام کریں۔ اور جب ایام برسات منقض ہو جائیں تو مخالفوں پر بڑا لگیا
 مگر شاہزادہ نے نال کو پسند نہ کیا۔ اور یہ سچ کہ دشمن کی طاقت روز بروز بڑھتی ہے
 اور میری سستی سے اون کو حوصلہ اور جرأت بڑھ جائے گی فوراً ملے کی تیزی
 کریں۔

۲۰۸۔ شاہجہان کا دربارے اوس نے بخشید اور دیوانیوں کو حکم دیا کہ جن لوگوں کی تائیدی سے عبور کرنا۔ جاگیریں دکنیوں کے قبضہ میں چلی گئی ہیں اور جن کی جاگیریں

دوہریں انہیں تنخواہوں کے مطلوبے بنانے اور حسب ضابطہ کارروائی ہونے کے بغیر چھبہ۔ مینے کی تنخواہ دیدی جاے اور اگر خزانہ ہر ہی اس کے لیے کافی نہ ہو تو اون کے ساتھ معتبر سزا دل متعین کر دے جائیں کہ وہاں کمین سرکاری روپیہ موجود ہو وہاں سے اون کو دلا دیں۔ اور منتظلموں کو حکم دیا کہ جس کے پاس گھوڑا یا سواری بار برداری اور سامان حرب و ضرب نہ ہو اوس کے لیے فوراً تمبا کر دیں۔ اور خود صبح سے عشا کی نماز تک برابر اسی انتظام میں مصروف رہتا تھا۔ جس سے دو تین ہی بن میں چالیس لاکھ روپیہ فوج میں تقسیم کر دیا گیا۔ اور فوج اچھی طرح مہیا ہو گئی۔ پرتیس ہزار سوار پانچ سرداروں کے ماتحت کیے اور دن میں عبداللہ خان داراب خان خواجہ ابوالحسن تو امر کرے بادشاہی تھے اور راجہ بکر ماجیت اور راجہ بہیم اوس کے خواہ اپنے آدمی تھے۔ اپنے سات ہزار سوار اور تمام فوج کی کمان راجہ بکر ماجیت کو دی۔ اور داراب خان کو یہ مرتبہ دیا کہ جنگی کاموں کا مشورہ اوس کے رویہ و محفل منعقد ہو کر ہوا کرے۔ چونکہ دکنیوں کی لڑائی میں چند اوں پر بڑی اردو ہاڑ ہا کرتی تھی اس لیے حکم دیا کہ ہر روز ایک ایک سردار نوبت بنوے چند اوں کی نگرانی کیا کرے۔ اب یہ سب فوج ۲۵ جمادی الاول کو روانہ ہوئی اور ۳۰ کو برہانپور کے پاس چار پانچ کو کس پر ریائے تاپتی سے اوتری۔ ملک عنبر نے سبھی احتیاط اور ہوشیاری میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا۔ اور اپنی تمام طاقت اور توانائی اوس پر خپ کر دی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت ہی سبالت کی طرح عادل شاہ اور قطب شاہ نے عنبر کا کافی طور پر کچہ ساتھ ندیا۔ ابراہیم کی کچہ فوج بے شک لگی تھی مگر انٹ کے مٹھ میں

زیرہ کیا معلوم ہوتا۔ سچ ہے کہ قطب شاہ اور عادل شاہ دونوں کان دبا سے ہوئے تماشا دیکھتے تھے۔ اگر یہ بھی عنبر کی طرح اپنی کل فوجوں کو لیکر مستعد ہو جاتے تو جہانگیری فوج کی ہستی نہ تھی کہ دکن کلن بھی کرتی۔

۲۰۹۔ شاہجہان کا عنبر کی فوج جب جہانگیری فوج دریا سے تاجپتی سے گزری تو دو تین کوس کو متوازی شکستیں دیکر لڑ کر کئی ہلاک ہوئے۔
 بریا قوت خان جو عنبر کا بڑا نامی سپہ سالار تھا ایک کوس بڑھ کر چند اول پناگمانی آ پڑا۔ اور تمام شاہجہان کی فوج کو گردہ در گردہ کیا۔ اور لشکر میں ایک تزلزل عظیم ڈال دیا۔ اس روز چند اول پر خواجہ ابوالحسن کی نگرانی تھی۔ یہ لوگ پہلے ہی سے انتظار میں تھے۔ اور خوب ہوشیار تھے۔ دکنیوں کا خوب مقابلہ کیا۔
 یاقوت خان کے پانچ سو آدمی مارے گئے اور چھ سو قید ہو گئے۔ اور وہ شکست کھا کر عادل آباد کو گھاٹ سے پار چلا گیا۔ اس کا سامان بہت کچھ رہ گیا۔ ابوالحسن کے ساتھیوں میں ۱۰۰ دروہی بیگ اور شیر بہادر و سہرا و زخمی ہوئے۔ پھر شاہجہان کی فوج نے دریا سے پورنا تک دشمن کا تعاقب کیا اور عادل آباد سے ملکا پور کا رخ کیا۔ ابھی شاگرد پیشہ اور خدام لشکر پیچھے ہی راستہ میں تھے اور داراب خان اور بکر ماجیت لشکر کے گروہ پر کراؤ نہیں ترتیب سے اوتاہی رہے تھے کہ دلاور خان اور آتش خان عنبر کی فوج کے سردار چودہ پندرہ ہزار سوار سے یکایک آ پڑے۔ اور ایک طرف سے تین ہزار آدمیوں نے بڑھ کر لشکر پر بان برسنا اور دوسری جانب سے ہیر کوٹنا شروع کیا جس سے ایک سنت آشوب اور غلغلہ عظیم مچ گیا۔ بادشاہی فوج میں سے راجہ بکر ماجیت اور راجہ بہیم نے بھی خوب مقابلہ کیا کہ بس سے دشمن لوٹے۔ مگر بوٹے بوٹے یکایک پھر ہلاک ہو پڑے۔ اور لشکر کے پیچ میں گم کمرزن اور بکس کی صدا دینے لگے۔ مگر پھر ہلاک و جلد ہوئے۔

اور داراب خان نے ایک کوس تعاقب کر کے دوسو آدمی اون کے مار ڈالے۔ اس کے
 بعد حبیب شاہ جہان کی فوج بالا گھاٹ دیو سے نظام شاہی عسکری مین داخل ہوئی تو دو
 روز تک قیام کیا تاکہ سب فوج جمع ہو جائے۔ یہاں سے ملا محمد تقی ایک ہزار سو آرد
 ہزار کو اور محمد خان نیازی کچھ فوج سے خاندیس کو گئے کہ بادشاہی علاقوں پر قبضہ کر لیں۔
 اس مقام سے جب فوج دو کوچ مین چودہ کوس آگے بڑھی۔ تو عنبر کاہر اول جس کے
 سردار یاقوت خان و دلاور خان حبشی و آتش خان و جادو راد و پتنگ راد و ساہو جی
 بہونہ وغیرہ تھے بادشاہی فوج کے ہر اول راہبکر ماجیت کی فوج پر ایک بلائے
 آسانی کی طرح نازل ہوا۔ اور ادھر ادھر سے بان مارنے شروع کیے راہبکر ماجیت
 نے بڑی جوان مردی کی۔ اور سید صلابت خان و سید علی و سید جعفر و سید مظفر جو سادات
 بارہ سے تھے اور ادو اجیرام دکنی راہب کی مدد کو آگئے۔ سخت گھسان کی لڑائی ہوئی۔
 پتنگ راد و عنبر کی فوج کی ایک جماعت کثیر کے ساتھ مارا گیا اور شاہ جہان کی فوج مین
 سے سید علی بارہ اور حبشید خان حبشی برادر فراد خان جو ماندو مین شاہ جہان کے پاس آگیا
 تھا اور سید مظفر کے دو برادر زادہ قتل ہوئے بعد ازاں دکنی بہاگے۔ اور دکنیوں کے
 دستور کے موافق یاقوت خان بہاگ کر پیر بادشاہی فوج پر لوٹ پڑا۔ اور از سر نو فوج
 مین ایک تیز لڑل ڈال دیا۔ اس وقت ہی شاہ جہان کے پانچ بڑے بڑے سردار
 مارے گئے۔ اور یاقوت خان کی فوج مین فیروز خان حبشی جو عنبر کا نامی سردار تھا
 سات سو آدمی کے ساتھ قتل ہوا اور دکنی منہزم ہو گئے۔ غرض اس طرح ہر روز جلال و فلاح
 ہوتا اور شاہ جہان کی فوج آگے بڑھتی آتی۔ اور عین موسم بہار مین ہر جادوی انسانی مشاہدہ
 کہ کمر کی سے چمہ کوس پر پہنچ گئے جو عنبر کا اس وقت دارا سلطنت تھا۔

۱۰۔ شاہجہان کا دولت آباد کو محاصرہ کرنا اور احمد نگر کا محاصرہ اودھانا اور تمام بادشاہی علاقہ کو واپس لینا۔

اب عنبر بہت پریشان ہوا اور اوس نے مرتضیٰ نظام شاہ اپنے آقا سے مجبور کو کھر کی سے نکالا۔ اور دولت آباد میں جا کر رکھا۔ اور جو ضروری چیزیں تھیں انہیں بھی دین

جا کر چھپایا۔ پھر اپنی فوج کو اوس قاعدہ سے قرآنہ جنگ کے واسطے متعین کیا شاہجہان کی فوج بھی کھر کی پر پہنچی۔ اور عنبر نے جسے پندرہ سال تک آرایش دی تھی اور اوسے اپنا دارالسلطنت بنایا اور خوب سہیا تھا اوسے ایک دم میں جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔ اور تین روز کے بعد ہر جامی اثانی کو وہاں سے کوچ کیا۔ اوس روز ایک بڑی ہاری لڑائی ہوئی دکنیوں کے بہت آدمی مارے گئے۔ عبداللہ خان شاہجہان کے سردار نے فتح پائی۔ چونکہ دولت آباد کے محاصرہ سے کچھ فائدہ نہ تھا اس لیے شاہجہان کی فوج نے اوس پر کچھ توجہ نہ کی۔ جہانگیر کی طرف سے خنجر خان المصطفیٰ بہ سپہ دار خان احمد نگر کا قلعہ دار تھا۔ اگرچہ عنبر کی فوج نے ایک مدت سے اوس کا محاصرہ کر رکھا تھا مگر ابھی تک خنجر خان اوس سے روکے ہوئے تھا۔ چونکہ اس وقت وہاں رسم کم رہ گئی تھی اور بڑا نازک وقت آگیا تھا جس سے عنبر کو مضبوط قلعوں کی پستل کے لیے ضرورت تھی اوس نے اپنی فوج کے سردار جوہر جیشی کو جوہر جیشی کا داماد تھا تاکید کی کہ احمد نگر کو جلد غالی کر لے چنانچہ دکنیوں نے محاصرہ کو نہایت سخت کیا شاہجہان کی فوج کو بھی اس وقت ایک توڑ بندوق کی تگلی تھی اور احمد نگر کا بیچانا بھی منظور تھا۔ اس لیے امر اسے فوج نے احمد نگر سے جوہر کے ہٹانے اور قلعہ میں ذخیرہ پر بچانے۔ کے ارادہ سے کچھ کیا اور جہاں کہ اس کام کو انجام دیکر نا سک اور ترسنگ کی رف چلے جائیں کہ جہان ملک آباد ہری اور غلہ وغیرہ رسد بکثرت مل سکتی ہے۔ جب یہ فوج یہاں سے روانہ ہوئی

اور خیر خان کو اس کی خبر پہنچی تو اوس نے قلعہ سے نکل کر جوہر خان حبشی پر حملہ کیا۔ اور دو تین سو آدمیوں کو قتل اور زخمی کر کے اوسے قلعہ سے ہٹا دیا۔ اس وقت شاہجہان کی فوج صرف نصف راستہ تک موٹنگی ٹپن مین بان گنگا کے کنارہ پہنچی تھی۔ جنہر نے بھی اس فوج کی روک کے واسطے آدمی بھیجے تھے اور جوہر حبشی بھی اوس سے آکر ملحق ہو گیا تھا اور راستہ میں کوچ اور قیام کے وقت اور راتوں کو شیخون سے اس فوج نے بڑی مارو ہاڑمچادی تھی۔ یہ عنبر کی فوج دو گروہوں میں افواج مغنیہ پر موٹنگی ٹپن سے دو کو س پر حملہ آور ہوئی اس لئے امر اسے فوج شاہجہانی نے بھی چار پانچ ہزار آدمی رسد اور بار برداری کی نگرانی کو چھوڑ کر اپنی فوج کے دو حصہ کئے اور داراب خان اور راجہ بہیم نے ایک حصہ فوج کو لیکر یا قوت خان پرچن کے پاس بندہ لہلو ہزار فوج تھی حملہ کیا اور بڑی سخت لڑائی کے بعد پس پا گیا۔ دوسری طرف سے عبداللہ خان راجہ بکر ماجیت اور خواجہ ابوالحسن دو سکے گروہ پر دوڑے جس کے سردار دلاور خان و آتش خان و جادو اور اسے تھے۔ امین عنبر کی بیلیں بھییں ہزار فوج تھی۔ دکنیوں نے بھی کوتاہی نہ کی دشمن کے چیتے بکیر بکیر دئے۔ مگر عنبر کی فوج میں جنسہ دکنی مسلمان اور سرتوڑ مرہٹے تھے۔ بادشاہی قوا عدوان ترمیت یافتہ اور پٹانوں کی فوج کے مقابلہ میں ٹھہر سکتے تھے البتہ ادن میں کمال یہ تھا کہ شکست کھانے اور پھر اوسی وقت لوٹکر لانے کو مستعد ہو جاتے تھے۔ غرض ابوالحسن اور بکر ماجیت نے بڑی جواہر دمی سے دکنیوں کو پسپا کیا اور ان کے اس دارو گیرین دھن لار آدمی مار ڈالے اور کئی سردار گرفتار کر لیے اور۔ بادشاہی آدمی بھی بہت کام آئے۔ اور دھرخاندیس اور برلازین بھی محمد تقی وغیرہ سرداروں نے جو صف بطر گنت کے لیے لگے ہوئے تھے اچھے اچھے سپاہی لگائے نمایاں کئے۔ اگرچہ

عنبر کی فوج نے ازمین کی مرتبہ شکست دی۔ مگر آخر کو بادشاہی فوج اون پر ہی غالب آئی اس لیے عنبر نے جادو واسے کو آٹھ ہزار سوار سے محال باہم کے لینے کے واسطے بھیجا۔ مگر راجہ بیہم نے محمد تقی کی مدد کی اور جادو واسے کی شکست ہوئی۔ اور جس قدر بادشاہی ملک پر عنبر نے قبضہ کر لیا تادمہ سب شاہجہان کے قبضہ میں آگیا۔ اور اسی زمانہ میں عنبر کا مرہٹہ سردار جادو واسے ازراہ نمک حرامی شاہجہان کے پاس چلا گیا۔

۲۱۱۔ شاہجہان اور عنبر کی صلح

اگرچہ اس وقت بھی ملک عنبر کو یہ طاقت تھی کہ شاہجہان کی فوج کو ایک عرصہ دوڑ تک تنگ کرتا اور تعجب نہیں کہ اس عرصہ میں جہانگیر اور شاہجہان کی حالت میں تبدلات اور تغیرات ہونے کے سبب سے بادشاہی فوج کو اپنے ملک سے نکال ہی دیتا۔ مگر تنگ دوسرے دارو عنبر نے مال اندیشی کی اور مخلوق کی تباہی کے باعث پے در پے شکستیں اٹھا کر صلح کرنا بہتر سمجھا اور راجہ بکر ماجیت کے پاس اپنے سفیروں کو بھیج کر شاہجہان سے بادشاہی علاقہ پر اپنے دست درازی کا یہ عذر کیا کہ آپ جب پہلے یمن تشریف لائے تھے تو ابراہیم عادل خان پر پڑی مہربانی کی تھی اور مجھ کو اس سے بالکل محروم رکھتا اس سبب سے مجھے بڑا رنج ہوا تھا اور یہی وجہ تھی کہ میں نے بادشاہی علاقہ کو لے لیا تھا۔ اگر آپ اب میرا قصور معاف فرمائیں تو میں ہمیشہ آپ کا مطیع و فرمان بردار رہوں گا اور پھر چھلادو حال کا پیشکش سب ادا کر دینگا اور آئندہ کو بھی ویدیتار ہوں گا۔ بکر ماجیت نے کھلا بھیجا کہ اگر آپ تہ دل سے صلح چاہتے ہیں تو احمد نگر کے محاصرہ کو فوراً اٹھائیے۔ اور جو فوج اور خزانہ کہ قلعہ والوں کے پاس بھیجا جائے اس سے مراحت نہ کی جائے تب آپ کی درخواست پر لحاظ کیا جائیگا۔ عنبر نے اس کو منظور کیا۔ ررایک ہزار نو فوجیوں کے ساتھ ایک لاکھ روپیہ احمد نگر کو راجہ نے پہنچا دیا۔ جب وہاں سے خبر لگئی کہ روپیہ

بے زحمت احمد گنہگار ہو گیا تو راجہ کراہیت غبرکی رنجست کو شاہجہان کی خدمت میں غارش کر کے یہودیہ بچو مکہ شاہجہان
 ہی نیک طینت اور رحم دل تھا اور کسی کو بالکل خراب کرنا نہ جانتا تھا اور غلہ کی گرانی اور گناس
 چارہ کی کمیابی سے پریشان ہو رہا تھا اور جہانگیر کی بیماری کی متوحش خبریں آ رہی تھیں اوس نے
 ان شہر الٹا کو فوراً منظور کر لیا جب یہ قول و قرار سب ٹھیک ٹھاک ہو گئے تو شاہجہان نے
 اس فتح کا حال اپنی ایک عرضی میں لکھا اور اوسے عنبر کی عرضی کے ساتھ افضل خان کے
 ہاتھ جہانگیر کے پاس روانہ کیا۔ جہانگیر نے اس سے نہایت خوش ہو کر شاہجہان کو وہ
 کھٹی بھیجی جو شاہ عباس کے پاس سے تحفے میں آئی تھی۔ اور افضل خان کو شاہجہان
 کا دیوان مقرر کر کے واپس کیا۔ جب جہانگیر کشمیر سے واپس آ رہا تھا تو اوسے ضیہ العنفس
 کا عارضہ ہو گیا تھا اور کئی حملہ اوس کے ہو چکے تھے۔ اس وقت اوسے اوس سے آرام
 ہوا تھا اور سالگرہ کا وقت بھی قریب آ گیا تھا اس لیے اوس نے ان تینوں جشنوں کے واسطے
 نو جوان کی درخواست پر اوسے اس جشن کے انتظام کا اہتمام سپرد کیا۔ اور خوب جشن ہوئے
 پھر جہانگیر کشمیر کو چلا گیا یہ واقعہ ۱۰۳۰ھ کے آخر کا ہے۔

۲۱۲ - عنبر اور شاہجہان کی شرطین
 کہ جو ملک اکبر اور جہانگیر کے زمانہ میں فتح ہوا تھا عنبر اوسے واپس
 کرے۔ اور نیز وہ علاقہ بھی دے کہ جو پہلے صلح میں شاہجہان اور عنبر کے قبضہ میں بالاشترک
 رہنا قرار پایا تھا اور اب تک عنبر نے اوسے نہیں دیا تھا یہ علاقہ ۳۵ لاکھ روپیہ کا تھا مگر
 اس بالاشترک قبضہ کی کچھ تفصیل نہیں کہی ہے کہ یہ کیسا قبضہ تھا۔ اور نظام الملک سے
 بارہ لاکھ روپیہ و عادلان سے بیس لاکھ روپیہ و قطب الملک سے اٹھارہ لاکھ کل پچاس
 لاکھ روپیہ پیش کش اور ہر چاہئے بنگ کی بابت الیکراؤ کرے۔ عنبر نے قطب شاہ سے

تو روپیہ لینا اپنے ذمہ لیا اور عادل شاہ کی نسبت کما کہ وہاں خود شاہجہان اپنا
 آدمی بھیج کر پیش کش وغیرہ منگائے۔ بعد ازاں شاہی فوج غزنی کی طرف چلی گئی۔ چونکہ
 حاکم گماٹ میں کوئی قلعہ نہ تھا اور احمد نگر سے صدر واقع ہوا تھا اس لیے کہ کپور کے اوپر
 غزنی کے قریب ایک قلعہ بنایا اور ظفر نگر اس کا نام رکھا اور اسے صدر مقام قرار دیا
 اور راجہ بکر ماجپت اور داراب خان آٹھ ہزار سوار سے وہاں قیام پذیر ہوئے اور عبداللہ خان
 ارہ میں اس سے چھہ کوس شمال کو اور ابو الحسن موضع پیلہ میں اس سے دو کوس پر
 اور نذر خان اس کا بھائی دیو لگام میں روہتیکہ کے نزدیک اور خیر خان تین ہزار سوار
 احمد نگر میں اور سہ بلند خان تین ہزار سوار سے جانا پور میں اور جانب پار خان تین ہزار سوار
 سے بیڑ میں اور یعقوب خان پٹنہ میں اور دادا جیرام وغیرہ دکنی مامورین شاہجہان
 کی طرف سے مقیم ہوئے۔ اور برہانپور سے دو لگام تک براہ راست جا بجا مقرر کر کے ملک کا
 ایسا انتظام کیا کہ مسافروں کو آمد و رفت میں بہرہ کمٹکا نہ رہا۔ بعد ازاں شاہجہان نے حکیم عبداللہ
 گیلانی کو ابراہیم عادل شاہ کے پاس اور کنہر داس برادر راجہ بکر ماجپت کو عنبر کے پاس اور
 قاضی عبدالعزیز کو سلطان محمد قطب شاہ کے پاس روپیہ وصول کرنے کو بھیجا۔ اور راجہ بہیم
 زمیندار گوندوانہ کے پاس پیش کش لینے کو گیا۔ ابراہیم عادل شاہ نے پیش کش بیچنے میں
 اس وجہ سے سستی کی کہ عنبر سے یہ شرطین ملے ہوئی تھیں اور اس کو عادل شاہ پر
 انہیں سے تفویض ہوتا تھا۔ اس لیے شاہجہان نے افضل خان کو اس کے پاس بھیجا
 جو پہلے ہی اس کے پاس گیا تا اور اس سے شناسا ہوا۔ اور وہ اس سے سمجھا کر کل پیشکش لایا
 جو زمین نقد اور اجرت وغیرہ کے ساتھ ساتھ ملتی ہوئی تھی۔ اس وقت ہی ابراہیم نے دو لاکھ روپیہ افضل خان کو دیا اور وہ اس سے
 قاضی عبدالعزیز بھی آٹھ لاکھ روپیہ پیشکش لایا جو زمین سو لاکھ بھی تھے اس طرح کنہر داس بھی عنبر کے

میرے جانے سے وہاں فائدہ ہو گا مین وہاں سے حرب و ضرب کے سامان کا بندھن
 کر لوں گا۔ اور اپنے آدمی وہاں رکھوں گا کہ مجھے سامان بھیجتے ہیں۔ چونکہ اس وقت والی
 ایران نے قندھار پر قبضہ کر لیا تھا اس لیے جہانگیر کو اس مہم کے انتظام کی بڑی جلدی تھی
 اور شاہجہان کی بات بھی معقول تھی اس نے شاہجہان کی درخواست فوراً منظور کر لی
 اور حکم دیا کہ پنجاب کا اکثر حصہ اوس کی جاگیر مین دیدیا جائے۔

۲۱۴۔ نورجہان کا شاہجہان کے نام سے پنجاب کو اوقت دہر کی
 مہم کو مسترد کر کے شہر پائے نام
 مقرر کرانا۔

نورجہان نے دیکھا کہ اس طرح شاہجہان کی طاقت گھٹنے
 کے بجائے اور بڑھ جائیگی تو اس نے جہانگیر سے سفارش
 کر کے شہر پارک دہلو پور کا پرگنہ جاگیر مین ولادیا۔ جو دارا سلطنت
 کے عین دروازہ پر تھا۔ اور یہاں سے ہر وقت آگرہ پر قبضہ

ہو سکتا تھا۔ شاہجہان بھی اس مقام کی قدر و وقعت جانتا تھا اس نے جہانگیر کو پہلے ہی
 اس کی جاگیر مین عطا کرنے کی درخواست بھیجی تھی اب اور دہر سے شہر پارک نے
 شریف الملک اپنے ایک گمانتہ کو بھیجا اور سپر قبضہ کر لیا اور ہر سے شاہجہان نے بایں
 خیال کہ بادشاہ جنر و میری درخواست منظور کر لیگا دریا نام ایک افغان کو اس کے
 ضبط و حراست کے لیے مقرر کیا۔ جب دریا دہلو پور مین پہونچا تو شریف الملک اور دریا سے
 دہلو پور کے قبضہ پر تکرار ہوئی اور نوبت بجدال و قتال پہونچ گئی شریف الملک کی آنکھ مین
 ایک تیر لک گیا۔ جب نورجہان کو اس کی خبر ہوئی تو وہ اور بھی آگ بگولہ ہو گئی۔ اور اب
 علامہ شاہجہان کی دشمنی پر کربا بندی۔ اور اس کے باتون کو مبینی بر مخالفت و سرکشی
 ثابت کر کے جہانگیر سے کہنا کہ شاہجہان کو دوسرے شہزادوں کے موجودہ وقتے ہوئے
 دکن سے بلوانا جہان ہمیشہ فتنہ و فساد پر بارہا کرتا ہے مہن کون ضرور ہے۔ شہر پارک کو اس مہم پر

مقرر کرنا چاہیے۔ چونکہ جہانگیر کے نزدیک شہر یار پوجہ و خرد سالی اور نا تجربہ کاری کے کسی لائق نہ تھا اس لیے نور جہان نے مرزا رستم صفوی کو جو مدیون قندہار میں رہا اور اوس خدمت میں سے واقف کا تھا اوس کا اتالیق مقرر کیا اور جو خزانہ اور مال دولت اعمام و اولاد کا نور جہان کو ملا تھا اوس سے قندہار کی پورش اور تسخیر کے خرچ کی خود تکفل ہوئی اور شاہ جہان کے نام سے پنجاب کی جاگیر مسترد کر کے شہر یار کو دلائی اور شاہ جہان کو ایک فرزان بچوایا کہ تم جہان تک مائی گے ہو و ہین توقف کرو اور تمہارے پاس جو شاہی فوج ہے او بے شہر یار کے پاس ہیجرو۔ اور سردارانِ دکن کے پاس سزا دل بیجھ کر وہ انہیں جلد یملان سے روانہ کریں اور شہر یار کو دوازدہ ہزاری ہشت ہزار سوار کا منصب دلا کر مرزا رستم کے ساتھ قندہار کو روانہ کر دیا۔ مرزا رستم سنان کے لیے لاہور کو آگے چلا گیا۔ اور جہانگیر کشمیر سے اعتقاد خان کو وہاں چھوڑ کر لاہور کو چلا آیا۔ نور جہان کے کہنے سے جہانگیر شاہ جہان سے اس وقت ایسا بظن ہو گیا تھا کہ اوس نے اوس کے تمام جاگیر است لیکر شہر یار وغیرہ کی تنخواہیں دیدیں۔ اور اسلام خان شاہ جہان کے وکیل کو دربار میں آنے سے منع کر کے حکم دیدیا کہ وہ شاہ جہان کے پاس لوٹ جائے۔

۲۱۵۔ نور جہان کا جہانگیر کو بظن کرانے کا اب شاہ جہان بہت گہرا اوس نے دیکھا کہ نور جہان کا شاہ جہان کو باغی قرار دلانا۔ اور شاہ جہان اوس کا نہ چلے گا۔ اس لیے اس نے اپنے دیوان فاضل خان کو ایک عرضی دیکر جہانگیر کے پاس بھیجا اور لکھا کہ جناب

مرشد و قبلہ کی خدمت میں کوئی نصیحت کا نا ادب سے بعید ہے اور اپنے کو خسر الدنیا والاخرۃ ٹھیرانا ہے۔ مگر مجبوری ہے جب رشک و حسد اور غرض ہوتی ہے تو بڑے طرے

عقیل بیک جاتے ہیں عورتیں تو ہنس العقل ہی ہیں۔ اگر وہ بیک جائیں تو تعجب نہیں عورتوں کا کما مانتا عقل کے خلاف ہے خاص کر میرے بارہ میں۔ میں نے تو دو مرتبہ دکن کی مہم میں اپنے کو گوسفند قربانی بنا کر یہ امید کی تھی کہ مجھے غنائیت ہوگی۔ بجا سے اس کے میری جاگیر لات لینا اور شہر یار کو دینا اور اپنے نفع نقصان کو نہ سمجھنا سخت تعجب ہے امید ہے کہ مہربانی فرما کر کام کیجئے۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ ایسے مواقع پر برہم کار اور مفسد بہت پیدا ہو جاتے ہیں اور اپنے اعزاز بڑھانے اور امیدوں کے پورا کرنے کے لیے فساد ڈالتا چاہتے ہیں کیونکہ جب تک ایک انتظام مدت تک بنا رہتا ہے تو دوسرے جو پستی کی حالت میں ہوتے ہیں ان کو پستی سے اوپر تار اور دوسرے سر بلندوں کو نیچے کرنا غیر ممکن ہوتا ہے۔ اس لیے آصف خان کو شاہجہان کا دوست سمجھ کر مفسدوں نے اس وقت بہن بیایون کے دلوں میں بھی کدورت پیدا کر دی تھی۔ آصف خان غافلانہ تھا اس نے اس معاملہ میں لبوں پر جھڑکوت لگائی تھی۔ ان کلمات کا ذکر ہی نہیں کرتا تھا افضل خان نے جا کر ہر چند کوشش کی۔ مگر جہانگیر نے کچھ نہ سنا۔ افضل خان واپس پہلا آیا اور جہانگیر نے شاہجہان کو دکن واپس جانے کا حکم بھیج دیا۔ اب شاہجہان نے دیکھا کہ باپ کے حضور میں بغیر جلسے کام نہ بنے گا اس لئے مع فوج آگے کو بڑھا۔ نور جہان اور آصف خان وغیرہ سب شیعہ مذہب تھے۔ مہابت خان سنی تھا۔ اس لیے اور اویسی کچھ اسباب تھے جس سے مہابت خان اور آصف خان میں بوجھلا آتا تھا مفسدوں نے نور جہان کے توہم سے مہابت خان کو بولایا۔ کہ شاہجہان کی تنبیہ کو اس سے بھیجائیں مہابت خان نے لکھا کہ اگر آصف خان کو کہیں جید یا جا سے تو میں جعفر بن حنفیہ کو کہہ دوں اس لیے آصف خان کو بخوانہ لینے کے بہانہ اگر وہ بھیجا گیا۔ اور مہابت خان

اپنے بیٹے کو کابل میں چھوڑ کر بادشاہ کے پاس حاضر ہوا۔ بہر بادشاہ نے شاہجہان
 وغیرہ امر کو طلب کیا۔ اور عبداللہ خان امرائے سادات بارہ کو لیکر بادشاہ کے پاس
 جلا آیا بادشاہ نے موموی خان کو شاہجہان کے پاس دریافت حقیقت کو بھیجا مگر اب
 چارون طرف شاہجہان کی بغاوت کی خبریں گرم ہو گئیں۔ شاہجہان نے موموی خان
 کے آنے پر اد سے اور قاضی عبدالعزیز کو بادشاہ کے پاس بھیجا۔ اور لکھا کہ باتو میری
 جاگیرات مجھے واپس دیئے ورنہ مجھے اجازت ہو کہ میں خدمت میں حاضر ہو کر
 مفسدون نے جو کہ دلت خاطر عاظر پڑھادی ہے، اد سے مٹا دوں۔ اس سے کچھ
 فائدہ نہ ہوا جہاگیر نے عبدالعزیز کو دربار میں نہ بلوایا اور مصابت خان کے پاس قید
 کرایا۔ اور مصابت خان کے کہنے پر کہ محرم خواجہ سرا و خلیل بیگ و معتقد خان وکیل
 شاہجہان کو خبریں پہنچاتے ہیں یہ لوگ قتل کئے گئے۔ بہر بادشاہ لاہور سے دارالخلافہ
 کو چلا۔ اور شاہجہان کے دفعیہ کے سامان یکے۔ شاہجہان نے چاہا کہ خود جریہ باپ
 کی خدمت میں حاضر ہو کر رفع ملالت کرے مگر اب اتنا بڑھ گیا تھا کہ باپ کے پاس
 جانے میں جان کا اندیشہ تھا۔ شاہجہان کے پاس ۲۷ ہزار فوج تھی جہاگیر دہلی سے
 آگے بڑھ آیا۔ شاہجہان دریا سے جہن کے کنارہ جاتا تھا اس لیے جہاگیر نے بھی
 دریا کے کنارہ کا راستہ اختیار کیا۔ اور فوج کو مصابت خان کی سردادی میں لڑائی
 کے طرز پر ترتیب دیا۔ اور عبداللہ خان کو ہراول مقرر کیا۔ دست چپ پر شاہجہان 'در
 دست راست پر دریا سے جہن کے جہاگیر تھا۔ بلوچ پور اور قبول پور میں دونوں فریقین
 ۱۹ جمادی الثانی ۳۲ھ کو ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں اور عین موقع جنگ میں
 لڑائی کے شروع سے پہلے ہی عبداللہ ان جہاگیر کی فوج سے ٹکڑا کر شاہجہان کے

لشکر میں اپنی فوج سمیت آملاجس سے جہانگیر کی فوج نے چاہا کہ میدان سے ہٹا کر اپنی جان بچائی۔ مگر بیکر ماجیت جو شاہجہان کی سپہ سالاری کر رہا تھا عبداللہ خان کو اپنے قائم مقام کر کے شاہجہان کو اس خوشی کی خبر سنانے کو چلا کہ ایک گولی لگنے سے مارا گیا۔ اس سے شاہجہان کی فوج کا انتظام بگڑ گیا اور داراب خان خانن خان کے بیٹے نے باپ کے اشارہ سے دیدہ دانستہ فوج کو ہنگوڑوں کی طرح میدان سے ہٹا لیا شاہجہان اگر کو یہ بات معلوم ہو گئی مگر دم بخود کن کو لوٹ پڑا۔

۲۱۶۔ شاہزادہ پرویز کا زہر
اور ترناؤں پر ہاتھوں سے شاہجہان
کا ہانگنا اور عبداللہ خان کی
ثامت گجرات میں۔

اب جہانگیر نے سلطان پرویز کی سرداری میں مصابت خان کو اتالیق کر کے شاہجہان کے تعاقب میں فوج روانہ کی۔ شاہجہان مانڈو میں آیا اور ۲۵ شوال ۱۰۳۲ھ کو برہانپور کے بہانہ سے بیس ہزار فوج اور تین سو ہاتھی لیکر نکلا۔ اور داراب خان دراجہ بیہیم و ہیرم بیگ

وغیرہ کو شاہزادہ پرویز اور مصابت خان کے مقابلہ کو آگے بھیج کر پیچھے سے خود بھی خانخانان کو ساتھ لیکر مقابل ہوا۔ اسی زمانہ میں مصابت خان نے عبدالعزیز کی معرفت شاہجہان کو ایک خط لکھا کہ جہانگیر کی مرضی ہے کہ اگر آپ دکن کو مراجعت کر جائیں تو تمام جاگیرات بحال کر دی جائیں گی۔ سوائے اسکے تمام امراءے شاہی کو مصابت خان نے اپنے آدمی بھیج کر سمہایا کہ جو تو باپ بیٹے میں چند روز بعد باہر آجائیں گے تم لوگ شاہجہان کے طرفدار بن کر اپنے آپکو یوں خراب کرتے ہو اور طرح طرح کے دمدہ و عید کے بہرہ جہانگیر احمدیہ کو آیا اور شاہزادہ پرویز کو بمیل لاکھ روپیہ دے کر اور گجرات شاہجہان سے لیکر داؤد بخش پھر کر دیا اور مرزا اعظم خان کو اوس کا نائب مقرر کر دیا۔ اور آصف خان کو بنگالہ کی صوبہ داری پر بھیج دیا۔ اس سبب سے لوگ شاہجہان سے بہانہ شروع ہوئے اور عین لڑائی کے وقت

برق انداز خان تو بچانہ کا سردار مع تو بچانہ کے اور ستم خان مع اپنی فوج کے نکل کر بادشاہی
 قلعہ میں شاہزادہ پرویز کے پاس چلے گئے۔ جس سے شاہجہان سخت پریشان ہو کر برہانپور
 کو چل دیا اور عبداللہ خان کو گجرات میں بجائے بکراجیت مقتول کے اپنا نائب مقرر کیا
 اور اکبر پور کے گھاٹ پر شتیون کو جلا کر اور بیرم بیگ کو مرزا حمت کے لیے مقرر کر کے برہانپور
 کو چلا آیا۔ عبداللہ خان کو گجرات میں صفی خان نے بادشاہ کی طرف سے بڑی شکست
 دی۔ اور وہ بہاگ کر شاہجہان کے پاس واپس آیا شاہجہان نے خانخانان کو اور اس
 کے بیٹے داراب خان کو مع عیال و اطفال بادشاہی آدمیوں سے مراسلت کے باعث
 قید کر دیا۔ اور قلعہ اسیر کو میر حسام الدین قلعہ ارشاہی سے لیکر دہان خانخانان کو قید کرنا چاہا
 مگر مناسب نہ سمجھ کر اس میں کچھ بیماری اسباب اور خدمہ محکم کو لکھ کر اس پر گوبال سنگھ کو
 قلعہ دار مقرر کیا جب پرویز بڑا پر آیا اور عبور محال نظر آیا تو مصابت خان نے ازراہ چالاک خانخانان
 کے نام ایک خط لکھا کہ میں تو مجبوری سے آیا ہوں اور چاہتا ہوں کہ کسی طرح جو فساد و مفسدین
 نے شاہزادہ اور بادشاہ کے درمیان ڈال دیا ہے اس سے رفع کر دوں اور شاہزادہ کی
 جاگیر ات بجال ہو جائیں کسی دانشمند آدمی کو شاہزادہ سے لکھ بیان ہو جائے کہ باب بیٹوں
 میں صلح ہو جائے۔ اور ایسی تدبیر سے یہی جا کھ خط شاہجہان کے ہاتھ پہنچ گیا
 چونکہ یہ خط شاہجہان کی مرضی کے موافق تھا اس لیے اس نے خانخانان
 کو قید سے نکال کر اپنا سفیر کیا۔ اور مصابت خان کے پاس بھیجا جب بیرم بیگ نے سنا کہ
 صلح ہوتی ہے تو گھاٹ کی نگرانی کم کر دی۔ اب مصابت خان نے کچھ آدمی ایک طرف
 کو بھیجے کہ انہوں نے دریا سے اتر کر زمین شور ڈال دیا بیرم بیگ کی فوج اور طرف کو
 روانہ ہوئی۔ اسی میں دوسری طرف سے کئی ہزار آدمی چپکے سے دریا کو عبور کر آئے۔

اور بیرم بیگ کو خبر یہی نہ ہوئی اور دہر خاٹمان جو شاہجہان سے کلام اسد کی قسم کھا کر گیا تھا اوس قسم کو نسیا منیا کر کے نہایت خان کے لشکر سے جا ملا۔ جس سے بیرم بیگ کو بجز بھاگنے کے اور کچھ چارہ نہ رہا۔ شاہجہان اس خبر کو شکر نہایت سراپیمہ ہوا۔ اور برہانپور میں توقف مصلحت نہ دیکھ کر براہ گو لگتہ بنگالہ کو چل دیا۔ جہاں آصف خان اوس کا خسر صوبہ دار تھا اور ۲۵ ذی قعدہ ۱۰۳۲ھ کو تاجپتی سے پار ہو گیا۔ پرویز اب بے تکلف برہانپور آیا اور شاہجہان کا برہانپور کی سرحد تک تعاقب کر کے پھر برہانپور کو لوٹ گیا۔ جہاں گیر کو اس خبر سے کچھ خاطر جمعی ہوئی۔ مگر شاہجہان کی دوستی کے سبب سے آصف خان کا بنگالہ میں رہنا مناسب نہ جانا۔ اور اوسے واپس چلے جانے کا حکم دیدیا۔ چونکہ گرمی کے موسم میں کشمیر میں رہنے کی عادت پڑ گئی تھی اور اب بغیر دوست احمد مرہٹہ رہنا ہی پڑا تھا جس سے یہاں کی آبی ہوا سے نفرت ہو گئی تھی اس لئے اکتوبر میں کشمیر کو روانہ ہوا۔

۲۱۰۔ شاہجہان کے رفیقوں کا
اوسے چھوڑنا اور سلطان محمد قطب شاہ کو ابراہیم عادل شاہ کے پاس دو لعل دیکر بھیجا تھا۔ اور ایک لکڑی سے بھری ٹین میں پیش کنہی عیانہ فیل و شمشیر مرصع ملک عنبر کو روانہ کیے تھے اور اپنی امداد کی اور شاہجہان کا بنگالہ بہار پر قبضہ درخواست کی تھی۔ ملک عنبر نے کہا کہ ہم سب میں ابراہیم عادل شاہ بڑا ہے پہلے اوس سے دریافت کیجئے اوس کے ساتھ میں بھی ہوں اس لیے افضل خان بیجا پور چلا گیا۔ راستہ میں کہتے ہی شاہی امیر اور شاہجہان کے خود ملازم اوس کو چھوڑ چڑھ کر بھاگنے لگے۔ مرزا محمد اسیر افضل خان اپنی ان اور چون کو لیکر راستہ سے چل دیا۔ چونکہ اس کا باپ شاہجہان کا سفیر ہو گیا ہوا تھا۔ اس لیے اس کا بھاگنا شاہجہان کو سخت تشویش کا باعث ہوا۔ اوس نے سید جعفر اور خان قلع کو بھیجا کہ اوس سے بولا لائیں گو وہ نہ آیا۔ اور گڑ گیا جب یہ

افضل خان کو بیجا پور میں پہنچائی تو وہ شاہزادہ پرویز کے پاس چلا گیا۔ جادو راؤ وکمنی مرہٹہ بھی
 ارستہ میں شاہجہان سے کنارہ کر گیا چونکہ اندیشہ تھا کہ یہی ہمارا ہی مرہٹے کین شاہجہان کو
 ٹوٹ نہ لیں اس لیے ہماری اسباب اوداجیرام کے ہمراہ ماہور کے قلعہ میں چھوڑ دیا۔ اور
 پہر تلنگانہ میں قطب شاہی عمارت میں ہوتا ہوا مچلی پٹن آیا سلطان محمد قطب شاہ نے
 بڑی انسانیت برتی اور شاہجہان کی نہایت خاطر داری کی تمام اپنے ملازمن کو لکھنہ سیریا
 کہ شاہزادہ کے ہر مقام پر ہماندا بی اور کمال عزت کے ساتھ خاطر داری کیجئے۔ مچلی پٹن
 میں اسے بڑا پیش کش بھیجا جس میں بہت نقد روپیہ اور مال و اسباب تھا۔ جس سے
 شاہجہان کو بڑا فائدہ ہوا۔ پھر شاہجہان صفر ۱۰۳۳ھ میں کلک پہنچا۔ اور احمد بیگ خان کو
 شکست دیکر بگا دیا۔ پھر اس کے چچا ابراہیم خان کو چورجہان کا مامون ہوتا تا بڑی لڑائیوں
 کے بعد قتل کر کے تمام بنگالہ بہار پر قبضہ کر لیا۔ اور داراب خان سپر خانخانان کو قید سے
 رہا کر کے بنگالہ کا صوبہ دار کیا اور چھ سات مہینے کی لڑائی جھگڑوں کے بعد راجہ بہیم نے
 شاہجہان کی طرف سے پٹنہ کو بھی لے لیا۔ اور شاہجہان کا رہتا اس سے مشہور و معروف
 قلعہ پر داخل ہو گیا اور عبداللہ خان کو الہ آباد اور دریا افغان کو اودہ کی طرف بھیجا اور چند روز
 میں پٹنہ کے اطراف کا انتظام کر کے خود آگے کو بڑھا۔

۲۱۸- شاہزادہ پرویز کا حملہ لاری
 سپہ سالار ابراہیم عادل شاہ کو دکن اور مہابیت خان کو دکن کا بندوبست کر کے بنگالہ جانے کے
 کا بندوبست سپرد کر کے بنگالہ کو جانا
 لے لکھا۔ مگر دکن کا بندوبست بغیر وکمنی سرداروں کو کسی قسم کا
 لالچ وئے ہو نہیں سکتا تھا اس لئے مہابیت خان نے شروع ۱۰۳۳ھ میں دکنی عبدالعزیز
 کو دکنی کیا اور ابراہیم عادل شاہ کے پاس سفیر کر کے بھیجا کہ وہ اسے شاہجہان کے یہ قلعہ

پرویز کی اطاعت پر راضی کرے۔ ابراہیم بہت جلد راضی ہو گیا اور فریقین میں یہ قرار پایا کہ ملا
 محمد لاری جو اس وقت ابراہیم عادل شاہ کے بڑے نامی اور دانشمند سرداروں میں و
 تہا مہابت خان سے جا کر ملے اور پانچ ہزار آدمی لیکر شاہجہان کے فساد مٹنے تک
 برہانپور میں رہے ابراہیم عادل شاہ کے اس راضی ہو جانے کی وجہ یہ تھی کہ ملک عنبر کی
 ترقی کو دیکھ کر بیجا پور اور گولکنڈہ کے دونوں حاکم جلتے تھے اور دونوں سے یہ چاہتے تھے کہ کسی
 طرح سے ملک عنبر کو غارت کر ڈالیں مگر ان دونوں حکومتوں میں کوئی اس لائق نہ تھا کہ اس
 سپہ سالار اور شہر بار ملک عنبر کو روکے۔ اور اس سے ترقی نہ کرنے دے۔ اور اسی سبب سے
 یہ دونوں اس کے ظاہری دشمنی سے بھی ڈرتے تھے۔ صرف اس وقت ابراہیم عادل شاہ
 نے اس قدر جرأت کی تھی۔ کہ ملک عنبر نے برخلاف علانیہ مہابت خان کا طرفدار ہو گیا تھا
 غرض جب یہ خبر ملک عنبر کو ہوئی تو اس کے بدن میں آگ لگ گئی۔ اس نے مہابت خان
 کے پاس اپنا ایک ایلمچی علی شیر نام بھیجا اور لکھا کہ دکن کا بندوبست میرے سپرد کیا جائے
 اگر آپ کی غیبت میں پتا کٹرک جائے تو اس کا میں ذمہ دار ہوں۔ مگر ملک عنبر کے ذی حوصلہ
 اور صاحب لیاقت ہونے کو سب جانتے تھے اس کو دکن کا بندوبست سپرد کرنا ایسا تھا
 کہ گویا اس کو نیمان کی ہاوشاہت دیکر پہلے لیتا ہی نہ تھا۔ اس لیے مہابت خان نے اس کا
 اس معاملہ میں شریک کرنا منظور نہ کیا۔ جب ملا محمد لاری برہانپور کو گیا تو مہابت خان نے
 بہت کچھ نقد اور چوہا وغیرہ اسے دئے اور ہر شاہزادہ پرویز سے لیجا کر ملایا۔ اس نے
 سبھی پچاس ہزار روپیہ نقد اور فیصل و غنم وغیرہ عنایت کیا۔ اور مکندراے کے بیٹے سر بلند راے
 کو برہانپور کا حاکم مقرر کر کے 'دوراء اور ادوے رام وغیرہ سرداروں کو جو اس سے آکر
 مل گئے تھے اس کے ساتھ متعین کیا۔ اور ملا محمد لازمی اور جادو راؤ کے بیٹے اور ادوے رام

کے بھائی کو اول میں اپنے پاس لے لیا۔ اور سر بلند راے سے کہہ دیا کہ ملا محمد لاری
 کی ہدایت کے بموجب کار بند رہے۔ پھر شاہزادہ پرفیز اور مہابت خان بنگال کی طرف
 چلے گئے کہ شاہجہان کو وہاں سے دفع کریں۔ اور جہانگیر کو ان سب معاملات کی اطلاع
 بھیج دی۔

۱۹- ملک عزیز کا سلطان محمد قطب شاہ سے
 روپیہ وصول کرنا۔ ابراہیم عادل شاہ کو بیجا پور میں
 محصور کرنا۔ اور جہانگیری اور عادل شاہی فوجوں
 کو شکست دیکر برہانپور تک لوٹنا۔

اب ملک عزیز نے میدان خالی پایا۔ ابراہیم عادل شاہ
 سے بگڑ بیٹھا جس نے اوس کی بلا مرضی دکن کا
 بندوبست اپنے ذمہ لے لیا تھا اور جو ملک عزیز
 اوس کا اذہب اور تعظیم کرتا تھا اوس کا پاس و بھانا
 نہ کر کے اوس کے خلاف جہانگیر کا دوست اور شاہجہان کا دشمن ہو گیا تھا عزیز نے رتھنی نظام
 شاہ کو مع اہل و عیال مل و مثال کھر کی سے نکال کر دولت آباد کے مضبوط قلعہ میں بھیج دیا
 سلطان محمد قطب شاہ عزیز کو سالانہ خراج نہ کہو تو امداد کے طور پر چار لاکھ ہون جس کو سولہ لاکھ
 روپیہ ہوتے ہیں دیا کرتا تھا۔ عزیز نے اپنی فوج آراستہ کی اور یہ مشہور کیا کہ میں قطب شاہ
 سے اپنا معمولی روپیہ لینے جاتا ہوں۔ اور قند ہار کو لکٹھ کی طرف چل دیا اور یہاں کر قطب شاہ
 سے اپنا معمولی روپیہ لیا۔ لوٹ کر بیدر پہنچا۔ اور اوس کو خوب لوٹا۔ اور بیجا پور جا کر ابراہیم
 عادل شاہ کو گھیر لیا۔ اوس کی چیدہ چیدہ فوج اس وقت ملا محمد لاری کے ماتحت برہانپور میں
 بیٹھ گئی۔ ابراہیم سے کچھ ہی نہ ہو سکا مجبوراً قلعہ میں چا چنپا۔ اور دو آدمیوں کو ملا محمد لاری اور سر بلند راے
 صوبہ دابرہانپور کے پاس بھیجا۔ اور بادشاہی اراٹے نہایت تمارت سے امداد مانگی اور ملک
 کہ یہ غلام یہ فام میجر سے زور آئی کرتا ہے۔ اور مجھے گھیر کر کہا ہے کہس طرح اگر مجھے اس سے
 نجات دلائے۔ جب عزیز نے یہ سنا تو اوس نے بھی سر بلند راے وغیرہ کو لکھا کہ میں بہ

بادشاہ کا تابع اور غلام ہوں۔ میری اور ابراہیم کی قدیمی دشمنی ہے اور وہ ہمیشہ میرے ساتھ
 بد عہدی کیا کرتا ہے اور مجھے بہ تعدی پیش آتا ہے آپ کو میرے اور اس کے بیچ میں
 نہ بولنا چاہیے ہم جانیں اور ہمارے جھگڑے جانیں۔ بادشاہ کے اگر کسی کتے کو بھی
 میں ایذا پہنچاؤں تو آپ جو چاہیں وہ کریں۔ مگر یہ معاملہ میرا اور ابراہیم کا ہے اس میں
 آپ نہ بولئے۔ چونکہ مہابت خان سر بلند راے کو ملا محمد لاری کی تبعیت کے لیے کہہ گیا
 تھا اور سب اس وقت بھی ابراہیم کے قاصد شاہزادہ پرویز اور مہابت خان کے پاس بنگالہ
 میں پہنچے تو انہوں نے براہنپور کو مکر حکم بھیجا۔ کہ ابراہیم کی تائید کیجئے۔ اس لیے سر بلند را
 نے عنبر کی گفتگو پر کچھ دھیان نہ دیا۔ اور تمام اپنے رفقا کو ساتھ ملا محمد لاری کے ہمراہ بھاگ پور کو آیا۔ اور خفا
 قلعہ احمد نگر سیوانکو ساتھ ہاجب غلام انشان فوج بھاگ پور کے قریب آئی تو غالباً کئی مہینے کے محاصرہ کے
 بعد عنبر بھاگ پور کو چھوڑ اپنے وطن کو چل دیا۔ اب جہانگیری اور عادل شاہی لشکروں نے اس کا
 تعاقب کیا اور اسے نہایت تنگ پکڑا۔ عنبر نے بایا بلعبر و زاری جہانگیری ملازموں سے
 کہا کہ میری تقصیرات کردہ اور ناکردہ معاف کیجائیں۔ مگر انہوں نے کچھ نہ سنا۔ جب یہ لوگ
 حوالی احمد نگر میں پہنچے اور ملک عنبر نے اپنا قابو دیکھا تو ایک میدان میں جہم گیا اور
 فیضان جنگی اور توپخانہ جہان سوز لیکر مقابل ہوا۔ ابراہیم، اول شاہ اور ملک عنبر کی فوج سے
 پہلے لڑائی ہوئی اور بہریت مجموعی ملک عنبر فوج لیکر ملا محمد لاری پر جا پڑا۔ اور اس کے تمام لشکر کو
 تہ و باناکر دیا۔ ملا محمد لاری مارا گیا پھر تو جہانگیری اور عادل شاہی لشکر ایسا بھاگا کہ کسی نے نہ
 منہ نہ پیرا۔ اس وقت ملک عنبر کے پاس کچھ فوج بطور مدد کے آہی تھی ان بگڑوں کے
 سامنے وہ آگئی۔ اور پھر سے ملک عنبر نے فوج و تعاقب کیا۔ ہزار ہا آدمی مفروین کے
 قتل ہوئے اور جہانگیری اور عادل شاہی امرا میں سے پانچ بڑے بڑے سردار قید ہو گئے

فرہاد خان بیجاپور کے سردار سے ملک عنبر کی پہلے سے عداوت تھی اسے تو اس نے قتل کرادیا۔ باقیوں کو طوق درخیڑ لاکر دولت آباد کو بھیج دیا۔ اور بادشاہی امرا سے کہا کہ ایک شخص ملا محمد لاری کے مارے جانے کے بعد تم سب لوگ بہاگ نکلے کیا یہی ناموری اور بادشاہی جن نکمے ادا کرنے کی شرط ہے تم لوگ بڑے بے غیرت ہو اور حکم دیدیا کہ ان کے سوسوڑے مارے جائیں۔ مگر یہ دہلی دیکر اور کسی بات سے خوش ہو کر ان کو معاف کر دیا۔ ۱۰۳۲ھ میں شولا پور پر چاؤ بھکا۔ اور وہاں کی عادل شاہی فوج کو زیر تیغ کر کے ۱۹ رمضان ۱۰۳۲ھ کو اسے اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اور پھر ہتھوری کے مقام پر ابراہیم کو سخت شکست دی۔ اور نور سپور کو لوٹ کر ویران کر دیا۔ اور بیجاپور پر محاصرہ ڈالا۔ اور ابراہیم کے ملک کا ایک بہت بڑا حصہ اپنے ملک میں داخل کر لیا۔ جب ابراہیم کی طرف سے اطمینان ہو گیا تو اس نے جہانگیر کی علاقہ پر دست درازی شروع کی اور ایسا غارت کیا کہ ملک پورا دربر ہانپور تک آبادی کا نام و نشان نہ چھوڑا۔ جب یہ خبر جہانگیر کو پہنچی تو کشمیر سے لاہور کو کوچ کیا۔ عنبر نے بھی شاہجہان کو بنگالہ سے بولایا۔ یہ واقعات ۱۰۳۳ھ کے ہیں۔

۲۲۰۔ شاہجہان کا دکن کو آنا۔ اور ملک عنبر
 اسے مدد دینا مگر شاہزادہ پرویز کے تعاقب سے
 نظام شاہی عسکری میں چلا آنا اور جہانگیر
 سے صلح کرنا۔
 جب شاہزادہ پرویز اور مہابت خان بنگالہ کو گئے تو وہاں بھی
 ان کے مقابلہ میں اسی ۱۰۳۳ھ میں شاہجہان کو شکست ہوئی۔
 اور بادشاہی اور شاہجہان کے امرا شاہزادہ پرویز سے
 جا ملے۔ اور شاہجہان کو جدھر سے گیا تھا اسی طرف سے

پھر دکن کو لوٹنا پڑا۔ جب جہانگیر نے سنا کہ شاہجہان دکن کو گیا تو اس نے شاہزادہ پرویز کو حکم بھیجا
 کہ مہابت خان کو بنگالہ کے بندہ دست کے لیے وہاں چھوڑ کر جو شاہجہان کا تاقب کرے
 اور دکن کو جائے۔ اور سب اسے خان بخشی دکن کی برہانپور سے غزنی پہنچی کہ یاقوت خان

ملکا پور میں بیس ہزار فوج سے لگیا ہے جو برہانپور سے بیس کوس پر ہے اور سر بلند راے قلعہ سے نکل کر اوس کے دفعیہ کو جانے والا ہے تو جہانگیر نے سر بلند راے صوبہ دار برہانپور کو لکھا کہ اگر شاہجہان برہانپور میں آجائے اور شاہزادہ پرویز دہان نہ پہنچ سکے تو چاہیے کہ شاہجہان سے لڑائی نہ کرے بلکہ قلعہ میں محصور ہو کر اپنا بچاؤ کرتا رہے۔ چونکہ اب نہایت خان بنگالہ کا صوبہ دار مقرر ہوا تھا اس لیے اوس کا بیٹا خان زاد خان کابل سے جو دہان باپ کی نیابت کا کام کرتا تھا بنگالہ کو چلا آیا اور کابل کا خواجہ ابوالحسن صوبہ دار ہوا۔ اور اوس نے احسن العہد مخاطب یہ غضنفر خان اپنے بیٹے کو نیا تادہان بھیج دیا۔ شاہجہان ہرا کی سرحد پر پہنچا تو ملک عنبر اور یاقوت خان حبشی ساٹھ ہزار فوج سے اوس سے ملے اور اوس کی اعانت کے لیے مستعد ہوئے اور شاہجہان نے جا کر برہانپور کا محاصرہ کیا سر بلند راے نے قلعہ میں محصور ہو کر خوب مقابلہ کیا۔ شاہجہان نے بہ امداد افواج نظام شاہی تین مرتبہ قلعہ ارک پر پورس کی اور طرفین میں نہایت سخت سخت لڑائیاں ہوئیں شیر انداز خان اور شاہ بیگ خان وغیرہ شاہجہان کے سردار مارے گئے اور جہانگیر کی فوج میں سے ہودی خان اور بامیر ک کام آئے۔ شاہجہان کو آدھ میں نے ایک مرتبہ قلعہ ارک کے دروازے پر بھی قبضہ کر لیا مگر یہ جعفر بخشی کی آنکھ میں تیر گئے سے شاہجہان کی فوج پس پا ہو گئی اسی زمانہ میں ادھر تو شاہجہان بیمار پڑ گیا۔ اور ہر سنا کہ شاہزادہ پرویز کا فوج قریب پہنچ گئی ہے۔ اس وجہ سے شاہجہان نے برہانپور کا محاصرہ چھوڑ دیا اور روہنگیہ نظام شاہی عہداری میں چلا آیا۔ اور عنبر کی فوج بھی واپس آگئی۔ اور شاہزادہ پرویز بنگالہ سے اور خانجہان لودھی اور فدائی حسان احمد آباد گجرات۔ سے ۳۷ھ میں ہی دکن میں پہنچ گئے اور نہایت خان ساکن پور کے مقام سے شاہزادہ پرویز۔ رخصت ہو کر بنگالہ کو چلا گیا اس زمانہ میں شاہجہان کی تباہی

کا حال نہ پوچھو کہ اس کیسی گذر رہی تھی۔ شاہزادہ دانیال کے دو بیٹے بھی اس کے پاس
 تھے ادن مین سے ہوشنگ چوٹالاکا تو پہلے ہی جہانگیر کے پاس چلا گیا تھا۔ اب ظمورث
 بڑا بھی مفلک گیا۔ عبداللہ خان اس کا بڑا دلی خیر خواہ بھی اس سے جدا ہو کر عتبہ کے پاس
 چلا گیا اور بعد میں خان جہان کی معرفت جہانگیر سے اپنی تقصیر معاف کرائی۔ اس لیے
 شاہ جہان نے بجز اس کے اپنی نجات کا اور کوئی چارہ نہ دیکھا کہ باپ سے صلح کا خواہشمند
 ہو چنانچہ اوس نے ایک عرصی جہانگیر کو تقصیرات معاف فرمانے کے لیے بھیجی۔ جہانگیر
 نے لکھا کہ قلعہ رہتاس اور اسیر جو ابھی تک شاہ جہان کے قبضہ میں تھے ملازمان شاہی
 کے حوالہ کر دو۔ اور اپنے دو نوٹیوں داراشکوہ اور اوزنگ زیب کو ہمارے پاس
 بھیج دو تو تمہاری خطا معاف کیجاتی ہے اور صوبہ بالا گھاٹ ٹکودیا جاتا ہے اوسمین زبان
 چاہے وہاں رہو۔ شاہ جہان نے مجبوراً اس حکم کی تعمیل کی اور دونوں قلعہ چھوڑ دے اور
 ۳ جمادی الثانی ۱۰۳۵ھ کو دونوں بیٹوں کو بھی جہانگیر کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ اگرچہ اس
 وقت جہانگیر نے شاہ جہان سے بالا گھاٹ کے صوبہ کے دینے کا وعدہ کیا تھا مگر جہانگیر پر
 ایک عظیم الشان ناگمانی بلا ٹوٹ پڑی کہ جس سے جہانگیر اپنا ایفا بے وعدہ نہ کر سکا۔ اور
 شاہ جہان بھی کچھ عرصہ تک خاموش بیٹھا رہا۔

۲۲۱۔ وفات سلطان محمد شاہ یون تو تلخ قطب شاہی ہر طرح ہی ناکامل ہے مگر سلطان محمد شاہ
 کے اوصاف۔ کے زمانہ کی تو تاریخ پر نہیں ہے۔ اوس کے پندرہ برس کی سلطنت
 میں تو کسی لڑائی کا ذکر ہے اور نہ اون انتظامات کا بیان ہے جن سے اوس نے اپنی حکومت
 کے زمانہ میں امن چین قائم رکھا۔ یہ تو ممکن ہی نہیں ہے کہ اس قدر عرصہ میں کسی ملک میں
 نہ تو کوئی فساد برپا ہو اور نہ حاکم کو اوس خط میں امن رہا مان قائم رہے۔ کہنے کے لیے بڑے بڑے

انتظام کرنا نہ پڑیں اس کے عہد کا بڑا بہاری واقعہ یہ کہ شاہ عباس والی ایران کا
قبچاقی ایلمچی ادا سے مرا سم تعزیت و تمنیت کے لیے آیا۔ سلطان محمد نے میرزین
مازندرانی کو اسکی ہمانداری کا بندوبست کرنے کے لیے دابل کو بھیجا اور جب ایلمچی
داخل ہوا تو انبیا قلیخان کو کچھ آدمیوں کے ساتھ اس کے استقبال کو روانہ کیا اور جب
۲۳ رجب ۱۰۲۳ھ کو گوگندہ میں آیا تو کالے چہو ترہ تک خود بھی اس کا استقبال
اس ایلمچی کے ساتھ انشی آدمی تھے اور تحفے میں تاج مرصع و شمشیر و خنجر مکمل بجا ہوا پرچا
سہی لایا تھا۔ دو برس چار مہینے وہ یہاں رہا۔ ہر سال اس کے خرچ کے لیے مین
جس کے نوے ہزار روپیہ چہرہ شاہی ہوتے ہیں ملا کرتے تھے۔ ذی قعدہ ۱۰۲۵
حسین بیگ کو شیخ محمد خاتون اپنے ایک مقرب کے ساتھ رخصت کیا۔ اور چار ہزار
کے خرچ کے واسطے عنایت کیے۔ اور بہت سے تحفے تحائف بھی بھیجے۔ شاہ عم
خط میں یہ بھی ذکر ہے کہ ہم نے علاقہ کج و کرمان فتح کر لیا ہے اس لیے خشکی سے آ
بخوبی ہو سکتی ہے ایلمچیوں کو جلد واپس کیا کیجئے تاکہ مراسلت جلد جلد ہوتی رہے اور
کہ یہ ایلمچی واپسی کے وقت بڑا دربار ہو رہا ہے ہوتا ہوا ایران کو چلا گیا۔ سلطان محمد کا
بڑا بیٹا عبدالعزیز ۲۸ شوال ۱۰۲۳ھ کو پیدا ہوا۔ اس وقت کے منجموں نے اس
زائچہ دیکھ کر باپ سے یہ کہا کہ اگر شاہزادہ کو بارہویں برس کے آغاز سے پہلے آپ دیکھ
تو آپ کیلئے نہایت خطرناک ہے۔ اس لیے سلطان محمد نے اس کا منہ نہ دیکھا
تک۔ اسے اپنی نگاہ سے علیحدہ بالا۔ جب گیارہ برس ہوئے اور بار
میں شاہزادہ نے قدم رکھا تو بڑی دھوم دھام سے خوشی کی اور باپ بیٹے ایک د
کے سامنے ہوئے۔ کیا خدا کی قدرت ہے کہ جس مذہب میں ایسی لغو باتوں

نہ ماننے کی سخت تاکیدیں ہوں اور سین ایسے ایسے توہمات باطلہ رواج پائیں کہ ہندوؤں کو
 اسبی مات کر دین۔ غرض سلطان محمد نے گواہوں سے ہارہ برس تک اس لیے نہ دیکھا
 کہ اوس بڑ کوئی آفت نہ آ پڑے مگر جب اس توہم کی پوری پوری تعمیل ہی کر لی۔ تب بھی وہ ہلاکت
 سے بچا ۳۱ جمادی الاول ۳۵۰ھ کو ۳۴ برس کی عمر اور عین عالم جوانی میں ہندو حکیموں کے
 سور علاجی سے مر گیا۔ اس کو وصفہ بخارا کیا تھا۔ اوس بیماروں میں سے اسے کوئی
 بیماری نہ تھی جو امیروں کو بھو کرتی ہیں۔ جب دوسرے تیسرے روز اس کو تپ بڑی
 شدت کی ہو گئی تو اس کی مان نے حکیموں کو بولایا۔ یونانی اور مشرقی دونوں طرح کے حکیم
 تھے تشخیص مرض میں دونوں ایک دوسرے کے مخالف تھے۔ مسلمان اطباء کی رائے
 تھی کہ گرمی سے بخار ہے مگر دوا دینا چاہئیں۔ ہندو طبیب کہتے تھے کہ بردت سے
 بخار آتا ہے حار دوائیاں دینا لازم ہے۔ اہل حرم اور منصور خان حبشی نے ہندوؤں کی رہے
 کو پسند کیا اور اوس کی دوا دی گئی جب بادشاہ کمال بے تاب ہو گیا تو شاہزادہ عبدالعزیز کو
 بولایا اور اوس سے معصوم ہونے کی وجہ سے دعا چاہی۔ جب اوس نے دعا کی تو بولا کہ
 عبدالعزیز نے اپنے حصول سلطنت کے لیے دعا مانگی ہے وہ قبول ہو گئی۔ میرے
 بعد اسی کو تخت نشین کیا جائے اور جو وہ ہزار ہوں بازار مناسکے بیع و شرا سے حاصل ہوئے
 ہیں انہیں صدقات اور خیرات میں ۵۰۰۰۰۰ ملینوں اور صائون کو دیدینا۔ اور جو کچھ میں نے کسی کے
 ساتھ کرائی کی ہو اوسے معاف کر دو۔ یہ کہہ کر یہ نیک نماز بادشاہ جنت کو سند ہرا۔ یہ بادشاہ
 پڑا عابد و زاہد صوم و صلوة کا پابند تھا۔ کہتے ہیں کہ جس وقت کہ مسجد کی بنیاد رکھنے کے لیے
 ایسے آدمی کی تلاش ہوئی کہ جس کی کہو تہجد کی ناز ہی قصائد ہوئی ہو تو بجز سلطان محمد
 قطب شاہ کے اور کوئی آدمی نہ ملا۔ اور اس وجہ سے اس نے بنیادی پتھر اپنے ہاتھ سے قائم

کیا ایک پارہ ہر روز بطریق التزام پڑھا کرتا اور معینے میں ایک قرآن ضرور تمام کیا کرتا تھا اس کو مذہبی باتوں کا بڑا شوق تھا۔ ان معاملات میں سمجھ بھبی اچھی تھی۔ مگر چونکہ صرف اسلامی کتب کو دیکھتا تھا اور منہ سے متوسط درجہ کی استعداد تھی اس وجہ سے بعض بعض باتیں جو اس سے منقول ہیں وہ اس زمانہ میں تو صرف ملاؤن کی کسی معلوم ہوتی ہیں۔ مگر ادن سے یہ ضرور دیکھتا ہے کہ اوس کا دل دنیا کے مکر و فریب سے بالکل پاک و صاف تھا اگرچہ سلطان محمد بھی اپنے باپ دادا کی طرح شیعہ تھا اور حضرت اثنا عشر علیہم السلام تعالیٰ کی شان میں بہت کچھ قصائد لکھا کرتا تھا مگر غالی شیعہ میں ہرگز نہ تھا۔ اوس نے شیعہ کی خاص باتیں جو اہل سنت جماعت کے خلاف ہیں سب موقوف کردی تھیں اپنے مذہب کی بنیاد منہ سے اپنی نیک چلتی اور پارسائی پر رکھی تھی اور غالباً اوس کے زمانہ میں جو ملک میں امن و چین قائم رہا اوس کا بڑا سبب اور جیون میں سے یہی تھا کہ اوس کی نیک چلتی اور عدل و انصاف کی وجہ سے ملک میں سکون کی حالت رہی۔ وہ اپنے دوست و دشمن سب کی رعایت و مدارات کرتا تھا۔ لڑائی جھگڑا پسند نہ کرتا تھا اور اپنے سلوک و دیوبی کا مدار اس پر رکھتا تھا۔

آسایش و دیوبی تفسیر این دو حرفت	بادستان مطلق بادشمنان مدارا
---------------------------------	-----------------------------

سلطان محمد گویا سیر و تواریخ کے پڑھنے کا بھی شوق تھا۔ اور انہیں خوب غور و خوض سے مطالعہ کیا کرتا اور مضمنا میں کو یاد دلایا کرتا تھا۔ پھر جس کتاب کو ملاحظہ کرتا اوس کے مصنف کے حالات جانچا سے انتخاب کرتا اور کتاب کے ختم کرنے پہ اپنے یاد سے اون کو اخیر پر قلمبند کر دیتا اور کتاب کے مضمون پر رائے دیتا۔ اور اسی خوبی اور بخشش اسلیبی سے اوس کو لکھتا کہ کتاب اور مصنف کی تمام کیفیت اوس سے بخوبی عیان ہو جاتی۔ شاعر بھی اچھا تھا

شعر و غزل مروجہ فارسی کے سوا حمد و ثنات اور مناقب ائمہ میں قصائد لکھا کرتا اور ظل السمری سلطان اپنا تخلص کرتا تھا۔ تاریخ قطب شاہی میں اوس کی بہت سی غزلیں اور قصیدے درج ہیں مگر چونکہ فارسی کے مضامین شعری نتیجہ خیز نہیں ہوتے اس لیے اوں کا اعساده یہاں فصول ہے۔ ہمارے قیاس میں یہ بادشاہ مشرف نہ تھا۔ شعراے بے سود اور مشایخ ریاکار کو روپیہ محنت نہیں لٹاتا تھا مگر اسی کے ساتھ کسی کے مسلم حقوق کو موقوف بھی نہ کرتا تھا کہ جس سے کوئی ناراضی پیدا ہو۔ اسی سبب سے باوجود اس کے کہ ملک غیر نظام شاہی اور شاہزادہ شاہجہان اور بادشاہ جہانگیر کو ہر سال لاکھوں روپیہ دینا پڑتا مگر جب مرا تو اوس وقت نذرانہ میں اس کثرت سے روپیہ چوڑم اکہ عبدالعزیز قطب شاہ کو اپنی سلطنت جمانے میں اوس سے بڑی مدد ملی۔ اور اوس نے امر کو بے انتہا انعام و اکرام دئے یہ بھی ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس کے عہد میں رعایا آسودہ حال تھی اور ملک خوب آباد اور تجارت و زراعت اپنے عروج پر تھی۔ یہ بھی قیاس چاہتا ہے کہ یہ بادشاہ اپنے امر کو رعایا سے زیادہ ستانے کی ممانعت کرتا تھا۔ اور اسی سبب سے مرزا محمد امین میر جملہ سے اس کی نہ بنی جس نے چند مدت میں ایک عظیم الشان دولت جمع کر لی تھی۔

۲۲۲- سلطان محمد قطب شاہ سلطان محمد چوکنہ محمد قلی کا بیٹا تھا چچا کی طرح اسے بھی تعمیر کا شوق کی عمارات تھا۔ حیدر آباد کی جامع مسجد کی بنیاد جسے اب اس وجہ سے مکہ مسجد

کہتے ہیں کہ وہاں ہر وقت مصلیوں کا ہجوم رہتا ہے اسی نے اپنے ایام حکومت میں رکھی تھی۔ مگر اوس کے ختم ہونے سے پہلے اوس کی عمر ختم ہو گئی۔ بہادر سے عبدالعزیز شاہ اور ابوالکسر۔ تانا شاہ نے بنایا اور انگریزوں نے ختم کیا۔ خاص سہی ۲۵ فیٹ لمبی اور ۱۸۰ فیٹ چوڑی اور ۵۵ فیٹ بلند ہے اور اس کا احاطہ ایک مستطیل صورت کا ہے جس کے

ایک جانب ۲۶۰ فیٹ ہے اس کی چیت ستونوں پر قائم ہے جس میں چندہ محرابین بنی ہوئی ہیں۔ اور اوس میں دو گنبد مسو فیٹ بلند ہیں۔ احاطہ بین چاروں طرف مکانات بنے ہوئے ہیں جہاں بعض مشایخ وغیرہ رہتے ہیں اور ان شریف اور صوفی مشرب کی تسلیم ہوتی ہے۔ دکن کے ملک میں یہ ایک عظیم الشان مسجد ہے اور شہر سے بہت دور سے نظر آتی ہے۔ - تانچ قطب شاہی میں اس مسجد کا چرخ تیس لاکھ ہون بیان کیا گیا ہے جس کے تقریباً سو اکروڑ روپیہ چہرہ دار ہوتے ہیں۔ اگرچہ بظاہر یہ تعدا بعید القیاس معلوم ہوتی ہے مگر جب کہ ہم ٹیو رنیر ایک فرانسیسی جوہری کی تحریر دیکھتے ہیں جس کا ہم عبدالقطب شاہ کے زمانہ میں ذکر کریں گے اور جس کے عہد میں اس کی تیاری کے مصالحو اور سامان کو وہ دیا مگر کتا ہے کہ جب یہ مسجد بن جائیگی تو ہندوستان کو کیا ایشیا بہر میں ایسی مسجد نہ ٹھکیگی اوس وقت ہم کو اس خبیث من ذرا بھی شک کرنے کا موقع نہیں رہتا۔ واقع میں اس کی تیاری کا سامان تو ایسا ہی کیا گیا تھا مگر سلطان محمد کے مر جاسنے اور آئندہ کے انقلابات اور تردا ست سلطنت کے سبب سے یہ کام ارادہ کے موافق پورا نہیں ہوا۔ بلکہ پہلے تجویز کے برخلاف جون تون امر کو کارروائی کے لیے پورا کر دیا گیا۔ اس مسجد کے صحن میں اخیر کنارہ پر ایک حوض ہے اور اس حوض کے پاس دو آٹھ آٹھ فیٹ لمبی سلین ایسی رکھی ہوئی ہیں جیسے کوئی تخت بچھا ہوا ہو کہتے ہیں کہ یہ سلین ایک مندر کی ہیں جسے اکنا اور مادنا عبدالقطب شاہ کے وزیر د ن نے میسر میں لایا تھا۔ ان پر آج کل نمازی کسی کسی وقت بیٹھا کرتے ہیں اخیر زمانہ میں سلطان محمد نے ۱۲۴۲ھ میں حیدر آباد سے دتین کو مشرق کو ایک اور شہر کی بنیاد ڈالکر سلطان مگر اوس کا نام رکھا تھا۔ اور اوس میں ایک بڑا حصار اور اوس کے اندر ایک اور حصار بنانے کے لیے بنیاد کو دوڑائی تھی۔ اور یہ دونی حصار کے گرد مِس سے شہر پناہ بنانا مقصود تھی ایک

خندق پچاس گز چوڑی اتنی گہری کہود والی تھی کہ پانی نکل آیا تھا۔ اور اسی قدر گہرائی سے
پنچیس گز چوڑی حصار شہر کی دیوار بہتر اور چوڑے سے بنوا نا شروع کی تھی۔ اور یہ ارادہ
تھا کہ جب وہ زمین کے سطح تک نہنگر آجائے تو اوپر صرف آٹھ گز چوڑی دیوار بنائی
جائے۔ بعد ازاں دیوانی کے کاموں کے محلات اور دربار کے میدان کی عمارات
اور دکانات و چہارمینار اور بازارات بنائے جائیں۔ ان عمارتوں کی تعمیر میں
بسی تین لاکھ ہون جس کے جودہ لاکھ روپیہ چہرہ دار ہوتے ہیں صرف ہو چکے تھے
مگر بادشاہ کے مرنے سے آگے کام سوقوف ہو گیا اس کے سوا اپنے مقبرہ کے پاس
جو لنگر فیض ان زمین قلعہ گو لکندہ کے پاس ہے سلطان پور کے نام سے ایک قصبہ آباد
کیا تھا اور چونکہ محمد قلی کے الی محل اور داد محل کی عمارت بجلی کے صدر سے گز گئی تھیں اس بادشاہ
نے اونہیں از سر نو بنائے سات طبقہ کے چار طبقوں کا بنایا تھا۔ اور داد محل قدیم کی
جگہ داد محل جدید قائم کیا تھا۔ اب تو اس عمارت کا نام و نشان ہی باقی نہیں ہے اس کے
بہتر وغیرہ بھی مخلوق نے لیکر اپنے مکانات میں لگا لیے ہیں ایک دو مندر مکان بلغ
جنی میں جو بہاگ نگر کے شمال میں تھا ایسا بڑا کھلایا تھا اور اسکو طلائی اور لاجوردی
نقش و نگار سے ایسا سجایا تھا کہ جس کو دیکھ کر نظر میں خیرہ ہوتی تھیں۔ ایک باغ لگا کر
اوس کا نام بلغ محمد شاہی رکھا تھا اوس کے وسط میں ایک نہایت خوبصورت مکان تھا
اس قصر کے عقب میں چمن کے دو قطعہ تھے۔ اون کے دونوں طرف نہریں بہتی تھیں
ہر ایک خیابان میں ایک کنارہ پر ایک ایک قصر تھا۔ سلطان محمد اوس میں اکثر اکرمیتا
اور مخلوق کو انعام و اکرام دیا کرتا تھا۔ ایک شاعر نے اوس کی تعریف میں کچھ شعر لکھے ہیں۔
منجانبہ دن کے پانچ شعر ہم بھی نقل کرتے ہیں ۵

سرور ملک دکن سلطان محمد قطب شاہ	ایکہ دارند آرزو سے خدمت بہت آسمان
چونکہ قصر باغ دولت را بتوفیق آکہ	ساختی دروی صدوسی سال باشی کامران
وہ چہ قصرے کز رہ نعمت فلک بود درش	وہ چہ باغی کہ لطافت بہت چون باغ جنان
حبذا باغی کہ فیضش روح بخشی میکند	مرحبا قصہ کہ پیشش گوش گیر آسمان
سال تا پنج بنایش دل ز پر عقل جست	گفت فردوس جہان و گلشن قطب ز مان

۲۲۳۔ عبدالقدوس قطب شاہ کی پرورش اور تخت نشینی

تھے۔ عبدالقدوس مرزا جو اس کے بعد بادشاہ ہوا۔ دو سے ایک لڑکی تھی جو آئندہ سلطان محمد عادل شاہ کو بیاہی گئی تھی تیسرا شاہزادہ ابراہیم مرزا تھا جس کی نسبت لکھا ہے کہ ابراہیم عادل شاہ کی دخت کے بطن سے پیدا ہوا تھا مگر ہمارے نزدیک ابراہیم عادل شاہ کی لڑکی اس کو منسوب نہیں ہوئی ہے۔ محمد قلی قطب شاہ کی لڑکی اس کو دی گئی تھی۔ غالباً یہ کتابت کی غلطی ہے باقی دو لڑکے ایک عورت خورشید بی بی سے تھے۔ یہ بیگم تو سلطان محمد کی زندگی ہی میں مر گئی تھی مگر اس کے عبدالقدوس شاہ کے زمانہ میں موجود تھے۔ جب تلنگانہ کے ہندوؤں کے دستہ اور منجوں کے کٹنے کے بموجب سلطان محمد نے عبدالقدوس کے منہ دیکھنے کو بارہویں سال تک موقوف رکھا تو شاہزادہ کو پرورش کے لیے میر قطب الدین نعمت اللہ کے سپرد کیا جو بادشاہ کے کچھ رشتہ داروں میں سے تھا اور منصب میر بک اور عمدہ اتالیقی دیکر شاہزادہ کو اسی کے گہر پہنچا۔ جب قطب الدین پانچ برس کے بعد مر گیا تو شاہزادہ کی پرورش اس کے داماد مرزا شریف کے سپرد کی گئی۔ اور دو خواہر مبارک اور ملک یوسف بھی خدمت میں رہنے لگے۔ جب تین برس بعد مرزا شریف بھی مر گیا تو میر محمد موسیٰ کی ملاح سے خواہر تفر علی

اس کام پر مقرر ہوا۔ اور شاہزادہ اوس کے گھر رہنے لگا۔ اسی زمانہ میں شاہزادہ کے قرائن پڑھانے کے واسطے مولانا حسین شیرازی مقرر ہوا۔ دس برس کی عمر میں منظر علی ہی مرگیا اور مولانا حسین ہی شاہزادہ کی نگرانی کرنے لگا۔ اور ملک یوسف وغیرہ نے شاہزادہ کو گھوڑے کی سواری اور شکار کیلئے کی تعلیم دینا شروع کی۔ جب سلطان محمد قطب شاد مرا ہے تو مولانا حسین مرگیا تھا اور میر محمد مومن جو اس سلطنت کا رکن اعظم تھا پہلے ہی انتقال کر چکا تھا بادشاہ کے مرتے ہی منصور خان حبشی و ملک الیاس و ملک یوسف و ملک غیر نے شہر کا بندوبست کیا کہ کمین بلوہ نہ ہو جائے۔ قاسم بیگ اس وقت کو توال تھا اسے بھیجا کہ چاٹری میں خود جا کر کھڑا ہو جائے۔ اور حسن بیگ اوس کا نائب چارمینار میں رہے۔ انہوں نے شہر کا خوب بندوبست کیا۔ اور حکم دیدیا کہ ہر شخص اپنے اپنے کام میں مصروف رہے۔ اگر کسی نے کچھ فساد کیا تو فوراً قتل کر دیا جائیگا۔ شیر علی نام دروازہ کھلا رہا۔ اوس پر خاصہ خیال اور تمام سردار متعین رہے۔ اور سلطان محمد کی وصیت کے بموجب شاہزادہ عبدالمد مرزا کو قصر نشین محمدی محل میں لائے۔ اور تخت پر بٹھا کر فوراً دربار عام کیا۔ وہاں تمام امرا بڑے نزک اور احتشام سے آئے اور علی الترتیب مراتب سلام کر کے محل کے نیچے سے گزری گئے۔ اور اوسی دم تمام بازاروں میں عبدالمد قطب شاہ کی تخت نشینی کی سنادی کر دی گئی۔ پھر سلطان محمد کو غسل و کفن و مکرنگر فیض افر میں اپنے آباد و اجداد کے پاس مدفون کر دیا۔ دو سو روز ۱۴ جمادی الاول ۷۳۵ھ کو عبدالمد قطب شاہ سے دوبارہ عام کیا۔ اور تمام امیر جو دار السلطنت میں موجود تھے اپنی اپنی فوجیں سیکر حاضر ہوئے۔ اور انہیں علی قدر مراتب خلعت و انعام دیے۔ یہ گیم۔ اور اعمال ماد کو اس انقلاب کے فرامین جاری ہوئے۔ گاریوں میں ہوا کے بازاروں کو شکر بھٹی گئی اور غلوں میں تقسیم

کی گئی۔ اور جیل خانوں سے قیدی چھوڑے گئے۔ جس سے عام مملوک راضی ہو گئی۔

۲۲۴- اور اسے قطب شاہی کاغزل جب میر محمد مومن سلطان محمد کا وزیر اعظم مقرر کیا تو بادشاہ نے
و نصب اور بیجا پور دولت آباد کسی کو اپنا پیشوا مقرر نہ کیا بلکہ نشیت امور سلطنت خود ہی

اور شاہجہان کے ایلچیوں کا آنا۔ کرنے لگا۔ البتہ مظفر علی سے کچھ کچھ کام لیتا رہا۔ جب

۲۲۵- ۱۷۱۱ء میں وہ بھی مر گیا تو میر محمد رضا استر آبادی سے تھوڑا تھوڑا کام لینے لگا تھا۔ اب

جب عبدالعزیز قطب شاہ گیارہ برس پانچ مہینے گیارہ روز کی عمر میں تخت کا مالک ہوا تو

خرد سالی کے سبب سے پیشوا کی ضرورت پڑی۔ عبدالملک دادی زندہ تھی۔ اوس نے

بعض خواجہ سراؤں کے اتفاق سے اپنے داماد شاہ محمد ابن شاہ علی عرب شاہ پیر زادہ کو پیشوا

مقرر کرایا۔ اور منصور خان حبشی جو سابق میں لشکر کا ب کا حوالدار تھا میر جملہ کیا گیا۔ اور مرزا

اور زبہان اصغرائی معزول ہوا جسے سلطان محمد نے صرف روز ہی مہینے سے خواجہ افضل

ترک کو موقوف کر کے سرخیل کیا تھا۔ اور منصور خان حبشی کی سفارش سے خواجہ افضل ترک

پہرہ خیل کیا گیا۔ اور چار لاکھ ہون کی جاگیر مشروطی پھر اوس کو دی گئی عبدالعزیز قطب شاہ

جو نیک شاہ محمد سے اوس کی ناقابلیت کی وجہ سے راضی نہ تھا اس لیے جب علامہ

شیخ محمد الشہیر ابن خاتون ایران کی سفارت سے واپس آیا تو اوسے نائب پیشوا مقرر

کر کے اوسے پیشوا کی طرح تخت کے پاس بیٹھنے کی اجازت دیدی اور اوسے کو اپنا دبیر بھی

مقرر کیا۔ اس لیے شاہ محمد اور ابن خاتون میں رنج پیدا ہو گیا۔ اور ہر منصور خان حبشی جو

لکھا بڑا نہ تھا ہندو برہمنوں کی مدد سے کام کرتا تھا جس سے منصب میر جملہ کی کے ہندو

بی مالک ہو گئے تھے۔ اس کے ملک یوسف اور ملک عنبر جو سلطان محمد کے

بڑے بڑے مقربین تھے امارت سے گرا دی گئے اور ملک عنبر نے دین سو گرجی اور بنی

غلام جمع کیے تھے اوس سے لیے گئے اور لشکر شاہی میں شامل کر لئے گئے۔ اور
 علی قدر مراتب ایک ہزار تک سے تین ہزار تک تک ماہانہ اون کی تنخواہ میں مقرر کی
 گئیں اور حکم ہوا کہ دولت خانہ شاہی کے باہر چوکی دیا کریں۔ ان میں سے چار آدمیوں کو
 خاص خاص خطاب بھی ملے اور اون کو فوجوں کا سردار کیا گیا۔ ایک شخص ترک غلام
 تھا اوسے فیروز خان کا خطاب ہوا۔ اور باقی تین حبشیوں کو آدم خان باقت خان و حبشہ خان کا
 خطاب عطا کیا گیا۔ قاسم بیگ۔ ابن مرشد قلی بیگ ترکمان کو تو ال اور حسن بیگ نائب
 کو تو ال اور مرزا قاسم بیگ اردستانی ناظر الممالک اور اعتماد اور دبیر فرامین ہندی
 و نارین را کو مجموعہ دار یعنی مستوفی الممالک دیوی را و شب نویس اور دہرما۔ او و آسی را و ناگوار پی
 اپنے اپنے عہدوں پر بدستور سابق بحال رہے۔ اسی زمانہ میں جب یہ انتظامات یہاں
 ہو رہے تھے تو براہیم عادل شاہ نے ابو الحسن کو اور برہان نظام شاہ ثالث نے میر جعفر کو
 اور شاہزادہ شاہجہان نے اخلاص خان قزوینی کو بغرض اوائے تعزیت و تہنیت خطوط اور
 تحفہ دیکر حیدر آباد کو بھیجا۔ یہاں سے ہر ایک کی تعظیم و تکریم علی قدر مراتب کما حقہ ہوئی اور
 بیجا پور اور دولت آباد کے ایلچی قطب شاہی ایلچیوں کے ہمراہ مع خطوط کے رخصت ہوئے
 اور اخلاص خان قزوینی شاہجہان کے ایلچی کو عبدالعزیز قطب شاہ نے اوس کی مرضی کے
 موافق پیش کش دیکر رخصت کیا۔

۲۲۵۔ مہابت خان کا جہانگیر کو قید کر لینا
 مگر اوس کو بادشاہ بنائے رکھنا۔

۲۲۶۔ ارب چونکہ مہابت خان نے شاہجہان اوس کے داماد
 کو تباہ و برباد کیا تھا اس لیے اوس دشمنی میں اب اور بھی ترقی ہو گئی تھی۔ آصف خان یہ چاہتا
 تھا کہ کسی طرح مہابت خان کو برباد کر دے۔ اور گو نور جہان شاہجہان کی تباہی سے خوش

تھی مگر مہابت خان کے مقابلہ میں بہائی کے خلاف کچھ کرنا نہ چاہتی تھی۔ مہابت خان کو بنگالہ کی لوٹ مین جو ہاتی ملے تھے وہ اوس نے اب تک جہانگیر کو نہ بھیجے تھے اور سرکاری مطالبہ کار روپیہ ہی اوس نے نہ دیا تھا اور اس تغیر اور تبدیل کے زمانہ میں غلامان شاہی کی جاگیرات سے بھی اوسے نے روپیہ وصول کر لیا تھا اس لیے آصف خان کی تحریک پر جہانگیر نے دست غیب نام ایک عرب کو اوس کے پاس بھیجا۔ کہ ہاتی لے آئے اور روپیہ کا بھی حساب کتاب بے بان کر لے۔ اور اگر مہابت خان کو اوس روپیہ کی نسبت کوئی عذر معقول ہو تو خود حاضر ہو کر عرض معروض کرے۔ اس پردہ الوقتی کے طور پر ہاتی تو مہابت خان نے بھیج دیے مگر اوس نے دیکھا کہ آصف خان کا نور جہان کے سبب سے بڑا پایہ ہے اس سے بچزدان شندی اور دلاوری کے بچنا محال ہے اوس نے کچھ ہندو راجپوتوں کی فوج نوکر رکھی۔ جنہیں مسلمانوں سے کچھ قومی محبت نہ تھی جس نے روپیہ کا لالچ دیا اوسے کا کام کرنے لگے پھر مہابت خان نے ان سے عہد و پیمان لیا۔ اور ان کے بال بچے اول میں رکھ لیے اور روپیہ کا حساب کتاب دینے کے بہانہ سے جہانگیر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور پختہ ارادہ کر لیا کہ اگر ایسی سجات خوشامداد چاہلوں گی سے نہ ہو تو تلوار سے کام نکالے۔

وقت ضرورت چونہ اند گریز	دست بگیرد شیر شیر تیز
-------------------------	-----------------------

مہابت خان نے اسی زمانہ میں اپنی دختر کی شادی ایک شخص مرزا بر خوردار سے بلا اجازت کر دی تھی اور جس طرح اب انگریزوں کے عہد میں ان کی رئیس اور سردار صاحب طلبہ دو سے حکم راجہ نواب سے رشتہ نہیں کر سکتا ہے اوس وقت بھی اس درجہ کے امیر بلا اجازت رشتہ نہیں کر سکتے تھے۔ جب جہانگیر کو خبر ہوئی تو اوس نے بر خوردار کو

سرور بار پڑا ایا اور قید کر دیا اور مہابت خان کو حکم دیا کہ جب تک حساب کتاب ناقص فیہ نہ کرے دربار میں حاضر نہ ہو۔ اس سے مہابت خان موقع ڈھونڈ رہے تھے لگا آصف خان نے گو مہابت خان سے اتنی بڑی بدسلوکی کی تھی مگر اپنی حفاظت کچھ نہ کی اور اس مقولہ سے بالکل غافل ہو گیا ۵

چنان دان کا ندر آماجش نشینی

چتیر انداختی برودے دشمن

ربیب ۳۵۴ کا مہینا تھا۔ جہانگیر جہلم کے کنارہ پڑا ہوا تھا۔ کابل کے جانے کا ارادہ تھا۔ آصف خان اپنے اہل و عیال اور فوج کو سیکر دیا پار چلا گیا۔ اور تمام شاہی لشکر اور خدمتگار وغیرہ بھی دریا پار پہنچ گئے۔ حضرت جہانگیر رہ گیا۔ مہابت خان کو خوش قسمتی سے نہایت عمدہ موقع مفید طلب مل گیا۔ اس نے راجپوتوں کی چار پانچ ہزار فوج لی اور دو ہزار آدمی پل پر مقرر کر دے کہ لشکر سے ادھر کوئی نہ آنے پائے اور خود جہانگیر کے پاس چلا۔ بادشاہ ابھی آرام میں ہی تھا۔ صبح کے وقت جب یہ شور و غل ہوا۔ اور مہابت خان کاگتا خانہ آنا معلوم ہوا تو جہانگیر کو خدام نے خبر کی۔ بادشاہ بالکی میں سوار ہوا کہ اتنے میں مہابت خان اندر آگیا۔ اور مودیانہ معمولی سلام کر کے بالکی کے گرد گھوما۔ اور عرض کیا کہ آصف خان کی عداوت کے باعث جب کوئی صورت اپنے نجات کی میں نہ دیکھی تو اس طرح جہان پناہ کی پناہ میں آیا ہوں۔ اگر واقعی میں مستوجب سیاست ہوں تو مجھے قتل کر دیئے۔ جب جہانگیر نے دیکھا کہ تمام راجپوت آگئے ہیں اور سرپردہ شاہی کو گمیر لیا ہے تو گھمبیرت نے تقاضا کیا کہ تلوار و شاکر مہابت خان کا کام تمام کر دے۔ مگر میر منصور بخشی نے ترکی میں کہا کہ یہ موقع تدبیر کا ہے۔ اگر مہابت خان کو کچھ نقصان پہنچا تو آپ اس سناستی میں غلط ہوئے۔ اس لیے جہانگیر مہابت خان کے کمنے سے شکایت نہ کر کے اس کے

ساتھ ہولیا۔ اور وہ اسے لے کر اپنے قیام گاہ پر چلا آیا۔ جب معاہدہ خاق اس طرح
 پر جہانگیر کے قید کرنے کا انتظام کر رہا تھا۔ تو نورجہان کو موقع مل گیا۔ اور وہ نکل کر اپنے بھائی
 آصف خان کے پاس پہنچ گئی۔ بعد ازاں آصف خان اور نورجہان اور فدا کی خالی وغیرہ
 فوج لیکر معاہدہ خان سے لڑنے کو آئے مگر کچھ نہ کر سکے اس لیے نورجہان جہانگیر کے
 پاس قید میں نہلی آئی لیکن آصف خان اور اس کا بیٹا ابوطالب بہاگ کر قلعہ انک میں
 پناہ گیر ہوئے۔ مگر بہت جلد معاہدہ خان انہیں گرفتار کر کے لے آیا اور اسی زمانہ میں
 شاہجہان کے لیے رفیق جو معاہدہ خان کی قید میں تھے اس نے انہیں قتل کر دیا
 پھر معاہدہ خان کے ساتھ جہانگیر ۲ شعبان ۱۰۳۵ھ کو کابل میں پہنچ گیا۔ اس وقت
 گو جہانگیر معاہدہ خان کی قید میں تھا مگر اس نے جہانگیر کی تعظیم و توقیر میں کوئی کوتاہی نہ کی
 تھی جہانگیر اپنے ہی نام سے تمام شاہی کام کرتا تھا۔

۲۲۶۔ ملک عرب کی وفات ۲۲ شعبان ۱۰۳۵ھ کو ملک عرب انشی برس کی عمر میں اس جہان فانی
 اور اس کی بیعت سے جنت کو سد ہار اس شخص نے بنام نہاد وزارت ۲۷ برس
 بادشاہی کی۔ نظام شاہی حکومت کو اس نے اس وقت میں لیا تھا کہ جب اکبر نے
 بہادر شاہ کو قید کر کے قلعہ احمد نگر دار السلطنت حکومت نظام شاہی پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس وقت
 اس حکومت کا نہ تو کوئی بادشاہ تھا اور نہ اس حکومت کا ملک اور فوج تھی اسی موقع ہی کو بادشاہ بنایا اسی نے
 فیج فرماہم کی اور نئے سرے سے بادشاہی جمائی۔ اور اکبر سے عظیم الشان اور جہانگیر سے
 شاہنشاہ کو مجبور کر دیا۔ اور اور اسے بار بار علاقہ واپس لے لے لیے۔ سلطان محمد قطب شاہ
 نے بنام نہاد و ماؤنراہ نہ کیا۔ ابراہیم عادل شاہ کو ذلیل اور دار السلطنت میں محصور کر کے
 اس کا بہت سا ملک دیا۔ اور اس کو عاجز کر کے باجگذار کے قریب قریب بنا لیا۔

اگر اس کو دکن کا فساد ہنساہ کمین تو بیجا نہیں ہے۔ اس کا تو پختانہ اس کے زمانہ کی حیثیت سے بہت اچھا تھا۔ قیاساً اس کی فوج میں ایک لاکھ سوار اور دو لاکھ پیادوں سے کم نہ ہونگے۔ اگر یہ دس پانچ برس اور زندہ رہتا تو براخانہ میں ماوہ گجرات بھی سب اس کے قبضہ میں آجاتے۔ کیونکہ چند روز بعد اوہر تو جہانگیر صاحب خان کے نید میں پھنس گیا اوہر پر وزیر مقرر کیا۔ شاہ جہان اپنے ہی مصیبتوں میں پھنسا ہوا تھا ایسے میں عنبر کب چوکھا پہنیز ملک عنبر صرف فوجی اور سپاہ گری کے ہی فنون میں لایق و فایق نہ تھا بلکہ خلائق پروردگار عدل گستری اور رفاه عام کے کاموں میں ایسا اچھا تھا کہ دکن میں کوئی ہندو یا مسلمان بادشاہ ایسا نہیں گذرا۔ وہ نہایت پستی اور غلامی کے وجہ سے بادشاہ ہوا تھا۔ اور چونکہ وہ ہنگیز خان مرتضیٰ نظام شاہ کے وزیر کے رفیقوں میں رہا تھا اور بیجا پور کے حبشیوں میں سے تھا۔ دلاور خان کا زمانہ اوس نے خوب دیکھا ہوگا۔ اسے دنیا کے ہر طبقہ کی معاشرت کا حال بخوبی معلوم تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ اوس نے رعایا کے وہ تمام حقوق قائم اور پیدا کر دے تھے جو ایک نہایت شایستہ حکومت میں ہونا چاہئیں مرنٹوں کی تادیبوں میں لکھا ہے کہ اوس نے دیہات کا ٹھیکہ بردینا اور مالگنداری امر اسے وصول کرنا موقوف کر دیا تھا بلکہ اوس نے زمین ایسے لوگوں کو دی تھی جو زمینداری اور کاشتکاری کرتے تھے اور ہندو پیش پٹوار یوں کے ہاتھ زمین مالگنداری کا انتظام دیتا تھا اور ان پر مسلمان عامل مقرر کیے تھے۔ اور جو دیہات کہیں انتظام کے واسطے قدیم زمانہ میں کار برد مقرر ہوا کرتے تھے اور اب ایک عرصہ دراز سے موقوف ہو گئے تھے ان میں از سر نو مقرر کر دیا تھا اور انتظام کی درستگی کے واسطے جو جو اصلاعیں ضروری اور مناسب تھیں انہ سب کو اچھی طرح لحاظ کرتا تھا۔ اوس نے زمین کو ہر پائش کرنی تھی۔ اور کاشتکاروں کو اپنے

حقوق دے تھے زمین ادن کو وراثت میں ملتی تھی کہ جس سے کسانوں کو اپنے گھروں سے
 محبت پیدا ہو گئی تھی۔ وہ زمین سے ٹھیکہ داروں کی طرح کام نہیں لیتے تھے بلکہ
 وہ مالکوں کی طرح اوس کی پیداوار کو بڑھانے کی تدبیریں کرتے اور آبپاشی کے ذریعہ
 نکالتے تھے۔ جس کیفیت میں ایک من غلہ پیدا ہوتا وہ ان کئی کئی من پیدا ہونے
 لگتا۔ اوس نے اس طرح تجویز کی تھی کہ کمیٹیوں کی واقعی پیداوار کو اوس نے فراہم
 کرالیا۔ اور کئی کئی سال تک اوس کا تجربہ کیا۔ حبیب یہ معلوم ہو گیا کہ کمیٹی میں اوسط
 درجہ اس قدر پیدا ہوتا ہے تو اوسی لحاظ سے اوس پر ایسی جمع مقرر کی کہ جو کسانوں پر گران
 نہ گذرتی تھی۔ یعنی سرکاری زمینوں پر دو خمس پیداوار لیتا تھا اور حبیب نقد روپیہ وصول کرتا
 تو ایک ثلث پیداوار کی قیمت لیتا تھا جس کے لحاظ سے اوس کی یادگار آج تک
 اوس ملک میں باقی ہے۔ اور اوس کے فتوحات اور کشور کشائی کی پر نسبت اوس کی
 رعایا پروری اور داد گستری زیادہ مشہور ہے اور یہی وجہ ہے کہ باوجود مدامی جنگ و جال
 کی اوس کے دقت میں ملک دولت سے مالا مال اور عایام قحالی اور زمین سرسبز و شاداب
 تھی۔ تجارت کے چاروں طرف ملک میں گرم بازاری تھی راستوں میں مسافر بے قافلہ
 چلتے پتہ نہیں کھڑے پاتا تھا۔ اقبال نامہ جہانگیری میں اسکی نسبت لکھا ہے کہ ”و عن غلام
 بیسے کام کا تھا اور فنون سپاہی و لیاقت سرداری اور تدبیر صائب اور بخت کاری میں اپنا
 نظیر نہیں رکھتا تھا۔ اور طریق قرائتی کو جسے اصطلاح دکن میں بر گے گری کہتے ہیں خوب
 جانتا تھا اور دکن کے ”دبستانوں“ کو جیسا کہ چاہئے اوس نے خوب اپنے قابو میں کیا تھا
 اخیر وقت تک وہ اپنے ارادوں میں نہایت قدم رہا اور اس کی عزت میں کسی طرح
 فرق نہ آیا۔ کسی تاریخ میں لکھا نہیں بلکہ کوئی حبشی غلام اس ٹبری عورت اور شان و شوکت

کو پہنچا ہو۔ چونکہ اوس کو ایرانیوں کے ملنے جلنے کی رغبت نہ تھی۔ جن کے ہاتھ میں اس
 زعفران میں تاریخ کا قلم تھا۔ اس لیے اوس کے حالات کسی شخص نے نہیں لکھے۔ جو کچھ
 اوس کے حالات ہم نے اوپر بیان کئے وہ وہ ہیں جو پاس پڑوس کی سلطنتوں کی تاریخوں
 میں لکھے گئے ہیں۔ یا دیہات کی زراعت پیشہ لوگوں کے اسناد اور ذاتیوں سے ملے
 گئے ہیں اگر کوئی شخص خود اس کی تاریخ لکھنا تو اس کے حالات بڑی وضاحت اور تشہیح
 کے ساتھ معلوم ہوتے۔ مگر جس قدر کہ اب معلوم ہوئے ہیں اون سے بھی اوس کی
 لیاقت اور دانشمندی کی نسبت جو رائے کہ ہم نے قایم کی ہے کامل صحیح ثابت ہوتی
 ہے۔ ہم کو اس بات پر بڑا افسوس آتا ہے کہ اوس وقت کے مسلمانوں میں کوئی ایسا
 نہ تھا جو اوس کے کارناموں کی پوری پوری قدر کرتا اور انکو قلم بند کر کے بالتشیع
 ہم تک پہنچاتا۔ جس سے ہماری نسلوں کو ایسے عجیب و غریب شخص کی لیاقت و ترقی کو
 دیکھ کر کچھ حوصلہ اور کچھ غیرت پیدا ہوتی۔ کیا تعجب کی بات ہے کہ ملک عنبر سے دانشمند
 کشتور کشا اور داد گستر شہر یار کا کوئی مسلمان نام تک بھی نہ لے اور اوس کے نام کا ایک
 چھوٹا سا رسالہ بھی تاریخ میں نہ لکھے اور شیواجی سے لوٹیرے ڈاکو ظالم بعدد کو ہندو اتنا
 بڑا دین کہ پرستش تک اوس کی کرنے لگیں سچ ہے کہ جس قوم میں ادب آتا ہے تو
 پہلے اوس قوم کے لوگ اپنے بزرگوں کے اچھے کارناموں کو فراموش کر بیٹھتے ہیں
 یہ بھی ایک بات یاد رکھنے کی ہے کہ جس شخص کی اولاد اور اوس کے جانشین اپنے
 باپ اور اپنے ماسبق کو اچھا سمجھتے ہیں اور لائق ہوتے ہیں تو سوائے شاذ و نادر کے
 اوس کے حالات بعزت و نیک نامی تاریخوں میں درج کیے جاتے ہیں۔ اگر مگر کے
 بچے لایں ہوتے اور دنیا میں ادن کا کام اچھا چلتا تو ملک عنبر کی تعریف اور توصیف میں

دفتر کے دفتر بنگ جاتے۔ مگر عنبر کے بیٹوں کی نالائقی سے عنبر کی تاریخ ہی کسی نے لکھنے کے لیے قلم نہ اٹھایا۔ اگر پاس پڑوس والی سلطنتوں کے پیمان میں اوس کا ذکر نہ ہوتا تو آج ہم اوس کی نام ہی نہ جانتے۔ دلاور خان کو جس نے سچا پور کی سلطنت کو زوال سے بچایا اور ایسے اصول پر قائم کر دیا تھا کہ جس سے وہ اب تک اچھی طرح چل رہی تھی اور عنبر کو جس نے نظام شاہی سلطنت کو از سر نو کتم عدم سے موجود کیا تھا مورخین نے غلام سمجھا اس لایق نہیں سمجھا کہ اون کے اپنے کام قلمبند کیے جائیں اور انظر الے ما قال ولا تنظر الے من قال کے مضمون کو فراموش کر دیا۔ اس میں جا لیس برس کے زمانہ کی تاریخ پر جو ایک گنگوڑ گٹا بھائی ہوئی ہے اور مورخین دکن نے سلطان محمد کے حالات اور محمد ابراہیم عادل شاہ کے اخیر زمانہ کی تاریخ لکھنے سے جی چورایا ہے اوس کا بڑا سبب یہ ہی ہے کہ اس عتبہ غلام نے رعایا پروری اور ملکداری میں بے نظیر لیاقت دکھائی تھی اور ان دونوں میان بادشاہوں کو قریب قریب اپنا باج گذار کر لیا تھا۔ اور یہ منشی اوس کو لکھنا چاہتے تھے۔ مگر اوس بیچارہ کا کیا

تصور

چشمہ آفتاب راجہ گناہ	گر نہ بیند بہ روز شہ چہ چشم
۲۲۷- شاہجہان کا جیمہ اور ٹٹہ کو جانا اور جیمہ گیر کا تباہی خان کے قید سے رہا ہونا اور بریز کے مہنہ شاہجہان کا نا ملک کو آ۔	ایسا سمجھ میں آتا ہے کہ جب عنبر کی حالت مرنے کے ترسیب ہوئی تو شاہجہان کو دکن میں اوس سے جو کچھ امداد تھی وہ جاتی نہیں اور دکن میں کی بے اعتباری کے باعث اوس سے اپنی فکر ہوئی اور ایسا خیال ہوا کہ جو حبشی ابھی
تک بخاطر داری پیش آتے ہیں وہ آئندہ شرارت کریں گے۔ اور یہ بھی شاہجہان نے	

چاہا کہ باپ کو قید سے چھوڑائے اس لیے دکن کا چھڑنا اور شمال کو جانا اوس نے ضروری سمجھ کر ۲۲ رمضان ۱۰۳۵ھ کو ناسک سے جہان دہ اب تک قیام پذیر تھا کوچ کیا۔ اور آہستہ آہستہ ۲۰ شوال تک اجمیر میں پہنچ گیا اوس نے خیال کیا تھا کہ جس قدر آگے بڑھوں گا۔ شاہی امیر مجھ سے آکر مل جائیگے۔ مگر یہ خیال اوس کا غلط نکلا۔ کسی نے اوس کی طرف توجہ نہ کی۔ بلکہ راجہ بٹن سنگھ اوس کا خیر خواہ اور پانچ سو آدمی کا سردار بھی سیان آکر گیا اور اس کی فوج منتشر ہو گئی۔ پھر شاہجہان کی خبر جب جہانگیر کو کابل میں پہنچی تو چونکہ شاہزادہ پرویز درو قینج میں مبتلا تھا۔ شاہجہان کی روک تھام نہ کر سکتا تھا اوس نے خود مہابت خان کی رائے کے بموجب ہندوستان کے چلنے کے سامان کئے اس لئے شاہجہان نے اجمیر میں زیادہ ٹھہرنا مناسب سمجھ کر سندھ کا راستہ لیا۔ اور براہ مانگو چودھوڑ و جیسلمیر ۲۵ ذی قعدہ کو امر کوٹ میں جا پہنچا۔ اور ۳۰ ذی الحجہ کو ٹھٹھہ کے سامنے ڈیرے جا ڈالے۔ اسی تاریخ میں جہانگیر کابل سے چلا اور بعد ازاں شاہجہان کے دونوں بیٹے اوس کے پاس پہنچے۔ اور ہاتھیوں کے سواے تین لاکھ روپیہ کے ہواہرات وغیرہ نذرانہ دینے۔ جب جہانگیر دریائے جہلم کے قریب پہنچا۔ جہان کہ مہابت خان نے اوسے قید کیا تھا تو اسی جگہ نورجہان نے اپنی فوج اوسی دستور کے بموجب جیسے کہ تمام امیر ہر سال اپنی فوج بادشاہ کو دکھایا کرتے تھے ملاحظہ کیے بیس بائیس محرم ۱۰۳۶ھ کو پیش کی۔ جہانگیر مہابت خان کی اجازت سے اوس فوج کے دیکھنے کے چلا ہی تھا کہ نورجہان کے آدمیوں نے جھپٹ کر بادشاہ کو اپنے پیچ میں لے لیا اور جہانگیر مہابت خان کی قید سے آزاد ہو گیا۔ مہابت خان۔ کہ سات سو اپنے بہت معتبر راجہ رہتا تو پہلے ہی کابل میں اہدیوں کے ہاتھ سے مارے جا چکے تھے اور اب بھی اوس کی فوج میں پڑا بتری

ہو رہی تھی اس لیے اوس سے کچھ نہ ہو سکا اور وہ وہاں سے چل دیا۔ جہانگیر نے اوسے
 کہلا بھیجا کہ آصف خان اور اوس کے بیٹے ابوطالب اور طمورث و ہوشنگ کو جو اوس کے
 پاس قید تھے بھیج دو۔ اور شاہ جہان کے دفعیہ کو ٹھٹھہ کو جادتب تو خطا معاف ہوتی ہے
 ورنہ تمہارے تعاقب میں فوج بھیجی جائیگی۔ اس میں نور جہان کی یہ غرض تھی کہ شاہ جہان
 اور مہابت خان دونوں میں سے کوئی مارا جائے اوس کا اٹھکین نہیں گیا۔ اسپر مہابت خان
 نے قیدیوں کو جوڑ کر ٹھٹھہ کا راستہ لیا۔ اور ہر جب شاہ جہان نے سنا کہ جہانگیر مہابت خان کے
 قید سے آزاد ہو گیا۔ اور مہابت خان اوس کے تنہمہ پر مقرر ہوا ہے تو اوس نے پہلے
 ارادہ کیا کہ ایران کی طرف کو چلا جائے مگر چونکہ بیمار تھا اور اسی میں خبر پہنچی کہ شاہزادہ ہردیز کے
 بچنے کی امید نہیں جو آخر کار ۶ صفر ۱۰۳۶ھ کو مر گیا اس لیے شاہ جہان ۱۸ صفر کو دکن کی طرف
 پرواپس چل دیا۔ اور ۳ ربیع الاول ۱۰۳۶ھ کو بہار ناسک میں آگیا۔

۲۲۸ برہان نظام شاہ کا خود ملک عنبر کے دو بیٹے تھے۔ فتح خان اور جہانگیر خان۔ فتح خان
 مختار ہو کر حمید خان اور اداسی باپ کی جگہ وزیر ہوا۔ مگر یہ تو قدرتی بات ہے کہ ہر شخص کی عزت اور
 بلندی کی عزت واقعتاً بڑھانا۔ عظمت اوس کی ذاتی لیاقت پر منحصر ہوتی ہے۔ جب ملک عنبر
 مر گیا۔ تو اوس کی عظمت بھی اوس کے ساتھ مر گئی۔ اوس کے بیٹے اس لایق نہ ہوئے
 کہ باپ کی بات کو قایم رکھیں۔ اور نظام شاہ کو سر نہ اوٹھانے دیں۔ برہان نظام شاہ اب
 بچا نہ تھا پورا جوان تھا خود مختار ہو گیا۔ یہ معلوم ہوا نہایت دشوار ہے کہ مرتضیٰ نظام شاہ ثانی
 کب اور کیسے مر ا اور برہان نظام شاہ ثالث کس کا بیٹا تھا اور کس طرح تخت نشین ہوا۔ چونکہ
 عدم القربان شاہ کی تخت نشینی پر برہان نظام شاہ کے ایلچی کا بانا تاریخ قطب شاہی میں
 بیان کیا گیا ہے اس لیے کہہ سکتے ہیں کہ مرتضیٰ ملک عنبر کی حد حیات ہی مر ا تھا اور ہر تخت نشین کیا جاتا

اور غالباً مرقضی کا ہی بیٹا تھا۔ حمید خان حبشی اس کا ایک غلام تھا۔ اوس کی عورت کسی غریب زادی کی بیٹی تھی۔ یہ عورت بڑی بہادری اور عقلمندی اور خوبصورت تھی۔ مگر اقبال نامہ جہانگیر داندے نے بڑا ہی ظلم کیا ہے اوس کی نسبت اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ جب برہان نظام شاہ نے اول اول شراب پینا اور مجاہد نسوان کا آغاز کیا تو یہ عورت چہا کر شراب اندر ایسی لیجائی کہ کسی کو خبر ہی نہ ہوئی اور شہ فاکہ بیوی بیٹوں کو بفریب و افسوس بدراہ کرتی اور اپنے اپنے کپڑے پہنا کر برہان کے پاس پہنچاتی۔ جس وقت برہان خود محنت اہوا تو اس عورت کا یہ اقتدار تھا کہ جب وہ سوار ہوتی تو بڑے بڑے سرداران سپاہ اور اکابر دولت پایادہ اوس کے ہم کاب چلتے اور اپنی عرضی معروض کرتے۔ باہر حمید خان اوس کا شوہر اور اندر یہ عورت برہان کی مالک تھی، مگر جب ہم دیکھتے ہیں کہ اگر اس وقت کوئی عورت کسی عیاش بادشاہ کے یہاں دربار رس ہو جائے تو اوس کی نسبت ہی گو وہ کیسی ہی پارسا ہو ایسی تہمت آمیز خبریں مشہور ہو جانا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ خاصکر جہان وہ ایک حبشی غلام کی منکوحہ ہو اور اس درجہ پر پہنچ جائے تو خواہ مخواہ بہتان لگانا مخلوق کے ایک لازمی عادت ہو گئی ہے معتمد خان صاحب اقبال نامہ اور نیز خانی خان نے جس نے معتمد خان سے اپنی کتاب میں بھی یہ روایت نقل کی ہے یہ نہیں لکھا ہے کہ یہ عورت خود نظام شاہ کی مدخولہ تھی۔ اور نہ یہ بیان کیا ہے کہ فلان خاص آدمی کو اپنی یہ بھکاری لگئی اور اسے ادارہ کیا۔ بلکہ انہوں نے مخلوق کا ایک عام خیال نقل کر دیا ہے۔ ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ ایسا ہونا غیر ممکن یا عبادت کے خلاف ہے مگر یہ بھی ضحہ درجہ نہ ہیں کہ ایسی باتوں کا چھوٹ مشہور ہو جانا بھی عبادت کے خلاف نہیں ہے بلکہ ایسی حالتوں میں موافق واقعہ ہر اکہنا ایک لازمی بات ہو گئی ہے تاہم اگر اس وقت کہ جب انقلاب حکومت کے

باعث پُرانے عنبری امر کی وقعت گمٹ گئی تھی۔ اور حمید خان برہان نظام شاہ کا پیشوا اور مختار کار قرار پایا تھا۔ اس لیے ہم کو یہ بہت ہی برا معلوم ہوتا ہے کہ ایک ایسی بی بی کی نیک نامی میں بیگانگانے کے لیے اقبال نامہ کے خیال کو تسلیم کرین جس کی مثال دنیا میں بہت کم ہیں اب ادس بی بی کی وہ داستان سنئے کہ جس کی وجہ سے ہم نے آپ کی اتنی سمع خراشی کی ہے۔ اور اقبال نامہ وغیرہ کی تحریر کو غلط خیال کیا ہے

۲۶۹۔ حمید خان کی بی بی کا ابراہیم عادل شاہ گولڑائی سے کوسوں بہاگتا تھا مگر عبرت نے اسے ایسا تنگ کر دیا تھا کہ جس سے وہ نظام شاہی حکومت کی کامل تباہی اور بربادی کی دعائیں مانگتا تھا۔ یہ موقع اس سے مناسب دینا۔

معلوم ہوا۔ ادس نے اپنی فوج کو آرا سنہ کیا۔ اور فیضان جنگی اور توپخانہ لیکر اپنا گیا ہوا علاقہ واپس لینے کے لیے نظام شاہی عملداری پر چلا۔ برہان نے بھی چاہا کہ خود ادس کے دفعیہ کو جاسے۔ حمید خان کی بی بی نے برہان سے کہا کہ اس فوج کی سرداری مجھ کو عنایت ہو۔ میں خود جا کر لڑوں گی۔ جب ادس نے کچھ اعتراض کیا تو اس بی بی نے ادس کے ذہن پر یہ بات جمائی کہ اگر مجھ کو شکست ہوئی تو میں ایک عورت ناچیز ہوں آپ کی کوئی بدنامی نہیں ہو سکتی۔ لوگ کہیں گے کہ ایک بادشاہ نے ایک عورت کو مغلوب کر لیا اور آپ پہر ادس کا تدارک مافات کر سکتے ہیں۔ اور اگر مجھ کو فتح ہوئی تو قرن ہا سے دراز تک یہ نام رہیگا کہ ایک نظام شاہی عورت نے ابراہیم عادل شاہ سے بادشاہ کو شکست دیدی برہان نے اس حجت کو پسند کیا اور ادس کو فوج کا سردار بنا کر جانے کی اجازت دیدی اب اس بی بی نے جو انان جنگ جو اور فیلا۔ کوہ پیکر اور توپ خانہ جہان سوز کو فرما دیا۔ اور سرداران فوج کو تسلی و دلاسا دیکر اور ایسی عبرت انگیز اور نیرستہ کمیز باتیں کہہ کر دل برباد کیا کہ اس کے لشکر میں لڑائی کا جوش

پہل گیا۔ جب یہ لڑائی کے میدان میں گئی تو گھوڑے پر مردانہ وار با ساز و پاق نقاب منہ پر ڈال کر سوار ہوئی اور امیران فوج کو اپنے روبرو ہوا کرادون سے امیدوں کے وعدے کیے اور جی چورانے پرسزادوں کے خوف دلائے۔ اور ایسی حربہ ستا اور خوش تقریری سے گفتگو کی کہ سارا لشکر ایک دل ہو گیا۔ دکن کا یہ دستور تھا کہ جب بہادر کوئی فتح کر کے واپس آتے تو اونہیں انعام و اکرام دے جاتے اور مخون کے طور پر ادون کے ہاتھوں میں عزت افزائی کے لیے کنگن پہناے جاتے تھے اس بی بی نے اس زبانی گفتگو پر اکتفا نہ کی۔ بلکہ رصع اور طلائی و نقرہ کنگن بنوائے اور انعام و اکرام کے لیے روپیہ اپنے ہر لیا۔ اور صفوف فوج کو آراستہ کر کے آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ اس وقت جو کوئی یمن دیار سے آگے بڑھتا تو اس کی جلاد و شجاعت کے موافق ادوس کے امیدوں سے زیادہ ادوسے انعام و اکرام دیتی اور کنگن پہناتی تھی۔ اور جذب قلوب کے لیے دکنی دستور کے موافق شیرینی کپڑوں کے ساتھ ادوسے دیتی اور ہر امین کو تقسیم کرتی تھی اور لوگوں میں بہرہ برکت و چنانہ کے پیادوں کو پہنچاتی تھی۔ یہاں تک کہ اس زن مردانگن اور صف شکن کی لیاقت سے کئی ہزار عادل شاہی فوج قتل اور اسیر ہو گئی۔ ابراہیم عادل شاہ اور ادوس کے سرداروں کے تمام جنگی ہائی ادوس نے جبین لیے۔ اور بفتح و نصرت یہ بی بی برہان شاہ کے پاس لوٹ کر آئی۔ اس لڑائی کا حال معلوم نہیں کہ کس موقع پر اور کب ہوئی۔ غنائی ملک عنبر کے مرنے پر ۳۵ھ کے اخیر یا ۳۶ھ کے شروع میں ہوئی ہوگی۔ اس واقعہ کو ہم نے اقبال نامہ اور خانی خان سے نقل کیا ہے ادون میں اس کے وقوع کی تاریخ نہیں لکھی ہے۔ غالباً یہ لڑائی ان دونوں لڑائیوں میں سے نہیں ہے۔ بجز شاہ عادل کے زمانہ میں ۳۵ھ میں نظام شاہ سے ۷۰ ی ہیں۔ ادون میں تو حمید خان کی بی بی کا ذکر

ہے اور نہ نظام شاہ کی فتح کا بیان ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس لڑائی کا ذکر حمید خان کی عورت کو چالاک اور مکار ثابت کرنے کے لیے اس لڑائی کے بیان میں لکھا ہے جو ۳۶۸ء کے اخیر میں خانبخمان اور نظام شاہ سے ہوئی ہے۔ جب کا آئندہ ذکر آتا ہے۔ اور جس سے اس کا زمانہ وقوع ہماری رلے کے بموجب ثابت ہوتا ہے۔

۳۰۔ یاقوت خان کا خانبخمان کے
پاس چلا جانا۔ اور حمید خان کی بی بی
کا خانبخمان سے کل نظام شاہی
گیا ہوا اعلان مول لینا۔

عزیر کے بعد نظام شاہی فوج کا بڑا سردار یاقوت خان حبشی ہوا مگر اس سے اور حمید خان سے ناموافق تھی۔ دونوں ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ یاقوت خان کو چوڑ توڑ مٹین آتے تھے جو عزیر کے درجہ کو پہنچ جائے۔ نہ حمید خان کی اطاعت

گوارا تھی۔ اس نے بعض اعیان سلطنت سے جن میں فتح خان بھی شامل تھا مشورہ کیا اور جہانگیر کی ملازمت میں داخل ہونے کے لیے انی راے پسر سر بلند راے کو لکھا جو جالندہ پور علاقہ برار میں تھا اور پانچ سو آدمیوں سے حوالی جالندہ پور میں چلا گیا اور انی راے سے کہلا بھیجا کہ میں اور نیز فتح خان وغیرہ چند نظام شاہی سردار جہانگیر کی ملازمت میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔ میں پہلے آیا ہوں یا تو اور بھی میرے بعد آجائینگے۔ شاہزادہ پردیز کے مرنے پر جہانگیر نے خانبخمان بودی کو جو اس کا ۳۵۸ء سے وکیل مطلق تھا دکن کا صوبہ دار کر دیا تھا۔ اس لیے انی راے نے اس تمام کیفیت سے اسے اطلاع دی۔ اس نے یاقوت خان کو کمال اطمینان دایا۔ اور انی راے کو لکھا کہ اس کی کمال درجہ خاطر داری اور مہانداری کے بعرض تمام برہانپور کو بیسہ پڑے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور غالباً اسی زمانہ میں جب کہ، اول شاہ سے لڑائی چورہی تھی باہوچکی تھی یاقوت خان برہانپور چلا گیا مگر نظام شاہی سرداروں نے سر کی کچھ پروا نہ کی۔ بلکہ بڑے فتنے اس نے اون کو یہاں تک حوصلہ ہوا

کہ حمید خان اور فتح خان وغیرہ نے جہانگیر کی علاقہ جات پر بار بار اور خاندیس میں لوٹ مار مچا دی
 خان جہان نے اس خبر کے سنتے ہی لشکر خان کو براہِ پنہور کی حراست پر مقرر کیا۔ اور افواج
 نظام شاہی کے مدافعت اور مقابلہ کے لیے لشکر لیکر بالا گھاٹ کو چلا۔ اور اتار دھاڑتا ہر ایک کی
 تک چلا آیا اس وقت برہان نظام شاہ قلعہ دولت آباد میں تھا۔ حمید خان اور اوس کی
 بی بی نے دیکھا کہ فوج سے کچھ کام نہیں چلتا۔ تو ان دونوں زن و شو نے لڑائی تو موٹو
 کی اور خانہ جہان سے دوستی جمائی۔ حمید خان تو باہر اوس کی محفل کا یا رہتا۔ اور گھر میں اور بی بی
 بی بی نے جا کر اس سے اپنا باپ بنایا۔ اور کچھ ایسی چالاکی چلی کہ جس سے وہ بالکل ان
 کے پسند۔ مین آگیا۔ جب جہانگیر کو مہابت خان نے قید کر لیا تھا تو سلطنت کا ڈھچکا
 ایسا بگڑ گیا تھا کہ اگر اکبر کے خیر خواہ امیروں کا اثر ابھی تک باقی نہ ہوتا تو سلطنت کا ستیاناس
 ہو چکا تھا اور گو اس وقت جہانگیر آزاد ہو گیا تھا مگر وہ تو شاہزادہ پرویز دکن میں مر گیا تھا۔ اور ہر
 ابھی مہابت خان اور شاہ جہان کا کشاکش تھا۔ جس کا آئینہ ذکر آتا ہے اور سب سے
 بڑا یہ کہ جہانگیر کی بیماری ایسی غالب ہو گئی تھی کہ اوس کی زندگی ہر شخص کے نزدیک چراغ
 سحری تھی۔ اس لیے خانہ جہان نے یہ مناسب سمجھا کہ نظام شاہ کو اپنا دوست بنائے بہت
 کچھ تو اس سبب سے اور کچھ کچھ حمید خان کی بی بی کی اہلہ فریبیوں سے خانہ جہان اس بات
 پر راضی ہو گیا کہ چار پانچ لاکھ ہون اور دو تین لاکھ روپیہ کے جو اہر لیکر برہان نظام شاہ کو
 دیا۔ ب ملک واپس کر دیا کہ جو اوس سے اکبر کے زمانہ سے اب تک لیا گیا تھا۔ غرض کہ
 وہ ملک جس کی تسخیر میں تیس پچیس برس کی مدت اور کروڑوں روپیہ اور تین شاہزادوں کی زندگی
 ضائع ہوئی تھی۔ اور ہزاروں جانیں تلف ہوئی تھیں ایسی قلیل قیمت پر جو اوس خطہ کے
 ایک دو محال کے معمول کی برابر۔ برہان شاہ کے ہاتھ اوس نے فروخت کر دیا۔

اور تمام حکام شاہی کو لکھنؤ بجا کہ چونکہ سلطنت کی نازک حالت ہو رہی ہے بارشاہ جہانگیر کو اس وقت امداد کی ضرورت ہے اور آپ لوگوں کے یہاں آئے بغیر کام نہ چل سکیگا چاہیے کہ ملک کو نظام شاہ کے اہلکاروں کے سپرد کر کے یہاں چلے آئیں۔ جب یہ حکم پہنچا تو سب نے نظام شاہ کی فوج کو قبضہ دیدیا۔ مگر احمد نگر کے قلعہ دار خنجر خان نے کہا کہ بادشاہی حکم کے بغیر قلعہ کی کبھی مین تھیں دو لگا۔ تب سے قلعہ کے باہر اس کے علاقہ پر ۱۰۳۶ھ کے وسط میں برہان نظام شاہ کا دخل ہو گیا۔ اور یہ ایسا نازک وقت تھا کہ جہانگیر اس کا کچھ بھی تدارک نہ کر سکا۔ اس طرح برہان نظام شاہ کی حکومت بجاے اس کے کہ بڑھ جائے اس عورت کی دامانی اور اتفاقات کی مساعدا سے اور بھی بہتر ہو گئی ۵

۲۳۱- شہر نو سید	دکن میں ہمیں ایک دن کامران تھے	ہمیں رونق ملک ہندوستان تھے
کی آبادی اور پیرانی	ہماری امارت تھی تاجر ہمیں تھے	ہمیں عالم و شاعر نکتہ دان تھے

ہمیں نے کیا نام اوس کا دکن تھا
وہ ہم سے ہی رشک عراق و ختن تھا

جب محمد قلی نے شہر بہاگ نگر بسا کر اوسے خوب رونق دی تو ابراہیم عادل شاہ کو یہ سوچا کہ ایک شہر اپنی یادگار کے لیے آباد کرے۔ ابراہیم عادل شاہ کی سلطنت شہنشاہین بڑے زور شور پر تھی اندرونی جنگوں سے بیکمیلے مدت سے ٹپٹ چکے تھے اوس نے بھی بیجا پور سے قبلہ کی طرف دو تین میل کے فاصلہ پر ایک شہر کی بنیاد ڈالی۔ اور شاہ نواز خان کو اوس کی آبادی اور تعمیر کا حکم دیا۔ عمدہ نقشہ تیار ہوئے محلے بازار راستے دکانیں سرزمین اور سرکاری کاروبار کے مکانات موقع موقع سے تجویز کیے گئے گرد و نواح سے بھی زمین ملکہ دور دور سے مندرس اور طراح اور مہار گھکار سنگتراش

درود گر جو اپنے خون میں بے مثل دبے نظیر تھے بلاے گئے صفہ سرکاری
 عمارتوں پر ان کی تعداد آٹھ ہزار بتلاتے تھے۔ امرا و زرا ار اکیں سلطنت سپاہی اور
 منجارسا ہو کار وغیرہ کی تعمیرات والے کاریگر دن کی توانمنا تھی جتنے مقر بان شاہی اور
 محلدار اور خدمتگار بادشاہی تھے انہیں سرکار سے روپیہ دیا کہ وہ ان مکان بنائیں
 پھر جب بادشاہ اور امرا اور سرداروں کے وہاں مکانات بنے تو خواص و عوام
 سب دوڑے اور وہاں بادشاہ اور امرا کے مکانون کے قرب و جوار میں زمینیں لینے
 اور مکان بنانے لگے ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ میں ہی پہلے اور بادشاہ کے قریب مکان
 بناؤں زمینوں کی قیمت بڑھ گئی۔ پھر تو عمارت پر تکلف بنیں اور بارغ و بستان اس قدر
 کثرت سے لگے کہ جگہ ملنا دشوار ہو گئی۔ خاص بادشاہ کا ایک عظیم الشان محل بنایا
 گیا تاج بیجا پور کا مصنف تعمیر کے فن سے محض ناداقت تھا اس لیے جو کچھ دیکھا اور سنا
 مکان کا نقشہ تو ٹھیک ٹھیک خیال میں نہیں آسکتا مگر اس عمارت کی وقعت کا اندازہ
 اوس سے بخوبی ہو سکتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اوس میں غر فہاے شاندار اور نشیمن ہاے
 مزین بنے تھے۔ در و دیوار اور سقف و ستون پر طلائی اور لاجوردی بل بوتے کچے تھے۔
 جن کے دیکھنے سے آنکھوں کو نور اور دل کو سرور ہوتا تھا بارگاہ کے در و چاروں طرف
 ایک وسیع میدان تھا اوس کے آگے مطبخ تھے کارخانہ اور کارکنوں کے لیے
 علیحدہ علیحدہ حسب مراتب منازل و مکانات مقرر تھے۔ شاہی محل کے عتب میں بڑی
 بڑے عظیم الشان اور ہی چند محل نہایت پر تکلف منقش بہ لاجورد و طلا حرم کے واسطے
 بنوائے تھے۔ پھر اس شہر جس کا نام بادشاہ نے نورسپہر رکھا تھا بجا پور تک
 ایک نہایت وسیع شہر تھی۔ اوس کے دو طرفہ و منہلہ دوکانیں بی تھیں۔ شہر کے

وسط میں ایک نہایت عریض و طویل چوک تھا جسے مانک چوک کہتے تھے یہاں سے چاروں طرف کو شہر کی انتہا تک سیدھی سڑکیں جاتی تھیں ان کے بھی دونوں طرف دو منتر لہ دکانیں تھیں۔ ان دکانوں سے اندر کو شہر والوں کے مکانات تھے ان میں اپنے اپنے مقدور کے لایق ادھون نے دیوان خانہ اور حوض بناے اور پائین باغ لگائے تھے۔ کنوے کمود تے تو بچے پتھر نکلتا تھا جس سے پانی یہاں کا نہایت شیریں اور خوش گوار تھا۔ اور اس قدر کثرت سے تھا کہ کبھی کنوے خشک نہ ہوتے تھے۔ امرا کے مکانات میں شہنشاہ ازخان کی حویلی یہاں نور سپور میں اور نیز بجا پور میں نہایت شاندار تھی۔ ادس کے مکان کا کام بھی قریب قریب ایسا ہی تھا کہ جیسے شاہی محلات کا تھا۔ اس زمانہ میں ہوا ایران توران کے مسافر یہاں آتے تھے وہ نور سپور اور بیجا پور کی رونق اور عمارات بے نظیر کو دیکھ کر ذنگ ہو جاتے تھے۔ یہ شہر صرف چھ میل پر آباد رہا۔ عنبر کے حملہ کے وقت ۹ محرم ۱۰۳۳ھ کو ابراہیم عادل شاہ نور سپور کو چھوڑ کر بیجا پور کو چلا گیا۔ بعد اس کے عنبر نے اسے لوٹ کر ایسا غارت کیا کہ کبھی آباد نہ ہوا۔

۲۳۲۔ نور سپور کی وجہ تسمیہ اس شہر کے نور سپور نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اوس کی قرب و اور لفظ نورس کی شہرت جو ارمین ایک گانوں نورہ نام تھا وہاں کا ایک باشندہ عرق شراب ایک شیشہ میں ابراہیم عادل شاہ کے پاس اور اس زمانہ میں لایا کہ جب اس شہر کی ادس نے بنیاد قیام کی تھی۔ جب ادسے بادشاہ نے یہ آؤ لچہ ایسی لذت آئی اور وہ سرور ہوا کہ آؤ پہلے کبھی کسی شراب سے نہ ہوا تھا۔ پہر جو نقص خمار و گرانی اور شرابوں میں ہوا کرتا ہے وہ یہاں سے ارمین نہ تھا اس سے ابراہیم نہایت خوش ہوا۔ اور اس شراب والے سے پوچھا کہ یہ شراب کہاں بنی ہے اور کس نے بنائی ہے۔ جب معلوم ہوا کہ اوس

گانون میں بنائی گئی ہے تو نہایت خوش ہو کر بولا کہ ”مارا کیفہ نوریدہ“ پھر اسے
یہ اپنا لفظ نورس کہہ ایسا مرغوب الطبع ہوا کہ اس شہر کا نام نورس پور رکھ دیا۔ عقیقہ مینی
بر اپنی مہر کے لیے نام کی جگہ بھی لفظ نورس لکھوایا۔ اور اپنے علم و نشان کا نام بھی علم نورس
و نشان نورس رکھ دیا۔ جو رز درنگ کا ہوا کرتا تھا۔ اپنی بی بی جو سب سے زیادہ محبوب تھی
اور جو اپنے رہنے کا خاص مکان تھا اسے بھی نورس کہنے لگا۔ علم موسیقی میں ایک
کتاب جو اس نے خود تصنیف کی تھی اس کا نام بھی کتاب نورس رکھا۔ روپیہ پیسے پر
بھی سکے میں نورس ہی لکھوایا۔ جو مدت ہا سے دراز تک جاری رہا۔ جب کسی مینے کی
نوین تاریخ جمعو کو واقع ہوئی اس روز عید کرتا اور اسے عید نورس کہتا۔ جو کوئی شخص قوال
سازندون اور طوائف میں مرغوب اور خاطر پسند ہوتا اسے بھی نورس کا لقب دیتا
تھا۔ غرض کہ اس نے جس چیز کو پسند کیا اور قدر قیمت کے لائق سمجھا اسے یہی نام اور
خطاب عنایت کیا پھر اَلنَّاسُ عَلٰی دِيْنِ مَلِكٍ كَيْفَ مَخْلُوْقٍ نے بھی اس کے یہی معنی
لگائے۔ اور اسے اپنے استعمال میں لائے ملاحظہ فرمائی قاضی نے ابراہیم کی
تعریف میں اس کی کتاب کا دیباچہ لکھا اس کا نام بھی دیا چہ نورس رکھا صاحب تاریخ
فرشتہ نے جب اپنی کتاب قلمبن کی نوادس کو نورس نامہ ابراہیمی سے مشہور کیا عبد القادر
ایک بڑے فصیح و بلیغ شاعر نے اپنا تخلص نورس مقرر کیا اور اس لفظ کو اس کے
ملک میں ایسی شہرت ہوئی کہ کوئی ایسا شخص نہ تھا جس کی زبان سے یہ لفظ نہ نکلتا ہو۔
اس عید نورس کی تاریخ کی وجہ کچھ سیرت میں نہیں آتی جو ابراہیم عادل شاہ
نے کہی مینے کی اس تاریخ کو قرار دیا ہے کہ ۹ تاریخ کو جمعہ ان دن
شاہ لقب پہ جلست گرد سے اُٹھتا تھا۔ ابراہیم کی رہنیا و مسلمانوں کو وہ خیال ہو جب کہ

۲۳۳۔ طبقات ثلثہ قوالان

و عید نورس مقرر ابراہیم عادل

شاہ لقب پہ جلست گرد

عید الضعیفی کی ۹ تاریخ روز جمعہ کی ہوا کرتی ہے تو اس سے مسلمان کہا کرتے ہیں کہ
 ۱۰ سال حج اکبر ہوگا۔ اور اس سال میں حج کرنے کو بڑا ثواب سمجھتے ہیں۔ جب ابراہیم علیہ السلام
 شاہ نودس برس کی عمر میں تخت نشین ہوا تو اس وقت اس کی حکومت امرائے ہاتھ میں
 تھی۔ ان لوگوں نے بادشاہ کو بچاے اس کے کہ وہ فنون و آداب سلطنت کو سیکھے
 کہیں کو زمین اس غرض سے لگایا کہ حکومت اونیہ کے ہاتھ میں بنی رہے اور جس طرف
 کو اس کی طبیعت کا میلان دیکھا اسی طرف باگ ڈھیلی کر رہی۔ سرد ملکوں میں جہان
 سردی کی وجہ سے آدمی کو ہاتھ پاؤں بے تکلف کھولنا دشوار ہوتا ہے خوشی کے
 کھیل کود بہت کم ہوتے ہیں۔ دکن کے ملک کی آب و ہوا نہ تو بہت گرم ہے نہ بہت
 سرد اسی سے یہاں کے لوگ بہت ہلکے پھلکے ہوتے ہیں اور خوشی کے کاموں میں بہت
 جلد مصروف ہو جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ دکن میں قدیم الایام سے گانے بجانے کی
 رسم ہند کے اور اقطاع کی بنسبت زیادہ رہی ہے اس فن میں انہوں نے اکثر نئے
 نئے آلات بجانے کے اور اچھے اچھے قواعد گانے کے ایجاد کیے ہیں اور ہمیشہ اس
 ملک میں اس فن کا چرچا رہا ہے۔ ابراہیم بھی گانے بجانے کی طرف رجوع ہو گیا چونکہ ذہن
 کا تیز اور صاحب ادراک سلیم تھا۔ اس ہنر کو خوب سیکھ لیا۔ اور ایسی مہارت و مہارت
 بہم پہنچائی کہ فن موسیقی میں بے مثل ہو گیا۔ اور نئے نئے قواعد اس فن میں ایجاد
 کرنے لگا۔ اور جب خود مختار بھی ہو گیا تب بھی اس نے سلطنت سے اسی قدر
 تعلق رکھا کہ ملک میں بدلتی اور بدلتی جاے لڑائی اور کشمکش کی طرف اس
 لطف کو چھوڑ کر بھی رخ ہی نہ کیا۔ اور جب اس پتہ کے آدمی اس کے پاس جمع ہوئے
 اور اپنے آپ کو خدا واد خوش گمبوی اور مہارت و دیرینہ سے اون سے بھی بڑھ کر پایا تو

اونیس اپنا شاگرد بنایا۔ اور اونیس دور دور سے بولا کر اپنے پاس جمع کیا۔ بہر ان
 شاگردوں کو تین طبقوں حضورؐ - درباری - شہری پر منقسم کیا۔ حضورؐ یہ وہ لوگ تھے
 جو ہمیشہ حضورؐ میں رہتے تھے۔ ابراہیم جو قواعد موسیقی سننے سے ایجاد کرتا اونیس
 خود سکھایا کرتا تھا۔ درباری وہ تھے جو باہر دربار کے کمروں میں بیٹھا کرتے اور ان حضورؐ
 سے تعلیم پایا کرتے تھے اور شہری وہ تھے جو شہر نورسپور میں رہتے اور درباریوں
 کے شاگرد ہوتے تھے۔ یہ قواعد ہمیشہ ایجاد ہوا کرتے اور ہر روز تعلیم و تعلم کا سلسلہ
 جاری رہتا تھا اور اکتسابِ کمال کے لیے رات دن ہر محل و مکان سے گانے بجانے
 کی آواز بلند رہتی تھی۔ اس آواز کی سبب سے ابراہیم کو مخلوق نے جگت گرد کا
 لقب دیدیا تھا۔ اس کی اس قدر شہرت ہو گئی تھی کہ ابراہیم عادل شاہ اول سے امتیاز
 کرنے کے لیے یہ لقب اس بادشاہ کے نام کا جزو بن گیا تھا۔ ان لوگوں میں سے
 بعض کو سرکار سے نقد تنخواہ ماہوار ملا کرتی تھی۔ بعض کو پیشہ شاہپر اور شہر بجا پورا در شہر
 نورسپور کے محاصل سے تنخواہ مقرر تھی۔ بعض ایسے بھی تھے کہ جن کو شہر کے گرد و نواح کے
 دیہات جاگیر میں دیدے جگے تھے۔ غرض ان میں سے ہر ایک نہایت خوش حال،
 اور مرتزہ الحال تھا اور ان میں نہ صرف رازا فل اور اس پیشہ کے کرتے، الے ہی شامل
 تھے بلکہ بادشاہ کے پاس رسوخ حاصل کرنے اور کسبِ معاش کے لیے صد ہا
 امرا و شریف زادے سطرپ اور گولے بن گئے تھے اور ان شاگردوں کی تعداد تین چار
 ہزار تک پہنچ گئی تھی اونیس شاگردوں کے لقب کے سوا شکر نورس ہی کہتے تھے
 عید نورس کو یہ سب حمیہ ہوتے۔ ابراہیم محل نورس میں دربار عام کرتا۔ گوئندہ سازندہ اور
 نوازندہ سے اپنے اپنا کمال دکھاتے۔ شہر کے تمام حامد اور اکابر اور خرد و بزرگ، ہنر مند

اور محفل میں شریک ہوتے تھے مشک و گلاب و زعفران و عنبر و عود اس محفل میں منون
 خبیج ہو جاتا انواع و اقسام کے میوے اہل مجلس پر پہنچے جاتے اور وہ لوٹ کر
 کھاتے اور اوٹھا کر لیجاتے تھے۔ جب کھانے کا وقت آتا تو طحطیح کے کھانے
 اور شیرینیاں آتین پہلے اسیان و اکابر و معززین کے ردبرہ کھانے پہنچے جاتے
 پھر شکر نورس کھانا تناول کرتا اور اس کے بعد اذن عام ہو جاتا شاگرد پیشہ خدمت گزار فقیر
 اور مساکین حتیٰ کہ عام خلق اس میں سے جس کا دل چاہتا وہ آتا اور کھاتا اور باز نہ کر لیجاتا
 کوئی منع نہیں کرتا تھا۔ جب دن ختم ہونے کو ہوتا تو ابراہیم جس کو مناسب سمجھتا انہیں
 خلعت و انعام و اکرام دیتا اور بعد ازاں محفل پر خاست ہو جاتی تھی۔ جو سردار اور امیر
 کہ کہیں صوبوں کے خدمات پر متعین ہو۔ تے تو انہیں بھی اسی تالیخ پیش کیا جاتا
 اور خلعت و انعام دیکر خدمت پر بھیجا جاتا تھا۔

۲۳۳- ابراہیم عادل شاہ ان ابراہیم عادل شاہ کے شاگردوں میں کثرت سے ہندو تھے
 کا سارستی کی پرستش کرنا اور جو مسلمان تھے وہ بھی اکثر وہی تھے جو ان میں سے کسی طرح
 اور شاہ صبغتہ اللہ کا ایک مسلمان ہو گئے تھے۔ اس سبب سے ابراہیم کو ہر وقت ہندوؤں
 نصیحت کر کے باز رکھتے تھے۔ اور اس کے ذہن میں انہیں ہندوؤں
 کے سے خیالات سما گئے تھے۔ ہندی گویوں کا گودہ ہندو ہوں یا مسلمان یہ قاعدہ
 ہے کہ اپنے خوش آؤ ازمی کے لیے سارستی دیہی سے استمداد کیا کرتے ہیں۔
 چونکہ ابراہیم کو بھی اپنی صورت کے اپنے ہونے کی خواہش تھی وہ بھی سارستی کا
 ساتھ ہوا گیا۔ اور چونکہ اس زمانہ میں اسے کمال کی تمنائیں اس کی پرستش کرنے لگا۔
 ایک بک ممکن تھا کہ مسلمانوں کی نگاہ سے یہ مذہبی خیال چھپ جائے مسلمان اسے تاثر گئے

اور تمام مخلوق میں ابراہیم کے سوا اعتقادی کی شہرت اور گئی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ ابراہیم نیا نیا
 خود مختار ہوا تھا۔ دلاور خان کے وقت میں یہاں اکثر شاخ اور درویش و علما فضلا اور
 اہل کمال آیا کرتے تھے۔ شاہ صبغتہ الدین جو حضرت شاہ وحید الدین صاحب
 احمد آبادی کے خلیفہ تھے اور مدینہ منورہ میں رہا کرتے تھے، شاہ حسین عیسیٰ پور کو
 آئے۔ اور جب بادشاہ کا یہ حال سنا کہ وہ سارستی کی پرستش کرتا ہے تو ادھون
 نے بیان کیا کہ مجھے بارگاہ نبوی سے دکن کی طرف آنیکا اشارہ ہوا ہے ابراہیم کا
 یہ فعل منہ جہالت کا باعث تھا اس سے اسلام اور اہل اسلام سے کوئی نفرت
 نہ نہی۔ بلکہ اس کا دل اسلام کا کمال معتقد تھا۔ جب شاہ صبغتہ الدین صاحب نے
 اس سے اس حرکت سے منع کیا تو اس نے عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ میری خوش
 آوازی نہ جاتی ہے در نہ میرا اعتقاد دلی ضرر وہ ہی ہے جو اور مسلمانوں کا ہے
 اس پر شاہ صاحب نے فرمایا کہ اس خیال کو چھوڑ دے خوش آوازی میں اس سے
 کوئی قصور نہ آئیگا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور مسلمان ہی رہا اور مسلمان ہی مرا مگر اس کی شہرت
 سوا اعتقادی کی ایسی ہو گئی تھی کہ جس سے اس کے بعد میں اس کے مقبرہ پر
 اس آیت کے لکھنے کی ضرورت پڑی مَا كَانَ اِبْرَاهِيْمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَكِنْ
 كَانَ حَنِيفًا مُسْلِمًا گویا اس آیت سے ان لوگوں کو جواب دیا ہے جو اسے اسلام
 سے پہرا ہوا سمجھتے تھے۔

۲۱۵۔ شاہ صبغتہ الدین کا جب ابراہیم عادل شاہ نے شاہ صبغتہ الدین کے ہاتھ پر اس حسام
 ابراہیم عامل شاہ کو بے موقع خیالی کے عقیدے سے توبہ کی اور سمجھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
 نصیحتیں نہ کرنا۔ اور میں اس کام کے لیے دکن کو مامور کر کے بھیجا تھا اور ان کی

نہایت درجہ کی تعظیم و تکریم ہی نہ کرنے لگا بلکہ یہ چاہا کہ وہ بیجا پور میں ہی رہیں اور آئندہ
 کہیں نہ جائیں اور جب شاہ صاحب نے رہنے سے انکار کیا اور بلا اجازت جائینکا
 ارادہ ظاہر کیا تو بادشاہ نے ازراہ اظہار فراطتیاق دربانان شہر سے خفیہ کھلا بھیجا
 کہ شاہ صاحب کو باہر نہ جانے دیں اب تو شاہ صاحب بہت کچھہ کو دے اوپہلے
 اور اپنی کرامتوں کا بے موقع اظہار کرنے لگے مصلحت تو ہمیں تک متقاضی تھی
 کہ بارگاہ نبوی سے دکن کے جانے کا اشارہ بیان کیا گیا تھا اور اس سے مخلوق کے
 کے خیال ادن کی طرف رجوع ہوئے تھے۔ اور بادشاہ نے مصلحتاً یا خوش اعتقادی
 کے باعث اونہیں دلی التسلیم کر لیا تھا۔ ایسی باتیں کرتے جو عقل کی حد سے باہر
 نہ ہوتیں تو اور بھی بہت کچھ خلق اس کو فائدہ پہنچنے۔ دنیا میں جس قدر خیالات و ظہر
 اور رسم و رواج ہیں وہ ابتداء میں ضرور کسی نہ کسی مصلحت اور نیک نتیجہ حاصل کرنے
 کے لیے پیدا کیے گئے ہیں درویشوں اور اولیاء اللہ کا فرقہ جن کی ابتدا سے اسلام
 میں کوئی خاص تفریق نہ تھی اس غرض سے ایجاد ہوا ہے کہ جن آواہ اور ازراہ رفتہ
 بنی نوع انسان کی علما اور ظاہری احکام شریعت سے اصلاح نہ ہو سکے اور وہ خام خیالی
 اور یہودہ خیالات کے معتقد اور نفس امارہ کی خواہشوں میں مبتلا ہو جائیں تو انہیں
 یہ درویش جو طبری آسانی سے تعلیم اور تعلم علوم شریعیہ اور کسب کمالات و نیاوی کی سخت
 مفتیں اٹھانے بغیر نہیں سکتے ہیں اپنی نیک چلنی اور عقل مصلحت اندیش کی ہایت
 سے جذب قلوب کر کے ادن کو راہ بر لائیں۔ یہ تو اونہن نے نہ کیا اور اپنی لن ترانہوں
 کا اظہار کرنے لگے بادشاہ کا دربانوں کی نسبت حکم نہ کرہنس پڑے۔ اور پوے کہ
 اگر ہم جانتے ہیں تو ہمیں دربان کیا روک سکتے ہیں مطلب اس سے یہ تا کہ ہر قدر

حاصل ہے کہ جس سے کرامت کے ذریعے ہم نکل جاسکتے ہیں مگر اس خیال کے پیچ کرنے کو منصف زبان تو ہلا لی بسکن ایسا کر کے نہ دکایا۔ مسجد میں جمعہ کی نماز کو آیا کرتے اور صفت اول میں سب سے دست راست کو شاہ صاحب کھڑے ہوا کرتے تھے۔ مسجد میں آنا چھوڑ دیا اور کہا کہ اس شہر میں پہرے چلنے سے میری نگاہ شراب کی دکانوں پر پڑتی ہے یہاں جمعہ کی نماز ہی فہرہ نہیں ہے ایک اور اپنی محفل میں بیان کیا کہ اگر یہ بادشاہ امر معروف اور نہی عن المنکر پر عمل کرے اور تین باتیں اپنی سلطنت سے دور کر دے تو اللہ تعالیٰ ایک سلطنت کے بجائے اسے تین سلطنتیں عطا کرے گا۔ میں اس کا ذمہ دار ہوں۔ اول اپنے ملک سے شرابخواری کی رسم کو بند کر دے اس کے عومض میں گجرات کی سلطنت اسے میں دلا دوں گا۔ اور اسی کے ساتھ میں وعدہ کرتا ہوں کہ لڑائی کی ضرورت بھی نہ پڑے گی۔ صرف میں بڑا رہ کر اب چلو ننگا اور جا کر تخت پر بٹھا دوں گا۔ اگر اس میں سر موہی تجاوز ہو جائے تو ایک ایک دکان کے بجائے دو دو دکانیں جاری کرادے۔ دوسرے جس قدر زنان فاحشہ اس ملک میں ہیں ان کو عقد و نکاح کا حکم دیدے۔ تیسرے جس قدر افعیٰ اس کے ملک میں بر حکومت اور سرکاری ملازم ہیں انہیں بڑھ کر دے۔ ان دونوں باتوں کے معاوضہ میں میں اور دو سلطنتیں دلاؤں دیتا ہوں۔ حضار مجلس نے شانہ صاحب سے عرض کیا کہ آپ بادشاہ سے ظاہری طور پر ان باتوں کی تعمیل کیوں چاہتے ہیں کچھ تصریح کیجئے کہ بادشاہ ان باتوں کو خود دور کر دے یا خدا کی طرف سے کوئی اور صورت ان کے دفع کی جائے ہو جائے۔ شاہ صاحب نے کہا کہ مجھ کو تصریح کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اگر بادشاہ کو

ملک گیری اور افزائش سلطنت کی خواہش ہے تو وہ خود اس کی تعمیل کرے
اصل یہ ہے کہ دل پر کسی کے تھن کرنا اور اپنے منشا کے موافق کسی کے دل کو
پھیر لینا قواعد فطرت کے خلاف ہے کوئی آدمی ایسا نہیں کر سکتا۔

۲۳۶ - انگریزوں کی خوش اس میں شک نہیں کہ شرابخواری کا بند کرنا - عورتوں سے
استغما می اور ایراجیم کا شاہ زنا کو روکنا غیر مذہب و ملت کے لوگوں کو اختیار نہ دینا یہ بادشاہوں
صیغۂ اسد کو اخراج کرنا - کافر ض ہے - مسلمان بادشاہوں نے پہلے دونوں کاموں

پر بارہا توجہ کی ہے - اور اس سے اہل اسلام کو کمال فائدہ پہونچا ہے اور یہی وجہ ہے
کہ روئے زمین کی تمام قوموں سے مسلمانوں میں شرابخواری کا رواج کم ہے اور
اون کی عورتیں تمام روئے زمین کی عورتوں سے پارسائی میں بڑ بڑا ہیں - اگر مسلمانوں
کو کسی اچھی بات پر فخر کرنے کی جگہ ہے تو بھی دو چیزیں ایسی ہیں کہ جس قدر چاہیں
وہ دوسری اقوام پر اس باب میں فخر و مباہات کر سکتے ہیں - مگر جو طریق کہ اونہوں نے
شراب کی روک تھام کا اختیار کیا تھا اسکی بہ نسبت وہ طریق بہت بہتر ہے جو آج کل
صاحبان انگریز نے ہندوستان میں اختیار کیا ہے - اونہوں نے شراب کشی کے
ٹیکہ دئے ہیں - سخت محمول لگا کر اسے ایسا گران قیمت کر دیا ہے کہ بجز امرا کے
اونہیں دوسرا زیادہ استعمال نہیں کر سکتا - ہمارے نزدیک تو اس سے بھی
اگر زیادہ گران کر دیا جائے تو بہتر ہے - اور رعایا کو بڑا فائدہ پہونچے - زنا کاری
علماء اور پمیں ایسی بری چیز نہیں ہے جیسے کہ اہل اسلام میں ہے اس نے
اوس کی روک تھام اس علمداری میں کامل طور پر نہیں ہے - یہی تیسری بات یعنی غیر مذہب
اور ملت کے آدمیوں کو اپنی حکومت میں داخل نہ دینا مسلمانوں میں اس بات پر کئی قوت

ہی اچھی طرح غافل نہیں ہوا مگر ہم کو یہ تعجب آتا ہے کہ شاہ صاحب نے شیعوں کے
 نکالنے کے لیے تو کہا ہندوؤں کے لیے کیوں نہ کہا جو سلطنت کے قریب قریب
 تمام جنگی اور ملکی کاموں پر حاوی ہو چکے تھے اور جن سے بڑا خطرہ تھا۔ شیعہ تو پہر
 اہل قبیلہ تھے اور ادن سے کوئی بڑے نقصان کا اندیشہ ہی نہ تھا۔ مسلمان اگر اس
 مصلحت کو سوچتے تو آج کیوں تباہ ہوتے اگر یزیدوں کو کوئی چاہیے ظالم پکارے
 یا کافر لکھ کر دل بند کرے مگر یہ تو ادنیٰ دانتوں کا دشمن کہ بغیر نہیں رہ سکتے ادنیٰوں نے
 ایک ہمدین کر دی ہے اس سے زیادہ اپنی قوم کے سوا دوسروں کو وہ اپنی
 حکومت میں دخل نہیں کرنے دیتے جس سے ادن کی حکومت ااجنب ہو گئی ہے
 غرض شاہ صبیح اللہ کی ان باتوں کا چرچا عوام میں پھیلا۔ اور حاجا جیسی ذکر و بیان ہونے
 لگا ابراہیم کو بھی خبر پہنچی۔ اس نے دیکھا کہ جو بات میری ذات سے متعلق تھی اسے
 تو میں نے مان لیا ان باتوں کی خصوصاً اخیر مسئلہ کی تعمیل کرنے میں تو بڑی ہی شکل
 آپڑے گی۔ اس نے شہنواز خان اپنے وزیر کو بولا کر اسے لی۔ یہ وزیر شیعہ مذہب
 تھا اس نے کہا کہ شاہ صاحب جو باتیں کہتے ہیں وہ سب اچھی ہیں مگر ادن پر صورت
 موجودہ میں عمل کرنے سے تمام نظام سلطنت درہم و برہم ہو جائیگا۔ سوائے اس کے
 یہ بھی مناسب نہیں ہے کہ برگزیدگان بارگاہ ایزدی کی خاطر بنجیدہ کی جائے۔
 بہتر ہے کہ شاہ صاحب کو بیت اللہ شریف یحیٰ نے کی اجازت سطا فرمائے۔
 بادشاہ نے اسی روز اپنی مجلس میں اجازت عطا کرنے کا ذکر کیا۔ اور عبدالقادر
 لکھنوی نے گہرے اس وقت شاہ صاحب کو خبر پہنچائی اور شاہ صاحب اسے روز
 شام کو بادشاہ کے پاس رخصت کے لیے آئے ابراہیم نے راہ خیر سے لیے

چار ہزار ہون اور انہیں عنایت کیے اور چاہا کہ موے مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کر کے تشریف لے جائیں۔ چنانچہ شاہ صاحب نے موے مبارک سیدالابرار صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ بال ایک نفرہ نلکی میں رکھے تھے۔ شاہ صاحب نے چاہا کہ کوہلکر دیکھیں مگر خدام نے کہا کہ ایسا دستور نہیں ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ چھوٹے سے بال صنایع ہو جانے کا اندیشہ ہے اور اس لیے چھوٹا مناسب نہیں ہے۔ یہاں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب شاہ صاحب نے درود پڑھتے تو بال نلکی میں سے سوراخ کر کے خود بخود باہر نکل آتے اور کچھ دیر کے بعد اندر چلے گئے۔ مگر یہ تو ایسی ہی بات ہے جیسے ادبھی اس قسم کی باتیں بہت سی بیان کی جا کر تھیں۔ غرض شاہ صاحب چلے گئے اگر اور کوئی بادشاہ ہوتا تو ضرور شاہ صاحب کو بے حرمت ہونا پڑتا۔ ابراہیم عادل شاہ کے مزاج میں نہایت سلامت روی تھی اس لیے انہیں ملک پر تو کیا مگر کس خوبی سے کہ کسی کو گران نہ گذرا۔

۳۳۷- شاہزاد خان ابراہیم عادل شاہ کا ذیور۔

یہ شاہزاد خان جس کا اوپر کئی جگہ ذکر آچکا ہے ابراہیم عادل شاہ کا بڑا متمدن علیہ تھا۔ چونکہ یہ شخص فرشتہ ہمارے بڑے نامی گرامی معزز مورخ کا ربی اور سرپرست تھا اس لیے اس کا کچھ حال لکھنا یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اس کا اصلی نام خاجہ سعد الدین تھا۔ اور شاہ فتح اللہ شیرازی کا شاگرد تھا۔ اور جب کہ علی عادل شاہ نے فتح اللہ کو شیراز سے بولایا تھا تو یہی اس کے ساتھ ہندوستان کو آیا تھا اور آگے دہلی۔ لاہور۔ ماندو۔ اوجین۔ برہانپور ہوتا ہوا بیجا پور پہنچا تھا۔ پھر شیراز جا کر حج کو گیا اور کربلا سے معلیٰ اور خفاشرف وغیرہ مقامات متبرکہ اہل شیعہ کے نذر سے سعادت حاصل کی۔ ۹۹۷ھ میں ملا شکیبائی شاعر اور خواجہ عنایت اللہ

اردستانی المدعو بہ سعد کے ہمراہ بندر جردن سے سوار ہو کر بندر چیول میں آکر اترے۔ اور
 ۹۹۸ھ میں دلاور خان کے عہد حکومت میں بیجا پور کو آیا۔ دلاور خان ذی علم آدمیوں کا
 قدردان تھا اوس نے اسے یہاں رکھ لیا۔ اور تنخواہ مقرر کر دی۔ ابراہیم نے اسے
 عنایت خان اور سیورغال کا خطاب دیا۔ سنہ ۱۰۰۰ھ کے اخیر میں برہان شاہ کے پاس
 تصفیہ کے لیے گیا تھا اور جب سنہ ۱۰۰۱ھ میں اسمعیل کی بغاوت کا جگر ایش ہو تو محمد قلی
 قطب شاہ کے پاس ابراہیم نے اس غرض سے بھیجا کہ اگر ضرورت پڑے تو اوس سے
 مدد بیجا کے چنانچہ اوس کی سفارت کا یہ نتیجہ ہوا کہ وہ امداد کے لیے راضی ہو گیا۔ جب
 وہاں سے لوٹ کر آیا تو اوس نے بیجا پور کے منافقین کا خوب بندوبست کیا۔ اور ابراہیم
 کا جسے بدخواہ دیکھا اوس کی گرفتاری اور قتل میں اچھی طرح کوشش کی اور اسی
 زمانہ میں محمد قاسم فرشتہ کو ابراہیم سے لیجا کر ملایا۔ ابراہیم نے اوس کی بڑی خاطر کی۔
 اور کتاب روضۃ الصفاء سے دکھا کر کہا کہ ہندوستان کی ایسی ہی ایک کامل تاریخ
 لکھو کہ جس میں تمام بادشاہوں کا اور ہمارا تذکرہ ہو اس امداد و اعانت کے دیکھتے ہی
 محمد قاسم کو بہت بند ہی اور اوس ہی ہفتہ میں ابراہیم کے حالات کچھ لکھ کر محمد قاسم
 نے اوسے دکھائے۔ اس زمانہ میں آپاچی پنڈت سے منصب کا دملکی ابراہیم نے
 چھین لیا تھا۔ اسی لیے شاہنشاہ ازخارہ کو اس خدمت پر مقرر کر دیا۔ منصب کا دملکی مالدار
 وغیرہ وصول کرنے کا عہدہ تھا۔ اور اوس کے ساتھ اور بھی کتنے ہی کام اوس میں
 شامل تھے۔ ہمارے اس زمانہ میں تو کوئی ایسا عمدہ نہیں ہے جسے ہم ٹیک ٹیک
 اوس سے اسے مشابہ کریں۔ چونکہ تمام سلطنت کے روزانہ اخیار و ملازمان سرکاری
 کے پاس سے اس عمدہ دار کے پاس آتے اور بادشاہ کے روپر و پیش کیے جاتے

تھے اس نے بادشاہ کی تعلیم کے لیے یہ بندوبست کیا کہ کچھ عبارت انہیں خبروں کی اپنے قلم سے لکھتا اور ابراہیم کو ہر روز تھوڑا تھوڑا پڑھا دیا کرتا تھا۔ کہ جس سے وہ چند روز میں صاف خطوط کو پڑھنے لگا۔ اور رفتہ رفتہ زویدہ اور شکستہ خطوط کے پڑھنے کا بھی محاورہ ہو گیا۔ اور فارسی میں بتدریج ایسی استعداد پڑھی اور گفتگو میں وہ ملکہ ہو گیا کہ جب تک اردو میں نہ بولتا تب تک کوئی یہ تمیز نہیں کر سکتا کہ ابراہیم ہندوستانی ہے یا ایرانی مگر باوجود اس استاد کی اذراہ خوشامد اپنے آپ کو ابراہیم کا شاگرد کہتا تھا یہاں تک کہ منٹو میں اپنے ایک بیش بہا یا قوت کی انگوٹھی میں یہ عبارت کندہ کرائی ”شاگرد ابراہیم عادل شاہ سنوا زخارا“ جب یہ انگوٹھی ابراہیم نے دیکھی تو اسے بجاے عنایت خان کے شاہنواز خان کا خطاب عنایت کیا۔ اسی زمانہ میں اس نے ابراہیم سے بیجا پور میں ایک مکان بنانے کی اجازت حاصل کر کے اسے تعمیر کرایا اس کے احاطہ کی ہر ایک سمت چار سو گز شری کے برابر تھی۔ شمال میں اس کے دروازے تھے۔ ایک تو اس بازار میں تھا جو بازار شاہنواز خان کے نام سے مشہور تھا دوسرا دروازہ اس چار سو کی طرف بنایا گیا تھا جس سے دربار شاہی کی طرف راستہ جاتا تھا۔ اس دروازہ پر ایک شمن عمارت تھی جس کا نام نورس بہشت تھا اس کے اندر اور باہر چاروں طرف طلائی تصاویر نہایت خوش نما بنی ہوئی تھیں جب کوئی اس مکان کی سپر کو آتا تو پہلے وہ ان بیرونی نقہ اوپر کے تمام شے میں ایک عرصہ تک ٹھہرتا تھا۔ اس احاطہ کے عین وسط میں ایک نہایت مرتفع مستطیل شکل کی شمال رویہ ایک عمارت تھی۔ جنوب کو عقب پر بھی دوسرے کے اچھا کام تھا۔ مشرق مغرب میں آمد و رفت کے دروازے تھے۔ یہ مکان تینا بلند تھا کہ اس پر۔ سے تمام بیجا پور کے مکانات اور تمام

بسا تین دمر غلام گرد نواح کے جنوبی نظر آتے تھے۔ اس کے رو برو ایک سنگین چبوترہ
 بڑیا خوبصورت اور نہایت وسیع بنا تھا اوس کے بیچ میں ایک حوض تھا پھر اوس کے
 چاروں طرف ایک باغ تھا اوس میں درختان گل و ریحان اور اشجار میوہ دار اس
 خوبصورتی سے بوجہ لگائے تھے کہ اُن کے تماشے سے دل کو سیری نہیں ہوتی تھی۔
 یہ مکان کل بنکر دس برس کے بعد تیار ہوا تھا اور اسی زمانہ میں شاہ نواز خان
 کے ایک بیٹا موسوم بلال ولدہ پیدا ہوا تھا۔ اوس کے جشن میں ابراہیم خود شاہ نواز خان
 کے مکان پر آیا۔ شاہ نواز خان نے اپنے اول دروازہ سے بادشاہ کی دیوڑھی تک
 چہ نہ سو گز کا ل زلفیت و اطلس مصری دیباے شستری مغل فرنگی اور اسوری گجراتی
 کا پانڈاز کے طور پر فرش سجایا تھا اپنے بازو میں ایسی آئینہ بندی کی تھی کہ بڑے
 بڑے کمن سال کہتے تھے کہ ایسی آرایش اونہوں نے عمر بھر کبھی نہیں دیکھی ابراہیم
 سنگاس میں بیٹھ کر آیا۔ مقرران شاہی اور ملازمان خاص دولہن طرف چلتے تھے
 جب بادشاہ اس مکان کے قریب پہنچا تو ملازموں کو سامنے سے الگ کر دیا
 کہ بنظر غور ہر ایک چیز کو دیکھے پھر دہلیز پر اور تقرر کا تماشا کیا۔ اور نورس بہشت میں
 جا کر کچھ دیر تک ناچ گانے سے محفوظ ہوا۔ پھر مقرران اور شعرا وغیرہ کو بھی اندر بولا لیا
 اخلاص خان یا قوت خان شجاعت خان شہزادہ خان میر سعادہ ستانی مولانا ملک قی
 مولانا ظہوری تبریزی مولانا حیدر کاشی وغیرہ موجود تھے مولانا ملک قی اور مولانا ظہوری
 نے قصائد اور اشعار پڑھے۔ پھر بادشاہ اور ہر امیون نے کمانا کیا۔ شاہ نواز خان
 نے اسپان تازی اور اشیائے ساخت رومی و شامی اور شلہان جیشہ و ہرجی و دکنی
 بادشاہ کے پیش کیے۔ اور دوسروں کو بھی حسب مراتب خلعت پہنائے۔ بادشاہ نے

اوسے دوسرے قلعے دئے۔ اور ہر مرتبہ بین ہزار ہزار ہون اور دو چلکے مرصع اور کتنے ہی تازی گھوڑے منایت فرمائے اور چالیس گاؤں بندر دابل کے قریب علاقہ جیلون کے اوس کے قدیمی جاگیرین اضافہ کیے۔ جب کہ فرشتہ نے اپنی تاریخ ۱۱۸۰ھ میں بند کی ہے اوس وقت تک شاہنواز خان زندہ تھا۔ پھر نہیں معلوم کہ کس زمانہ میں مر گیا۔ اوس کے مرنے کے بعد اوس کا خطاب اور منصب کا رملی ابراہیم نے اوس کے داماد یا ننت الملک شیرازی کو دیدیا تھا۔ اس وقت ۱۲۳۰ھ میں اسے کو شاہنواز خان دے کئے تھے

۲۰۸۔ ابراہیم عادل شاہ
کے بڑے بڑے امیر اور
اوس کے بیٹے۔

شاہنواز خان سابق کے سوا اخلاص خان حبشی ابراہیم کا ایک اور بڑا امیر تھا وہ مدت سے اوس کا پیشوا تھا۔ اور بڑے خان کے لقب سے مشہور تھا۔ بادشاہ کا اوس پر بڑا اعتماد تھا۔ یہ وزیر دس کی

ایسی اطاعت کرتا تھا کہ بادشاہ کی رضا مندی کے سوا اوسے اور کوئی مطلب ہی نہیں ہوتا تھا۔ جس قدر بادشاہ حکم کرتا اوس سے کوئی کام نہ توڑا اور نہ کم جیسا حکم ہوتا اسی طرح بجالاتا۔ نواب امین الملک آقا رضا شیرازی کو منصب سیریلی کا اہتمام ہوتا اور اوسے ابراہیم نواب خان بہائی کے لقب سے پکارا کرتا تھا۔ مرزا محمد امین بھی بادشاہ کے نہایت مقربوں میں سے تھا۔ یہ ملا محمد لاری الملقب ملا بابا کا داماد تھا جب ملا محمد اور ملک عنبر سے لڑائی ہو رہی تھی تو ابراہیم عادل شاہ نے اوس سے لڑائی کے انجام کی نسبت رائے لی تھی اوس وقت جو اوس نے رائے دی تھی لڑائی کا انجام اسی طرح ہوا تھا اس لیے جب ملا محمد مارا گیا تو ابراہیم نے اسے صاحب فرائستہ سمجھ کر پنا مقرب بنا لیا تھا۔ چاند خان مغنی بادشاہ کا غلام اور حضور شاگردوں میں سے تھا، اس کی مبارکباد اور دولت یار دولت غلام تھے۔ دولت یار پہلے ہندو و مہرہ بنبا لکرتا تھا

مسلمان ہو گیا تھا۔ اور بڑا تیز طرار تھا بادشاہ اوس کو نظر لطف سے دیکھتا تھا اس لیے
 چاند خان نے ان دونوں کو بادشاہ کی نذر کر دیا تھا مگر چونکہ ایسے لوگوں کی وفات کا بیوفائی
 اور خود غرضی سے خمیر ہوتا ہے یہ دولت یا بڑا بے مروت تھا۔ ایک روز ابراہیم نے
 کمین امتیانا اس سے کہا کہ چاند خان پر تھوک دے اس نے بے تکلف اوس کے
 منہ پر تھوک دیا۔ چونکہ بادشاہ نے خود حکم دیا تھا اس لیے اسے کچھ سزا تو نہ دی
 مگر دل میں اوسے بستہ نہ کیا۔ جب ملک عنبر کے ہنگامہ میں ابراہیم نور سپور سے بیجا پور
 کو آیا تو اسے دولت خان کا خطاب دیکر اوسے خاص بیجا پور کا حوالہ دار مقرر کر دیا۔ جب
 یہ ہنگامہ فرو ہو گیا تو ایک مرتبہ بادشاہ رات کے وقت سیر و شکار سے واپس آ رہا تھا
 جب بادشاہ کا مقدمہ کبیش دروازہ کے قریب پہنچا تو اس نے دروازہ نہ کھولا اور کہا
 کہ جب تک خاص بادشاہ کی سواری میں نہ دیکھ لوں گا ہرگز دروازہ نہ کھولوں گا غرض کہ
 جب بادشاہ نزدیک آیا تو اس نے یہ حرکت سنکر اوسے حوالہ داری سے معزول کر کے
 قید کر دیا اس وقت تک یہ قید میں ہی تھا۔ ابراہیم کے چار بیٹے تھے۔ اول درویش
 بادشاہ فرزند ملکہ جہان نوجوان تھا۔ مگر اس کی مان سے کوئی ایسی حرکت صادر ہو گئی تھی
 جسکی تفصیل مورخین نے درج نہیں کی ہے اور جو قیاساً کچھ سنی شیعہ کے جھگڑے
 کی نسبت معلوم ہوتی ہے۔ اس لیے ابراہیم اس سے نڈا مض تھا۔ دوسرا بیٹا
 سلطان محمد تاج سلطان کے لیٹن سے تھا۔ تیسرا سلطان سلیمان تھا جس کی مان کا نام
 کمال خاتون تھا۔ چوتھا ایک اور سند محل کے بیٹ سے تھا۔ یہ چار ذون لایق اور ہوشیار
 نظر آتے تھے۔

۷۳۹- ابراہیم عادل شاہ کی اس وقت ابراہیم بہت بوڑھا ہو گیا تھا ساٹھ برس کے قریب عمر تھی

وصیت سلطان محمد کی دلی پہچاس برس بادشاہی کرتے ہو گئے تھے۔ ایک عرصہ سے

مدی کے لیے اور دقات اوسے یواسیر کا مرض تھا۔ جو اوس کے مورثوں سے چلا آتا تھا

اب حوالی مقعد میں ایک قرحہ بھی بڑ گیا تھا۔ اور مرض کو بڑی شدت ہو گئی تھی اور روز بروز

بیماری بڑھتی جاتی تھی۔ بادشاہ کے حکیموں میں ایک ہرنگالی ڈاکٹر فرمالوپ نام تھا۔

اسی نام کا ایک شخص بادریون کے طور پر اکبر کے دربار میں بھی گیا تھا۔ شاید یہ وہی ہے

کیونکہ پادری میل جول کے بڑ ہانے اور غیر ملک کے باشندوں کے مجالس میں شریک

ہونے کے لیے ڈاکٹری کے فن کو اکثر سیکھ لیا کرتے ہیں۔ ابراہیم کا یہ بڑا مقرب اور

طیب حاذق سمجھا جاتا تھا۔ اوس نے بادشاہ کا معالجہ شروع کیا۔ اور کوئی ٹہنی دوا سے

ایسی دیدی کہ جس کا اوس نے پہلے کبھی تجربہ نہ کیا تھا۔ جب اوسکو چار پانچ روز علاج

کرتے ہو گئے تو بیماری انتہا کو پہنچ گئی۔ اور ابراہیم نے سمجھ لیا کہ اب کام تمام ہو چکا۔

محمد امین کو اپنے پاس غلوت میں بولایا۔ اور کہا کہ اخلاص خان میں تو اتنی لیاقت نہیں

کہ جو میرے پیچھے میرے وصایا کو پورا کرے دیانت الملک اور نواب خان ہائی

شیعہ ہیں اور درویش بادشاہ شیعہ کے طرفدار ہیں اگر وہ بادشاہ ہو گیا تو قطب شاہی گہرا

کی طرح میرا خاندان بھی شیعہ ہو جائیگا میں اس وجہ سے درویش بادشاہ سے راضی

نہیں ہوں میں نے پہلے ہی بار بار کہا ہے اور اب بھی کہتا ہوں کہ میری اولاد میں سلطان

جس حکومت کے لایق ہے تجھے چاہیے میرے بعد اوسے تخت نشین کرے

میں تجھے اس کام کا ذمہ دار اور مختار کرتا ہوں۔ محمد امین نے بادشاہ کی وصیت کو منظور

کیا اور کہا کہ میری اعانت کے واسطے ایک اور کسی زبردست اور لایق شخص کو دیدتے

دولت خان اس کام کے لایق ہے۔ بادشاہ نے اوسے منظور کیا۔ مگر کہا کہ وہ بے وفا

اور لمے مروت ہے۔ بعد ازاں اوسے قید خانہ سے بولا کہ بدستور سابق حوالدار کیا اور مرزا محمد امین کی اطاعت کے لیے اوس سے قول و قرار لے لیا۔ اس سے دوچار ہی روز کے بعد ۹ محرم ۱۰۳۰ھ کو یہ بادشاہ جنت کو راہی ہوا۔

۲۴۰۔ ابراہیم عادل شاہ اس بادشاہ نے پورے پچاس برس بادشاہی کی۔ اس قدر مدت کے اوصاف۔

تک۔ جیسا پور میں نہ تو کسی نے پہلے اس سے بادشاہی کی تھی اور نہ اس کے بعد۔ جیسا امن چین اس ملک میں اس کے عہد میں رہا ایسا کسی بادشاہ کے وقت میں اس قدر عرصہ دراز تک رعایا کو نصیب بھی نہیں ہوا۔ وہ صورت کا بھی خوب تھا اور سیرت کا بھی ٹھیک تھا۔ سلامت روی اوس کے مزاج میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی لڑائی جنگ کے کو کبھی پسند نہیں کرتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ غنبر سے اسے لڑک اڑھانا بڑی۔ جب غنبر اس پر چڑھ کر آیا تھا۔ اگر یہی پہلے سے لڑائی کا ارادہ کر لیا دیکھ کر بہت کرنا اور مقابلہ کے واسطے مستعد ہو جاتا تو اس کے پاس فوج اور روپیہ اس قدر فراہم ہو سکتا تھا کہ غنبر کے دانت کٹے ہو جاتے۔ اوس کا دل کبھی بلا جبر واکراہ کسی کے سامنے نہ کونہ چاہتا تھا بلکہ اخیر وقت میں تو انتقام سے بھی باوجود استطاعت اغماض کرتا تھا۔ کہتے ہیں کہ جب فرمالوپ کی دوا سے مرض کو ترقی ہوئی تو اس نے فرمالوپ سے اوس کی دھجھ پوچھی اس نے کیا کہ میں نے بغیر آزمائے نبی دوا آپ کو عطی سے دیدی اوس سے نقصان ہوا ہے اب ابراہیم کی نیک فرجی کو دیکھئے اوس نے حکیم سے کہا کہ آپ یہاں سے اب میری حیات میں ہی شہر چھوڑ کر چلے جائے تاکہ میرے مرنے کے بعد کوئی آپ کو اس جرم میں ایذا نہ پہنچائے۔ مگر معاف ہوتا ہے کہ اوس سے سروسر کوئی موقع نکل جانے کا نہ ملا دولت خان نے اوس کی

ناک اور لب زیرین کاٹ لیا فرما بوب اوسی وقت اپنے مکان پر آیا اور اپنے غلام کی
 ناک اور لب کاٹ کر اپنے لگا لیا۔ اور اچھا ہو گیا۔ پھر اوس کے بعد ایک عرصہ دراز تک
 بیجا پور میں علاج معالجہ کرتا رہا۔ واقعی یہ بادشاہ ایسا خلیق اور ملنسار تھا کہ ہر شخص اوسے
 اپنا ہی سب سے بڑا دوست سمجھتا تھا۔ وہ نہ مسرت تھانہ مسک روپیہ کو اپنی جگہ پر خرچ
 کرتا۔ پھر اسی کے ساتھ عادل و داد گر رعیت پر ور بلند بہت علما فضلا کا قریبان مشایخ
 و فقرا کا رتبہ شناس سنی مشرب صاف اعتقاد تھا اوس کے وقت ین گجرات اور احمد نگر
 کے پورانی حکومتوں کی تباہی اور خرابی کی وجہ سے اولیا سے کیا روشنی و وصلی سے
 کا ملین اور علما و شعرا سے نامدا۔ دیگر ارباب کمال آ آ کر بیجا پور میں اس قدر کثرت سے
 مقیم ہوئے اور اوسے اپنا مقر و مسکن قرار دیا تھا کہ ایسے کسی دوسرے زمانہ میں
 نہ ہوئے۔ بیجا پور اہل علم و ہنر کی کثرت اجتماع سے رشک اصفہان نصف جہان ہو گیا
 تھا۔ اس وقت اگر بیجا پور میں جاسیے تو قبرستان میں آپ کو ایک شہر خموشان نظر آئے گا
 کہ چن چن قبروں کے سوا سب اوسی کے عہد کے چشم و چراغ اور یادگار ہو گئے۔ علامہ غلام
 قاسمی نے اوس کی مدح و ثنائیں اپنی کتاب مشہور بہ نشر نغمہ پوری اسی کے عہد میں
 لکھی ہے جو نہ صرف تمام بلاد ہندوستان میں فارسی طلبیہ کے درس و تدریس میں
 داخل ہے بلکہ ایران توران میں بھی مزیں ہے۔ محمد فاکم فرشتہ کی تاریخ ہندوستان
 جس کا اس فن میں ہندوستان کی تاریخ میں نغیر عمین اور میر رفیع الدین شیرازی
 کے تذکرۃ الملک اسی کے خواجہ الغلام کا ذکر چکھا۔ تہ میں۔ یہ اردو بولی کہ جس کا کوئی عالم
 نہ کر زمانہ میں اور کوئی سنا جہان کے دور میں نشو و نما کرنا بیان کرتا ہے اور کوئی اسے
 اکبر کی اردو یعنی شکر کی بولی کہتا ہے وہ حقیقت اگرچہ چھو تو دس کا ٹھک کہ تیلی میں اسی

ابراہیم عادل شاہ لے جان ڈالی ہے۔ مسلمان جس زمانہ سے ہندوستان میں داخل ہوئے تھے اسی زمانہ میں نئی ہولی کی بنا پڑی تھی۔ جس کا تعمیر بیان کے قدیمی اور ملما نون کی فارسی عربی کے میل جول سے بناتا۔ ابراہیم عادل شاہ اول کے عہد تک وہ کبھی کھنٹے پڑھنے میں نہیں آتی تھی۔ سب سے پہلے اسی نے اردو کی تحریر سرکاری و فائز میں جاری کی۔ علی عادل شاہ کے زمانہ میں کچھ دنوں فارسی نے اُسے روکا۔ مگر جب سے کہ ابراہیم ثانی حکمران ہوا تب سے اردو کی تحریر بھی جاری ہو گئی مگر دکنیوں کے ٹٹو کے قدم جہاں آگے کوڑتے ہیں وہاں پیچھے کو بھی پڑا کرتے ہیں کچھ نواسٹے اور کچھ اس لیے کہ ایک صدی سے بھی زیادہ تک دکن کی اسلامی حکومتوں کو مکرور کر کے مرہٹوں نے فساد پھیلار کئے تھے اردو میں ترقی نہ ہوئی۔ اور بند تالاب کے پانی کی طرح ایک ہی حالت پر رہنے سے مکدر اور اداسے مطالب کے لیے غیر کافی ہو گئی۔ یہ بادشاہ کو بڑا رنگیلا اور نعمہ دسر و دکابے انتہا شوقین تھا اور اس شوق و ذوق نے اسے اس فن میں کتنے ہی باتون کا موجد اور حجت گرو بھی بنا دیا تھا۔ مگر باوجود اس کے وہ اپنے فرایض حکمرانی سے کبھی غافل نہ رہتا تھا۔ اس کی اصابت اسے اور بداماری سے بڑے بڑے عقدہ ہائے ملانیل باسانی ص ہو ہو گئے۔ ان دامن قسائم رکھنے میں وہ اکبر سے بھی سبقت لے گیا تھا۔ اگرچہ وہ سنی تھا مگر اس نے کبھی کسی شیعہ کو نظر حقارت سے نہ دیکھا۔ اس کے ملازمین میں بڑے سے بڑے عہدہ شعبون کو ملتے تھے۔ ہندو کا بھی یہی حال تھا جن کا ہم آئندہ جملہ تفصیل ذکر کریں گے اس نے موسیقی کی دہر میں خطاطی نقاشی مصوری کو بھی نہ کیا تھا خطا ثا ث و نسخ و نسخہ متعلق ایسا اپنا لکھا تھا کہ خوش نویسان عصر اس کے سامنے زانو ٹیکتے

تھے۔ گرانٹ دف صاحب نے اوس کی فوج میں اسی ہزار سوار اور دو لاکھ سپاہیوں
 بیان کیے ہیں۔ مگر درحقیقت اوس کی فوج اس قدر نہ تھی۔ اس میں بڑا مبالغہ ہے
 ہونہار سوار ایک لاکھ سپاہی اور ۹۵۵۰۰ ہائی اوس کے وقت میں بیان کئے گئے ہیں
 یہ تعداد قرین قیاس ہے۔ اوسے فوج کا بڑا شوق نہ تھا۔ صرف ضرورت کے لیے وہ
 رکھتا تھا۔ مرنے وقت اوس کا خزانہ ملیب اور اس قدر فوج تیار تھی۔ جس سے محمد عادل شاہ
 کے زمانہ میں بڑے بڑے کام بچے۔

۲۴۱۔ سلطان محمد عادل شاہ جب ابراہیم عادل شاہ مر گیا تو مرزا محمد امین اور دولت خان نے
 کی تخت نشینی۔ اوس کی خبر چسپاں گئی اور دروازہ قلعہ کے بند کر کے منہ ہر دیوچہ
 آبدورفت کے لیے کھلے رکھے۔ اخلاص خان دیانت الملک و امین الملک اور نیز
 بڑے بڑے ہندو برہمن سرداروں کو ایک ایک کر کے بادشاہ کے نام سے
 دیوانخانہ میں بولایا۔ پھر ابراہیم کی طرف سے خواجہ سراپین کے ہاتھ اخلاص خان سے
 کھلاسیجا کدیر سے بعد سلطان محمد کو تخت حکومت پر بٹھائے۔ دیانت الملک نے
 سنتے ہی مضطرب ہو کر کہا کہ سر کو چھوڑ کر زانو پر سر ہر باندھا جاتا ہے۔ بڑا بیٹھا درویش
 بادشاہ موجود ہے۔ سلطان محمد کیسے بادشاہ ہو سکتا ہے دولت خان بڑا تند مزاج
 اوہ میاں تھا اوس نے اس پر دیانت الملک کو ایسی دھمکی دی کہ جس سے اوس نے
 ہر دم نہ مانا۔ اخلاص خان نے کہا کہ جسے بڑی صاحب پسند کریں اوسے بادشاہ کیا
 جائے۔ مگر میں آئندہ امیرات سلطنت سے کٹا، ہ کشی جا ہتا ہوں۔ اس پر
 دولت خان بڑی صاحب کے۔ یا زمین گیا عالم بڑی صاحب سے مراد ابراہیم کی مان سے
 ہوگی۔ بڑی صاحب نے کہا کہ جسے خود بادشاہ نے تجویز کیا۔ ہے میں ہی اوی کا تخت نشین

کرنا پسند کرتی ہوں۔ جب یہ تجویز پہنچے ہوگی۔ تو دولت خان نے دیانت الملک و امین الملک وغیرہ برہمن سرداروں کو قید کر دیا۔ اور اخلاص خان کو خانہ نشینی کی رخصت دی اور برہمن کی تجویز تکفین کر کے بڑے مجلس شامانہ کے ساتھ اوس کی بی بی زہرہ بیگم کے روضہ میں بمقام زہرہ پور دفن کر دیا اور ۱۱ محرم ۱۰۳۷ھ کو ایک سبھے دن کے سلطان محمد کو چند سلا کی عمر میں تخت پر بٹھایا۔ اوس کے جلوس کی تاریخ کشورستان ہے۔ درویش بادشاہ کی ٹانگوں میں میل کی سلاخیان پیسہ کراندہ ہاکیا۔ اور سلیمان کی انگشت خانم کا ٹڈالی اور چہوٹے تیسرے شاہزادہ کو بھی ناقص کر دیا۔ پھر دیانت الملک و امین الملک وغیرہ کو رہا کر دیا اور تمام امرا و اراکین نے جلوس کی مبارکباد دی۔ امین الملک منصب کارملکی پر اور دیانت اسلمک سرخیلی پر مقرر ہوئے اور مرزا محمد امین کو مصطفیٰ خان کا اور دولت خان کو خواص خان کا خطاب سلطان محمد نے عنایت کیا۔

۲۴۲- جہانگیر کا مرزا اور آصف خان
 کا شاہجہان کی بادشاہی کو اسلے
 داور بخش کو بادشاہ بنا کر شہر یار کو
 قید کرنا۔ اور شاہجہان کا بادشاہ
 ہونا۔

جب جہانگیر مہابت خان کی قید سے چھوٹ گیا تو صرف ۱۰۳۶ھ میں لاہور آیا۔ اور آصف خان شاہجہان کے خسر کو لاہور کا صوبہ دار کر کے خواجہ ابوالحسن کو بدستور سابق وزیر اور افضل خان کو خاشا مان اور میر جملہ کو میر بخش مقرر کیا۔ اور ابوطالب شاہجہان کے سائے کو شایستہ خان کا

خطاب عنایت کیا اور سب سنا کہ مہابت خان نے شاہجہان کا تاقب نہ کیا اور پہلے مشرق کو چلا جنوب کی طرف روانہ ہوا۔ اور یہ خبر آئی کہ اوس کا دہلی کے قریب: یس لاکھ روپیہ بنگالہ سے آ رہا ہے تو بغداد خان وغیرہ امر اکوہرا احدی سمیت اوس کے پیچھے گئے۔ اسلے پہنچا۔ جب بغداد خان نے وہ خزانہ چھین لیا۔ تو اسی رنج کہ اور

نیز خانخان کو ہوماہیت خان کا سخت دشمن ہو رہا تھا مہابت خان کی تادیب پر مامور کیا۔ مگر جب مہابت خان نے عذر تقصیرات اور اجازت تعاقب شاہجہان کے لیے متواتر عرضیاں بھیجیں اور خطا بخشی کے وعدہ پر جہانگیر کی خدمت میں بھی حاضر ہوا۔ تو جہانگیر نے اسے پھر شاہجہان کی ہم پر جمادی الثانی ۱۰۳۶ھ میں مقرر کر کے رخصت کیا۔ اور خود اسی مہینے میں کشمیر کو چلا گیا وہاں اس کا قدیمی مرض ضیق النفس پھر ترقی برہو گیا۔ اور سفر آخرت کے آثار اب سب لوگوں پر کھل گئے۔ شہر یا بھی اس وقت بیمار تھا۔ اور اپنی بیماری سے کچھ ایسا گہرا ہوا تھا کہ بادشاہ کا یہ حال دیکھ کر بھی وہ اپنے علاج کے لیے لاہور کو چلا آیا اور داؤد بخش کو جو اس کی حراست میں رہتا حماقت سے ارادت خان کے پاس چھوڑ آیا۔ اس کے چند روز بعد جہانگیر بھی لاہور کو چلا مگر حالت بہت خراب تھی لاہور کے قریب راستہ میں ہی ۲۸ صفر ۱۰۳۶ھ کو سفر آخرت اختیار کیا۔ آصف خان نے سنتے ہی ادھر تو ایک ہرکارہ بنا رسی داس کو اپنے انگوٹھی دیکر جلدی سے شاہجہان کے پاس بھیجا۔ جو اس وقت جنیورین ناسک سے چلا آیا تھا۔ اور مہابت خان بھی جہانگیر کی بیماری کی ترقی کو سن کر بجائے اس کے کہ شاہجہان کا تہ تاب کرے شاہجہان سے قصور معاف کر کے ۱۴ صفر ۱۰۳۶ھ کو اس کی خدمت میں حاضر ہو گیا تھا۔ اور دوسرا آصف خان نے نورجہان کو نظر بند کر کے امر اکو شاہجہان کے ذائقہ کے لیے آمادہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ مگر شہر یار سے سخت اندیشہ تھا۔ اور بغیر اس کے کہ کسی کو بادشاہ بنایا جائے امر اکا قابو میں آنا مشکل تھا۔ اس لئے داؤد بخش پہ خسر و کوشاں شاہجہان کے واسطے بے سفند قربانی بنا کر بادشاہ کیا جب شہر یار نے سنا تو وہ بھی لاہور میں بادشاہ بنا کر دو مہفتہ کے اندر ہی نذر آصف خان نے

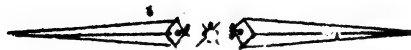
داؤد خورشید کی بادشاہی میں اسے کامل شکست دیکر اور قید کر کے مع سپہ سالار شاہزادہ دانیال کے اسے اندھا کر دیا۔ ادھر بنارس کی داس کو وہ دشت کو ہوا اور بجلی کی طرح طے کرتا ہوا ۱۸ ربیع الاول ۱۰۳۷ھ کو جنیر پہنچا۔ اور آصف خان کی ہدایت کے بموجب پہلے مہابت خان کے پاس گیا۔ اور اس کے ساتھ جاکر شاہجہان کو سلطنت کا مژدہ سنایا۔ شاہجہان فوراً ۲۳ تاریخ کو تیاری کر کے براہ احمد آباد و اجیراگرہ کو چل کھڑا ہوا۔ اور آصف خان کو خدمت پرست خان کے ہاتھ فرمان بھیجا کہ شہر یار اور دانیال کے لڑکوں کو غمورث و ہوشنگ کو قتل کر دو۔ ۲ جمادی الثانی کو لاہور میں یہ قتل کیے گئے۔ مگر داؤد خورشید کسی طرح سے کلکراہ میں کو چلا گیا۔ پھر احمد آباد میں شیر خان نے سیف خان شاہجہان کے سارٹو کو پکڑ کر اس کے حوالہ کیا شاہجہان نے سیف خان کا قصور معاف کر دیا۔ اور شیر خان کو صوبہ دار گجرات کر کے اجیرا کیا۔ اور وہ علاقہ مہابت خان کی جاگیر میں دیکر آگرہ پہنچا۔ اور جمادی الثانی ۱۰۳۷ھ کو اس شان و شوکت سے تخت پر بیٹھا کہ اس سے پہلے کوئی بیٹھا تھا اور نہ بعد میں اب تک بیٹھا۔

۲۴۳- بیجا پور پر برہان نظام شاہ کا چونکہ ابراہیم عادل شاہ شاہجہان کا پورا نانا درست تھا جب دومرتبہ فوج بھیجا۔ مگر ناکامیاب رہا وہ مگر گیا تو شاہجہان نے میر عبد السلام کو عادل شاہ کے پاس تعزیت اور تہنیت کے لیے بھیجے یہ روانہ کیا اسی میں جہانگیر گیا اور شاہجہان آگرہ کو چلا دیا۔ میر عبد السلام کی محو عادل شاہ نے بڑی خاطر داری کی۔ اور بہت تحفے و تحائف اور پیشکش شاہجہان کے بھیجی چنانچہ میر عبد السلام شاہجہان کی تخت نشینی کے دو چار روز بعد ہی اس کے پاس آگرہ لوٹ کر پہنچ گیا

اس سے برہان نظام شاہ کو بڑا کٹکا پیدا ہوا۔ اور محمد عادل شاہ کو برباد کرنے کے
 سامان کیے۔ اس زمانہ میں ابراہیم کے مرنے سے بیجا پور کی حالت نازک ہو رہی تھی
 اور برہان نظام شاہ کو ایسا بڑا ملک شاہنشاہ ہند سے واپس مل گیا تھا۔ اوس نے
 بیجا پور پر فوج بھیجی۔ اور قلعہ کیس وار کو اپنے قبضہ میں کرنا چاہا۔ جو پہلے اوس سے
 نکل گیا تھا۔ عادل شاہی فوج ہی دفعیہ کے لیے پہنچی۔ جب لڑائی ہوئی تو عادل شاہیوں
 کو غلبہ رہا۔ لیکن جب یہ لوگ اگر اپنے خیموں میں گئے تو نظام شاہی فوج جو منتشر
 ہو گئی تھی بیکار ہو گئی۔ اور جب تک عادل شاہی فوج ہتھیار سنبھالے۔ کہ
 سعادت خان اور اعتیاب خان سرداروں کو نظام شاہی فوج پکڑ کر لے گئی مگر نظام شاہ
 نے بیجا سے اس کے کہ اونیسین ایذا دے گا پورے اور قلعہ دیکر خست کر دیا
 اور مگر عادل شاہی وہاں سے ہٹ کر کشنا کے کنارہ چلا آیا۔ بہ کل بیان تانچ بیجا پور میں
 بعینہ اس طرح لکھا ہوا ہے۔ اس میں نہ تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ قلعہ کیس وار کہاں
 ہے اور کس طرح وہ نظام شاہ سے لیا گیا تھا۔ اور نہ یہ سمجھ میں آتا ہے کہ نظام شاہ
 نے قیدیوں کو کیوں اور کن شہر ایٹھ پر چھوڑ دیا۔ جہاں تک ہمارا قیاس کام کرتا ہے
 ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت عادل شاہیوں کو بڑی شکست ہوئی ہوگی۔ اور قلعہ جس کا
 نام صحیح معلوم نہیں ہے نظام شاہیوں نے ضرور چھین لیا ہوگا۔ اور تعجب نہیں کہ یہ وہ
 ہی لڑائی ہو جس پر حمید بخش کی بی بی سردار فوج بکرا آئی تھی۔ مگر اس سبب سے
 ہم نے اس واقعہ کو جدا مانا ہے کہ وہ واقعہ مغلیہ تاریخوں میں جہانگیر کے عہد میں لکھا ہے
 جو ۱۵۷۰ء سے بعد کا نہیں ہو سکتا۔ اور یہ واقعہ بیجا پور کو تاریخ میں محمد عادل شاہ کے
 زمانہ یعنی ۱۵۷۳ء سے ۱۵۸۵ء تک ہے۔ اور قیاس چاہتا ہے کہ اسی زمانہ کا ہو کہ جب ابراہیم مر رہا تھا

کیونکہ جب اسکے چند روز بعد برہان نظام شاہ نے حمید خان کی تحریک سے بہر فوج بھیجی اور وہ بڑے زور شور سے برابر حوالی بیجا پور تک چلی آئی۔ اور اطراف و جوانب میں تاخت و تاراج کرنے لگی۔ تو چونکہ اس وقت امرانے انتظام کر لیا تھا۔ نواب خان بابا اور اخلاص خان وغیرہ نے مشورہ کیا اور اعتبار خان سرسہر نوپت کو سپہ سالار کر کے دفعیہ پر مقرر کیا۔ حوالی کدوی کنور میں ایک سخت لڑائی ہوئی اور حمید خان بہاگ نکلا چند سردار اگرچہ اس سے پیچھے بھی لڑتے رہے۔ مگر آخر اونہیں بھی بہاگنا ہی پڑا۔ یہ واقعہ بھی غائباً اس ۱۰۳۷ھ کا مگر اخیر سال کا ہے اسی زمانہ میں جب کہ برہان شاہ نے بیجا پور پر فوج کشی کی تھی تو کدوم راو حاکم نیکا پور نے بھی سہرگشی کی تھی۔ اور بغاوت پر آمادہ ہو گیا تھا اس لیے سردار ان بیجا پور نے میر علی رضا کو اوسکی تنبیہ پر مقرر کیا۔ میر علی رضا اور کدوم راو سے ایک سال کے قریب متواتر لڑائیاں ہوتی رہیں۔ آخر میر علی رضا نے او سے گرفتار کر کے قتل کر دیا اور وہاں کامل امن چین کر کے واپس چلا آیا۔

پانچویں



اشتیا چھپائی مطبع منیہ عالم گاہ

خدا کے فضل و کرم سے اس مطبع میں ہر قسم اور ہر زبان کی کتابیں اردو
ہندی۔ فارسی۔ عربی نہایت خوشخط صحیح و عمدہ جلد از ان نرخ پر عمدہ دیا
مصالح سے لیتھو میں طبع ہوتی ہیں۔ عدالتوں و محکمہ بندوبست
اوپرنگی وغیرہ کے جملہ کاغذات بھی چھپتے ہیں یہ نامی مطبع تیس برس
سے اپنے فرائض منصبی کو نہایت ایمان داری اور خوش معاملگی سے
ادا کر رہا ہے اور اسکی شہرت و نیکنامی روز افزون ہو اور اس مطبع میں کتب
نسبت اور مطابع کے بہت خوشخط و صاف و عمدہ چھپائی جاتی ہیں جن صاحبوں کو
کچھ چھپوانا ہو او انکو کیفیت نرخ وغیرہ کی خط و کتابت سے معلوم ہو سکتی
ہو۔ کہ لیے ہمارے مطبع کی کپی ہو لی کتابیں کافی و روانی ہیں فقط

المشاہدہ

محمد قواد علی خان صوفی مالک و متخو مصنف عالم گاہ

